یا اللہ مدد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کی ہم نے وفا تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ○ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار (۱۰۰۰) سوال کا جواب

تصنیف

حافظ مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جی

ضلع میانوالی

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ
زمر ۱۸-۱۷

کتابخانه عقیده
www.aqeedeh.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۳

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

یہ کتاب، عقیدہ لائبریری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈاؤنلوڈ کی گئی ہے۔

یا اللہ مدد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم نے وفا کی غیر اس کو جفا کہتے ہیں ○ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

سیفِ اسلام برِ دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

۱۰۰۰

تصنیف

حافظ محمد میانوالوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جی

ضلع میانوالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ مدد

ہم نے وفا کی تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ○ ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار (۱۰۰۰) سوال کا جواب

تصنیف

حافظ مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی

ناشر

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جی

ضلع میانوالی

خلافت راشدہ

حق چار یارؓ

یا اللہ مدد

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

کی ہم نے وفا تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام

یعنی

شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

جس میں توحید، رسالت، قرآن کریم، خلفاء راشدینؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین پر معاندانہ اعتراضات کا قلع قمع کیا گیا ہے نیز صحابہ کرامؓ کی شان اور صداقتِ اہل سنّت اجاگر کرنے کے علاوہ آغاز کتاب میں خمینی ازم کا تعارف اور اتحاد اہلِ سُنّت پر زور دیا گیا ہے۔ سنجیدہ اور مدلّل انداز بیان سے سُنّی و شیعہ ہر قیل و قال کا خاتمہ، مناظرین، مبلغین عاشقانِ صحابہؓ اور خدام اہلِ سنّت کے لیے لاجواب تحفہ۔

اثرِ خامہ: محقق اہل سُنّت مولانا حافظ مہر محمدؐ مدظلہٗ میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

نام کتاب ــــــــ سیفِ اسلام بر دشمنانِ اسلام یعنی
شیعہ کے ہزار سوال کا جواب
مؤلف ــــــــ مولانا حافظ مہر محمد۔ بی۔اے
متخصص فی علوم الحدیث کراچی، فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
ایم۔اے وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔
صفحات ــــــ ۵۶۰ ــ ہدیہ مجلد سنہری ــــ ۶۰۰ روپے
طبع اوّل ــــــ فروری ۱۹۸۸ء
طبع سوم ــــــ جنوری ۲۰۰۱ء

ملنے کے پتے: ــــــــ

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
مکتبہ عمر فاروقؓ شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی
عمران اکیڈمی بی/۴۰ اردو بازار لاہور
اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ خلافت راشدہؓ بنوری ٹاؤن کراچی

اطلاعِ عام یہ کتاب شیعہ جارحیت کے جواب میں، مذہبِ اہلِ سُنّت وجماعت کی حقانیت پر لکھی گئی ہے۔ اندازِ بیان علمی، مدلّل اور دلآزاری سے پاک ہے۔ مخالف حضرات اگر پسند نہ کریں تو مطالعہ نہ فرمائیں لیکن جو حضرات حق وباطل میں امتیاز کرنا چاہیں اور شرک و بدعت و مسلم دشمنی کی تاریکی سے نکل کر قرآن و سُنّت، صحابہؓ واہل بیتؓ کی نورانی تعلیم کا مطالعہ کرنا چاہیں اور اتحادِ مسلمین کا جذبہ رکھیں تو وہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ انکے تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

اہلِ سُنّت کے ہر عالم، مبلّغ، صحافی اور تعلیم یافتہ کے پاس اس انسائیکلوپیڈیا کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

تصدیق از شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند انڈیا

از دیوبند

۲۳-۲-۱۴۰۸ھ
۱۷-۱۰-۱۹۸۷ء

مکرمی جناب ناظم صاحب مکتبہ عثمانیہ۔

السلام علیکم! گزارش ہے کہ میری نظر سے مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی کا کتابچہ "تاریخ شیعہ" ــــ گزرا جو زیر طبع کتاب "سیف اسلام" کا مقدمہ ہے۔ دیکھتے ہی معلوم ہوا کہ ردّ شیعیت میں آپکی تحریر دلپذیر آپ کی مخفی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہے۔ میرے احباب کے علاوہ میں بھی آپ کی آنے والی کتاب "سیفِ اسلام" کی قدر و منزلت میں پیش پیش ہوں۔ ماشاء اللہ کتابچہ جب اتنا دلکش اور جاذبِ توجّہ ونظر ہے تو اصل زیر طبع کتاب "سیفِ اسلام" کس قدر اونچی ومعیاری ہوگی میں بیان نہیں کر سکتا ــــ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ اور کتابیں بھی ردّ شیعیت میں آپ کی عمدہ کاوشوں کے تحت عالمِ وجود میں آچکی ہیں۔ جن سے شیعیت کی جڑیں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔ ہمارے شعبہ تبلیغ میں مبلغین حضرات نے آپکی حسن سعی کو بہت سراہا ہے آپ کی تصانیف سے ہمارے شعبہ تبلیغ کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اور آپ کی کتابوں سے عوام الناس کو روشناس کرانے کا شعبہ تبلیغ مفید ذریعہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا درج ذیل کتابیں ؎ ہمارے پتہ پر روانہ فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

۱ سیفِ اسلام، ۲ تحفہ امامیہ، ۳۔ ہم سنّی کیوں ہیں؟ ۴۔ عدالت حضرات صحابہ کرامؓ ۵۔ تاریخ مذہب شیعہ وغیرہ

والسلام

(مولانا) عرفان اللہ قاسمی مبلغ شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور یو۔پی۔ انڈیا۔ فون ۲۴۷۵۵۴

؎ چنانچہ ۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء کو ۱۲ کتب کا سیٹ ۳۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ لگا کر دار العلوم کو ہدیہ بھیج دیا گیا۔

آغازِ سخن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جیسے کہ نام سے واضح ہے یہ کتاب ایک رافضی قلم کار کی "فروعِ دین مع مذہب سنّیہ پر ہزار سوال" کا جواب ہے۔ جو اس نے توحید، رسالت، قرآن، عصمتِ انبیاءؑ، حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، عائشہ صدیقہؓ، معاویہؓ وغیرہم اصحابِ رسول رضی اللہ عنھم اور مذہبِ اہلِ سنّت وجماعت پر معاندانہ کیے ہیں۔ یہ کتاب ۲۸۰ صفحات کی تھی۔ ظاہر ہے جواب حامل المتن ہو تو وہ سوال سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ کاغذ و کتابت کی شدید گرانی، قارئین کی مذہب سے بے توجہی اور قوتِ خرید کی کمی نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اصل عبارات اور سوالات لکھ کر بھی اختصار سے کام لیں۔ چنانچہ یہ طریقہ اختیار کیا گیا:

۱۔ حصّہ اوّل میں فروعِ دین کی تمام ابحاث کا حامل المتن مدلل جواب قلم بند کیا گیا۔

۲۔ حصّہ دوم "ہزار سوال کا جواب" میں جن سوالات کا جواب ہم اپنی "تحفہ امامیہ"، "ہم سُنّی کیوں ہیں"، "عدالتِ صحابہ کرامؓ" جیسی وقیع کتابوں میں دے چکے ہیں، ان سے تعرض نہیں کیا گیا صرف حوالہ دے دیا۔

۳۔ جو سوالات ۲۔۳ سطور پر مشتمل تھے اور وہی بکثرت تھے انکو تقریباً بلفظہا لکھ کر جواب ارقام کیا گیا۔

۴۔ جو چھوٹے سوالات۔ ایک مضمون پر مشتمل تھے مقصودی بات ایک دو میں پوچھی گئی تھی۔ ہم نے انکو دو۔ دو، تین۔ چار نمبروں میں جمع کر کے سب کا مفصل ایک جواب تحریر کیا۔

۵۔ جو سوالات آدھ صفحہ کے لگ بھگ طویل تھے ان کا خلاصہ لکھ کر جواب مکمل دیا۔

۶۔ جو لمبے سوالات انتہائی واہیات، دلآزار اور اشتعال انگیز تھے محض قارئین کے جذبات کی رعایت اور کتاب کے وقار کے لیے ان کو مختصر کیا یا نمبر و حوالہ لکھ دیا اور جواب میں اس کے تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر بھی اپنے قلم کی شرافت کو داغدار نہ ہونے دیا۔ س ۷۴۱ سے س ۸۰۰ تک اسی قسم کے ہیں۔ نوعمران کا مطالعہ نہ کریں ہم اس تصرف یا اختصار پر معذرت خواہ ہیں۔ خیانت یا کمزوری کا شبہ ہم پر نہ کیا جائے۔

۷۔ جواب میں قرآن کریم، فریقین کی معتبر احادیث سے استدلال کر کے تحقیقی و الزامی دونوں طرح سے شیعہ پر اتمام حجت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ متلاشیانِ حق کو اس سے ہدایت دے اور گمراہوں کو راہِ صواب عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ محتاجِ دعا: مہر محمد۔ گوجرانوالہ

فہرست مضامین سیفِ اسلام

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سیفِ اسلام حصّہ اوّل		انقلابِ ایران پر ایک نظر	۵۶
تقریظاتِ علماء کرام	۱۳	خمینی اپنے ائمہ کو نبیوں سے افضل کہتے ہیں	۶۰
کلماتِ تلخ و شیریں	۱۹	ایران اسرائیل سے اسلحہ لے کر عالمِ اسلام کو	
		تباہ کر رہا ہے۔	۶۲
مقدمہ	۳۳	ایرانی انقلاب روس کے ایما پر ہوا۔	۶۳
تاریخِ شیعہ اور مسلمانوں پر مظالم	〃	رسالہ فروعِ دین کے مسائل پر تبصرہ	۶۵
مذہبِ شیعہ کا آغاز و تعارف	۳۵	مسئلہ ۱ غسلِ رجلین	〃
شیعہ کی سیاسی تاریخ	۴۰	قرآن کریم کی آیتِ وضو۔	〃
اہلِ بیتؓ پر مظالم	〃	اہلِ سنّت کی سات احادیث	۶۶
بنو بویہ کے مظالم	۴۳	غسلِ رجلین پر شیعہ کی سات احادیث	۶۷
اسماعیلیوں کے مظالم	۴۴	مسح کی شیعہ روایات پر ایک نظر	۶۹
ہلاکو خان کا بغداد پر حملہ	۴۵	جر جوار کی بحث	۷۱
شاہ تیمور لنگ کے مظالم	۴۶	قراۃ جر پر اہلِ سنّت کی تطبیق	۷۳
اسماعیل صفوی کے مظالم	۴۸	رافضی کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر	۷۵
نادر شاہ دُرّانی کا دہلی پر حملہ	۵۰	پاؤں دھونے پر صحابہؓ و تابعینؒ کا اجماع ہے	〃
انگریز اور شیعہ	۵۳	تفسیر طبری سے ۲۳ احادیث و آثار	۷۶
تاریخِ پاکستان	۵۴	ابنِ جریر طبری کا مذہب	۷۸

جنگ احد میں حضرت عمرؓ کی خدمات	۳۱۳	حضرت عمرؓ کی اولیات ، دنیا کی ہر عادل	۳۵۰
حدیبیہ میں تمام صحابہ کرامؓ کا اضطراب	۳۱۵	اور مستحکم حکومت کی بنیادیں ۔	
طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ	۳۱۸	خلافتِ فاروقیؓ حضرت علیؓ کی نظر میں	۳۵۲
فتوحاتِ فاروقی کی بشارت	۳۲۰	مطاعنِ عثمانی ص ۴۹۵ تا ۵۹۵	۳۵۳
"فاجر سے تائیدِ دین" والی حدیث کا مطلب	"	صلح حدیبیہ و بیعتِ رضوان	۳۵۸
حضرت علیؓ کا کفار سے مخاصمہ اور شیعہ	۳۲۵	غزوہ حنین ص ۵۳۱ تا ۵۴۷	۳۶۱
کی تائید کفار		حیاءِ عثمانؓ	۳۶۷
حضرت حذیفہؓ کی فتن والی احادیث	۳۲۶	لقبِ ذوالنورینؓ	۳۶۸
عہدِ نبوت میں حضرت عمرؓ کی سالارانہ خدمات	۳۲۸	ابنِ سبا یہودی کا فتنہ اور	۳۷۴
صحیح مسلم کی استفہامی حدیث کا مطلب	۳۳۰	حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش	
خلافتِ فاروقی وغیرہ میں انصار کے عہدے؟	۳۳۲	حضرت عثمانؓ مظلوم شہید تھے	۳۷۸
حضرت علیؓ و عمرؓ نے ایک دوسرے کی تعریف کی	۳۳۴	۱۱ ، احادیثِ نبویہ	۳۷۹
نکاحِ امِ کلثومؓ کی بحث	۳۳۵	۱۲ ، آثارِ صحابہؓ	۳۸۰
حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل کا موازنہ	۳۴۰	حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے نام	۳۸۱
حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کا جنازہ پڑھا	۳۴۲	حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی شہادت	۳۸۲
اور خراجِ تحسین پیش کیا۔		سب لوگوں کو اپنی مدد سے روک دیا	۳۸۳
حضرت علیؓ نے شیخینؓ کی پیروی کی شرط	۳۴۳	طبری سے قاتلوں کی فہرست	۳۸۶
کو منظور کیا۔		تدفین و جنازہ	۳۸۸
حفاظتِ قرآن کے لیے روایاتِ حدیث	۳۴۴	مطاعنِ حضرت امیر معاویہؓ ص ۵۹۶ تا ۶۵۶	۳۹۱
پر جزوی پابندی		حضرت معاویہؓ کی زندگی ایک نظر میں	۳۹۲
ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ کی روایت سے	۳۴۶	حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی مجبوری	۳۹۴
حضرت ابنِ عباسؓ و حضرت عمرؓ کا مکالمہ		حضرت حسنؓ کی طبعی وفات	"
ناقابلِ اعتبار ہے۔		اجتہاد اور مجتہد کی شرائط	۳۹۵

حضرت معاویہؓ کے فضائل	۳۹۵	تبرا و سب و شتم کی تشریح	۴۲۲
طعن سب و شتم کی حقیقت	۳۹۷	سچے مذہب کی پہچان پر حضرت امام باقر	۴۲۴
کتاب الامامۃ والسیاسۃ کا تعارف	۴۰۲	رحمۃ اللہ کی اہم حدیث	
حضرت معاویہؓ کا کاتبِ وحی ہونا	۴۰۳	لعنتِ عمومی و شخصی کا مسئلہ	۴۲۵
حضرت حسنؓ کی بیعتِ معاویہؓ	۴۰۵	خلافتِ راشدہؓ کی فتوحات برحق ہیں	۴۲۹
شرائطِ صلح و بیعت	۴۰۶	شجرہ ملعونہ کی تفسیر	۴۳۰
کافر و مسلم کے درمیان وراثت	۴۰۷	حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے جنازے	۴۳۵
معاہد کی دیت	۴۰۸	کس نے پڑھائے؟	
قسم اور گواہ پر فیصلہ	"	شیعوں کے ۱۲ امام کسی حدیث سے ثابت نہیں	۴۳۸
حضرت حجر بن عدیؓ کی شہادت	۴۱۱	علماءِ اہلِ بیتؓ کے متعلق اہلِ سنّت کا عقیدہ؟	۴۳۹
حضرت علیؓ کے فضائل	۴۱۳	مہاجرین کی تعریف اور نیک نیتی	۴۴۰
عدالتِ صحابہؓ کا مفہوم	۴۱۴	اہلِ بیتؓ سے محبت میں شیعہ مخلص نہیں	۴۴۲
ابنِ عبدالبر اور خطیبِ بغدادی سے	"	صحابہؓ کے اجتہادی اختلافات	۴۴۴
حضرت معاویہؓ کا اجتہاد	۴۱۶	حضرت علیؓ پر اتفاق و اتحاد کی صورت	۴۴۵
صحابہؓ معیارِ حق ہیں	۴۱۷	شیعوں کے وہ کام جو حضرت علیؓ کے	
حدیث اللھم اجعلہ ہادیا و مہدیا واہد بہ	۴۱۸	مذہب میں بدعت و گناہ ہیں۔	
کی توثیقِ رجال	'	مذہبِ علیؓ کے وہ کام جن کا کرنا شیعہ	
سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان پر تنقید حرام ہے	۴۱۹	مذہب میں حرام ہے۔	۴۴۶
قرآن سے حرمت ثابت ہے	"	حدیثِ سفینہ کی تحقیق	۴۴۷
حدیث سے حرمت ثابت ہے	۴۲۰	تکفیرِ مسلم یا تکفیرِ شیعہ؟	۴۴۸
ابنِ مغفلؓ کی حدیث کی توثیق		حضرت علیؓ نے خلفاء کے نام پر بیٹوں	۴۴۹
حضرت عمرؓ سے حرمتِ تنقید ثابت ہے		کے نام رکھے۔	
حرمتِ تنقید پر حضرت علیؓ کی ۵ ، احادیث	۴۲۱	حضرت زین العابدینؒ اور بیعتِ یزید	۴۵۲

فقہی مسائل	۴۵۳	عقائد و ایمان پر اصولی تنقید	۵۰۱
ابنِ عمرؓ سے ناپاک طعن کا ازالہ	۴۵۴	جنازہ رسولؐ میں سب صحابہؓ کی شرکت	۵۰۲
مذی ودی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے	۴۵۶	اہلِ بیتؓ اور آلِ محمدؐ کا مصداق	۵۰۳
بغیر نص شخص معین پر لعنت ناجائز ہے	۴۶۳	فضائلِ علیؓ اور جعلی روایات س ۸۷۱ تا ۸۸۷	۵۰۴
بارہ منافقین کے نام	۴۶۴	حضرت عثمانؓ و عمرؓ سے دفاع	۵۰۹
حضرت علیؓ و انصارؓ کی محبت واجب ہے	۴۶۵	حضرت عمرؓ کے علم پر اکابر کی گواہی	۵۱۲
معیارِ نجات ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں	۴۶۶	غیر مسلموں کی عبارات سے حضرت علیؓ کی	
حربِ علیؓ کا جواب	۴۷۲	خدائی پر شیعہ استدلالات مع جوابات	۵۱۳
شراب کی اقسام اور انکی حرمت	۴۷۴	انگریز مؤرخین سے خلافتِ علوی پر استمداد	۵۱۹
تقیہ کی دو دلیلوں کا جواب	۴۷۸	خلفاء ثلاثہؓ کو غیر مسلموں کا خراجِ تحسین	۵۲۱
شبہ سے حد ٹل جاتی ہے	۴۷۹	صحابہ کرامؓ کے فضائل کا اقرار	۵۲۴
حرمتِ متعہ	۴۸۰	قصہ مالک بن نویرہ اور ابوبکرؓ سے دفاع	۵۲۸
تفسیر طبرسی، طبری وغیرہ سے	؍؍	نکاح و طلاق پر اعتراض مع جواب	۵۳۰
حرمتِ متعہ پر درِّ منثور کی روایات	۴۸۱	اہلِ سنّت کے ۲۵ علماء متقدمین	۵۳۳
حیّ علیٰ خیر العمل ثابت نہیں	۴۸۲	اہلِ سنّت کی ۴۰ کتبِ دینیہ معتبرہ	۵۳۴
حضرت ام کلثومؓ کے نکاح و عمرؓ کی تحقیق	۴۸۳	عزاداری و رسوم پر استدلال مع جواب	۵۳۵
شیعہ سے سنّی ہونے والے علماء کی فہرست	۴۸۶	کالے لباس کی ممانعت حضرت علیؓ سے	۵۳۶
قاتلانِ حسین شیعہ تھے۔	۴۸۸	براعظم ایشیاء میں مسلم آبادی کا تناسب	۵۳۷
حدیثِ ثقلین کتاب اللہ و سنّتی کی توثیق	۴۹۳	حضرت علیؓ کے چند فضائل	۵۳۹
حضرت امیر معاویہؓ کا دفاع	۴۹۵	مذہب آلِ محمدؐ مذہب اہلِ سنّت ہی ہے	۵۴۰
استخلافِ صدیقی پر چند اعتراضات اور انکے جوابات	۴۹۶	آیاتِ منافقین شیعہ پر صادق ہیں۔ ۱۱ آیات س ۹۶۵ تا ۹۷۶	۵۴۱
حضرت عمرؓ سے چند مطاعن کا ازالہ	۴۹۸	خلفاء ثلاثہؓ کی افضلیت پر عقلی و نقلی مختصر دلائل	۵۴۶
شیعوں کے اصولِ خمسہ اور	۵۰۰	حضرت علیؓ کے فضائل۔	۵۴۷

حدیثِ ولایت کا معنیٰ و مراد	۵۴۸	شیعہ بیوی کو جائیداد میں وراثت نہیں دیتے	۵۵۱
حضرت معاویہؓ بیعتِ علیؓ کرنا چاہتے تھے	۵۴۹	شیخین سے دین کی تشریح	۵۵۲
صحابہؓ سے محبت واجب ہونے پر ۴ ارشاداتِ نبویؐ	۵۵۰	س ۱۰ حضورؐ نے حجِ تمتع کیا، متعہ نساء نہیں کیا	۵۵۳

مذہبِ اہلِ سُنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

۱۔ سُنّی برادرانِ اسلام! پاکستان اور مسلم دُنیا میں آپ ۹۰، ۹۵ ٪ آبادی ہیں کسی خاص شخص یا نظریہ کے نام پر فرقہ نہیں بلکہ کلمہ طیبہ قرآن و سُنّت اور تمام اصحابِ نبیؐ سے مروی مکمل اسلام کے وارث سوادِ اعظم جماعت ہیں، اپنی قدر و قیمت پہچانیں، قومی شعار اپنائیں، مخالف کی مجالس، جلوس اور مذہبی تقریبات اور نعرہ بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سُنیں۔

۲۔ ایسی تمام رسوم اور بدعات سے بچیں جو آپ میں فرقہ داریت اور انتشار کا باعث ہوں، ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل سے مکمل کنارہ کریں۔

۳۔ مسلم کی حیثیت سے آپ کا نعرہ "اللہ اکبر" اور "ختم نبوت زندہ باد" ہے سُنّی کی حیثیت سے "حق چار یار" ہے براہ کرم ان پر اکتفا کرکے اپنی اسلامی وحدت برقرار رکھیں۔

۴۔ کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اس کے محافظ خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہ بالجنۃ کا پرچار عصرِ حاضر میں از حد ضروری ہے جو یہ ہیں: حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین چار یا دس ناموں کے کتبوں، طغروں، کیلنڈروں سے اپنے مکانوں اور بیٹھکوں کو سجائیں جیسے مسجد نبوی کے در و دیوار پر مکتوب ہیں۔ اپنی مساجد قرآنی مکاتب و مدارس، مزارات، خانقاہوں، البموں، عید کارڈ لیٹر پیڈ اور ہر دیدہ زیب باادب جگہ پر ان مقدس ناموں کو لکھیں اور چھپوائیں۔ اپنے پینٹروں اور قلم کاروں کو بھی ادھر متوجہ کریں۔ (وما علینا الا البلاغ المبین)

مذہب شیعہ سے تائب ہونے والے ایک دوست کا

تصدیقی مکتوب

چند سال پہلے یہ دوست غالی شیعہ تھے تقریباً چھ ماہ خط و کتابت رہی آخر اللہ نے انکو مذہب حق اہل السنّت والجماعت قبول کرنے کی توفیق دے دی۔ توبہ کے عرصہ بعد آنے والے ایک خط کے بعض اجزاء یہ ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت العلّام مولانا مہر محمد صاحب میانوالوی دام مجدکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! مزاج سامی !

احوال آنکہ ! عرصے کے بعد آپ سے مکاتبت کا شرف ہو رہا ہے۔ اُمّید ہے آپ میری اس خاموشی کو معاف فرمادیں گے۔ کیونکہ اس دوران مجھے کئی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا میرے نانا جان حافظ محمد صدّیق صاحب جو کافی عرصہ حضرۃ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کے ساتھ مجلسِ احرار میں شریک رہے۔ وہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ آپ سے بھی دُعا کی درخواست ہے۔

گزشتہ روز حضرۃ مفتی سیّد عبدالشکور صاحب ترمذی دامت برکاتہم کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف ہوا۔ آپ کی بہت تعریف فرمارہے تھے اور آپکی تصانیف و تالیفات کو سراہ رہے تھے آپ واقعی باطل قوتوں کے خلاف قلمی جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔ "مناقب" بھکر، "حق چار یارؓ" لاہور، "خلافتِ راشدہؓ" فیصل آباد، "الہدیٰ" ہرنولی، "الحق" اکوڑہ خٹک، "الفاروق" کراچی (جن میں راقم کی کتب پر بہترین تبصرے شائع ہوئے ہیں۔) یہ تمام رسائل مَیں نے اپنے نام لگوا لیے ہیں اور ہر ماہ ان سے مستفید ہوتا ہوں۔

والسّلام

ماسٹر مزمّل حسنین۔ خوشاب

تصدیق۔ مفکرِ اسلام علامہ خالد محمود صاحب۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد !

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن قرونِ اولیٰ میں بھی یہود تھے اور آج بھی انسانیت اور شرافت کی سب سے بڑی دشمن قوم یہود ہے فرق ہے تو یہ کہ اس دور میں یہود سامنے ہوتے تھے اور آج یہ تقیہ کی چادر زیب تن کیے اپنے انجام کی ہم رنگ پگڑیاں پہنے اپنی قوم کا خون گرانے کو سب سے بڑی نیکی سمجھتے ہیں۔

ان کا طریقِ واردات کیا ہے صحابہؓ کی جماعت پر اعتراض کرنے کے مختلف پہلوؤں کی تلاش اور پھر ان واقعات میں اپنے معنیٰ داخل کر کے صحابہؓ کے خلاف جارحیّت اور عترت طاہرہ کے غصب حقوق کا واویلا۔

اپنے موقف کی تائید میں پھر یہ تاریخ کی طرف دوڑتے ہیں مسلمان اثبات عقائد میں قرآن و حدیث کو اولیّت دیتے ہیں یہ شک کے کانٹوں پر تاریخ کا ہل چلاتے ہیں۔ یہود و مجوس نے جعلی اور من گھڑت رِوایات سے اسلامی تاریخ کو اس قدر مجروح کر رکھا ہے کہ اگر قرآن وحدیث کے روشن مینار ہمارے سامنے نہ ہوتے تو ہم سبائی اندھیرے میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتے۔ ضرورت تھی کہ کوئی صاحب آلِ سبا کے ان سوالات کو جمع کرے جو دشمنانِ اسلام کی اب تک کی کارکردگی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ (ایک شیعہ کتاب ہیں) لکھے لکھائے ہمارے بعض دوستوں کو مل گئے۔

ے عبد اللہ بن سبا کا تعارف ایک شیعہ کے قلم سے۔ ابن بابویہ قمی صدوق المتوفیٰ ۳۸۱ھ کی معتبر کتاب خصال صدوق کے مترجم اور ۸۰ کتب کے مؤلف مرتضیٰ مدرس گیلانی ایرانی "اعلام خصال صدوق" میں لکھتے ہیں۔ "عبداللہ بن سبا۔ یہ حضرت خلیفہ علیؓ بن ابی طالب کے پیروکاروں میں سے تھا۔ نسلاً یہودی تھا جب مسلمان ہوا آپؓ کا جبدار بن گیا آپؓ سے دینی اور معاشرتی سوالات بہت کیا کرتا تھا پھر اس نے خفیہ طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا حضرت علیؓ کو خدا کہنے لگا۔ حضرت علیؓ نے اسے توبہ کرنے کا حکم دیا اور تین دن قید میں ڈال دیا جب اس نے توبہ نہ کی تو حضرت علیؓ نے اسے آگ میں جلا دیا۔ یہ واقعہ ۳۸ھ مدینہ میں ہوا۔ اکثر علماء اسلام کا دعویٰ ہے کہ غلو سے مخلوط مذہب شیعہ کی بنیاد اسی سے پڑی ہے۔ کہتے ہیں یہودیت کے زمانہ میں حضرت موسیٰ بن عمران کے وصی یوشع بن نون کے متعلق بہت غلو کرتا تھا اور بیہودہ باتیں کرتا تھا حضرت علیؓ کے متعلق غلط یا صحیح جو غلو سے بھرپور رِوایات (کتب شیعہ میں) ہیں وہ اسی سے منسوب ہیں۔" (اعلام خصال صدوق) ص ۳۱۶ فارسی

گوجرانوالہ کی مشہور علمی شخصیت مولانا مہر محمد نے ان میں سے "ایک ہزار اہم سوالات" (والی کتاب) کا انتخاب کیا اور ان کے جوابات نہایت مختصر عام فہم اور سادہ انداز میں سپردِ قلم فرمائے۔ اس سلسلہ سوال و جواب سے جہاں علماء کو سبائیت کے سارے تار و پود کا پتہ چل جاتا ہے وہاں دین سے دلچسپی رکھنے والے عام مسلمانوں کے سامنے بھی سبائیت کی ساری تصویر آجاتی ہے مولانا نے اپنے جوابات کو اہلِ اسلام اور آلِ سبا دونوں طبقوں کی کتبِ معتبرہ سے مدلّل و مبرہن کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جو شخص اس کتاب "سیفِ اسلام" کا غور سے مطالعہ کرے گا محسوس کرے گا کہ اسلام کی تلوار نے ہر غیر اسلام کو واقعی کاٹ کر رکھ دیا ہے . . . . . . قیامت کی علامات اپنا پرتو ڈال رہی ہیں۔ دینِ حق کے خلاف منکرات کے طوفان بڑی تیزی سے اُمڈ رہے ہیں اور یہود مسلمانوں سے اپنے پرانے بدلے لے رہے ہیں۔ صحابہؓ کے خلاف یورش ہو یا حدیث کے خلاف حملہ، قرآن کے غیر محفوظ ہونے کی تبلیغ ہو یا حرمین کی عزت و آبرو لوٹنے کی تحریک، ہر ایک سازش کے پیچھے یہود نقاب پوش کھڑے ہیں۔ مبارک ہیں وہ افراد جو اسلام کے ایسے آڑے وقت میں ان منکرات کے خلاف اٹھیں اور ان نقاب پوش ایمان کے ڈاکوؤں کا پوری علمی اور ایمانی قوت سے سدِّ باب کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری دور میں دین کی طرف سے باطل کا دفاع کرنے والے کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جنھیں اسلام کے پہلے دَور کے نیکوکاروں کے برابر اجر ملے گا وہ کون لوگ ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سیکون فی اٰخر ھٰذہ الامۃ قوم	اس امّت کے آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے
لھم اجر اولھم یأمرون بالمعروف	جن کو پہلے لوگوں جیسا ثواب ملے گا وہ اچھے کاموں
وینھون عن المنکر ویقاتلون	کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے روکیں گے
اھل الفتن ۔ (رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ مشکوٰۃ ص ۵۸۴)	فتنہ بازوں سے (بذریعہ قلم یا تلوار) جنگ لڑیں گے۔

احقر امید رکھتا ہے کہ مولانا مہر محمد صاحب مؤلف "سیفِ اسلام" نے اس نازک دور میں اس اہم موضوع پر قلم اٹھا کر اپنے لیے اس خوش قسمت طبقے میں جگہ حاصل کر لی ہے اللہ رب العزت سب پڑھنے والوں کو بھی حق کی اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

خالد محمود عفا اللہ عنہٗ لاہور ۸۸-۱-۳

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مبسملاً و محمدلاً و مصلیًا و مُسَلِّمًا! امابعد راقم اثیم نے حضرت مولانا حافظ مہر محمد صاحب دام مجدہم فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تالیف کردہ° رسالہ فروع دین کے مسائل پر تبصرہ کا کچھ حصہ پڑھا جس میں انھوں نے عالمانہ انداز میں وضو، غسل، نماز، نماز تراویح، تکبیراتِ جنازہ، رفع یدین، آمین، جمع بین الصلوٰتین، خاک کی ٹکیہ پر سجدہ اور وقتِ افطار وغیرہ وغیرہ مسائل پر علمی انداز میں بحث کی ہے اور کتب اہل السنّت والجماعت کثّر اللہ تعالیٰ جماعتہم اور کتبِ روافض کو پیش نظر رکھا ہے اور ان کے بھی اپنی تائید میں حوالے نقل کیے ہیں اور تحقیقی رنگ میں رافضی کو جوابات دیئے ہیں۔ اور جرِّ جوار اور مسحِ رجلین کے متعلق باحوالۂ کتب علمی بحث کی ہے جو طلبۂ علم کے لیے مفید ہوگی اور فریقِ مخالف پر اتمامِ حجّت ہوگی یہ الگ بات ہے کہ اس دنیا میں ضد اور عناد سے کام لینے والے کبھی اپنی زبان سے حق و صداقت کا اقرار نہیں کیا کرتے مگر سمجھ دار لوگ طرفین کے دعاوی اور دلائل سے خود اندازہ لگا لیتے ہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ بعض مقامات پر اگرچہ سمجھنے میں دقّت ہوتی ہے مگر امّید ہے کہ موصوف تھوڑی سی کاوش اور محنت سے اُسے سلیس اور آسان بنا دیں گے۔ موصوف متعدد عمدہ کتابوں کے مصنّف ہیں۔ تحفۂ امامیہ میں شیعہ مذہب کو سمجھنے کے لیے خاصہ علمی مواد انھوں نے جمع کر دیا ہے۔ نوجوان علماء میں موصوف کا مطالعہ اس مدمیں بڑا وسیع ہے اور بفضلہ تعالےٰ وہ صاحبِ بصیرت اور نکتہ رس بھی ہیں کہیں کہیں الفاظ میں گرمی دکھا دیتے ہیں مگر چونکہ روافض کا ایسے مواقع پر رویّہ بڑا ناروا اور طنز آمیز ہوتا ہے اور یہ فطری بات ہے کہ جوابِ آں غزل کو بھی کبھی کبھی ملحوظ رکھا جاتا ہے اور نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ اس وقت بین الاقوامی طور پر جس طرح روافض اپنے باطل مسلک کو اقوامِ عالم پر مسلط کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز یہ کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ یہ اہلِ حق کی غفلت ہے کہ وہ حبّ الدّنیا کے نشہ میں چُور چُور ہیں اور باطل فرقے منظم ہو کر اپنے غلط نظریات کی اشاعت میں دن رات کو ایک کیے ہوئے

° یہ اس کتاب کا حصہ اوّل ہے

ہیں۔ ہماری قلبی دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی طبع کردہ کتابوں سے عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور اس سلسلہ میں انہیں مزید توفیق عطا فرمائے کہ وہ باطل کی دلائل وبراہین کے ساتھ خوب خوب سرکوبی کر سکیں۔

اللّٰھُمَّ زِدْ فزد وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی رسولہ خیر خلقہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وبناتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین۔ آمین۔

احقر النّاس ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ و
صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔
۱۶، شوال ۱۴۰۶ھ، ۲۴، جون ۱۹۸۶ء

تصدیق امیر تحریک خدام اہلِ سُنّت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال مدظلہ

(خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند)

جناب مولانا المکرم زید مجدہم، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

طالب خیر بخیر ہے۔ مسوّدہ ارسال ہے نظرِ ثانی میں تاخیر ہوگئی ہے معذرت خواہ ہوں۔ حافظ عبدالوحید صاحب کے ذریعہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ ابھی کتاب پریس میں نہ دیں۔ کیونکہ بعض جگہ معنوی اصلاح کی ضرورت ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے بڑی محنت کی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ تصنیف میں مکرّر سہ کرر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے خود اپنا تجربہ ہے بار بار دیکھنے سے کئی جگہ اصلاح یا اضافہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ (چنانچہ حضرت نے مسوّدہ کے جتنے حصّے میں اصلاح یا اضافہ فرمایا تصحیح اس کے مطابق کر دی گئی ہے۔)

خادمِ اہلِ سنّت (مولانا قاضی) مظہر حسین (مدظلہ العالی)
۱۳، ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ

مولانا مہر محمد مدظلہ اور آپ کی تصانیف پر علماء کرام کی آراء گرامی

۱۔ مولانا کو علمی مقالات پر مضامین لکھنے اور تصنیف و تالیف کا خاص ذوق حاصل ہے..... نہایت ملنسار اور صلح پسند عالم ہیں تقریر و تحریر دونوں پر اچھی دسترس حاصل ہے۔ (علامہ محمد یوسف بنوری کراچی) ۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

۲۔ مولانا موصوف کے علمی استدلالات حوالہ جات اور معتدل طرز بیان سے پوری طرح مطمئن ہوں (علامہ مفتی محمودؒ ملتان ۹ رمضان ۱۳۹۱ء)

۳۔ بہر حال کتاب (عدالت حضرات صحابہ کرامؓ) مفید اور اپنے موضوع میں کامیاب ہے (علامہ شمس الحق افغانیؒ جامعہ بہاولپور)

۴۔ صحابہ کرامؓ کی جانب سے دفاع اور ان کی عظمت کا اظہار دین کی بہت بڑی خدمت ہے اللہ تعالیٰ نے مولوی مہر محمد صاحب کو اس کی توفیق عنایت فرمائی (مولانا محمد اسحاق صدیقی لکھنویؒ)

۵۔ ہمارے بڑے بڑے علماء نے ابتک یہی سمجھا کہ شیعہ مسئلہ معمولی مسئلہ ہے اب ساری عمر جو تفسیر و حدیث اور فقہ پڑھاتے رہے ان کو شیعہ مذہب سے واقفیت نہیں حالانکہ شیعہ مذہب ہی اسلام کے نام پر اسلام کے مقابلہ میں مذہب کفر و الحاد ہے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ چکوال ۱۸، رجب ۱۳۹۹ء۔

۶۔ علماء کرام اور طلبہ عظام کے لئے یہ (کتابیں) ایک بیش بہا نادر تحفہ اور انمول موتی ہیں ان میں بہت زیادہ علمی سرمایہ موجود ہے (امام اہلسنت علامہ سرفراز خان صفدر مدظلہ)

۷۔ آپ بڑے عمدہ لائق نوجوان ہیں اور اس میدان مدح صحابہ میں خوب کام کر رہے ہیں اور بڑی قیمتی تصانیف کے آپ مصنف ہیں (مولانا محمد نافع جامعہ محمدی جھنگ ۸۲ء/۶/۲)

عدالت حضرات صحابہ کرامؓ

۱۸ x ۲۳ / ۸ — ۳۳۶ صفحات — مجلد — ہدیہ —

صحابہ کرام رضؓ کی پاکیزہ سیرت اعلیٰ کردار اور فضائل و مناقب میں یہ عظیم الشان جامع کتاب ہے۔ جس کی نظیر اردو عربی، فارسی، کسی زبان میں نہیں ہے جو قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ کے علاوہ۔ اصول حدیث اصول فقہ۔ علم کلام۔ تاریخ و سیرت کتب شیعہ اور فتاوے وغیرہ کی ۱۳۰ کتب سے تحقیق و مطالعہ کے بعد مرتب کی گئی ہے۔ ان پر طعن و تنقید کی حرمت، ۵۰ آیات، ۵۰ احادیث، اجماع امت کے صدہا حوالوں اور مسلمہ کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے۔ ان پر قدیم و جدید جتنے اعتراضات کیے گئے ہیں ان کے مسکت و مدلل جوابات دیے گئے ہیں۔ مشاجرات صحابہؓ میں اہلسنت والجماعت کا مسلکِ اجماعی مدلل کر کے "خلافت و ملوکیت" جیسی گمراہ کن کتاب کا اصولی جواب دیا گیا ہے۔ تفصیلی مقدمہ اور ۸ ابواب کے بعد خاتمہ میں حضرت امیر معاویہؓ عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کی سیرت بیان کی گئی ہے۔ معیاری کتابت و طباعت اور ۱۰ اکابر علماء کی تصدیق سے مزین ہے۔ خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھوا کر تبلیغ دین کریں۔

سیف اسلام بر دشمنان اسلام یعنی شیعہ کے ہزار سوال کا جواب

۱۸x۲۳ / ۸ سائز ۵۶۰ صفحات مجلد سنہری ہدیہ

بار بار طبع ہونے والی اس مقبول اور لاجواب کتاب میں توحید رسالت۔ قرآن کریم۔ خلفاء راشدینؓ امہات المومنینؓ حضرت امیر معاویہؓ اور تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم پر معاندانہ اعتراضات کا قلع قمع کیا گیا ہے نیز صحابہ کرامؓ کی شان اور صداقتِ اہل سنت اجاگر کرنے کے علاوہ آغاز کتاب میں خمینی ازم کا تعارف اور اتحاد اہلسنت پر زور دیا گیا ہے سنجیدہ اور مدلل انداز بیان سے ہر قیل و قال کا خاتمہ مناظرین مبلغین۔ عاشقانِ سپاہ صحابہ اور خدام اہل سنت کے لئے لاجواب تحفہ۔ خود پڑھیے اور دوستوں کو پڑھائیے۔

کلماتِ تلخ و شیریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حامداً و مصلیاً: حق و باطل کی نبرد آزمائی روزِ اوّل سے چلی آ رہی ہے۔ آدمؑ و ابلیس حضرت نوحؑ اور آپ کی قوم، ابراہیمؑ و نمرود، کلیمؑ و فرعون، حضرت محمد مصطفیٰؐ و ابولہب، اصحابِ رسولؓ اور کفارِ قریش، علیؓ و خوارج، حسینؓ و ابنِ زیاد، اہلِ بیتؓ اور غدار شیعانِ کوفہ، مصعبؓ ابنِ زبیرؓ اور متنبی کذاب مختار، رجیم و مردود بزبانِ حضرت سجادؒ، عرب کے مظلوم مسلمان اور ہٹلر کا جانشین، سفاک خمینی اسی کی مثالیں ہیں۔

تاریخ کا ایک ایک ورق شاہد ہے کہ جب کفر کی ساری طاغوتی طاقتیں اسلام سے شکست کھا گئیں اور خلفاء راشدینؓ و فاتحینِ اسلامؒ نے روم و ایران کی شان و شوکت کو تہ و بالا کر ڈالا۔ تو تقیہ اور منافقت کے لباس میں ایک شاطر ابنِ سبا یہودی نے ایک ایسا فرقہ جنم دیا جس نے مارِ آستین اور خنجر پوستین بن کر اسلام اور مسلمانوں سے پورا پورا بدلہ لیا۔ بلا مبالغہ لاکھوں افراد سبائی فتنہ کا شکار ہوئے۔ مسلمانوں کی تعمیر و ترقی اور فتوحات کا دروازہ بند ہو گیا۔ دورِ قدیم یا عہدِ صفوی کی مسلم کشی، سفاکی اور بربریت کو تو چھوڑیئے۔ دورِ جدید میں حافظ الاسد رافضی نے شام میں اخوان المسلمون اور دیگر مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ لبنان میں دروزی اور شیعہ ملیشیا عمل نے فلسطینی مسلمانوں کے کیمپ کے کیمپ یہودیوں سے مل کر تباہ کیے اور بقیہ زندوں کو محصور کر کے انسانی لاشوں اور حرام و مردار جانوروں کا گوشت کھلانے پر مجبور کیا۔

ظلم و ستم کی وہ کونسی صورت اور مثال ہے جس کا انقلابِ ایران سے لے کر تا ہنوز روح الظلم و آیت الفساد خمینی کی حکومت نے ایران کے کردوں، بلوچوں، سنّی مسلمانوں اور اہلِ عراق و عربوں پر ارتکاب نہیں کیا۔ ایران نے شاہی دور سے خلیج کا عراقی علاقہ دبا رکھا تھا۔ نئی انقلابی حکومت نے اپنا اقتدار وہاں بڑھانے کے لیے عراق میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ بغاوت کرائی۔ جب وہ ناکام ہوئی اور عراق اپنے تحفظ اور مغصوب علاقہ کی بازیابی کے لیے دفاعی حملہ پر مجبور ہو گیا تو ایران نے اسے زبردست طویل جنگ میں تبدیل کر دیا۔

ایران جارح کا تعین کرنے کی ضد میں اپنے پیداواری عظیم وسائل، لاکھوں کی تعداد میں اپنی فوج اور عرب مسلمانوں کا ناقابلِ تلافی نقصان کر چکا ہے۔ مگر جنگ بندی کی کوئی صورت تسلیم نہیں کرتا، حالانکہ سلامتی کونسل، مسلم امہ کمیٹی، عراق سمیت تمام سربراہانِ ممالکِ اسلامیہ جنگِ بندی کے لیے اپنا پورا زور صرف کر چکے ہیں۔ پاکستان میں مسلح مداخلت کر کے کوئٹہ اور کراچی میں مبیّنہ فسادات کرائے ہیں اپنے ایجنٹوں سے اسلام آباد پر مسلح چڑھائی کرائی ہے۔ امسال حج کے موقع پر حرمین شریفین پر مسلح قبضہ کا پروگرام بنایا اور شدید بے حرمتی سے قتل و غارت کی نوبت آئی مگر ربِّ کعبہ نے اصحابِ فیل کی طرح ان کو تباہ کر دیا۔ امسال ڈیڑھ لاکھ حاجیوں کے روپ میں مسلح غنڈے بھیجنے کا اعلان کر کے پھر اسی عزم کو دہرایا ہے۔ (قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ)۔

اس گروہ کے یہ مظالم اور خوفناک عزائم اظہر من الشمس ہیں لیکن ڈپلومیسی اور پروپیگنڈہ کا یہ عالم ہے کہ ثورة اسلامية لا شيعة ولا سُنّية (یہ اسلامی انقلاب ہے شیعہ سنّی سے اسے کوئی تعلق نہیں)، مرگ بر اسرائیل، مرگ بر امریکہ جیسے نعروں سے ایک دنیا کو پاکستانی حکمرانوں اور سیاستدانوں سمیت اُلّو بنا رکھا ہے۔ حالانکہ یہ موٹی سی بات ہے کہ جس قوم سے دشمنی ہو ان سے خفیہ معاہدے کر کے اور اسلحہ لے کر ان کے دشمنوں (یعنی عربوں) کو تو نہیں مارا جاتا۔ اگر یہ نعرہ سچّا ہے تو ایرانی میزائیل بغداد پر کیوں گرتے ہیں؟ واشنگٹن اور تل ابیب پر کیوں نہیں گرتے؟ مکّہ مکرمہ اور حجاج کرام پر حملہ کیوں ہوتا ہے؟ نیویارک پر کیوں نہیں ہوتا؟ اس سے پتہ چلا کہ درپردہ تینوں ایک ہی ہیں۔ اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے اور خمینی صاحب اپنے ناقدین و مخالفین کو لاکھوں کی تعداد میں موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اپنی مطلق العنانی اور ڈکٹیٹر شپ میں "دعوٰی فرعونیت" کی سرحدوں پر پہنچ رہے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء وغیرہ کے ذرائع ابلاغ گواہ ہیں کہ ایران کے صدر خامنہ ای نے خطبہ جمعہ میں حکومت کے حوالے سے کہا "کہ حکومت کے اختیارات احکاماتِ الٰہی کے تابع ہیں۔" اس پر امام خمینی نے ان کو سخت سرزنش کی "کہ حکومت کو دین کے بنیادی ارکان پر بھی فوقیت حاصل ہے۔" روزنامہ نوائے وقت لکھتا ہے:

انھوں (خمینی) نے کہا کہ حکومت دین کے بنیادی احکام میں سے ایک ہے اور

اس کو دوسرے احکام پر یہاں تک کہ نماز، روزہ اور حج پر بھی فوقیت حاصل ہے جو ارکان دین میں شامل ہیں یہ آیت اللہ خمینی کے ولایت فقیہ کے اس اختلافی فلسفے کا حصّہ ہے جس کے تحت تسلیم شدہ دینی قائد کو جو وہ خود ہیں نائب پیغمبر اور نائب امام کی حیثیت سے مطلق سیاسی اختیار حاصل ہے صدر خامنہ ای آیت اللہ خمینی کی مطلق قیادت کو مانتے ہیں مگر آیت اللہ کی نگاہ میں ان کی غلطی یہ تھی کہ نماز جمعہ کے خطبہ میں انھوں نے کہا تھا کہ حکومت اپنے اختیارات کا استعمال احکام الٰہی کی حدود کے اندر کرتی ہے اس پر آیت اللہ خمینی نے کہا کہ یہ بات اس سے بالکل متضاد ہے جو میں کہتا ہوں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدر حکومت کو ویسی ہی ولایت اعلیٰ تسلیم نہیں کرتے جیسی اللہ تعالیٰ نے نبی کو ودیعت کی تھی۔ آیت اللہ خمینی نے کہا ہے کہ درحقیقت مملکت کو اختیار حاصل ہے کہ عوام کے ساتھ کیے ہوئے جس معاہدے کو چاہے منسوخ کر دے یہاں تک وہ معاہدے بھی جو احکام شریعت کے مطابق کیے گئے ہوں۔ (نوائے وقت ۱۰ جنوری ۱۹۸۸ء ص کالم ۴، ۲ تارا ایڈیشن)

"عیاں را چہ بیاں"، خمینی صاحب دعوٰی امامت و نبوت سے بھی گزر کر گویا انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ نماز، حج، روزہ جیسے بنیادی ارکان پر حکومت کی فوقیت کا معنی یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ ان کو معطل و منسوخ کر سکتی ہے۔ حالانکہ یہ حق صاحبِ وحی حضور علیہ الصّلوٰة والسلام کو بھی نہ تھا کیونکہ آپؐ کی حکومت کے اختیارات احکاماتِ الٰہی کے تابع تھے ان پر فوق نہ تھے، خدا آپ کے متعلق فرماتا ہے: اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ "میں تو صرف اپنی طرف آئی ہوئی وحی کا پابند ہوں۔ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ (پ ۱۱، ع ۷، یونس)

اقتدار اور ریاست پر قبضہ کر لینے کے بعد تو بالا صورت ہوتی ہے مگر اس سے پہلے "سُنّی شیعہ بھائی بھائی" کے نعرے لگاتے ہیں۔ کہیں تقیہ اور کتمان سے کام لیتے ہیں، مگر قرآن کریم اور صحابہ کرامؓ سے دشمنی اور ان کے خلاف دشنام طرازی اور یاوہ گوئی کسی صورت میں نہیں چھپتی۔ جس ملک، علاقہ اور گاؤں میں ہوں ان کی زبانیں اور تحریریں اصحابِ رسولؐ اور قرآنِ عزیز پر تبرّے برساتی ہیں۔

یہ کتاب ایک ایسی ہی واہیات کتاب کا جواب ہے جس میں "مذہب سُنّیہ پر ہزار سوال" کر کے جی بھر کر توحید، رسالت، قرآن کریم کی صداقت، تلامذۂ نبوّت کی حقانیت، مذہب اسلام

اہل السنت والجماعت فقہ وقانون سیرت وتاریخ فتوحاتِ اسلامی ہر بات پر معاندانہ زہر اگلا گیا ہے اور ۹۵ فیصد مسلمانوں کی دلآزاری میں کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس کے باوجود برعکس نام نہند زنگی کافور۔ امام الشیعہ خمینی کی طرح یہ دعویٰ بھی ہے: "چونکہ ہم بنیادی طور پر اتحادِ ملّت کے حامی ہیں اسی لیے رشتہ اخوت کے استحکام کی خاطر ہم نے یہ سعی کی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں میں آپس کی غلط فہمیاں دور ہوسکیں۔" (فروع دین مؤلفہ عبدالکریم مشتاق صـ۳)

کئی دوستوں نے مشورہ دیا کہ یہ کتاب منہ لگانے کے قابل نہیں۔ جواب نہ دیا جائے چونکہ راقم الحروف نے اپنی زندگی کا مشن ہی قرآن وسنّت اور صحابہ کرامؓ کا دفاع اور ان پر لگائے گئے اتہامات کا ازالہ قرار دے رکھا ہے۔ احتساباً للہ اس کریہہ کام پر طبیعت کو آمادہ کیا۔ وقت طویل اور زرِ کثیر کے خرچ کے بعد یہ تحقیقی اور علمی خزانہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، قدر دانی آپ کا کام ہے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

شیعہ سائل عبدالکریم مشتاق کا اگرچہ یہ دعویٰ ہے کہ یہ سوالات وہ ہیں جن کی وجہ سے اس نے سنّی مذہب چھوڑا ہے لیکن تقیہ شعاروں کا یہ نیا جھوٹ ہے۔ دراصل شیعہ ہو چکنے کے بعد اس نے مطاعن کی تمام شیعہ کتابیں سامنے رکھ کر ایک خاص محنت اور سلیقہ سے یہ مرتب کیے ہیں جو انھوں نے مدت سے کذب وغیبت پر مشتمل مذہب کی آبیاری کے لیے پھیلا رکھی ہیں۔

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ تالیف کسی ایک شخص کی کتاب کا جواب نہیں بلکہ مطاعن سے لبریز تمام شیعہ کتابوں کا اصولی جواب ہے اور دفاعِ مطاعن میں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

اس کتاب سے جہاں یہ بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ شیعہ حضرات تمام صحابہ کرامؓ کے منکر اور دشمن ہیں اور اہلِ سنّت سے بیر رکھتے ہیں۔ گو زبان سے "سنّی شیعہ بھائی بھائی" کا پرفریب وپرتقیہ راگ الاپتے رہیں اور رواداری کا وعظ کرتے رہیں۔ یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی کہ شیعہ کا توحید وسُنّت کے علاوہ قرآن پر بھی ایمان نہیں، نہ ہوسکتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا وہ آج کھل کر اقرار نہیں کرتے اور ہمارے افسرانِ سرکاری ملازمین اور مذہبِ شیعہ سے ناواقف تعلیم یافتہ حضرات شیعوں کو منکرِ قرآن نہیں مانتے اور مسلمان بھائی تصور کرتے ہیں۔ یہی

المیہ ہے کہ شیعہ نے قرآن وسُنّت کانفرنس ۱۹۸۶ء کر کے عوام کو دھوکہ دیا اور ان کی چال سے حکومت نے مشترکہ ترجمہ قرآن بنانے کی کمیٹی بنائی۔

جب ہر شخص جانتا ہے کہ شیعہ تمام صحابہ کرامؓ خصوصاً پہلے تین خلفاء راشدینؓ کو ہرگز نہیں مانتے اور ان پر مطاعن کی گردان۔ خواہ اپنی کتب سے پڑھیں یا کتبِ اہلِ سنّت سے تراشیں۔ وہ ان کے ایمان اور قلبی عقیدہ کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جب وہ قرآنِ کریم پر بھی اعتراضات کرتے ہیں اور ۱۰۰ اعتراضات اسی کتاب میں صحابہؓ پر سے بھی پہلے قرآنِ مظلوم پر کر ڈالے ہیں۔ کیا یہ ان کے دشمنِ قرآن ہونے کی کافی دلیل نہیں ہے؟ حالانکہ انھوں نے تحریفِ قرآن کے عقیدہ ـــ کہ یہ قرآن اصلی، کامل اور درست نہیں۔ اس میں ۵ قسم کی خرابیاں ہیں ـــ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ خود اس سائل نے ہمیں ایک خط میں لکھا ہے: "امام مہدیؑ کے پاس وہ قرآن ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کروایا تھا۔ اس کے علاوہ باقی تمام قرآن کے نسخے نقلی ہیں۔" اب اس قرآن کو نقلی (جعلی) بتانے والا۔ ایک اور اصلی قرآن عند المہدی کا قائل۔ قرآن پر ایمان کیسے رکھ سکتا ہے؟ چنانچہ اس نے "شیعہ مذہب حق ہے" ص۱۱۶ پر لکھا ہے: "کہ ہمارے ائمہ طاہرین کے پاس جو قرآن ہے وہ اصلی ہے مکمّل ہے۔ لوگوں کی دست بُرد سے محفوظ ہے اور آپ لوگوں کا قرآن نقلی ہے بے یار ومددگار ہے۔ انسانی ہاتھوں سے دست بُرد ہوا ہے۔ ایمان کا تعلق اصل سے ہوتا ہے نقل سے نہیں۔ (معاذاللہ) بلفظہٖ" ـــ قدیم زمانہ میں کتب شیعہ ناپید تھیں۔ ہمارے علماء ان کے کفریہ عقائد سے ناواقف تھے اس لیے بعض علماء نے ان کی تکفیر کی صراحت نہ کی۔ لیکن جن علماء کو ان سے واسطہ پڑا اور انھوں نے ان کی تردید میں کتب لکھیں۔ وہ ان کے کفر کے قائل ہوئے اور بعدہٗ تکفیر میں سرفہرست عقیدہ تحریفِ قرآن شرک میں غلو شیخینؓ کی خلافت کا انکار اور عقیدہ امامت کو گنا ہے

تمام مسلمانوں کے متفقہ ۳۰ اکابرِ اسلام کے بیانات ملاحظہ فرمائیں

۱ـــ سرتاجِ اولیاء محبوبِ سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہٗ رقمطراز ہیں:

"یہود نے تورات میں تحریف کی ہے اور رافضیوں نے قرآن میں ایسا کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی موجودہ ترتیب ٹھیک نہیں ہے۔ ترتیب دینے کے وقت ان کو پہلے سے ہی الٹ پلٹ

کر دیا گیا ہے جس ترتیب سے اتارا گیا تھا اس کو باقی نہیں رکھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔ کہیں اس کو گھٹا دیا ہے اور کہیں بڑھا دیا ہے۔

یہودی حضرت جبریل علیہ السّلام سے دشمنی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسرے فرشتوں میں سے وہ ہمارا دشمن ہے اور رافضیوں کے ایک گروہ کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جبریل علیہ السّلام نے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی ہے اس میں وہ غلطی کھا گئے ہیں۔ انھوں نے وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پہنچانی تھی مگر بھول کر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پہنچا دی ہے۔ یہ جھوٹے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان مردودوں کو غارت کرے۔

(غنیۃ الطالبین، ذکر شیعہ ص ۱۶۶-۱۶۷ مطبوعہ لاہور)

نیز حضرت پیران پیرؒ ان کے کفریات گنتے ہوئے عقیدہ علمِ غیب کلی، ائمہ کے لیے معجزات اور ان کی تمام انبیاءؑ سے افضلیت، تکفیرِ صحابہؓ اور الوہیت علیؓ کو خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ رسولِ مقبول کے بعد خلافت کا حق حضرت علیؓ کا تھا لیکن بعد میں ایسا نہیں کیا گیا اس لیے سب لوگ (صحابہ کرامؓ) مرتد ہو گئے ہیں۔ سوائے چھ کے۔

(۲) اس گروہ کا اعتقاد ہے کہ کسی چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے خدا تعالیٰ اس کو نہیں جانتا (بداً کا عقیدہ)۔

(۳) ان کا یہ مقولہ ہے کہ حساب کے دن سے پہلے مُردے دُنیا میں واپس آجائیں گے (عقیدہ رجعت) مگر غالیہ گروہ کے لوگوں کو اس سے اتفاق نہیں ان کا یہ قول ہے کہ کوئی قیامت نہیں، نہ حساب کتاب ہوگا۔

(۴) ان تمام کا یہ عقیدہ ہے کہ امام صاحب کو ایسا علم ہوتا ہے کہ جو چیز پچھلے زمانہ میں ہو چکی ہے اور آئندہ ہونے والی ہے چاہے دُنیا کے متعلق ہو چاہے دین کے متعلق ہر ایک کو جانتا ہے یہاں تک کہ سطح زمین پر جس قدر ٹھیکریاں اور مینہ کے قطرے پڑتے ہیں ان کی تعداد بھی اس کو معلوم ہوتی ہے اور درختوں کے جتنے پتے ہیں ان کے شمار سے بھی واقف ہے۔

(یعنی ائمہ کو علم ماکان و مایکون کلی ہوتا ہے جس کے آج غالی قائل ہو چکے ہیں۔ م)

(۵) ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جس نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے وہ

کافر ہے اسی قسم کی بہت سی (کفریہ) باتیں کرتے ہیں۔

(۶) فرقہ غالیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے پیغمبر ہوئے ہیں ان سب سے حضرت علیؓ افضل اور بہتر ہیں۔

(۷) ان کا یہ بھی دعوٰی ہے کہ علیؓ خدا ہیں (یعنی حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلا اور عالم الغیب، حاضر ناظر، نور من نور اللہ ہیں) ان پر خدا کی تمام فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت تا قیامت رہے خدا ان کا نام ونشان اس جہان سے مٹا ڈالے..... کیونکہ یہ لوگ اپنے غلو میں بہت بڑھ گئے ہیں۔ کفر پر خوب جم گئے ہیں۔ اسلام کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ خداوندِ کریم اور قرآن کریم اور تمام پیغمبروں کو نہیں مانتے۔ ایسوں سے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۶۱-۱۶۲)

(۸) مرشد جیلانیؒ فرقہ مفوضہ شیعہ کے تعارف میں کہتے ہیں:-

فرقہ مفوضہ کا اعتقاد ہے ؎ کہ اللہ جل شانہٗ نے لوگوں کی تدبیر (ان کے کاموں کا بندوبست و حاجت روائی) اماموں کے سپرد کی ہے۔ اور تحقیق محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا نے پیدائش عالم اور اس کی تدبیر کی قدرت دی۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۶۳-۱۶۴)۔ (مختارِ کل کے نام سے شیعوں نے آج یہ عقیدہ ناواقف سُنّیوں میں بھی پھیلا دیا ہے۔ مؤلف)

۲ — امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کفر شیعہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

میں کہتا ہوں کہ شیخینؓ کو گالی دینا کفر ہے اور احادیثِ صحیحہ اسی پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ محاملی اور طبرانی اور حاکم نے عویمرؓ بن ساعدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اصحابؓ بنائے ہیں۔ بعض ان میں سے وزیر بنائے ہیں اور بعض رشتہ دار بنائے ہیں پس جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ انکے فرائض ونوافل قبول نہیں فرماتا۔ (رسالہ ردّ رفض ص ۶۸)

نیز فرماتے ہیں "ہم کو کامل یقین ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ مومن ہیں اور خدا کے دشمن نہیں اور جنت سے خوشخبری دیئے گئے ہیں۔ پس ان کی تکفیر اس کے قائل (شیعہ) پر لوٹے گی۔ بموجب اس حدیث کے (کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے) پس ان شیعہ کے کفر کا حکم

؎ پاکستان کے شیعہ مجتہد علامہ محمد حسین ڈھکو نے غیر وہابی تمام شیخی العقیدہ شیعوں کو مفوضہ اور غالی کہا ہے (اصول الشریعۃ فی عقائد الشیعہ)

کیا جائے گا۔ (صنٹ)

"رافضی کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ محیط میں امام محمدؒ رافضی کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے اس لیے کہ وہ خلافتِ صدیق اکبرؓ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ صحابہ کرامؓ کا اجماع ان کی خلافت پر ہو چکا تھا اور خلاصہ میں ہے کہ جو شخص خلافتِ صدیقؓ کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ ..... اسی طرح جو شخص خلافتِ عمرؓ کا منکر ہے اصح الاقوال میں اس کا بھی یہی حکم (کفر کا) ہے پس جبکہ ان کی خلافت کا انکار کفر ہے تو ان کو گالی دینا اور لعنت کرنا کیسا ہوگا؟ پس ظاہر ہے کہ تکفیر شیعہ احادیثِ صحیحہ کے مطابق ہے اور طریقہ سلف کے بھی موافق ہے۔ (رسالہ ردّ رفض ص۲۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء)

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ مسوّی شرحِ مؤطا ص۱۱۱/۲ میں فرماتے ہیں:-

اگر یہ کہے کہ پیغمبرؐ خاتمِ نبوت ہیں لیکن اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبی نہ کہا جائے لیکن نبوت کی حقیقت۔ یعنی ایک انسان کا منجانب اللہ مخلوق کی طرف مبعوث ہونا اور واجب الاطاعت ہونا، گناہوں سے معصوم اور بقاء علی الخطاء سے محفوظ ہونا آپؐ کے بعد ائمہ میں موجود تھا تو ایسا شخص زندیق (بدترین کافر) ہے۔

تفہیماتِ الٰہیہ ص۲۴۴ میں شیعی عقیدہ امامت کو ختمِ نبوت کا انکار بتاتے ہیں:

"لیکن ان شیعہ کی اصطلاح میں وہ امام مفترض الطاعۃ مخلوق کے لیے مقرر کیا ہوا ہے اور وحی باطنی امام کے لیے جائز کہتے ہیں۔ پس یہ درحقیقت ختمِ نبوت کے منکر ہیں اگرچہ زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے رہیں۔"

اہلِ سنّت علماء کرام اور عام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں

اس تلخ حقیقت کا اظہار کیے بغیر چارہ نہیں کہ اب اہلِ سنت ۹۵ فیصد ہو کر بھی اتنے طاقتور اور منظم نہیں جو اعداءِ صحابہ بن چکے ہیں وجہ واحد اس کی یہ ہے کہ علماء تین چار گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہیں اور عوام ان سے بددل ہو کر ہر بے دین کمیونسٹ یا خودرَو لیڈروں کے پیچھے جا رہے ہیں۔

ہر ایک کا اپنی جگہ دھڑا اور لشکر مضبوط ہے لیکن مقامِ صحابہؓ، ناموسِ ازواج النبیؓ کے تحفظ

اور خالص اہلِ سنت وجماعت کے تشخص کے لیے نہ جذبات ہیں نہ محنت و تربیت کرائی جاتی ہے نہ اعداءِ صحابہ اور روافض کے دفعیہ کے لیے حمیت و تعصب پیدا کیا جاتا ہے جو پہلے اسلاف میں ہوتا تھا اور یہ لوگ ڈر کے مارے تقیہ میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں پاکستان اور عالمِ اسلام کے لیے زبردست خطرہ یہی روافض اور فتنہ خمینیّت بن چکا ہے مسلمانوں کو بیدار اور منظم ہونے کی انتہائی ضرورت ہے۔ ؎

نہ جاگو گے تو مٹ جاؤ گے اے سُنّی مسلمانو — تمہاری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں

ہماری جماعتوں میں تفریق شیعیت اور انگریز وغیرہ کی پیدا کردہ ہے۔ ہمارے اختلافات یا تو عقائد و رسوم سے متعلق ہیں یا فروعی مسائل میں غلو و تشدد سے وابستہ ہیں۔ جب کہ قرآن، حدیث، کلمہ، اذان اور جماعت صحابہؓ سب کی ایک ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ دیوبندی بریلوی ایک ہی فقہ اور ایک امام کے پیروکار ہیں۔ نصاب دینیات بھی ایک ہے۔ پھر یہ منافرت بازی اور اپنے اپنے خیالات و رسوم پر جمود دراصل شیعوں کا پھینکا ہوا گیند ہے۔ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی شرک و بدعت، مخالفتِ رسولؐ اور جماعت میں تفرقہ بازی کے سخت مخالف ہیں۔ حضرت مرشد جیلانیؒ نے شیعہ کے جو عقائد گِنے ہیں پھر پڑھ لیجیے۔ کیا ان کا ہی پرتو ہم پر تو نہیں پڑ گیا ہے؟

اگر فریقین کے خدا ترس اتحادِ امّت کے حامی ذمہ دار علماء مل بیٹھیں اور یہ عزم کریں کہ قرآن، احادیثِ صحیحہ اور فقہ حنفی کے خلاف یا ان کے علاوہ کوئی عقیدہ و رسم دین کا جزو نہ سمجھا جائے، جو صفوی عہد یا مصر کے رافضی بادشاہ کے دور سے چلی ہیں اور صوفیانہ امور کا حضرت پیرانِ پیر حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کر لیا جائے اور اعداءِ صحابہ کے مقابل مشترکہ پلیٹ فارم بغیر کسی کے مخصوص نعرہ کے استعمال کیا جائے اور عظمتِ صحابہؓ یا مقامِ خلفاء راشدینؓ کے نام سے ہر شہر میں بھرپور جلسے کیے جائیں تو دو تین سال میں ہی ۹۵ فیصد سنّی مسلمان ایک بڑی طاقت بن کر اسلامی قانون نظامِ مصطفیٰؐ اور خلافتِ راشدہؓ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ کیونکہ یَدُ اللہِ عَلَی الْجَمَاعَۃ فرمانِ نبویؐ سچّا ہے۔ ہمارے اہلِ حدیث بھائی بھی خوب منظم اور فعال ہیں۔ قرآن و سنّت کی خوب دعوت دیتے ہیں اگرچہ

یہ غلو کرنا چھوڑ دیں" کہ قولِ صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کا عمل حجت نہیں غیر منصوص مسائل میں فقہ و اجتہادِ ائمہ قابلِ عمل نہیں۔ اجماع کوئی چیز نہیں۔ صرف قرآن و حدیث کافی ہیں"۔ تو بہتر ہو ورنہ یہ بھی اپنی جڑیں کھوکھلی کر کے دشمن کو یہ کہنا ہے کہ آؤ امّت اور صحابیّت کے درخت کو کاٹ دو (معاذ اللہ تعالیٰ) جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷۳ میں سے صرف ایک ناجی فرقہ کی نشانی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ (مشکوٰۃ) "میرے اور صحابہؓ کے طریقے کا پیروکار گروہ برحق ہے"۔ بتائی۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لے کر پیروی کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی) اپنی اور خلفاء راشدینؓ کی سنّت اپنانے کی تاکید کی ہے۔ بدعت سے ڈرایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

قرآنِ پاک نے مہاجرینؓ و انصارؓ کی پیروی کرنے والوں کو جنّت اور اپنی رضامندی کا تمغہ بخشا ہے۔ (پ۱۱ ع۲) صحابہؓ مومنین کے راستے کے خلاف چلنے والوں کو جہنم کی وعید سُنائی ہے۔ (پ۵ ع۱۴) اور آن جیسا ایمان دیگر قوموں سے طلب کر کے ان کو معیارِ حق و ہدایت اور پیشوایانِ امّت بنا دیا ہے اور ان کے مخالفوں کو گمراہ کہا ہے۔ (پ۱ ع۱۵) پھر کیسے اہلِ سنّت قرآن و حدیث کا نام لے کر صحابہؓ پر بدظنی اور بے اعتقادی کا دروازہ دشمن پر کھول دیں اور اس کی تصدیق کر کے اپنے مذہب کی تکذیب کریں۔ (استغفر اللہ)

ہمیں یہ تسلیم ہے کہ انفرادی طور پر تینوں گروہوں نے رفض کے مقابل بہت عمدہ لٹریچر تیار کیا ہے۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا ردّ الرفضہ، مولانا محمد علی کی تحفہ جعفریہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی تصانیف مولانا قاضی مظہر حسین، علامہ دوست محمد قریشی اور مولانا عبدالستار تونسوی اور مولانا محمد نافع کی تصانیف سونے سے تولنے کے لائق ہیں۔ مگر تینوں بڑی جماعتیں اور دیوبندیوں کی ۲۰ تنظیمیں۔ یہ غور فرمائیں کہ ۸۶-۱۹۸۷ء میں ان پر خوب ظلم و تشدّد ہُوا۔ ہر ایک کے چیدہ چیدہ علماء شہید ہوئے۔ انفرادی طور پر ہر ایک نے لاکھوں روپے کے مصارف سے اور سینکڑوں مظاہرین کے گرفتار کرانے سے بھرپور احتجاج کیا مگر کیا قاتل کیفرِ کردار کو پہنچے؟ حکومت یا دشمن کا رویّہ بدلا؟ یا کسی جماعت کے مخصوص مطالبات حکومت نے منظور کیے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ باہمی نفاق، نااتفاقی اور اپنی اپنی بدعت نوازی اور گروہ پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟ حکومت ۵ غنڈوں کی مانتی ہے۔ ۹۵ تماشائیوں یا آواروں سے اسے کیا ڈر؟ جن کا نہ ایک لیڈر

ہے نہ منزل نہ قومی نشان، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تین بسوں کو چند ڈاکو باری باری لوٹ رہے ہیں۔ مگر ہر ایک بس کے مسافروں نے اپنی رائفلیں دوسری بس پر تان رکھی ہیں یا ڈاکوؤں سے اتحاد کر کے اپنوں کا صفایا کر رہے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ تینوں گروہ اپنی بمشکل ۲۰-۱۵ ہزار عوام کے ساتھ اگر اپنا وجود کھو بیٹھے۔ باقی ۸۰ فیصد عوام کو وقت کے طوسی و علقمی و خمینی وغیرہ کی شہ پر روس اور کمیونزم نہیں نگلے گا تو کیا ہوگا؟ کیا بخارا، سمرقند، بغداد کا سقوط اسی تفرقہ بازی کا نتیجہ نہ تھا؟

میں قوم سے نذرانے وصول کرنے والے علماء کرام اور سرکاری خزانہ سے پلنے والے حکومتی افسران صاحبان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کل خدا کے دربار میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جب آپ سے یہ سوال ہوگا کہ زبردست قربانی کے بعد برِصغیر کے تھوڑے سے رقبہ پر اسلام کے نام پر پاکستان بنایا گیا تھا۔ اسلامی قانونِ شریعت تم کیوں نافذ نہ کیا تھا؟ قادیانیوں، صحابہؓ اور قرآن کے دشمنوں کو ۴۰ فیصد کلیدی آسامیاں کیوں دی تھیں؟ میرے صحابہؓ، خلفاءِ راشدینؓ میری پاک بیویوںؓ اور بیٹیوںؓ کو برسرِعام بازاروں میں مساجد اور مدارسِ دینیہ کے سامنے تبرّا کرنے والے جلوس تم کیوں نکلواتے تھے اور میری توہین کیوں برداشت کرتے تھے؟ تو کیا مسلم لیگی حکومت یہ کہہ کر چھوٹ جائے گی کہ فرقوں کا وجود مانع تھا۔ (تو پھر ان کو ہی کیوں ختم نہ کیا۔ م) تبرّا بازوں کو تو انگریزوں نے یہ حق دیا تھا۔ مسلم لیگی حکومت کیسے واپس لے سکتی تھی؟ حکومت اسلام آباد میں محافلِ سیرت منعقد کرا لیتی تھی اور بس؟ یا بریلویوں کا یہ جواب معقول ہوگا کہ ہم تو عاشقِ رسولؐ تھے پُرترنم نعت خوانی سے ہر شہر میں بڑے بڑے میلاد کے جشن اور جلوس نکالتے تھے۔ کیا دیوبندی یہ کہہ کر بری ہو جائیں گے کہ ہم تو متبع سنّت تھے۔ دس لاکھ کا تبلیغی اجتماع رائے ونڈ میں کر لیتے تھے۔ کیا تیسرا گروہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ ہم تو اہلِ حدیث تھے۔ آمین اور رفع یدین وغیرہ پر ہر کسی سے خوب مناظرے کرتے تھے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ اور آپ کے رفقاء شہید کرائے۔ تو ان کی یاد میں بڑے بڑے جلوس اور احتجاجی جلسے کر ڈالے مگر قرآن و سنّت کے مطابق ۱۷ دفعات والے شریعت بل کی ڈٹ کر مخالفت کی کہ وہ ہماری جماعت نے نہیں دو تین سرکاری مولویوں نے پیش کیا تھا؟ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ قانونِ

شریعت نہ خود بناتے ہو نہ دوسروں کا بنا ہوا پسند کرتے اور منواتے ہو۔ باہمی انتشار سے مصطفیٰ کمال یا کمیونسٹوں کو زمامِ اقتدار تھماتے ہو۔ دیوبندی مذہب، رضاخانی مذہب، قانون حنفی یا قانونِ الٰہی جیسی منافرت انگیز کتابیں تو خوب پھیلاتے ہو مگر اسلامی قانون قضا و تعزیرات پر کوئی متفقہ کتاب حکومت کو نہیں دیتے۔ حرمین شریفین کو کھلا شہر قرار دینے اور فرقہ وارانہ طوفان بپا کرنے کے لیے سعودی عرب کی حکومت کو توکوستے اور حجاز کانفرنس لندن میں منعقد کرتے ہو مگر اسرائیل کا ایجنٹ خمینی حرمین پر قبضے کے خواب دیکھتا ہے۔ ایک حملہ کر چکا ہے روضۂ اقدس ڈھا کر شیخین رضہ کی لاشیں نکالنے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضہ کی لاش کو کوڑے مارنے کا عقیدہ اس کا جزو ایمان ہے۔ اس پر تمہیں کوئی احتجاج اور مظاہرہ نہیں سوجھتا۔ عراق نے ۱۹۸۰ء میں اپنے تین باغیوں کو پھانسی دی۔ یہاں خمینی پرستوں نے اسلام آباد کا گھیراؤ کر ڈالا اور زکوٰۃ و عشر و حدودِ اسلامی سے چھٹی کرا لی۔ شام، ایران، لبنان، عراق وغیرہ میں تمہارے لاکھوں سنّی مسلمان شہید کیے گئے۔ تم نے ان کے حق میں اُف تک نہ کی۔ اے تفرقہ باز سُنّی علمائے کرام، زندہ قومیں تمہاری طرح نہیں ہوتیں۔ کچھ ہوش اور غیرت میں آؤ، تمہارا حریف ایک ہزار برس تک تقیہ میں رہا اپنے شہیدوں کے نمبر اوّل، ثانی، ثالث الاٹ کراتا رہا۔ اپنے عقیدہ کے مطابق تا ظہورِ مہدی اب بھی اسے تقیہ میں رہنا چاہیئے مگر وہ تمہیں بدعتوں اور فرقوں میں الجھا کر مطمئن ہو گیا تمہارے درجنوں علماء کو شہید کر چکا ہے۔ تم تو اپنے شہداء کے نمبر بھی نہ لگا سکے؟ وقت کی آواز سُن کر فتنے کی رفتار دیکھ کر اپنا رویّہ بدلو گے اور ناموسِ توحید، ناموسِ مصطفےٰ، ناموسِ صحابہ رضہ و اہلِ بیت رضہ کے تحفظ اور قومی بقاء کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم پر خلوص سے کام کرو گے یا نہیں؟ ورنہ اپنی قبر خود کھودو گے اور سُنّی مذہب تمہارا مرثیہ پڑھے گا۔ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم — کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔

مرکزِ اتحاد کی طرف دعوت اور حکومت کو مشورہ

ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جناب؟ آپ جس دل سوزی اور اسلامی ہمدردی سے اہلِ سنّت کے مختلف الخیال گروپوں کو ایک مرکز پر متحد دیکھنا چاہتے ہیں اسی جذبہ سے

آپ شیعوں کو ساتھ کیوں نہیں ملاتے اور ان کے خلاف قلمی جہاد کیوں ہے؟

راقم الحروف خدائے پاک کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب و الشہادہ جانتے ہوئے یہ عرض کرتا ہے!

"کہ مجھے حاشا و کلّا حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تابعداروں اور محبّوں سے کوئی نفرت نہیں بلکہ میں تو آپ کی محبّت و اطاعت والے مذہب پر جینا اور مرنا چاہتا ہوں اور اہلِ سنّت کی نجات اور ایمان اس سے وابستہ ہے۔ ہماری جنگ یا زبانی اور قلمی جہاد صرف ان منافقوں سے ہے جنہوں نے بنام شیعہ ایک پارٹی تو بنائی مگر آپ سے اور آپ کی اولاد سے مسلسل غداریاں اور جنگیں کیں اور ان کو کسی میدان میں کامیاب نہ ہونے دیا یا آپ رضہ کو خدا اور رسُول کا مرتبہ دیا یا حق گو اور صاف باطن شریف و معزز مسلمان بھی نہ رہنے دیا۔ کلمہ اسلام بدلا، رسولِ خدا کو ناکام کہا۔ تمام صحابہ کرام رضہ کو معاذ اللہ مُرتد اور جھوٹا کہا۔ قرآن و سنت کی حقانیت پر حملے کیے۔ ازواجِ رسول رضہ، اصحابِ رسول رضہ اور خاندانِ رسُول رضہ سے علانیہ دشمنی کو اپنا مذہب بنایا۔ بناتِ طاہرات رضہ کے نسبِ پاک پر تہمت لگائی۔ کفار سے مل کر تمام امّتِ محمدیہ سے فتوحات کا انتقام لیا۔ شرک و بدعت کی علمبرداری کی۔ متعہ اور فرج عاریت کی اجازت دے کر عصمت فروشی اور عیاشی کو مسلم معاشرہ میں پھیلا دیا۔ ماتم اور بین کے ذریعے جھوٹ کی تشہیر کی۔ مسلم سوسائٹی کو دشمنی اور فرقہ پرستی میں پھنسا دیا۔ زوالِ ملتِ اسلامیہ اسی طبقہ کے کردار کا نام ہے۔

اگر اب بھی دعوے دارانِ اسلام اپنی خود ساختہ رسوم اور شرک و بدعت والے مذاہب چھوڑ دیں۔ ظالم ہو کر مظلومی کا پروپیگنڈہ بند کر دیں۔ قرآن و سنّت اور خلفاء راشدین رضہ کی تعلیم کے مطابق اپنی اپنی اصلاح کر لیں تو فرقہ پرستی کا خاتمہ ہو جاتا ہے" اتحاد بین المسلمین کی منزلِ مقصود حاصل ہو جاتی ہے۔ شیعہ حضرات حضرت علی رضہ کے پکے پیرو کار بن جائیں تجاوزات گرا دیں ہمارے بھائی بن جائیں گے۔ سُنّی حضرات قرآن و سنّت اور چاروں خلفاء راشدین رضہ اور اسوۂ صحابہ کرام رضہ کو اپنا لیں غلو اور بدعت پرستی چھوڑ دیں اسی میں ان کی نجات ہے۔ غور کیجئے عاشق صادق رسول صلعم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنّتِ رسول صلعم سے سرمو تجاوز نہیں فرماتے اور منافقوں مرتدوں زکوٰۃ کے منکروں اور ختمِ نبوت کے ڈاکوؤں سے جہاد فرماتے ہیں اب ان کا نام لیوا جاہل

پرستوں سے اتحاد کیسے کرے؟ علمبردار توحید حق و باطل میں فاروقؓ، حجرِ اسود کو خطاب کر کے کہتے ہیں تو ایک پتھر ہے نفع یا نقصان نہیں دے سکتا۔ اگر رسولِ خدا نے تجھے نہ چوما ہوتا ہم نہ چومتے۔" بیعتِ رضوان والے مبارک شجرہ کو نابید کر دیتے ہیں تاکہ توہم پرست مسلمان اس کی پوجا میں نہ لگ جائیں۔ کیا عمر فاروقؓ کا عقیدت کیش سُنّی، قبر پرستی اور غیر خدا کے ندائیہ نعروں میں مبتلا ہو سکتا ہے؟ جس ذوالنورینؓ نے اپنی غنا و سخاوت سے اسلام اور مسلمانوں کا دامن مالا مال کر دیا۔ امن و انصاف والے اپنے دورِ حکومت میں سب رعایا کو فقر و فاقہ سے نجات دے دی کہ زکوٰۃ وصول کرنے والا کوئی نہ ملتا تھا مسلمان کمیونزم کی طرف کیوں بھاگتے ہیں؟ اپنی سرمایہ داری ذبح کر کے الیاز ریاں دورِ حکومت و خلافت کیوں قائم نہیں کرنا چاہتے؟ جس شیرِ جلی علیؓ نے اپنے ان ۷۰ حبدارِ اوّل کو زندہ آگ میں جرمِ ارتداد میں جلا کر توحید کی حفاظت کی۔ کہ وہ آپؓ کو۔ رب، کارساز، مشکل کشا اور دوزخ و جنّت کا مالک کہتے تھے۔ ان کے نام لیوا آج اسی سبائی شرک میں کیوں مبتلا ہو چکے ہیں؟

آج بھی ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ خدارا اپنی اصل منزل "خلافتِ راشدہ" کی طرف لوٹ آئیں جس سے وہ بھٹک چکے ہیں اور نظام خلافتِ راشدہؓ کی روشنی میں قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کا نظام جاری فرمائیں۔ پاکستان کی بقا اور استحکام اسی میں مضمر ہے یہاں ہماری حکومت سے بھی دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ محض انگریزی راج سے ہم پر حکومت نہ کرے مسلمان خدا خوف اور صحیح العقیدہ افسران کے ذریعے فرقہ بندی کے بت توڑے ہر گمراہی اور بدعت کے لیے لائسنس جاری نہ کرے بلکہ ہر مذہبی اور سیاسی جماعت سے دو دو مستند خدا ترس علماءِ دین کی کمیٹی بنائے۔ ہائی کورٹ، سپریم کورٹ و وفاقی شرعی کورٹ کے دیندار ممتاز ججوں کا پینل ان کا معاون بنائے سعودی عرب، مصر، شام، مراکش، عراق، ایران، انڈیا سے ممتاز مذہبی اسکالر منگوا لے۔ قرآن و سنت اور تعلیماتِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کے مطابق فرقہ وارانہ مسائل کا تصفیہ کرا لے خلافِ شرع رسومات و بدعات پر پابندی لگا دے۔ یہاں عملاً شیعہ کو وہ حقوق دے جو ایران نے اہلِ سنّت کو دیئے۔ قانونِ قصاص و دیت رائج کر کے ملکی اور بین الاقوامی مظالم کا خاتمہ کرے۔ کلیدی آسامیاں صرف مسلمانوں اور خلفاءِ راشدینؓ کے پیروکاروں کے لیے مختص کر دے اقلیتوں کو ان کی تعداد کے مطابق ملازمت کا کوٹہ دے۔ ذرائع ابلاغ سے فرقہ واریت کی تبلیغ بند کر دے تمام ناجائز کاروبار بند کر کے متاثرین کو گزارہ الاؤنس دے اور جائز کاروبار نکال کر اسلام کا معاشی نظام رائج کرے۔ ہر فرقہ کو اصل تعلیم کا پابند کرے ورنہ اسے بین کر دے۔ اور

(مؤلف)

الحمدُ لِلّٰہ رب العٰلمین حمدا مکافیا لنعمہ علی جمیع المومنین والصلوٰۃ والسلام علی افضل خلقہ محمد سیّد الرسل وخاتم النبیّن والمعصومین الذی جعلہ ھادیا وبشیرا ونذیرا لکافۃ الانس والجن اِلیٰ یوم النشور والدین وعلیٰ آلہ واصحابہ وخلفاءہ وازواجہ من اھل بیتہ وعشیرتہ الاقربین وعلی اتباعہ وانصارہ وامتہ المتقین ھم اعداء الکافرین والمنافقین۔

مُقدّمہ

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے۔ بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لیے خود خالقِ کائنات نے اسے اتارا ہے اور واجب العمل دستور اور عالمی منشور قرار دیا ہے۔ دین دنیا و آخرت دونوں جہانوں سے مربوط ہے۔ انسان کی تمام مادی اور روحانی مشکلات کا حل پیش کرتا ہے یہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ زندگی کی روح اور اس کی قوتِ محرکہ ہے۔ صحیح و غلط کے امتیاز کی کسوٹی ہے۔ اسی نے انسانوں کو جنگلوں اور غاروں سے نکال کر شہریت کا خوگر بنایا۔ جانوروں اور درندوں کی صفات سے مبرا کر کے تہذیب و تمدن کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ ظلم، بربریت، شقاوت و جہالت کی بہیمانہ صفات سے اسے نجات دے کر معزز انسان کے اوجِ شرافت پر پہنچایا۔

یہ دین اسلام ایک صحت مند معاشرہ تشکیل کرتا ہے حقوق و فرائض کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ ماں باپ، اہل و عیال، حاکم و محکوم، کاشت کار و زمین دار، مزدور و کارخانہ دار، غریب اور سرمایہ دار وغیرہ طبقات میں حقوق العباد کی وضاحت کر کے ایک ایسا لافانی اخلاقی نصب العین اور طریقِ زندگی متعین کرتا ہے کہ مسلم اور انسانی معاشرے کے تمام افراد بشرطِ عمل شیر و شکر بن کر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو اپنا ہمدرد اور بھائی تصور کرتے ہیں۔ اپنے فرائض کی بجا آوری اس طرح کرتے ہیں کہ دوسروں کو "حقوق لینے" کے لیے مطالبات یا ایجی ٹیشن کی ضرورت ہی نہیں پڑتی بلکہ اسلامی معاشرہ کے افراد کی تمام مساعی، خواہ وہ میدانوں میں ہوں یا پہاڑوں میں، متمدن شہروں میں ہوں یا دور افتادہ قصبات و دیہات میں۔ ایک مرکز کی طرف رجوع کرتی ہیں۔

اسلام کی نگاہ میں دنیا و آخرت دونوں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں اور ایک سفر کے دو مرحلے ہیں:

پہلا مرحلہ عمل اور کوشش کا ہے جو دفترِ دُنیا کی ایک ڈیوٹی ہے دوسرا مرحلہ نتائج و ثمرات کا ہے جو مالک یومِ الدین اور شہنشاہ احکم الحاکمین بروزِ قیامت اپنے بندوں کو عطا فرمائیں گے جیسا عمل اس دنیا میں کیا جائے گا ویسا ہی بدلا اور نتیجہ اسے آخرت میں ملے گا۔ ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو   گندم از گندم بروید جو ز جو

"جیسی کرنی ویسی بھرنی" دونوں جہانوں کا خلاصہ اور لُبِ لباب ہے اور دینِ اسلام ہی اس مرحلے میں کامیابی کا ضامن ہے۔ یہ دین تقریباً سوا لاکھ انبیاء علیہم السلام نے پیش فرمایا ان کے اصحاب و پیروکاروں نے اسے "عملِ تبلیغ" سے جلا بخشی۔ سب سے آخر میں خاتم النبیین والمعصومین محبوب رب العلمین، سیّد المرسلین حضرت محمد رسُول اللہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ وسلم علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین نے اسے نہایت مکمل اور منظم شکل میں چلا کر دکھایا قدسی صفت آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ عظام نے اپنے ملکوتی کردار، حسنِ عمل اور فتوحات و تعلیمات کے ذریعے اسے دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ کروڑوں انسانوں کو بت پرستی اور معظم انسانوں کی پوجا سے چھڑا کر خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے آگے جھکا دیا۔ ظلم کے شکنجے میں گرفتار

انسانیت کو نجات دلائی اور نظامِ عدل و انصاف کے دامن میں ان کو پناہ دی۔

انھوں نے عملاً یہ ثابت کر دکھایا کہ سچا دینِ اسلام وہی ہے جو قرآن و سُنّت کے اصُول اور خلفاء راشدینؓ کے نظامِ حکومت کے مطابق ہو ان کے فتاویٰ جات، تشریحات، سکیمیں اور تدبیریں اسلام کی صداقت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ بنی نوع انسان کی تعمیر و ترقی اور فلاحِ دارین کی ضامن ہیں۔ سنت اللہ، سنتِ رسُولؐ اور تاریخ کا ایک ایک ورق اس پر گواہ ہے۔

حق و باطل کی آویزش روزِ اوّل سے چلی آ رہی ہے۔ دل کی بیماریوں میں سے "حسد" ایسی خطرناک بیماری ہے کہ تمام اعمالِ صالحہ کو ایسے جلا کر راکھ کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو انگارے بنا دیتی ہے۔ اسی حسد نے بڑے بڑے مشاہیر کو کفر و ظلمت کی وادی میں دھکیلا۔ دشمنی نے حسد سے جنم لیا اور سب سے پہلا قتلِ ناحق حسد کی بدولت ہُوا۔ حسد کی وجہ سے رؤساء قریش صادق و امین اور رؤف و رحیم پیغمبر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ اسی جلنے کڑھنے کے ردِّ عمل میں مدینہ طیّبہ کا معزز سردار عبد اللہ بن ابی "رئیس المنافقین" سے ملقب ہوا۔ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خاتم النبیین پیغمبر صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم کی صفات جاننے پہچاننے کے باوجود حسد میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔

مذہبِ شیعہ کا آغاز و تعارُف ؎

اسلام جب اپنے محسنین تلامذۂ نبوت، خلفاء راشدینؓ کی وجہ سے بامِ عروج پر پہنچا معلوم کرۂ ارضی کے چپہ چپہ پر چھا گیا۔ بڑی بڑی متمدن فارس و روم کی حکومتیں پیوندِ خاک ہو گئیں تو یہود و مجوس منافقانہ اسلام میں داخل ہوئے اور حسد و نفاق کی وجہ سے اسلام سے انتقام کی ٹھانی۔ ان کا سرغنہ صنعائیں کا عبد اللہ بن سبا یہودیؐ عالم تھا۔ جو صحابہ دشمنی، تعلیم نبوت سے بیزاری، خلفاءؓ

؎ شیعہ کتاب رجال کشی ص۱۰۱ مطبوعہ بمبئی ابنِ سبا کے حالات میں لکھا ہے: "اہل علم کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ پھر اسلام قبول کیا اور حضرت علیؓ سے محبت کا اظہار کیا۔ وہ یہودیت کے زمانے میں غلو کر کے حضرت یوشع بن نون کو موسیٰ علیہ السّلام کا وصی کہتا تھا تو مسلمان ہو کر اس نے رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے وصی ہونے کا عقیدہ نکالا یہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کی امامت کا فرض ہونا مشہور کیا اور سب سے پہلے اس نے آپکے دشمنوں سے تبرا کیا اور اسی نے ان کی مخالفت کی اور ان (خلفاء ثلاثہؓ) کو کافر قرار دیا۔ اسی لیے مخالفینِ شیعہ کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کی اصل یہودیت سے ہے"

وفاتحینِ اسلام کی کردارکشی اور ملی منافرت پھیلانے میں "ابن ابی رئیس المنافقین کا پورا وارث و جانشین تھا" اسی نے "حُبِّ اہل بیتؓ" کے پر فریب نعرہ سے حضرت عثمانؓ کو شہید کرایا۔ دَورِ مُرتضویؓ میں شدید خونریزیاں کرائیں۔ اسی کے پیروکار ابنِ ملجم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا اتحادِ ملّت کے دشمن اسی کے حواریوں نے سبطِ پیغمبر حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ مصالحت وبیعت کر لینے کی وجہ سے مذلّ المومنین، مسود المسلمین، مومنوں کو روسیاہ کرنے والے اور ان کی ناک کٹوانے والے القابات سے نوازا۔ (جلاءالعیون)

اسی بدبخت گروہ نے ریحانۂ بتولؓ حضرت حسینؓ مظلوم کو بُلا کر غداری سے شہید کیا اور قافلۂ اہلِ بیتؓ سے بددعائیں لے کر رونا پیٹنا اپنا مذہب بنالیا۔ عبداللہ بن سبا اور اس کی پیروکار ذرّیت کے یہ اسلام سوز مسلم کش کارنامے تاریخ کی سب معتبر کتابوں کے علاوہ شیعہ کی علم اسماء الرجال کی کتابوں میں صراحت سے موجود ہیں۔ اس نے اپنی پُرتقیہ، خفیہ تحریک سے صحابہؓ و اہل بیتؓ کے قتل کا ہی کام نہ لیا بلکہ اسلام کے اساسی عقائد پر تیشہ چلایا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو رب باور کرایا۔ یا علی مشکل کشا اور یا علی مدد کے نعرے اسی کا نتیجہ ہیں۔ امامت کا عقیدہ ایجاد کر کے ختم نبوّت کا صفایا کیا۔ قرآن میں تحریف اور کمی وبیشی کا نظریہ ایجاد کر کے اسلام کی جڑ کاٹ دی سرمایۂ نبوت، تمام صحابہ کرامؓ کو معاذاللہ منافق، غاصب اور بے ایمان کہہ کر پیغمبرؐ کی ناکامی اور اسلام کے جھٹلانے کا برملا اعلان کیا۔ امہات المومنینؓ، ازواجِ پیغمبرؐ اور بنات طاہراتؓ اور آپؐ کے سب سسرالی اور خاندانی رشتوں کی عظمت کا انکار کر کے "مقامِ اہلِ بیتؓ" کے نظریہ کو بھی تہس نہس کر دیا۔

عالمِ اسلام کے مشہور مفکر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ "اسلام میں شیعیت کا آغاز" کے عنوان میں عبداللہ بن سبا کے تعارف میں فرماتے ہیں:۔

اس خونی فضا میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے آپ بلاشبہ خلیفہ برحق تھے امتِ مسلمہ میں اس وقت کوئی دوسری شخصیت نہیں تھی جو اس عظیم منصب کے لیے قابلِ ترجیح ہوتی لیکن حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے نتیجہ میں اُمّتِ مسلمہ دو گروہوں میں تقسیم ہوگئی اور نوبت باہم جنگ وقتال کی بھی آئی۔ جمل اور صفین کی دو جنگیں

ہوئیں۔ عبداللہ بن سبا کا پورا گروہ۔ جس کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی تھی، حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھا۔ اس زمانہ اور اس فضاء میں اس کو پورا موقع ملا کہ لشکر کے بے علم اور کم فہم عوام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی محبت اور عقیدت کے عنوان سے غلو کی گمراہی میں مبتلا کرے یہاں تک کہ اس نے کچھ سادہ لوحوں کو وہی سبق پڑھایا جو پولوس نے عیسائیوں کو پڑھایا تھا اور ان کا یہ عقیدہ ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا میں خدا کا روپ ہیں اور ان کے قالب میں خداوندی روح ہے اور گویا وہی خدا ہیں۔ کچھ احمقوں کے کان میں یہ پھونکا کہ اللہ نے نبوت اور رسالت کے لیے دراصل حضرت علیؓ بن ابی طالب کو منتخب کیا تھا۔ وہی اس کے اہل اور مستحق تھے اور حامل وحی فرشتے جبریل امین کو ان ہی کے پاس بھیجا تھا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا اور وہ غلطی سے وحی لے کر حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچ گئے[1] استغفراللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰؓ کے علم میں کسی طرح یہ بات آئی کہ ان کے لشکر کے کچھ لوگ ان کے بارے میں اس طرح کی باتیں چلا رہے ہیں تو آپ نے ان شیاطین کو قتل کرا دینے اور لوگوں کی عبرت کے لیے آگ میں ڈلوا دینے کا ارادہ فرمایا، لیکن اپنے چچازاد بھائی اور خاص رفیق و مشیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان جیسے اور لوگوں

---

[1] یہ بات بلفظہٖ اور بن وعن تو ہمیں معلوم نہیں کہ شیعہ کی کس کتاب میں ہے تاہم قاضی نوراللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں بعض شیعوں کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے۔ غلط الامین فجاوزعاعن حیدر۔ کہ جبریل امین نے غلطی کی کہ وحی و شریعت حیدرؓ کے بجائے محمدؐ تک پہنچادی۔ اغلب یہ ہے کہ بطور تقیہ اس کفریہ قول کو چھپا دیا گیا ہے۔ برملا کہتے اور لکھتے نہیں ورنہ عقیدہ ہر امامی اثنا عشری شیعہ کا یہی ہے کیونکہ وہ صحابۂ رسولؐ کو منافق اور شیعہ علی کو مومن کہتے ہیں معجزۂ رسولؐ قرآن کو محرف بلا امام ناقابل عمل اور بے حجت کہتے ہیں۔ صحیفہ نہج البلاغہ کو مقدس اور واجب العمل جانتے ہیں۔ خاص رسول اللہ کی طرف منسوب تمام چیزوں سے نفرت و تبرا کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی نسبت سے تمام چیزوں سے تولا اور محبت کرتے ہیں رسولِ پاک کی تعلیم وہدایت سے ۵ صحابہؓ کو بھی مومن وجنتی نہیں مانتے۔ علیؓ کی نسبت سے لاتعداد لوگوں کو مومن وجنتی کہتے ہیں۔ یہی نبوت وہادیت کو حضورؐ سے کاٹ کر حضرت علیؓ کو نبی وہادی ماننا ہے۔

سے مشورہ پر اس وقت کے خاص حالات میں اس کارروائی کو دوسرے مناسب وقت کے لیے ملتوی کر دیا[1]

بہر حال جمل و صفین کی جنگوں میں عبد اللہ بن سبا اور اس کے چیلوں کو اس وقت کی خاص فضا سے فائدہ اٹھا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں ان کے بارے میں غلو کی گمراہی پھیلانے کا پورا پورا موقع ملا اور اس کے بعد جب آپ نے عراق کے علاقہ میں کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنا لیا تو یہ علاقہ اس گروہ کی سرگرمیوں کا خاص مرکز بن گیا اور چونکہ مختلف اسباب اور وجوہ کی بنا پر جن کو مورخین نے بیان کیا ہے اس علاقہ کے لوگوں میں ایسے غالیانہ اور گمراہانہ افکار و نظریات کے قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت تھی اس لیے یہاں اس گروہ کو اپنے مشن میں زیادہ کامیابی ہوئی۔ (گویا یہ علاقہ شیعیت کا گڑھ بن گیا۔) ایرانی انقلاب ص ۱۰۸، ۱۰۹

گو ابنِ سبا ختم ہو گیا لیکن محبتِ اہلِ بیتؓ کی آڑ میں اس کا سبائی گروہ اور کفریہ نظریات چلتے رہے۔ خارجی اور شیعہ کے نام سے یہ دو گروہ بن گئے اور اسلام اور مسلمانوں کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ان کا اصلی مذہب تو سیاست اور امتِ مسلمہ کو تباہ کرنا تھا۔ جیسے ہم عنقریب بیان کریں گے لیکن ایک روپ مذہب کا بھی دھارا اور عقائد، اعمال، اخلاقیات میں افراط و غلو اختیار کیا۔ اصول اور فروعِ دین میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے فضول مباحث اور "کلامی مجادلات" کا دروازہ کھول دیا۔ اسی اختلاف و شقاق سے وہ اپنے مذہبی وجود کا بھرم باقی رکھے ہوئے ہیں عبدالکریم مشتاق رافضی کا یہ رسالہ فروعِ دین" میں نے سُنی مذہب کیوں چھوڑا، مع مذہب سُنیہ پر ہزار سوال"۔ اسی کفریہ پالیسی کا مظہر ہے۔ جس کا تحقیقی الزامی، تشیع کش کامیاب

[1] صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ان مشرک سبائیوں کو آگ میں جلا دیا تھا۔ جیسے بخاری اور ابنِ تیمیہؒ کی منہاج السنۃ میں صراحت ہے شیعہ کی رجال کشی میں امام جعفر صادقؒ نے ۷ آدمیوں کے جلانے کا ذکر فرمایا ہے اور وہ کہتے تھے "کہ اے علیؓ تیرے رب ہونے کا ہمیں یقین ہو گیا کہ آگ کا عذاب خدا کے سوا کوئی نہیں دیتا"۔ خود ابنِ سبا مردود کو ابن عباسؓ کے مشورہ سے جلایا نہیں ورنہ سب سبائی لشکر آپ سے بغاوت کر دیتا۔ اسے بددعا دے کر جنگل میں ہانک دیا وہ بنی اسرائیل کے سامری کی طرح لا مساس مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ کہ کر پاگل ہو گیا اور درندوں کا لقمہ بن گیا۔ لعنۃ اللہ علیہ وعلی شیعتہ واتباعہ اجمعین۔ مؤلف۔

جواب ہم نے اپنی اس کتاب میں دے دیا ہے ہم مناسب جانتے ہیں کہ اس گروہ کا سیاسی چہرہ بھی بے نقاب کر دیا جائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے شر سے حتی الامکان بچایا جائے۔

"فجر الاسلام" میں علامہ احمد امین مصری نے لکھا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں جو شخص یا گروہ اسلام پر حملہ آور ہوتا وہ اہلِ تشیع کے کیمپ میں آجاتا اور تقیہ اور حبِ اہلِ بیتؓ کی آڑ میں اسلام کی جڑوں کو کاٹتا۔ اسی کی تائید پروفیسر محمد منور نے کی ہے۔ اقتباس ۲۳ ب ملاحظہ فرمائیں۔ ص ۲۰

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ "شیعہ روزِ اوّل سے مسلمانوں کے دشمن چلے آرہے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے اہلِ اسلام سے جنگ لڑی ہے۔ ان کی ساری تاریخ سیاہ اور ظلمتِ ظلم سے معمور ہے"۔

نیز فرماتے ہیں شیعہ نقلی دلائل پیش کرنے میں اکذب الناس ہیں اور عقلی دلائل کے ذکر و بیان میں اجہل الناس۔ یہی وجہ ہے کہ علماء انھیں اجہل الطوائف کہتے چلے آئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں اسلام کو پہنچنے والے نقصان کا علم صرف رب العالمین کو ہے۔ اسماعیلیہ، باطنیہ اور نصیریہ ایسے گمراہ فرقے اسلام میں شیعہ ہی کے دروازہ سے داخل ہوئے۔ کفار و مرتدین بھی شیعہ کی راہ پر گامزن ہو کر اسلامی دیار و بلاد پر چھا گئے۔ مسلم خواتین کی آبروریزی کی اور ناحق خون بہایا.... شیعہ خبث باطن اور ہوائے نفس میں یہود سے ملتے جلتے اور غلو و جہل میں نصاریٰ کے ہمنوا ہیں۔

(المنتقیٰ من المنہاج اردو ص ۲۸ مطبوعہ گوجرانوالہ)

اس کی تازہ مثال پاکستان میں شریعت بل ۱۹۸۶ء کی مخالفت ہے۔ آل شیعہ پارٹیز فیڈریشن نے ۶ اپریل اور ۱۹ اپریل کے اخبارات جنگ وغیرہ میں یہ پریس کانفرنس شائع کرائی ہے "اگر شریعت بل نافذ کیا گیا تو شیعہ اس کی بھرپور مزاحمت کریں گے۔ قربانی دیں گے اور اسلام کے شیدائی سوشلزم اپنانے پر مجبور ہوں گے"۔ یعنی قرآن و سنت اجماعِ امت اور قانونِ شرع پر مبنی مسلمانوں کا اپنا اسلامی نظام ہرگز گوارا نہیں ہے۔ اس کے آنے پر مرنا منظور ہے مگر تائید نہیں کریں گے۔ سوشلزم کا، خدا و مذہب کے انکار پر مبنی نظام قبول ہے۔ ایں چہ بوالعجبیست؟ انگریز کے قانون میں ایک صدی عیش و عشرت سے بسر کی نہ اس کے خلاف آواز اٹھائی نہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ جب پینتیس ۳۵ سال بعد پاکستان میں صدر محمد ضیاء الحق نے نفاذِ

اسلام کی بات کی تو کھلے مخالف ہو گئے۔ اسلام آباد کا گھیراؤ کیا۔ فقہ جعفریہ کا مطالبہ لے آئے۔ عشر و زکوٰۃ کا انکار کیا۔ حدودِ شرعیہ سے خود کو مستثنیٰ کرالیا۔ اب نفاذِ شریعت سے خائف ہیں اور مسلم کش روسی نظام سوشلزم اور کمیونزم سے معانقہ کر رہے ہیں۔ کوئی کیسے باور کرے کہ یہ مسلمان ہیں؟ تو کیسے مسلمان ہیں؟

شیعہ کی سیاسی تاریخ

اب ذرا مختصراً ان کی اسلام سے غداری، مسلم کشی اور کفار سے دوستی اور موالات کو ملاحظہ فرمائیں:۔

۱۔ ابولولو مجوسی ایرانی نے شہزادہ ہرمزان کی سازش سے مُرادِ نبوّت، فاتح اسلام، خسرِ رسولؐ اور دامادِ مرتضیٰؓ حضرت عمر فاروقؓ کو شہید کیا۔ شیعہ اس دن عید مناتے ہیں اور قاتلِ عمر فیروز کو بابا شجاع کہ کر فیروزہ نامی انگوٹھی کو متبرک جانتے ہیں۔

۲۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو جن سبائی بلوائیوں نے شہید کیا ان کو اپنا پہلا شیعی گروہ اور متقی و صالح جانتے ہیں حالانکہ اسلام کا بڑا حادثہ یہی ہے۔

۳۔ جنگ جمل و صفین میں طلحہؓ و زبیرؓ اور، ہزار صحابہؓ و تابعینؒ کا قاتل یہی گروہ ہے۔ ان اہم حادثات پر خوش ہیں کبھی ماتمی مجلس قائم نہیں کی ہے۔

۴۔ نہروان میں حضرت علیؓ سے جنگ کرنے والے خارجی اسی گروہ سے تھے جنھوں حضرت علیؓ کے شورائی فیصلہ کے برخلاف۔ ان الحکم الا للہ "حکومت صرف خدا کے مقرر کرنے سے ملتی ہے" کا نعرہ لگایا آج بھی شیعہ کا یہ نعرہ ہے کہ امامت و خلافت خدا کی نص اور مقرر کرنے سے ملتی ہے۔ شوریٰ اور مسلمانوں کے انتخاب سے نہیں ملتی۔ شیعہ حضرت امیر معاویہؓ کی تو خوب مذمت کرتے ہیں مگر ان محاربانِ علی خارجیوں کی نہیں کرتے۔ آخر مذہبی برادری کے سوا اور کیا راز ہو سکتا ہے؟

۵۔ قاتلِ علی ابنِ ملجم کٹر شیعہ اور مصری بلوائی تھا۔ اس کے پہلے کسی عمل کی شیعہ مذمت نہیں کرتے۔ اب نمازوں کے بعد اس پر لعنت بھی نہیں کرتے جیسے معاذ اللہ خلفاء ثلاثہؓ اور امیر معاویہؓ پر کرتے ہیں۔ اس کا راز اس کا شیعہ بھائی ہونا نہیں تو اور کیا ہے؟

۶۔ اہلِ بیتؓ پر مظالم | حتجاجِ طبرسی، منتہی الآمال، جلاء العیون وغیرہ کتب شیعہ میں صراحت

ہے کہ جب حضرت حسن المجتبیٰؓ نے اپنے نانا کی پیشین گوئی اور رضا کے مطابق حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت و مصالحت کر لی۔ سب مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے وہ سال عام الجماعۃ کہلایا۔ تو اتحادِ ملّی کے دشمن شیعہ حضرت حسنؓ سے ناراض ہو گئے۔ آپ کو بہت کوسا اور مطعون کیا۔ اس کی صدائے بازگشت آج بھی شیعہ ایوانوں سے آ رہی ہے کہ حسنؓ صرف امامت در اولاد سے ہی محروم نہ ہوئے بلکہ ان کے کسی مخصوص کمال اور بزرگی پر نہ تو کوئی تقریب و مجلس منعقد ہوتی ہے نہ کوئی نام نہاد خطیب آلِ محمدؐ اس عظیم کارنامۂ اتحاد پر آپ کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔ بس بعد از وفات جنازہ پر ایک جھوٹا واقعہ مشہور کر کے غیروں کو خوب گالیاں دیتے ہیں۔ مگر جن شیعوں نے حضرت حسنؓ پر قاتلانہ حملہ کیا، ران کاٹی، مال و اسباب لوٹا ان کی مذمت میں مجلسِ عزا قائم نہیں کرتے؟

۷۔ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اس سبائی ٹولے کا سلوک شہرۂ آفاق ہے دُہرانے کی حاجت نہیں۔

۸۔ قتلِ حسینؓ کے بعد یہ لوگ نادم اور تائب ہوئے تاریخ میں ان کا لقب توابین مشہور ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں (قاتلانِ حسین) شیعہ ایک مدت کے بعد بیدار ہوئے۔ افسوس کھایا۔ اپنے اوپر لعنت کی کہ دنیا و آخرت کا گھاٹا ہمارے نصیب ہوا۔ کیونکہ ہم نے امیر المؤمنین حسین علیہ السّلام کو بلایا پھر ان پر ہم نے تلوار کھینچی اور ہماری بے وفائی سے ہُوا جو کچھ ہوا۔ اس جماعت کے سردار ۵ اشخاص تھے۔ سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نخبہ فزاری، عبداللہ بن سعد ازدی، عبداللہ بن وال تیمی، رفاعہ بن شداد۔ اور یہ پانچوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص اور معروف شیعہ تھے۔ (مجالس المومنین ص ۲۴۳/۲ مجلس ہشتم در ذکر ملوک نامدار)

۹۔ ان توابین نے پھر جو ظلم و بربریت پھیلائی اور عامۃ الناس کا قتل عام کیا ایک طویل بحث اسی مجالس المومنین میں موجود ہے۔

۱۰۔ چند سالوں کے بعد "انتقام حسین" کے بہانے بدترین ظالم مختار بن عبید ثقفی اُٹھا۔ ستّر ہزار مسلمانوں کا قتلِ عام کر کے کوفہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شرح دیوان مرتضوی میر حسن عسکری کی روایت سے مقتولین کی تعداد ۱۰۳۰۸۰ ہے۔ (مجالس المومنین ص ۲۵۱/۲)۔ آج بھی شیعہ اسے ناصرِ آلِ حسین کہ کر قومی ہیرو مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ حسن المجتبیٰؓ کو گرفتار کر کے دشمنوں کے سپرد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چچا نے اسے ڈانٹ دیا۔ حضرت حسنؓ کے ساتھ غداری کی۔ پھر نبوّت کا

دعوے دار ہوا۔ محمد بن الحنفیہ کو اپنا امام بتایا۔ (حالانکہ مذہب شیعہ میں غیر امام کو امام کہنا بڑا کفر و شرک ہے) ان کے نام سے دولت جمع کی۔ حضرت زین العابدینؒ اور محمد باقرؒ نے اس پر پھٹکار کی اور اسے بے دین بتایا۔ (سب حوالہ جات "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں دیکھئے) لیکن شیعہ کو ہر سفاک سے پیار ہے خواہ وہ بدعقیدہ اور ملعون ہو۔ یہ فتنہ حضرت مصعب بن زبیرؓ نے ختم کیا تھا۔

۱۱۔ حضرت زید شہید بن علی زین العابدینؒ جو فاضل سادات میں سے تھے۔ ظالم حکام کے خلاف اٹھے۔ چالیس ہزار کا لشکر تیار کیا۔ عین موقع پر ان کوفی شیعوں نے غداری کی اور کہا کہ تب ساتھ دیں گے جب حضرت ابوبکر و عمرؓ سے تبرا کرو گے۔ حضرت زیدؒ نے فرمایا وہ تو میرے بزرگ آباء تھے میں ان سے کیسے تبرا کروں؟ تو یہ سب ساتھ چھوڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا: یٰقَوْمِ رفضتمونی "اے میری قوم تم نے میری بیعت کر کے مجھے چھوڑ دیا" اسی وجہ سے شیعوں کا لقب رافضی مشہور ہوا۔ (مجالس المومنین ص ۲۵۶ ج ۲) حضرت زیدؒ چند افراد کے ساتھ تنہا لڑے اور شہید ہو گئے۔ اثناعشری اور جعفری شیعوں کو آج بھی حضرت زیدؒ سے نفرت و دشمنی ہے اور مختار سفاک سے محبت ہے۔ بے دینوں کا ساتھ دے کر قتلِ عام کرتے ہیں اور اہلِ بیتؓ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر قتل کراتے ہیں اور خود صحابہ کرامؓ کے تبرا میں لعنتی بن جاتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بالکل برحق ہے کہ شیعہ اسلام اور اہلِ بیت کے غدار و دشمن ہیں۔ مختار اور خمینی جیسے ظالموں کے طرف دار ہیں۔

۱۲: بنو امیہؓ کے خلاف جو ایرانیوں نے بنو عباس کے ساتھ مل کر تحریک چلائی اور پھر خونی انقلاب آیا۔ لاکھوں مسلمان تہ تیغ ہوئے اور بعض عباسی بادشاہوں کا لقب بھی۔ سفاح "بہت خون ریز" پڑ گیا۔ ان سب کا مشیر و وزیر اور درپردہ قاتل ابومسلم خراسانی تھا جو کٹر شیعہ تھا اور بنو عباس سے اسی نے سب ظلم کرائے۔ شیعہ آج بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ شوستری نے اسے سلاطین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

۱۳: مفاد کی دوستی اور وقتی انتخابی اتفاق و اتحاد کبھی پائیدار نہیں ہوتا۔ بنو امیہؓ دشمنی میں تو یہ علوی عباسی اتحاد رہا مگر جب بنو عباس کو اقتدار مل گیا اور علویہ محروم رہے تو یہی مفسدانہ کاروائیاں علویوں نے بنو عباس کے ساتھ شروع کر دیں۔ شوستری لکھتے ہیں "علویوں نے کوفہ میں عباسیوں کے تمام گھروں کو لوٹ لیا۔ ان کا تمام مال و اسباب اور مکانات برباد کر دیئے اور بہت سے

بچے کھچے (جو بھاگ نہ سکے) عباسیوں کو علویوں نے مار ڈالا۔ خانہ کعبہ کے خزانہ کو بنو عباس اور ان کے طرف داروں کے مالوں سمیت، اپنے قبضے میں لیا اور لشکر میں تقسیم کر دیا۔ جعفر صادق کے پوتے موسیٰ کاظم کے بیٹے زید نے عباسیوں اور بصریوں کے گھروں کو ایسی آگ لگائی کہ اس کا لقب "زید نار" پڑ گیا۔ (مجالس المومنین ص ۴۰۲ ج ۲) ذرا دیانت سے غور فرمائیں۔ سادات کے سے یہ مظالم کسی اموی حاکم نے بھی کیے؟

بنو بویہ کے مظالم

۱۴:۔ ابومسلم خراسانی عباسی دور میں تقریباً سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ عباسی حکمران کٹھ پتلی بن کر رہ گئے اور بنو بویہ کا شیعی خاندان عملاً برسرِ اقتدار آگیا۔ بحیرہ اخزر کے ساحل پر یہ مچھیرے تھے۔ بویہ کے تین بیٹے فوجی تربیت پا کر عباسیہ کے دشمن ہو گئے۔ غنڈہ گردی اور قتل و غارت سے جنوبی ایران، شیراز پھر سب ایران پر قبضہ کر کے بغداد پر حملہ کر دیا۔ خلیفہ مستکفی باللہ نے دب کر اسے بغداد کا گورنر بنا دیا اور معز الدولہ کا لقب دیا۔ انھوں نے بغداد میں اپنا راج اتنا چلایا کہ خلیفہ کو برسرِ عام ڈنڈے مار مار کر قید کر لیا۔ ۷ سال بعد وہ قید میں مر گیا اور پھر برائے نام ایک شہزادے مطیع لدین اللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ اپنی من مانی کارروائیوں پر اس سے دستخط کرا لیتے اور قتلِ عام کرتے۔ ان کا احمد معز الدولہ ظلم و سفاکی میں سب کو مات کر گیا۔ اس نے جبراً عاشورہ محرم کی چھٹی کرائی جو پہلے کبھی نہ ہوتی تھی۔ اہلِ سنّت کی دکانیں بند کرا کر تمام شیعہ مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ سیاہ لباس پہن کر روئیں پیٹیں اور ماتم کریں۔ بغداد کی تمام مساجد کے دروازوں پر حضرت امیر معاویہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لعنتیں اور تبرے لکھوا دیئے۔ اہل سنّت مٹا دیتے تھے، شیعہ پھر لکھ دیتے تھے چنانچہ سنّی شیعہ فسادات کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہزاروں مسلمانانِ اہلِ سنّت شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ ۳۵۲ھ کا ہے۔

شوستری لکھتے ہیں: کہ یہ فتنہ اتنا بڑھ گیا کہ معز الدولہ دارالسلام بغداد کے تمام سنّی مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا تو محمد بن مہلبی وزیر نے درخواست کی کہ معاویہؓ کے سوا لعنت کسی پر نہ کریں اور شخصی لعنتوں کے بجائے یہ کلمات لکھیں۔

لعن اللہ الظالمین لِاٰلِ محمّد رسول اللہ ۔ ۲۱ سال معز الدولہ خلیفۃ الخلفاء بنا رہا اور عباسی خلیفہ معز الدولہ کا تابعدار بنا رہا۔ (مجالس المومنین ص ۳۲۶)

۱۵۔ آلِ حمدان سے ایک شیعہ بادشاہ سیف الدولہ ہوا ہے۔ اس نے بھی تشیع کے نشہ میں شام کے شہر حلب میں یہی ظالمانہ کارروائی کی۔ (ایضاً ص ۳۲/ج۲) ۔جواب حافظ الاسد رافضی کر رہا ہے۔

اسماعیلیوں کے مظالم

۱۶۔ حضرت جعفر صادقؒ کے دو بیٹے تھے۔ اسماعیل اور موسیٰ کاظم، صادق نے امامت کی نص اسماعیل پر کردی مگر قضاءِ الٰہی سے وہ باپ کے عہدِ حیات میں فوت ہوگیا تو شیعوں کا ایک گروہ اسمٰعیل اور ان کی اولاد میں امامت کا قائل ہُوا۔ یہ آغاخانی اور اسماعیلیہ کہلاتے ہیں جن کا ۵۱ امام عبدالکریم موجودہ آغاخاں ہے ان کا مذہب اسلام سے بالکلیہ مختلف ہے حتیٰ کہ اثنا عشری شیعہ بھی انکو کافر مانتے ہیں۔

باقی شیعوں نے موسیٰ کاظم کو امام مانا اور اثنا عشری جعفری کہلائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ۔ اسماعیلیوں نے بھی جب ذرا کچھ اقتدار پایا مسلم کشی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان کا ملحد لیڈر حسن بن صباح ظلم و بربریت میں شہرہ آفاق ہے۔ شوستری لکھتے ہیں کہ اس شخص کے دَور میں اس کی فدائی نامی جماعت کے ہاتھوں بہت سے اہلِ سنت و جماعت شہید کیے گئے۔ کیا بزرگ جو ایک اسماعیلی سردار تھا کے دَور میں فدائیوں نے اہلِ سنت کی ایک بڑی جماعت کو شہید کیا۔ مقتولوں میں قاضی القضاۃ ابوسعید بھی تھے۔ ایک دوسرے اسماعیلی سردار دولت شاہ رئیس اصفہان نے مراغہ کے حاکم سنتور کو خلیفہ عباسی مسترشد کو تبریز کے رئیس کو، قزوین کے مفتی کو اور سُنّی قوم کے خاص اکابر کی اکثریت کو فدائیوں کے ہاتھوں مروا ڈالا اور کیا محمد پسر کیا بزرگ کے دَور میں خلیفہ عباسی کا بیٹا راشد مارا گیا اور بہت سے خاص خاص اہلِ سنت کے علماء، افسران، قاضی حضرات قتل کیے گئے۔ مقتولوں کے ناموں کی تفصیل بعض تواریخ میں مسطور ہے۔ مؤلف (شوستری) کہتے ہیں کہ اہلِ سنّت کے ساتھ ان مظالم کا نتیجہ یہ ہے کہ سُنّی اسماعیلیوں کو ملحد و زندیق کہتے ہیں۔

۱۷۔ شیعوں کا ایک دورِ اقتدار فاطمینِ مصر کی حکومت ہے یہ لوگ اصل میں غلام تھے مگر ان کے مورث عبید اللہ مہدی مجوسی نے خود کو امام اسمٰعیل بن جعفر کا پڑپوتا ظاہر کرکے افریقہ کی بربری قوموں کو اپنا ہم نوا بنالیا اور بالآخر مصر کی حکومت پر قابض ہوگئے ان کا اقتدار دو سو برس تک رہا بظاہر علم دوست تھے۔ جامعہ الازہر ان کی یادگار ہے لیکن عام اسماعیلی باطنیہ اور ملاحدہ تھے شیعوں کا یہ گروہ فدائیوں کے نام سے مسلمان امراء کو قتل کرتا تھا اور عالمِ اسلام میں ایک تہلکہ عظیم برپا

کر رکھا تھا۔ ان فدائیوں سے لوگ بہت خائف و ترساں تھے ان ظالموں نے مسلمانوں کے عظیم فاتح و عادل سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کو بھی قتل کرنے کی سازش کی مگر وہ خدا کے فضل و کرم سے بچ گئے۔ (تاریخِ اسلام نجیب آبادی ص ۴۳۶/ج۲)

ہلاکو خاں کا بغداد پر حملہ

۱۸۔ شیعی مظالم کا سب سے بڑا خونچکاں حادثہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی ہے جسے ہر مؤرخ روتے ہوئے قلم بند کرتا ہے۔ جب مغل تاتاری ہلاکو خاں ۶۵۴ھ میں ممالکِ شرقیہ کی فتوحات کے لیے بڑھا تو شیعہ عالم نصیر الدین طوسی ملاحدہ (اسماعیلیہ) کی قید سے آزاد ہوکر ہلاکو خاں سے مل گیا۔ بغداد کے شیعہ وزیر ابن علقمی نے موقع غنیمت جان کر ہلاکو کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی چنانچہ اس نے ۶۵۶ھ میں بغداد پر زبردست حملہ کیا۔ عباسی خلیفہ مستعصم کو اور اس کے صاحبزادوں ابوبکر و عبدالرحمٰن کو قتل کر دیا۔ خواجہ نصیر الدین کے مشورے سے خلیفہ عباسی کو اتنی بے دردی سے شہید کیا کہ اس کے ایک ایک عضو کو الگ الگ کاٹا۔ شوستری کہتے ہیں شیعانِ علیؓ ائمہ معصومین کے بدلہ لینے سے خوب خوش ہوگئے۔ (مجالس المومنین ص ۴۴۲) لاکھوں مسلمان قتل ہُوئے۔ دریائے دجلہ خونی موجیں مارنے لگا۔ سارے بازار لاشوں سے اَٹے پڑے تھے۔ گھوڑے خون میں دھنس کر چل نہیں سکتے تھے۔ بڑے بڑے کتب خانے دریا بُرد ہوگئے کہ ان کی سیاہی سے دریا پھر ایک مرتبہ سیاہ ہوگیا۔ یہ تباہی سقوطِ ڈھاکہ اور سقوطِ غرناطہ سے بہت بڑی تھی لیکن شیعہ وزیر اور طوسی عالم خوش ہیں کہ ائمہ معصومین کے خون کا بدلہ ہوگیا غور کیجیے اماموں میں سے شہید تو ۸۸ مخالفوں کو مقابلے میں مار کر ۷۲ ساتھیوں کے ہمراہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ خود قاتلوں (توابین و مختار ثقفی) نے ایک لاکھ مسلمان اسی بہانے سے ۷۰ھ تک مار ڈالے تھے۔ اب ساتویں صدی میں عباسیوں سے کون سا بدلہ امام لینا باقی تھا کہ کافروں سے عالمِ اسلام کو تباہ کرادیا؟

"عذرِ لنگ بدتر از گناہ" کا مصداق شوستری نے اس حملہ اور تباہی کی وجہ یہ لکھی ہے کہ کرخ کے محلہ سے خلیفہ نے سحری کے وقت تبرا پر مشتمل ایک دُعا سُنی۔ خلیفہ مشتعل ہوگیا اور محلہ کو تباہ کرادیا۔ پس ابن علقمی نے خلیفہ عباسی کو مروانے اور بغداد تباہ کرنے کی قسم کھالی۔

ذرا غور فرمائیں! یہ محلہ سازشوں اور تبرائی مجلسوں کا گڑھ تھا۔ حتیٰ کہ سحری کے وقت خلیفہ خود جاکر یہ

تبرّے سنتا ہے تو انتہائی قدم اٹھاتا ہے اگر کوئی شیعہ حاکم کسی گھر یا محلہ سے حضرت علیؓ و اہلِ بیتؓ پر کسی دشمن خارجی سے تبرائیہ کلمات سنے اور انتہائی قدم اٹھائے کیا شیعی دارالافتاء اس کے خلاف ایسی کارروائی کی اجازت دے گا؟ اگر نہیں تو کیا ابنِ علقمی اور طوسی کے اور آج اس کے مداحوں کے دشمنِ اسلام ہونے کی یہ کھلی دلیل نہیں ہے؟ بالفرض مان لیا جائے کہ خلیفہ کے ایکشن سے سو پچاس شیعہ گھرانے متاثر ہوتے، مگر کیا دُنیا کا کوئی قانون یہ اجازت دیتا ہے کہ غیر ملکی کافر طاقت سے ساز باز کر کے اپنے ملک اور مسلمان قوم کو تباہ و برباد کرا دیا جائے؟

اگر مسلمان حاکموں میں ذرہ بھر قومی یا دینی غیرت ہوتی تو وہ اس حادثہ کے بعد ان مارِ آستین لوگوں سے ہوشیار رہتے نہ دخیلِ حکومت کرتے نہ کلیدی آسامیوں پر فائز کرتے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ سقوطِ بغداد سے لے کر سقوطِ ڈھاکہ تک مسلمانوں نے ہمیشہ ان پر اعتماد کر کے تباہی کا ڈنگ کھایا ہے (جس کی تفصیل آ رہی ہے) اور پاکستان انہی تجربات سے گزر رہا ہے لیکن ہر بے ضمیر صحافی اور لامذہب سیاستدان ۹۵ ٪ اہلِ سنّت کے مفادات کو داؤ پر لگا کر ۴-۵ ٪ کو راضی کرنے پر ہی تلا ہوا ہے۔ ایرانی انقلاب سے ۱۲-۱۴ لاکھ مسلمانوں کے قتلِ عام سے انھوں نے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔

شاہ تیمور لنگ کے مظالم

۱۹۔ سقوطِ بغداد کی طرح خون کے آنسو رلانے والا، بارہ لاکھ مسلمانوں کے قاتل تیمور لنگ رافضی کا وہ ظلم و بربریت ہے جو اُس نے بلا وجہ یورپ کے فاتح سلطان بایزید یلدرم عثمانی کے ساتھ کیا اور ایشیائے کوچک میں مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت عثمانیہ کو تباہ کرنے کی ملعون کارروائی کی اور مفتوحہ یورپ پھر مسلمانوں کے قبضے سے نکل گیا۔ قیصر کے کہنے پر تیمور اگر در پردہ انگریزوں کی حمایت میں یہ مسلم کش جنگ انگورہ نہ لڑتا اور سلطان المسلمین کو شیر کی طرح لوہے کے جنگلے میں قید کر کے جگہ جگہ نمائش و تذلیل کی یہ انسانیت سوز حرکت نہ کرتا تو تمام یورپ پر آج اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوتا۔

تاریخ کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ سلطان بایزید خاں نے نکوپلس کے میدان میں عیسائیوں کے ایک ایسے زبردست اور ہر ایک اعتبار سے مکمل و مضبوط لشکر کو شکست فاش دی کہ اس سے پہلے کسی میدان میں عیسائیوں کی اتنی زبردست طاقت جمع نہ ہو سکی تھی۔ سجمنڈ شاہ ہنگری اپنی جان بچا کر لے گیا لیکن فرانس و

آسٹریا و اٹلی و ہنگری وغیرہ کے بڑے بڑے شہزادے نواب اور سپہ سالار قید ہوئے اور بعض میدان میں مارے گئے۔

۲۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج لے کر یورپ میں پہنچا۔ ہنگری، آسٹریا، فرانس، جرمنی اور اٹلی فتح کرنے کے عزم کے ساتھ یونان کا رُخ کیا۔ پھر تھرموپلی کے درّے میں سے فاتحانہ گذرتا ہوا اتھنز کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا اور ۸۰۰ھ میں اتھنز کو فتح کر کے تین ہزار یونانیوں کو ایشیائے کوچک میں آباد ہونے کے لیے روانہ کیا اور اپنے سپہ سالاروں کو آسٹریا اور ہنگری کی طرف فوجیں دے کر روانہ کر دیا تھا جنھوں نے ان ملکوں کے اکثر حصوں کو فتح کر لیا تھا۔

۳۔ سلطان بایزید خاں یلدرم جب یونان اور اتھنز وغیرہ کو فتح کر چکا اور قیصر روم کا حال بہت پتلا ہونے لگا تو اس نے اپنی امداد کے لیے فوراً قاصد کو خط دے کر تیمور کی خدمت میں روانہ کیا۔ خط کے مضمون نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اس کا دل ہندوستان سے اُچاٹ ہو گیا اور وہ اس نو مفتوحہ ملک کو بلا کسی معقول انتظام کے ویسے ہی چھوڑ کر ہردوار سے پنجاب اور پھر سمرقند کی جانب روانہ ہوا۔ ہندوستان کے ایک لاکھ قیدی گراں بار سمجھ کر راستے میں قتل کرا دیئے پھر سمرقند سے روانہ ہو کر ایشیائے کوچک کی مغربی سرحد پر پہنچ کر آذربائیجان اور آرمینیا میں قتلِ عام کے ذریعہ خون کے دریا بہائے اور اس علاقے پر اپنی ہیبت کے سکّے بٹھائے اور خوب تیاری کر کے اس پر آمادہ ہو گیا کہ عثمانی سلطان سے اوّل دو دو ہاتھ کر کے اس بات کا فیصلہ کر دیا جائے کہ ہم دونوں میں سے کس کو دُنیا کا فاتح بننا چاہیئے؟

۴۔ سلطان بایزید یلدرم، تیمور سے جنگ کرنا یعنی خود اس پر حملہ آور ہونا ضروری نہ جانتا تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان بادشاہوں سے لڑنے کا شوق نہ رکھتا تھا اس کو تو ابھی یورپ کے رہے ہوئے ملکوں کے فتح کرنے کا خیال تھا... مگر تیمور کئی سال سے نہایت سرگرمی کے ساتھ بایزید سے لڑنے اور اس کو شکست دینے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ بایزید یلدرم عیسائی طاقت کو دُنیا سے نابود کرنے پر تُلا ہوا تھا اور تیمور بایزید کو نابود کرنے اور عیسائیوں کو بچانے پر آمادہ تھا۔ تیمور نے اپنے تمام سامانوں کو مکمل کر لینے کے بعد بایزید کے سرحدی شہر سیواس پر حملہ کر دیا۔ جہاں بایزید کا بیٹا قلعہ دار تھا۔ ایک خاص چال سے قلعہ کی چار دیواری کو آگ

لگاکر زمین میں دھنسا دیا اور چار ہزار فوجیوں کی مشکیں کسوا کر ایک بڑی خندق میں زندہ درگور کر دیا۔ زندہ درگور کرنے کے اس ظالمانہ فعل سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

۵۔ شاہ یلدرم بیٹے کی مقتل گاہ دیکھ کر غصہ سے بے تاب ہو گیا۔ مگر تیمور لنگ جنگی چال سے یہاں سے فوراً اندرونِ ملک شہر انگورہ پر پانچ لاکھ سے زائد مسلح لشکر کے ساتھ حملہ آور ہُوا۔ سلطان نے اس کے تعاقب میں جا کر ایک لاکھ تھکے ماندے لشکر سے حملہ کیا۔ زبردست کشت و خون کے بعد سلطان نے شکست کھائی اور تیمور نے لڑتے ہوئے ذلت کے ساتھ قید کیا، اور شہر بہ شہر تشہیر کرائی۔ تیمور رافضی تعزیہ ساز نے اس ظلم سے اسلام کے غلبہ اور وقار کا خاتمہ کر دیا۔

تیمور کی تمام تزک وتاز اور فتح مندیاں مسلمان سلاطین کو زیر کرنے اور مسلمانوں کے شہروں میں (موجودہ خمینی کی طرح) قتلِ عام کرانے میں محدود رہیں اور اس کو یہ توفیق میسر نہ آسکی کہ غیر مسلموں پر جہاد کرتا یا غیر مسلم علاقوں میں اسلام پھیلاتا۔ (اقتباسات از تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۲۷۸ ص ۴۸ ص ۴۹۱ وغیرہ)

تزک تیموری سے پتہ چلتا ہے کہ تیمور عالم اسلام کی اس تباہی سے پچھتایا۔ عامۃ المسلمین نے اسے حقیر جانا۔ اس نے تلافی میں پہلی مرتبہ غیر مسلم ملک چین پر چڑھائی کی مگر راستے میں ہی مر گیا آرزو فنا ہو گئی۔ مفتوحہ ممالک بیٹوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے خود مختار ریاستوں میں تبدیل ہو گئے۔ اب صرف تیمور کا نام اس کے ظالم آبا چنگیز و ہلاکو خاں کے ساتھ یادگار ہے اور رہے گا۔ تعجب ہے کہ تعزیہ پرست اس موجد تعزیہ ظالم کو قومی ہیرو مانتے اور صاحبِ سیف و قرآن امیر تیمور باور کراتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اسماعیل صفوی کے مظالم

۲۰۔ تباہ شدہ سلطنت عثمانیہ کو اللہ نے پھر زندہ کیا اور سلطان محمد خاں اوّل، سلطان مراد خاں ثانی فاتح قسطنطنیہ، سلطان محمد خاں ثانی اور سلطان بایزید ثانی اور سلطان سلیم عثمانی جیسے کامیاب و مدبر حکمرانوں کے ذریعے پھر عالم اسلام کی متحدہ قوت بنا دیا اور یورپ میں فتوحات زور و شور سے شروع ہو گئیں۔ لیکن دسویں صدی کے آغاز میں شاہ اسمٰعیل صفوی شیعہ حکمران برسرِ اقتدار آگیا۔ اس نے تمام ایرانی سنّی اکثریت کے مسلمانوں کی مساجد اور مقابر شہید کرا دیئے۔ بڑے بڑے علماء اور معززین کو سولی چڑھا دیا۔ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر تبرا جمعہ کے خطبہ میں لازم کر دیا جگہ جگہ سنّی شیعہ فسادات کرائے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق چالیس

لاکھ سُنّی مسلمان شہید کرائے اور باقی ماندہ کو شیعہ بننے پر مجبور کر دیا۔ کلیاتِ نفیسی مؤلف سیّد نفیسی پروفیسر تہران یونیورسٹی میں لکھا ہے: "کہ ان سے سوال کیا گیا ایران جو سنّی اکثریت کا ملک تھا وہ شیعہ اکثریت (۶۰ - ۶۵ فیصد) میں کیسے تبدیل ہُوا؟" تو پروفیسر مذکور نے جواب دیا: "عہد صفوی میں سنیوں کا قتلِ عام کر کے ان کو جبراً شیعہ بنایا گیا۔"

اسماعیل (صفوی) بن حیدر بن جنید بن ابراہیم بن خواجہ علی بن صدرالدین بن شیخ صفی الدین بن جبرئیل کے آباء واجداد سب سنّی المذہب تھے۔ پیری مریدی کرتے تھے۔ شیخ صدرالدین نے سفارش کر کے تیمور کے ہاتھوں وہ تمام ترک قیدی آزاد کرا دیئے جو اس نے سلطان یلدرم سے جنگ انگورہ میں پکڑے تھے وہ ہزاروں قیدی شیخ کے باصفا مرید بن کر یہیں رہ گئے اور شاہ اسمٰعیل تک اس کی سب اولاد سے وفادار رہے اور اسمٰعیل کو اقتدار دلانے میں ان کی بڑی قربانیاں ہیں۔ اسماعیل نے "حبِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم" کے نعرہ سے سنّی و شیعہ عوام کو ساتھ ملا کر اقتدار پالیا تو علانیہ شیعہ اور رافضی بن گیا۔ پھر اپنے ترک مریدوں کی قوم سے جنگ کا منصوبہ بنایا اور پڑوسی ملک ترکی سلطنت عثمانیہ میں اپنے داعی، جاسوس اور ایجنٹ بھیج دیئے تاکہ اندرونی و بیرونی حملہ سے اس ملک کو ختم کر کے شیعہ سٹیٹ بنا لیا جائے مگر شاہ سلیم عثمانی کو اس سازش کا پتہ چل گیا اس نے اسمٰعیل صفوی کے سب ایجنٹوں کو ختم کر کے ایران پر دفاعی حملہ کیا۔ اسمٰعیل بھاگ گیا۔ سلطان نے اندرونِ ملک اس کا تعاقب کر کے خالدران کے مقام پر کامیاب جنگ لڑی اور نصف علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ شاہ سلیم اگر دوبارہ ایران جاتا یا پھر باقاعدہ شاہ صفوی جنگ لڑتا تو اس کا اقتدار ختم ہو جاتا۔ مگر شام و مصر کے سرحدی کشیدہ حالات کی وجہ سے شاہ دوبارہ ایران نہ جا سکا اور اسمٰعیل صفوی کے اس سازشی جال کی وجہ سے یورپ میں بھی شاہ سلیم اپنی فتوحات آگے نہ بڑھا سکا۔ اگر اسماعیل صفوی یہ حملے اور اندرونِ ملک سازشیں نہ کراتا تو شاہ سلیم کی مساعی سے آج براعظم یورپ اسلام کے زیرنگین ہوتا لیکن ؏

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب ابوذر غفاری "نوائے وقت" میں لکھتے ہیں: "اس کے علاوہ اگر ایران کے صفوی شیعہ اور ترکی کے عثمانی سنّی آپس میں لڑکر خون کے دریا نہ بہاتے تو آج سارا یورپ مسلمان ہوتا۔ مزید برآں اگر مغلیہ دور میں ہندوستان کے مسلمان سنّی شیعہ جھگڑوں کی نذر نہ ہوتے تو آج سارے ہندوستان پر

مسلمانوں کا غلبہ ہوتا۔

اس تفصیل سے معلوم ہُوا کہ ہر نازک موقع پر شیعوں نے اہلِ اسلام کو خنجر گھونپ کر کافروں کو بچایا ہے موجودہ خمینی انقلاب اور ایران و عراق جنگ ٹھیک اسی پالیسی کے تحت ہے جو شاہ آسمٰعیل صفوی نے وضع کی تھی اس وقت ترکوں کو مار کر عیسائیوں کو بچانا مقصود تھا اب خاص معاہدہ کے تحت امریکی اسلحہ اسرائیل جیسے دشمنِ اسلام سے لے کر عربوں کو ختم کرنا اور سامراجی طاقتوں کی مدد کرنا مقصود ہے۔ اسلام کا نعرہ۔ اِشنعو ولاشنّد، مرگ براسرائیل، مرگ پر امریکہ۔ تو صرف ہاتھی کے دانت دکھلانے کے ہیں۔ جن سے بدھو صحافیوں کو اُلّو بنانا ہے اور اقتدار کے بھوکے مستقبل سے اندھے سیاستدانوں کو اور سادہ لوح مسلمانوں کو تقیہ اور ڈپلومیسی کے ذریعے اپنا ہم نوا بنانا مقصود ہے اللہ اندھوں کو بینائی عطا فرمائے۔

۲۱۔ ایران کا عہدِ صفوی. ہند میں عہد مغلیہ کا معاصر ہے. سب سے پہلے ہمایوں کے دَور میں تشیع کو ہند میں برآمد کیا گیا خاص معاہدہ سے قاضی نور اللہ شوستری جیسے غالی شیعہ کو قاضی القضاۃ بنایا گیا۔ جس نے تشیع کی اشاعت میں ہر حربہ استعمال کیا۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ نے اپنی خداداد ایمانی فراست اور دیانت سے اسے محدود کرنے کی کوشش کی اور کامیاب بھی ہوا ابھی تو شیعہ اور ان کے بے دین ہمنوا عالمگیر کی شکایت کرتے ہیں۔ مگر شیعوں نے ایک اور چال چلی عالمگیر کے بیٹوں کو رشتے دے کر بعض کو مائل بہ تشیع کر لیا۔ پھر وہ اقتدار کی رسّہ کشی اور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنتِ مغلیہ قریب الزوال ہو گئی۔ ادھر ہندو اور مرہٹے زور پکڑ گئے۔ جن کو شاہ ولی اللہ کی دعوت پر احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کے میدان میں آکر بیس ہزار افغانی سپاہ کی کمک سے ختم کیا۔ ادھر اودھ، لکھنؤ، دکن وغیرہ میں شیعہ راجوں نے آزاد ریاستیں قائم کر لیں۔ انگریزوں نے ایسے پاؤں پھیلائے کہ مسلمانوں کا اقتدار دہلی کے گرد و نواح تک محدود ہو کر رہ گیا۔

نادر شاہ دُرّانی کا دہلی پر حملہ

۲۲۔ اس کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی نیت سے ہمارے ہمدرد پڑوسی ایران کا نادر شاہ درانی بڑے لشکر کے ساتھ آیا۔ ایک مدبر امیر الامراء محمد امین

خاں کے مشورہ سے بہت سا خراج اور کروڑوں روپے نقد دینے پر صلح ہو گئی مگر اس کے شہید ہونے کے بعد ایک دوسرے غدار برہان الملک سعادت علی خاں رافضی نے محض عہدہ بدلنے سے نادر شاہ کو غدر کرنے اور بادشاہ کو قتل کر کے دہلی کا خزانہ لوٹنے اور قتل عام کرنے کا پروگرام دے دیا۔ چنانچہ نادر شاہ نے لاکھوں مسلمانوں کو دہلی کی جامع مسجد میں شہید کیا۔ بادشاہ اور اس کے لڑکوں کی لاشوں پر تخت بچھا کر ناشتہ کیا اور دہلی کا سب خزانہ لوٹ کر لے گیا۔ اسی موقع پر ایک شاعر نے کہا:

ع شامتِ اعمال ما صورت نادر گرفت

نادر کے حملہ کو خرج تحسین شیعہ عورتیں تک پیش کرتی ہیں۔ ایک مضمون خود راقم نے پڑھا ہے۔ نادر شاہ کو شاہی خزانہ سے ساڑھے تین کروڑ چاندی کی نقدی، ڈیڑھ کروڑ کی سونے کی تختیاں پندرہ کروڑ کے جواہرات۔ گیارہ کروڑ کا تختِ طاؤس، پانچ سو ہاتھی، ہزارہا اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور شاہی خیمے قناتیں وغیرہ حاصل ہوئیں۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے گرد بھی شیعہ جمع ہو گئے۔ درپردہ انگریز سے ملے ہوئے تھے اور اصل حالات کو شاہ سے مخفی رکھ کر سلطنتِ مغلیہ کا چراغ گل کرا دیا" مغلیہ دَور میں سید برادران کا فتنہ": مضمون میں محمد اسحٰق قلبی آخری قسط میں لکھتے ہیں۔ بارہ کے بادشاہ گر رافضیوں نے اپنی آٹھ دس برس کی سازشوں، ریشہ دوانیوں سے ایک عظیم الشان مغلیہ سلطنت کو نیم جان کر دیا اور ان کے بعد تیسرے رافضی برہان الملک سعادت علی خاں نے اپنی غداری اور نمک حرامی سے اس نیم جان مغلیہ سلطنت کی پشت میں (نادر شاہ کے ہاتھوں) ایسا بھرپور خنجر مارا کہ وہ اُٹھنے کے قابل ہی نہ رہی لیکن یہودیوں، نصرانیوں، زرتشتیوں، مجوسیوں اور عجمیوں نے تاریخ کو مسخ کرتے ہوئے ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ شہنشاہ کو محمد شاہ رنگیلا بنا دیا۔ انھوں نے لکھا کہ وہ عیاش تھا وہ ہنوز دلی دُور است کہتا تھا۔ اس لیے سلطنتِ مغلیہ برباد ہوئی۔ سبھی نے ان مکاروں، بد دیانتوں کی پھیلائی ہوئی خرافات پر یقین کر لیا اور اپنے اکابر کی برائی پر تل گئے۔ اور یہ بھول گئے کہ یہ سب دشمن کی کارروائی ہے۔ (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ اپریل ۱۹۸۶ء بحوالہ تاریخ فرشتہ)

۲۳۔ نادر شاہ کے حملہ کے بعد مسلمان انتہائی کمزور ہو گئے تو شیعہ و بے دین راجوں نے انگریز کی بالا دستی تسلیم کر کے اپنی ریاستوں کو ان سے اپنے نام الاٹ کروا لیا۔ آج بہت سی جاگیریں

نوابوں، خانوں اور ملکوں کے پاس انگریزی عطیات ہیں۔ لیکن غیور اور مسلمان نوابوں اور سلاطین نے انگریز سے ٹکر بھی لی۔ ان میں سرِفہرست میسور کا راجہ سلطان ٹیپو شہید بن حیدر علی ہے جو شاہ ولی اللّہی خاندان کا معتقد، اہلِ توحید و سُنت سے وابستہ اور انگریزوں کا کٹر دشمن تھا۔ یہ جب انگریزوں سے خود جنگ لڑ رہا تھا تو شیعہ کمانڈر نے غداری کر کے سلطان کو شہید کرا دیا۔ جیسے اسی طرح بنگال میں میر جعفر نے غداری کر کے انگریزوں کو اقتدار دلا دیا۔ اسی لیے یہ شعر زبان زدِ عام ہے۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن — ننگِ دُنیا، ننگِ دین، ننگِ وطن

جسٹس کیانی شیعہ کے خاص دوست پروفیسر محمد منور روزنامہ "جنگ" ۲۲ مارچ ۱۹۸۳ء کی اشاعت میں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ شیعہ سُنّی فسادات کی تاریخ قدیم ہے مگر ہمیشہ یاد رہے کہ ان میں مخلص سنی اور شیعہ ہمیشہ فسادیوں کی نشاندہی نہ ہونے کے باعث نقصان یاب ہوئے اگر ٹیپو اور حیدر علی کی سلطنت کسی شیعہ گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے بیچ دی تو یہ ان افراد کی ذاتی بے ایمانی تھی۔

ب۔ فسادی عنصر شیعوں میں بھی گھس آتے ہیں اور سنیوں میں بھی، جب ابو مسلم خراسانی نے کالے جھنڈے اٹھائے تھے تو اس کے ساتھ محض بنو ہاشم نہ تھے۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر مجوسی اور مزدکی (اپنے زمانے کے کمیونسٹ) اس کے لشکر میں (شیعہ بن کر) گھس گئے۔ بنو ہاشم نے تو بنو امیہ کے اکابر پر ہاتھ صاف کیا مگر مجوسیوں نے کہا جو عرب نظر آئے اڑا دو۔ مزدکیوں کمیونسٹوں نے ہر کلمہ گو مارا خواہ وہ ایرانی تھا خواہ عرب اور وہی مجوسی اور مزدکی دوسری جانب بنو امیہ کے آدمیوں کو ابھار کر مخبری کرا کے بنو ہاشم اور ان کے ساتھیوں کو قتل کراتے رہے۔ مزدکیوں کمیونسٹوں نے (شیعہ) روپ بدل کر مختلف اسلامی فرقوں کو جنم دیا۔ نظام الملک طوسی کا سیاست نامہ اس پر گواہ عادل ہے۔ (پھر ان کا خانہ کعبہ میں قتل حجاج، حجر اسود کو اکھیڑ کر بیت الخلاء میں لگانا جو قرامطی شیعوں کے سیاہ کام ہیں، نقل کیے ہیں۔)

ج۔ ایران ہمارا ہمسایہ ملک ہے ہم ایران کا احترام کرتے ہیں۔ موجودہ انقلابی حکومت کو سب سے اوّل پاکستان نے تسلیم کیا..... اسی طرح ایران کے حل و عقد کو بھی اس امر پر نظر رکھنی چاہیئے کہ بعض شیعہ عناصر (خواہ وہ شیعہ ہیں یا نہیں)، کس خواہش کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ انھیں پاکستان

کو شیعہ ریاست میں تبدیل کرنا ہے اور جلد از جلد" ہماری دُعا ہے کہ ایران ایک اثنا عشری اسلامی رنگ میں ترقی کرے۔ اہلِ ایران کو اور ایران کے جو شیعے (پاکستانی) پرستار ہیں ان کو بھی دُعا کرنی چاہیئے کہ خدا پاکستان کو استحکام اور اسلامی سنّی رنگ میں استحکام عطا کرے۔ اکثریت کی قوت ہی استحکام عطا کرتی ہے۔ اقلیت کو بخلوصِ خاطر تعاون کرنا چاہیئے۔

انگریز اور شیعہ

جناب ابوذر غفاری صاحب "نوائے وقت" میں رقم طراز ہیں:

انگریز تو مسلمانوں کی اس کمزوری کا خوب فائدہ اٹھاتا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں جب شاہ افغانستان نے سلطان ٹیپو کی مدد کا ارادہ کیا تو انگریز نے افغانستان پر ایران سے حملہ کروا دیا اور اس نے انیسویں صدی میں یہ منصوبہ بنایا تھا کہ وہ ایران کو مضبوط بنائے گا تا کہ وہ اپنے سُنّی ہمسایوں کے خلاف برسرِپیکار رہے۔ (گویا میر صادق کی ٹیپو سے غداری ایران کی سازش تھی۔)

۲۵۔ انگریز شرانگیز جب جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد پورے برصغیر پر چھا گیا اور مسلمانوں نے اس کے خلاف تحریکِ آزادی جاری رکھی اور قتل، قید و بند اور جلا وطنی کی سزائیں مجاہدین کو ملتی رہیں، تاریخ سے ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ کسی شیعہ عالم لیڈر یا نواب نے انگریز کے خلاف کام کیا ہو یا کوئی تکلیف پائی ہو۔ بلکہ یہ لوگ قادیانیوں کی طرح انگریزوں کو اپنے لیے رحمت کا سرمایہ سمجھتے تھے کیونکہ مذہبی آزادی کی آڑ میں انھوں نے جس بدعت اور شرکیہ کام کو چاہا اس کے لیے باقاعدہ لائسنس اور اجازت نامہ حاصل کر لیا تا کہ ٹوکنے والے علماء دین کا بھی منہ بند ہو جائے اور وہ ان شر سے بھرپور رسوم سے اپنے جعلی مذہب کو پھیلا سکیں۔ یہ تعزیے، ذوالجناح، دلدل وغیرہ کے جلوس انگریزی دَور کی پیداوار ہیں جو "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کے تحت اس نے اپنے وفاداروں کو عنایت کیے۔

چنانچہ لاہور کے شیعہ مجتہد علامہ حائری اپنے کتابی سائز کے رسالہ   کے صفحہ ۱۲۳ پر یہ فرماتے ہیں: "انگریزی حکومت ہمارے لیے سایۂ رحمت ہے کہ اس کی پناہ میں ہم اپنی مذہبی رسوم آزادی سے بجا لاتے ہیں۔"

ابھی ۱۹۸۶ء میں شریعت بل کے خلاف شیعہ نے ایک دلیل یہ بھی دی کہ اس کے نفاذ سے ہماری وہ رسوم اور حقوق ختم ہو جائیں گے جو انگریز نے دیئے تھے: جو اعمال و رسوم قرآن و سنت

فتویٰ اہلِ بیتؓ سے ثابت نہ ہوں بلکہ خود ساختہ، بدعت اور شرعاً ممنوعہ ہوں۔ ان کے جواز کی سند غیر مسلموں سے لینا اور پھر ان پر مسلمانوں سے لڑنا جھگڑنا، کفر کی حمایت نہیں تو کیا مسلمانوں سے وفاداری ہے؟

تاریخِ پاکستان

۲۶۔ انگریز کے خلاف صدی بھر سے صرف سُنّی مسلمانوں کی جنگِ آزادی جب کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی اور انگریز نے وطن چھوڑنا چاہا تو مسلمانوں کی غالب اکثریت نے نعرۂ پاکستان کا ساتھ دیا اور اپنی رواداری اور بے تعصبی سے یہ سوال ہرگز نہیں اٹھایا کہ قائداعظم محمد علی جناح کس خاندان اور مذہب سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ معمارِ پاکستان، مفسرِ قرآن، خطیبِ ہند مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور ہزار کتابوں کے مُصنّف حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ دیوبندی نے اہلِ سُنّت کے سٹیج سے اپنے لاکھوں شاگردوں اور مریدوں کے ساتھ پاکستان کا بھرپور ساتھ دیا۔ چاٹگام سے پشاور تک طوفانی دوروں سے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں قائل کیا۔ تبھی تو ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی پھر بریلوی مکتبۂ فکر نے بھی بنارس کانفرنس کر کے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔ اگر علمائے دیوبند اور مذہبی گروہ کی تائید نہ ہوتی تو پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ عام پروپیگنڈہ یہ ہے کہ پاکستان کا تصوّر سب سے پہلے علامہ اقبال مرحوم المتوفی ۱۹۳۷ء نے پیش کیا اور ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ پاکستان کے بعد مسلم لیگ نے مطالبہ اور تحریک شروع کی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ تصوّر انگریز سے صد سالہ جنگ لڑنے والے گروہ کے بوریا نشین نے پیش کیا۔

تعمیرِ پاکستان اور علماء ربانی ص۴۱ پر منشی عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: "جون ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا اشرف علیؒ نے یہ فرمایا: "دل یوں چاہتا ہے کہ ایک خطّہ پر اسلامی حکومت ہو سارے قوانین وغیرہ کا اجراء احکامِ شریعت کے مطابق ہو۔" پھر ۱۹۳۸ء میں فرمایا: "میاں شبیر علی! ہوا کا رُخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جاویں گے۔ انشاء اللہ ص۶۴۔ میں نے جو اعلان کیا ہے اس میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہے اور میں مسلم لیگ کا حامی ہوں۔

(اسعد الابرار ص۱۲۰ از مولانا ابرار الحق حقی، بحوالہ اظہار العیب ص۲۰۳، ص۲۰۴ مولانا سرفراز خان صفدر)

انہی خدمات کے صلہ میں کراچی میں مولانا عثمانیؒ کو اور ڈھاکہ میں مولانا احتشام احمد سلہٹی کو پاکستان کی پرچم کشائی کا اعزاز بخشا گیا اور یہ دونوں دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز سپوت تھے اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خاص ساتھی اور معتقد تھے۔ اس لیے کسی بھی گروہ کا بار بار یہ طعنہ دینا کہ دیوبندی مخالف پاکستان یا کانگرسی ہیں۔ ایک بد دیانتی اور غلیظ جھوٹ ہے۔ جو طبقہ مخالف تھا وہ مسلمانوں کا پاکستان کا مخالف ہرگز نہ تھا وہ سب ملکِ ہند کو اپنا وطن جانتا تھا۔ وہ چاہتا تھا تقسیم ملک نہ ہو بلکہ دہلی ہی حسب سابق مسلمانوں کا دارالسلطنت ہو جن سے انگریز غاصب نے اقتدار چھینا تھا اور اب انھوں نے ہی غاصب کو جنگ کر کے نکالا تھا۔ یہ جذبہ ملک سے محبت کی دلیل تھی جیسے اب ہم تقسیمِ پاکستان کا تصوّر نہیں کر سکتے اور مشرقی پاکستان کی علیٰحدگی پر افسوس کرتے ہیں۔ اس منفی تصوّر نے ۷ کروڑ انڈین مسلمانوں کو وہاں تحفظ دیا ہے اور لوگ سمجھائیں وہی علماء ان مسلمانوں کی نمائندگی کر رہے ہیں ورنہ ان کو وہاں کون رہنے دیتا۔ پاکستان تو ان کا تحفظ نہ کر سکا تھا۔

اب اس فضول بحث کہ فلاں مخالف تھا فلاں موافق، کو ختم کرنا چاہیئے۔ یہاں کے سبھی باشندے پاکستان کے وفادار شہری ہیں سب کو امن سے زندگی گزارنے کا حق ہے ورنہ ایک کہنے والا کہ سکتا ہے کہ شیعہ تاریخ گواہ ہے انھوں نے کفر و اسلام کی تحریک میں کبھی مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا برصغیر میں بھی انگریز کے خلاف جنگِ آزادی، تحریکِ خلافت، تحریک ترکِ موالات اور تحریک ریشمی رومال وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کوئی قربانی نہ دی بلکہ تقیہ و جاسوسی کا کردار ادا کرتے رہے تحریکِ پاکستان میں بعض شیعہ وکیلوں اور علماء نے اس لیے شرکت کی کہ حسنِ اتفاق سے وہ قائد کو اپنا ہم پیشہ اور ہم مذہب سمجھتے تھے۔ کامیابی پر انتظامی کلیدی آسامیوں پر پہنچنا مقصود تھا۔ پاکستان بننے پر ان کو وہ حاصل ہو گیا۔

لیکن سنّی مسلمانوں کا مقصد صرف اسلامی حکومت کا قیام اور نفاذِ شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام تھا قائداعظم گو شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن وہ کٹر مذہبی اور فرقہ پرست نہ تھے سیکولر ذہن رکھتے تھے۔ مولانا عثمانیؒ نے ترجمہ قرآن پڑھا کر ان کا ذہن اسلامی بنا دیا تھا پھر وہ برابر مسلمانوں کو تقریروں میں قرآن و سنت اور خلافتِ راشدہ کے نظام کا حوالہ دے کر اپنی طرف کھینچتے تھے۔ اب علماء اہلِ سنت اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے نفاذِ شریعت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ ان کا قانونی حق

ہے شیعہ کی مخالفت غیر قانونی اور نظریۂ پاکستان کو ختم کرنے والی ناجائز حرکت ہے وہ شریعت کا قانون نافذ ہونے دیں اور پبلک لا تمام بین الاقوامی دساتیر کے مطابق اکثریت کی فقہ کو بننے دیں۔ ہاں اپنے مذہبی حقوق کے تحفظ کی بات ضرور کریں مگر اپنی ساخت اور بھگوڑے انگریز کی نسبت سے نہیں۔ بلکہ خالص قرآن و سنت اور حضرت علیؓ و جعفر صادقؒ کی تعلیمات کے حوالہ سے۔ ہم علمائے اہلِ سنت دیوبند ضمانت دیتے ہیں کہ شیعوں کو تعلیمِ اہلِ بیتؓ پر مبنی حقوق یقیناً مل کر رہیں گے۔

۲۷۔ میں اپنی ملکی بات میں دور چلا گیا۔ مناسب نہیں جانتا کہ پاکستان میں شیعی کردار پر روشنی ڈالوں ورنہ ہر کسی کو پتہ ہے کہ سکندر مرزا رافضی اپنی ایرانی بیوی کے ایماء پر بلوچستان کی دادِ بغاوت کہاں کر رہا تھا کہ صدر ایوب خاں مرحوم نے بروقت ملک سنبھال لیا۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات کے بعد "اِدھر ہم اُدھر تم" کا نعرہ لگا کر مشرقی پاکستان کو کس نے الگ کیا۔ پھر مے نوش یحییٰ خاں رافضی نے فوجی ایکشن کے ذریعے لاکھوں مسلمانوں کا قتلِ عام کرا کر اسے ہمیشہ کے لیے ہم سے الگ کر کے بنگلہ دیش کیسے بنا دیا؟ اور اب زکوٰۃ و عشر کا انکار کر کے نفاذِ اسلام و شریعت بل کی ڈٹ کر مخالفت کون کر رہا ہے۔ روسی کمیونسٹ نظام اپنانے اور خون کی ندیاں بہانے کی دھمکیاں کون دے رہا ہے؟ یہ صرف سبائی فرقہ ہے جو اپنے اس طویل تاریخی سفر میں ہر منزل پر مسلمانوں کا راہزن ثابت ہوا ہے۔ ہمدرد اور حامی کبھی نہیں رہا۔ اس لیے ہمیں حالیہ ایرانی شیعی انقلاب اور شدید کشت و خون پر اور اسے دیگر مسلم ممالک میں برآمد کرنے کے عزائم پر کچھ تعجب نہیں۔ ہلاکو خاں اور تیمور کو اپنا ہیرو ماننے والے خمینی پرست مسلمانوں کی یہی خدمت کر سکتے ہیں۔ کاش ہماری بھولی بھالی بھیڑ چال مسلم قوم کو سمجھ ہوتی؟

انقلابِ ایران پر ایک نظر

ایران کا انقلاب تاریخ کا ایک محیر العقول واقعہ ہے ایک بوریہ نشین نے ایک شہنشاہ کا تختہ الٹ دیا اس لحاظ سے ایرانی عوام کی جدوجہد اور آیت اللہ خمینی اپنے تاریخ ساز کردار کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ اس پر اہلِ قلم نے مثبت و منفی بہت کچھ لکھا ہے اور جب تک ظلم سے خون کی ندیاں بہتی رہیں گی ان کی روشنائی سے یہ داستان کشت و خون مورخ لکھتا جائے گا۔

آیت اللہ خمینی ایک قد آور عالم تھے بے دین اور مغرب پرست شاہ ایران کی مخالفت کی وجہ سے ۱۷ سالہ جلاوطنی اور قوم سے بذریعہ کیسٹ پیام و رابطہ کی وجہ سے ان کی شخصیت اہم سیاسی بن گئی دہلیز

اقتدار پر لانے کے لیے سنی شیعہ سب ایرانی مسلمانوں نے زبردست قربانی دی بظاہر ان میں مذہب سے لگاؤ پیدا ہوا مغربیت، بے پردگی اور لادینی کا سیلاب تھم گیا اسی وجہ سے دیندار مسلمان اس کی نشریاتی چکاچوند سے مرعوب ہو گئے اور "اسلامی انقلاب" کے عنوان سے دنیا کے ذرائع ابلاغ نے خوب تشہیر کی۔ حالانکہ یہ خالص شیعی آمرانہ، درپردہ روسی مسلم کش ظالمانہ انقلاب ہے۔ ایران جا کر مشاہدہ کرنے والوں کے تاثرات اور عام اخباری بیانات کی روشنی میں مشتے نمونہ از خروارے چند نقائص ہم عرض کرتے ہیں:۔

۱۔ خمینی انتہا پسند اور جابر ہیں۔ اقتدار پا کر اپنے ہم سفروں کو بھی تختہ دار پر لٹکا دیا۔ بنی صدر جلاوطنی پر مجبور ہوئے۔ صادق قطب زادہ قتل ہوئے۔ آیت اللہ شریعت مدار کاظم کو کردار کشی کر کے نظر بند کر دیا۔ سات سال بعد ۱۹۸۶ء قید ہی میں وفات پا گئے۔ عوام الناس کو ان کا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ ملی حالانکہ وہ خمینی سے بڑھ کر شیعہ کے مذہبی راہنما تھے۔ اسی طرح امام خاقانی، عہد شاہی کے ۱۴ سالہ قیدی امام قمی، ۷ سالہ قیدی امام زنجانی بھی قید میں۔ حالانکہ یہ شاہ کے خلاف خمینی تحریک کے ہر اول دستے تھے مگر اب خمینی کے مقہور و مظلوم ہیں۔ ذرا سا خمینی سے اختلاف رکھنے والے لاتعداد علماء پس زندان اور درگور ہو گئے جس سے وہ ڈکٹیٹر بادشاہ ظالم بن چکے ہیں۔

۲۔ سیاسی مخالفت میں فوج کے بڑے بڑے افسروں، انتظامیہ کے عہدیداروں کو سینکڑوں کی تعداد میں شاہ نوازی کے الزام میں تہ تیغ کرنا زبردست قومی و ملکی نقصان اور سفاکانہ قدم ہے از روئے معاہدہ سرکاری ملازم وقتی حکومت کے وفادار ہوتے ہیں انٹرنیشنل قانون یہی ہے بعد کی انقلابی حکومت سب سرکاری ملازمین کو قتل و غارت کی سزا دے یہ کسی اسلامی، جمہوری اور شخصی حکومتوں کے ہاں بھی جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ ایران کو اس کا زبردست خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اپنے سے ہر لحاظ سے ۳/۴ حصہ کم عراق سے طویل جنگ میں ایران غالب آ سکا نہ پورے علاقے واپس لے سکا حالانکہ اسرائیل بھی پشت پناہ ہے۔

۳۔ سفاکی اور بے رحمی کی یہ بھی انتہا ہے کہ عورتوں، بچوں کے جلوسوں پر اندھا دھند فائرنگ سے سینکڑوں ہنس مکھ چہرے لاشوں میں تبدیل کر دیئے جائیں۔ خمینی کے قدیم قید و جلاوطنی کے ساتھی ڈاکٹر موسیٰ موسوی اصفہانی الثورۃ البائسہ ص ۱۸۲ پر لکھتے ہیں: "ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ خمینی رحم و کرم سے بہت دور اور شر سے نزدیک ہیں اور قتل و غارت میں انہیں مزہ آتا ہے کہ نو عمر نوجوانوں کو بھی ان کی تلوار نہیں بخشتی چنانچہ تین ماہ کے اندر تین ہزار مسلمان نوجوان مرد اور عورتیں مرگ بر خمینی کہنے کے جرم میں تہ تیغ کیے گئے"۔

۴۔ تین لاکھ پاسداران انقلاب کو کرفیو آرڈر کی طرح یہ اجازت دینا کہ جو کوئی انقلاب پر ذرا تنقید کرے اسے وہیں ڈھیر کر دو اس طرح سینکڑوں علماء، طلبہ، مزدور، مجاہدین خلق اور اہل سنت مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تڑپائے گئے۔ یہ لینن اور ہٹلر کا شیوہ ہے۔ فاتح مکہ حسنینؓ کے نانا کی سنت ہرگز نہیں ہے۔ ڈاکٹر موسیٰ مذکور بدترین انقلاب ص۱۹ پر لکھتے ہیں۔ خمینی نے تحریک کے دوران برسراقتدار شاہ کے متعلق کہا: "خود قتل کرنے والے سے قصاص لیا جاتا ہے قتل کا حکم دینے والے سے نہیں سخت تعجب ہے کہ یہ بات کہنے والا اپنی حکومت کے چار سالوں میں چالیس ہزار انسانوں کا قتل کرتا ہے جن میں بوڑھے، نوجوان، عورتیں سبھی ہیں جرم صرف یہ نعرہ ہے حریت زندہ باد، استبدادیت مردہ باد۔ اس نے ہزاروں کُردوں، عربوں، بلوچوں اور ترکمانوں کو اس لیے قتل کرایا کہ وہ شاہ کے زمانے سے مخصوص حقوق چاہتے ہیں۔"

۵۔ اختر کاشمیری کے سفرنامہ ایران کے مطابق اپنے کاسہ لیس مذہبی طبقہ کو عوام پر ایسے مسلط کرنا کہ وہ کارڈ کے ذریعے لمبی لائنوں میں لگ کر اشیائے خوردنی حاصل کریں اور کارڈ صرف وفاداری کی سند اور جان بچانے کی ضمانت سمجھا جائے اور غیر موافق محروم رہیں۔ سوشلسٹ نظام کا چربہ ہے۔

۶۔ ایران عراق جنگ کو صرف ضد اور انا کی وجہ سے طول دینا، لاکھوں افراد کو آگ میں جھونکنا، اسلامی امن کمیٹی، اسلامی ممالک، غیر جانبدار ممالک، سلامتی کونسل، کسی کی بھی بات نہ ماننا اور صلح پر آمادہ نہ ہونا بلکہ ہر ۱۵۔۲۰ دن بعد تازہ خونریز عراق پر حملہ کرنا حالانکہ وہ صلح کی بارہا اپیل کر چکا ہے۔ سفاکی اور درندگی ہے۔ قرآن کے قطعی خلاف ہے۔ قرآن کہتا ہے "صلح بہتر ہے۔" (نساء) "مومن بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو۔" (حجرات) "دشمن صلح چاہے تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو۔" (انفال) "کسی قوم سے دشمنی تمہیں بے انصافی پر آمادہ نہ کرے تم عدل کرو یہی تقویٰ کی بات ہے۔" (مائدہ)

۷۔ ایرانی آئین میں مذہب شیعہ کو سرکاری مذہب قرار دینے پر ہمیں اعتراض نہیں لیکن ۴۰ فیصد اہل سنت کے بالکل مذہبی حقوق چھین لینا بے انصافی ہے۔ تہران میں دس لاکھ سنیوں کو مسجد بنانے کی اجازت تک نہ ہو شیعہ امام ہی جو سُنی صوبوں میں زبردستی امام بن جائے۔ بلوچستان وغیرہ اکثریتی صوبوں میں اکثر شیعہ ٹیچرز مقرر کر کے بچوں کو مذہب سے برگشتہ کیا جائے سرکاری ملازمتوں میں سنی تھانیدار و کپتان تک نہ ہو۔ پارلیمنٹ میں ان کا وجود نہ ہونے کے برابر ہو وہ اپنا مذہبی لٹریچر نہ خود چھاپ سکیں نہ پاکستان و ممالک عربیہ سے منگوا سکیں خلفاء راشدینؓ کی مدح اور مذہبی تبلیغ میں آزاد نہ ہوں یہ اسلامی حکومت کا کام نہیں۔

۸۔ جو سُنی مسلمان اپنے مذہبی حقوق کی بحالی کے لیے احتجاج کریں ان کو بغاوت کے بہانے کچلا جائے جیسے بیس ہزار کے قریب کُردوں کو مارا گیا۔ ایرانی بلوچستان اور زاہدان میں رمضان شریف تک میں بمباری ہوئی۔ ایران کے ایک عالم دین راقم کو لاہور جولائی ۱۹۸۵ء میں ملے تو بتایا: "ہمارے جوان یا قتل ہو چکے ہیں یا قید میں ہیں۔ صرف بوڑھے اور عورتیں گھروں میں ہیں۔ میں نے کہا پتہ دیجئے میں اپنی تصانیف کا سیٹ بھیجوں گا فارسی میں ترجمہ کروا کر اپنے صوبے میں پھیلا دینا وہ بھرائی آوازیں کہنے لگے ایسا ہرگز نہ کریں۔ میری شامت آجائے گی۔ ہم مذہبی کتاب نہ خود چھاپ سکتے ہیں نہ باہر سے منگوا سکتے ہیں۔"

۹۔ یہ خاص شیعہ انقلاب ہے۔ امام خمینی کٹر متعصب شیعہ عالم ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدینؓ پر جگہ جگہ زہر اگلا ہے اور ان پر تبرا کر کے مخالفت قرآن کے جعلی اتہامات لگائے ہیں۔ میں وہ حوالہ جات نقل کر کے قارئین کو پریشان نہیں کرنا چاہتا مختصر یہ کہ وہ صفوی دور کے انتہائی بدزبان مصنف ملا باقر علی مجلسی کے مقلد ہیں اس کی تبرا صحابہؓ پر مشتمل کتابوں کو پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں جن کے فحش حوالے راقم نے اپنے رسالہ فقہ جعفریہ اور مسلمان اور تحفہ امامیہ اور عقائد الشیعہ وغیرہ میں دیئے ہیں۔

خمینی کے ایسے اقوال تسلیم کرنے سے بقول مولانا نعمانی قرآنی آیات اور متواتر احادیث کی تکذیب ہوتی ہے۔ رسولِ پاکؐ پر نااہلیت کا الزام آتا ہے۔ قرآن مجید قابلِ اعتبار نہیں رہتا۔ اس پر ایمان ناممکن ہو جاتا ہے سب سے سنگین ترین بات یہ کہ خمینی کی یہ باتیں اسلام اور رسولِ خدا کی صداقت کو مشتبہ اور مشکوک بنا دیتی ہیں۔ بلکہ خمینی نے رسول اللہ کی بعثت کی ناکامی کا صاف اعلان کیا ہے۔

امام مہدی کی ولادت کے موقع پر یہ کہا ہے: "امام زمان معاشرتی انصاف کے لیے اس پیغام کے حامل ہوں گے جو تمام دُنیا کو بدل دے گا یہ وہ فریضہ ہے کہ جس میں پیغمبر اسلام محمدؐ بھی پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے تھے اگر ہمارے نبی کے لیے جشن مسلمانانِ عالم کے پُرعظمت ہے تو جشن امام زمان تمام انسانیت کے لیے عظیم ہے میں ان کو لیڈر نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اس سے ماورا ہیں۔ میں ان کو اوّل نہیں کہہ سکتا کیونکہ ان کا ثانی نہیں ہے۔" (ترجمہ تہران ٹائمز ص۱ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۸۰ء)۔ حالانکہ یہ کھلا ہوا کفر ہے۔

ایک بیان میں یہ کہا کہ میرے جانباز صحابۂ رسول سے زیادہ قربانیاں دیتے ہیں۔ صحابۂ رسول تو جنگوں میں بھاگ جاتے تھے اور میرے جاں نثار ساتھی ہزاروں کی تعداد میں جانیں قربان کر رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

خمینی اپنے ائمہ کو تمام انبیاء و رسل اور ملائکہ مقربین سے افضل بتاتے ہیں

ومن ضروریات مذهبنا ان لائمتنا مقاماً لا یبلغه ملک مقرب ولا نبی مرسل۔
(الحکومت الاسلامیہ صـ۵۲)

ہمارے مذہب شیعہ کا یہ بنیادی اور ضروری عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ کا درجہ اتنا بڑا ہے کہ اس تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل (رسول اللہ بھی نبی مرسل ہیں) نہیں پہنچ سکتا۔

ان تمام باتوں سے شیعہ اور امام خمینی کا اپنا ایمان و اسلام ثابت نہیں رہتا تو ان کا انقلاب اور نظام حکومت کیسے اسلامی کہلائے۔ بلا ولی اور گواہوں کے مقررہ وقت کے لیے کسی عورت سے جنسی معاہدہ متعہ کہلاتا ہے جو شیعہ مذہب کا سب سے بڑا کار ثواب عمل ہے لیکن یہ اتنا حیا سوز اور قابل غیرت ہے کہ مذہب شیعہ پر بدنما داغ ہے اسی لیے بعض شیعہ اسے جزوِ مذہب ماننے سے ہچکچا رہے ہیں۔ (انوار نجف) لیکن خمینی، تحریر الوسیلہ میں متعہ کے متعلق چار صفحات سیاہ کرنے کے بعد ایرانیوں کے کردار کو یوں سیاہ کرتے ہیں:

یجوز التمتع بالزانیة علی کراهة خصوصاً لو کانت من العواهر المشهورات بالزنا۔ (تحریر الوسیلہ ۲۹۲/۲)

بدکار عورت سے متعہ کرنا جائز ہے مگر کراہت کے ساتھ خصوصاً جب کہ وہ مشہور پیشہ ور طوائف ہو۔

اور حضرت عمرؓ کے متعلق خمینی کہتا ہے۔ عمرؓ نے متعہ کے حرام ہونے کا جو اعلان فرمایا وہ ان کی طرف سے قرآن کی صریح مخالفت اور ان کا کافرانہ کردار و عمل تھا۔ معاذ اللہ۔ **تبصرہ**: حضرت عمرؓ نے تو کتاب و سنت سے حرمتِ متعہ والا آرڈیننس جاری فرمایا تھا لیکن کیا کریں متعہ باز کہ جب شیعہ اپنے ائمہ کو رسولؐ کے برابر درجہ دیتے ہیں۔ تو وہ عمرؓ کو گالیاں کیوں نہ دیں شیعہ کی قدیم مستند تفسیر منہج الصادقین پ ۵ صـ۱۷۶ جلد ۱ میں ہے: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ایک دفعہ متعہ کرے وہ امام حسینؓ کا درجہ پائے گا اور جو شخص چار دفعہ متعہ کرے وہ میرا درجہ پائے گا۔ (معاذ اللہ) اور جو پانچ دفعہ کرے یا ہمیشہ کرے تو۔۔۔۔۔؟

۱۰۔ علامہ خمینی کو چاہیئے تھا کہ وہ انقلاب برپا کرنے کے بعد عالم اسلام سے دوستانہ تعلقات بڑھاتے اور اپنے وقار و حدودِ انقلاب میں اضافہ کرتے لیکن شدید شیعی تعصب کی بنار پر اپنا جذباتی توازن برقرار نہ رکھ سکے۔ ہر اسلامی ملک کی کردار کشی اپنے ذرائع ابلاغ سے شروع کر دی۔ جن جن علمار اور مندوبین کو انقلاب کی سالگرہوں پر بلایا سب کو اپنے اپنے ملک میں بغاوت پھیلانے اور

ایرانی انقلاب برپا کرنے کا وعظ کیا۔ تیل کی آمدنی کا بڑا حصہ اس غنڈہ گردی اور سازشی کارروائیوں کے لیے وقف کر دیا۔ پاکستان کے خلاف خوب زہر اگلا، انڈیا کی حمایت کی سعودی عرب اور دیگر ممالک عربیہ کے خلاف وہ تیز و تند پروپیگنڈہ کیا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف اُبھارا۔ گویا سب سے بڑے یہودی اور کافر معاذ اللہ یہی ہیں۔ عراق میں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے بغاوت کرائی۔ نتیجۃً عالم اسلام پر جنگ مسلط ہو گئی۔ پاکستان کے شیعوں کو تھپکی دی کہ ضیار الحق کی حکومت کا تختہ الٹ کر شیعہ انقلاب برپا کرو۔ چنانچہ ان وطن فروش بزرجمہروں نے ۱۹۸۰ء میں اسلام آباد کا گھیراؤ کر کے اور زکوٰۃ و عشر اور شرعی حدود کا انکار کر کے اسلام اور پاکستان کی خوب رسوائی کی مگر خمینی کے منظور نظر بن گئے اور اب تک ایرانی تیل اور کمک کی بنار پر "فقہ جعفریہ کے مطالبات" کی آڑ میں بڑے بڑے جلسے، جلوس نکال کر، دھمکیوں اور خفیہ کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ غضب یہ ہے کہ ۶ مئی ۱۹۸۵ء میں پاکستان کے مرکزی چار شہروں میں شیعی احتجاج کا پروگرام بنا۔ کوئٹہ میں ایران کی مسلح مداخلت اور اسلحہ سے بھرے ہوئے ٹرکوں کی گرفتاری، طشت از بام ہو گئی۔ پولیس پر بے پناہ ظلم ہوا کہ لاتعداد سر کاٹ کر درختوں پر لٹکائے گئے۔ فوج آئی ۷ دن بعد حالات قابو میں آئے۔ ۲۳۰ ایرانی غنڈوں کو مقدمہ چلائے بغیر ایرانی حکومت کے حوالے کیا گیا اور مقامی مجرموں کو زندان میں ڈالا گیا۔ وزیر داخلہ نے سب کچھ بتایا تھا لیکن انتظامیہ نے اس بغاوت کا کچھ نوٹس نہ لیا بلکہ ملوث ہزارہ قبیلہ کے ایک اہم فرد کو بلوچستان کا گورنر بنایا گیا۔ مقدمات داخل دفتر ہو گئے۔ پولیس کی گردنیں کاٹنے والوں کو سُولی کی سزا کیا ملتی وہ تو سرکاری مہمان تھے۔ اب اپریل ۱۹۸۶ء میں شیعوں کے احتجاج یا دباؤ سے باعزت بری کر دیئے گئے۔ انا للہ الخ۔

۱۱۔ یہ انقلاب اسلام سوز اور مسلم کش صیہونی انقلاب ہے۔ ایک عمامہ بردار ایرانی بزرگ فرماتے ہیں:

ایران کے قائد انقلاب کے کام کو تمام انبیار کے کام پر ترجیح دینا خدا کے نام کے بعد صرف ان کا نام لینے کی تعلیم دینا، اقوالِ رسُول اور اقوالِ امیر علیہ السّلام کی جگہ قائد انقلاب کے اقوال لکھنا پڑھنا، بولنا، سننا اور سُنانا، کلمہ اسلام کے دوسرے جزو کو مٹا کر پیغمبرِ اسلام کے نام نامی اسم گرامی کی جگہ قائد انقلاب کا نام لینا اور اس طرح ایک نیا کلمہ وضع کرنا (لآ الٰه الا اللہ الامام الخمینی حجة اللہ) اپنے سوا ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر سمجھنا عالم اسلام کے موجودہ نقشے کو بدلنے کے لیے جدوجہد کرنا، کعبۃ اللہ پر قبضے کے لیے لوگوں کو تیار کرنا اور اس عمل کو جہاد کا نام دینا تمام

مسلم سربراہانِ حکومت کو کافر قرار دے کر ان کا تختہ اُلٹنے اور ان کی حکومتوں کو ختم کرنے کے لیے قوم کو آمادہ کرنا، مسجدوں میں کیمرے نصب کرنا، تصویریں اُتارنا اور اُتروانا مسجدوں میں جوتوں سمیت جانا اور محرابِ مسجد میں تصویریں بنانا یا چسپاں کرنا، مسجدوں میں بیٹھ کر سگریٹ نوشی کرنا، اپنے مخالفوں کو کافر کہہ کر ان کی قبریں اکھاڑنا اور لاشوں کو غیر مسلموں کے قبرستانوں میں ڈالنا، اختلاف رائے کا اظہار کرنے والوں کو مقدمہ چلائے بغیر گولی مار دینا، شہریوں کا رزق درباری مولویوں کے ہاتھ میں دے دینا۔ اشیائے ضرورت کی راشن بندی کر کے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو بازاروں میں لانا اور قطاروں میں کھڑا کرنا، زنا جیسی قبیح بدکاری کو مذہبی تحفظ دینا۔ ولدیت کی جگہ اسمِ مادر کو لازم قرار دینا، کمسن اور معصوم بچوں کو قتل کرنا، جھوٹے الزامات اور تہمتیں تراش کر انسانوں کو زندگی سے محروم کرنا، نمازیوں کی جماعت پر صرف اس لیے گولی چلانا کہ وہ سرکاری مولویوں کی اقتدا میں کیوں نہیں کھڑے ہوئے۔ آیت اللہ شریعت مدار جیسے امام برحق کو منافق کہہ کر نظر بند کرنا قائدِ انقلاب کی تصویر کی پوجا کرنا۔ (حرمین شریفین میں اس بت کی نمائش کرنا) ان کے سامنے ان کے نام کا کلمہ پڑھنا اگر یہ اسلام ہے تو بتاؤ ضدِ اسلام کیا ہے۔ یہ اسلامی انقلاب ہے تو صیہونی انقلاب کیا ہوتا ہے؟ (بروایت اختر کاشمیری از آتش کدۂ ایران ص ۱۰۲، ص ۱۰۳)۔

۱۲۔ <u>ایران اسرائیل سے اسلحہ لے کر عالم اسلام کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔</u>

چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اسرائیلی وزیر اعظم نے اعتراف کیا کہ اسرائیل نے عرب دشمنی کی بناء پر ایران کو اسلحہ فراہم کرنے کا سمجھوتہ کیا ہے مگر اسرائیلی قانون انھیں اس سمجھوتے کی تفصیلات ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے وہ کسی خبر کی تردید یا تائید کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔

۲۔ ایران کے سابق صدر نے کہا کہ انھوں نے حکومت ایران کو اس معاہدہ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ ایران کو اسرائیل سے اس قسم کا معاہدہ کرنے کے بجائے عربوں سے تعلقات استوار کرنے کی ضرورت ہے لیکن امام خمینی نے ان کی بات نہ مانی اور ان کے حکم پر حکومت ایران نے اسرائیل سے معاہدہ کر لیا۔

۳۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۸۰ء کو پیرس کے ایک جریدے "زریب ییے" نے اپنے نمائندہ خصوصی

مقیم تہران کا جو مکتوب شائع کیا اس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ اسرائیل کے سول اور فوجی ماہرین کا ایک وفد تین دن کے دورے پر تہران آیا۔ اس وفد کا مقصد ایران کی دفاعی ضروریات کا اندازہ لگانا تھا تاکہ ایران کو اس کی ضرورت کے مطابق امریکی اور اسرائیلی ساخت کے پرزے اور دوسرا سامانِ جنگ فراہم کیا جا سکے۔

۴۔ ۲ر نومبر کو برطانیہ کے اخبار آبزرور میں تہران کے مکتوب نگار نے لکھا ہے کہ عراق سے جنگ کے لیے اسرائیل نے ایران کو [illegible] شہر کی بندرگاہوں کے ذریعے بھاری مقدار میں اسلحہ فراہم کیا ہے۔

۵۔ ۳ر نومبر مغربی جرمنی کے اخبار ڈائی ویلٹ میں جو تفصیلی خبر شائع ہوئی اس کے آخر میں یہ ہے کہ اسرائیل نے یہ سامان بحری راستے سے ایران کو پہنچایا۔ نیز اسرائیل ایران کو سامانِ جنگ مہیا کرنے کا یہ سلسلہ جاری رکھے گا۔

۶۔ ایران اسرائیلی معاہدے کی خبر جب دنیا بھر میں پھیل گئی تو ۲۱ر جولائی ۱۹۸۱ء کو اسرائیل کے رسالہ معارف نے لکھا کہ "ایرانی حکومت نے اسرائیل سے براہِ راست اور مختلف ایجنسیوں کی وساطت سے مختلف النوع اسلحہ فراہم کرنے کی درخواست کی ہے، اور بڑی مقدار میں فاضل پرزے بھی منگوائے ہیں۔"

(بحوالہ آتش کدۂ ایران ص ۹۸، ص ۹۹ از اختر کاشمیری)

حقیقت یہ ہے کہ انقلاب پر صرف اسلام کا نام اور لیبل ہے ورنہ آغاز و انجام میں کہیں اسلام پر عمل نہیں۔ ڈاکٹر موسیٰ اصفہانی نے کیا خوب تبصرہ فرمایا ہے:

صلی وصام لامرٍ کان یطلبہ　　　لما قضی الامر ما صلی ولا صاما

حصول مطلب تک تو نماز روزہ کی پابندی کی اور مطلب پورا ہو چکنے کے بعد سب کچھ فراموش کر دیا۔

۱۳۔ <u>ایرانی انقلاب امریکہ کے خلاف روس کے ایما پر ہوا۔</u> حقائق ملاحظہ ہوں:

۱۔ انقلاب ایران کا اندازِ نظم، طریقِ ضبط، طرزِ رفتار کمیونسٹ انقلاب کے مشابہ ہے۔ خمینی کے اقوال کی تشہیر، تصویروں کا پھیلاؤ، مخالف قوتوں کا گھیراؤ، کتابوں اور کیسٹوں کی بھرمار اور خود خمینی کا سیاہ و سفید کا مالک ہونا، کمیونسٹ انقلاب کی علامت ہے یہ منصوبہ بندی کمیونسٹ دماغ کی ہے اور وہی یہ گاڑی چلا رہا ہے۔

۲۔ انقلابی حکومت نے روس نواز تودہ پارٹی سے اتحاد کر رکھا ہے یہ مخلوط حکومت روس سے

خفیہ رشتہ کی علامت ہے۔

۳۔ جب شاہ کے خلاف عوامی تحریک زوروں پر تھی اور انقلاب ایران کے دروازے پر آچکا تھا اس وقت روسی افواج ایران کی رگِ حیات سے زیادہ قریب تھیں۔ چنانچہ تاشقند کے ایک مبصر سٹر ولیم لے شمٹ اپنی کتاب "یہودی جنگ سے پہلے" میں لکھتے ہیں: "ایران میں جب شاہ کے خلاف عوامی تحریک شروع ہوئی تو روس نے ایران سے ملنے والے مسلم علاقوں میں اتنی فوج جمع کر رکھی تھی کہ ان مسلم علاقوں میں مارشل لاء کے نفاذ کا گمان ہوتا تھا۔"

۴۔ حسنین ہیکل کے بقول جب شاہ نے روسی سفیر سے پوچھا تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟ سفیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاہ رات کی تاریکی میں ملک چھوڑ گیا جب امام خمینی ایران میں داخل ہوئے تو استقبالیہ ہجوم میں، لینن اور ٹرائسکی کی کتابیں مارکسی تعلیمات کی گائیڈ بکس اور کمیونسٹ لیڈروں کی رنگا رنگ تصویریں تقسیم ہوئیں۔ خمینی نے اس سرخ شاہی استقبال کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا ہاں جب خمینی نے ایران کا انتظام سنبھال لیا تو ۱۹ ر نومبر ۱۹۷۹ء کو جناب برژنیف کا یہ انتباہ نشر ہوا: "اگر امریکہ نے ایران میں کوئی مداخلت کی تو روس اس کارروائی کو اپنی سلامتی کے خلاف سمجھے گا۔" افغانستان میں روسی فوج کا بڑا حصہ آج بھی ایرانی سرحد پر موجود ہے یہ خاموش رابطے فوجوں کا اجتماع امام خمینی کا استقبال تودہ پارٹی سے سیاسی اختلاط۔ ایران کے خلاف کارروائی کو روس کا اپنے خلاف سمجھنا.. ــــہ

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

قارئین کرام! تاریخ شیعہ ہماری اس کتاب کا موضوع نہ تھا لیکن موجودہ حالات میں اپنی قوم وملک کے تحفظ کے لیے اس فرقہ کی قدیم وجدید تاریخ مرتب کی ہے ان لوگوں نے ہمیشہ غیر مسلم کیمپ سے مسلم کیمپ پر حملے کیے ہیں یا جاسوسی کی ہے براہ کرم ایم۔ آر۔ ڈی یا پی۔ پی۔ پی کے راہنماؤں اور حکمرانوں پر واضح کر دیں کہ ان لوگوں کا تحفظ ضرور کریں لیکن ان پر اعتماد کر کے سیاست اور کلیدی آسامیاں ان کے حوالے کریں نہ ان کے پروپیگنڈے اور مطالبات، ایجی ٹیشن سے متاثر ہوں نہ ایرانی انقلاب کو پسند کریں۔ سوائے اس کے کہ شیعوں کو وہی حقوق پاکستان میں دیں جو ایران نے سنیوں کو دیئے ہیں۔ والسّلام

سیفِ اسلام کا حصّہ اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسالہ فروعِ دین کے مسائل پر تبصرہ

مسئلہ ’غسلِ رجلین‘

نماز کے لیے وضو ضروری ہے۔ اگر وضو ہی صحیح نہ ہو تو نماز نہیں ہو سکتی۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ نماز سے قبل ہم طریقہ وضو کی تحقیق کریں اور دیکھیں کہ کس مذہب کا طریقہ کتاب وسُنّت کے مطابق ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمان اور اہلِ سنّت وجماعت وضو میں پاؤں دھونا فرض جانتے اور مانتے ہیں اور ترتیب قرآنی کے مطابق سب سے آخر میں پاؤں دھوتے ہیں: "مسلمان" کے بجائے نام نہاد "مومن" کہلانے پر فخر کرنے والے شیعہ فرقہ کے لوگ پہلے پاؤں دھو لیتے ہیں۔ پھر وضو مکمل کر کے پاؤں پر مسح واجب جانتے ہیں۔

ترتیب اور طریقۂ وضو کے متعلق سورۃ مائدہ کی آیت ہٰذا نصِ قطعی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا	اے ایمان والو جب نماز کے لیے اٹھو اپنے
وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا	منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوؤ اور سر کا مسح
بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ۔ (پ۶، ع۶)	کرو اور پاؤں ٹخنوں سمیت دھوؤ۔

دنیا بھر کے مطبوعہ قرآنِ کریم کے سب نسخوں میں وَاَرۡجُلَكُمۡ میں لام پر زبر ہے اور اس کا عطف وتعلق منہ اور ہاتھوں کے ساتھ ہے معنیٰ یہ ہے کہ تم وضو میں اپنے چہرے اور اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت اور پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ یہ اِلیٰ تک کی حد بندی دھونے کے مطلب کو ہی یقینی بتاتی ہے کیونکہ قرآن میں مسح کے لیے حد بندی سر میں بھی نہیں ہے اور تیمّم میں جو ہاتھ اور منہ کے مسح کا ذکر ہے اس میں بھی حد بندی نہیں ہے۔ فامسحوا بوجوھکم وایدیکم نیز الی الکعبین

پر مسح کی صورت میں عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹخنے پاؤں کے دونوں کناروں پر ہیں شیعہ مسح پاؤں کے ظاہر پر کرتے ہیں اور ہاتھ کو ساق تک کھینچتے ہیں جب کہ ٹخنے مسح کے راستے میں آتے ہی نہیں پھر تو الی الکعبین کے بجائے الی الساقین ہونا چاہیئے تھا۔ معلوم ہوا کہ ٹخنوں تک دھونا ہی ضروری اور مطلوب ہے کیونکہ پاؤں دونوں طرف سے دھو کر حد بندی کی جاتی ہے۔ یہی مطلب اور پاؤں دھونے کا حکم صاحب قرآن شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے سمجھا اور بیان کیا ہے۔

کتبِ اہلِ سنّت سے نبوی طریقہ وضو یہ ہے:

۱۔ عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو فرماتے تھے تو انھوں نے پانی منگوایا اور ہاتھوں پر ڈالا تو دو دو مرتبہ ہاتھ دھوئے پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین دفعہ چہرہ دھویا۔ پھر دو دو مرتبہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح دو ہاتھوں سے کیا کہ ان کو آگے سے پیچھے کو لے گئے یعنی سر کے آگے سے شروع کیا پھر گدی تک لے گئے پھر ان کو واپس اسی جگہ تک لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا ثم غسل رجلیہ۔ پھر دونوں پاؤں دھوئے۔

(رواہ مالک، نسائی ص ۲۸ ج ۱ وابوداؤد ص ۱۶ ج ۱)

۲۔ بخاری ص ۳۱ ج ۱ ومسلم ص ۱۲۳ ج ۱ کی اسی حدیث میں ہے:

ثم غسل رجلیہ اِلی الکعبین ثم قال ھٰکذا کان وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ آپؓ نے دونوں پاؤں دھوئے اور فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وضو اسی طرح تھا۔

۳۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح کیا تو آگے پیچھے ایک دفعہ دونوں ہاتھ پھیرے ثم غسل رجلیہ الی الکعبین۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ (بخاری ص ۳۱ ج ۱)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کچھ لوگوں نے عصر کے وقت جلدی میں وضو کیا تھا۔ ایڑیاں خشک رہ گئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ویل

للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء۔ ایسی ایڑیوں کے لیے دوزخ کی آگ اور تباہی ہے۔ وضو مکمل کیا کرو۔ (مسلم ص ۱۲۴ ج ۱)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وضو کرو تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں سے پانی گزارو۔ (ترمذی ص ۲۴ ج ۱، ابن ماجہ ص ۳۵)

۶۔ حضرت مُستَورد بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ پاؤں کی انگلیوں کو بائیں چھنگلیا سے ملتے تھے۔ (ابن ماجہ ص ۳۵، ترمذی ص ۲۵ ج ۱، ابوداؤد ص ۲۰ ج ۱)

۷۔ حضرت ابو حیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو وضو کرتے دیکھا۔ آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو خوب دھو کر صاف کیا۔ پھر تین دفعہ کلی کی اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالا، چہرہ تین دفعہ دھویا اور بازو بھی تین دفعہ دھوئے، سر کا مسح ایک دفعہ کیا ثم غسل قدمیہ الی الکعبین پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے پھر کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر فرمایا یہ مجھے پسند لگا کہ میں تم کو دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضو کرتے تھے۔ (ترمذی ص ۲۵ ج ۱، نسائی ص ۲۵ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۴۵، ۴۶، ابن ماجہ ص ۳۶)

غسلِ رجلین اور شیعہ احادیث

شیعوں کو بھی اس کا اقرار ہے چنانچہ اصولِ اربعہ میں سے الاستبصار ص ۶۶ ج ۱ کی حدیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں وضو کرنے بیٹھا۔ جب میں وضو کرنے لگا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تشریف لے آئے تو مجھ سے کہا کلی کرو، ناک میں پانی چڑھاؤ، مسواک کرو، میں نے تین مرتبہ یہ کام کر کے منہ دھویا پھر آپؐ نے فرمایا دو دفعہ دھونا بھی کافی ہو سکتا ہے پھر میں نے بازو دھوئے اور سر کا مسح دو مرتبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک مرتبہ کافی ہو جاتا ہے۔ وغسلت قدمی فقال لی یا علی خلل بین الاصابع لا تخلل بالنار "میں نے دونوں پاؤں دھوئے پھر حضورؐ نے مجھے کہا پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرو (اسے چھوڑ کر گویا) آگ سے انگلیوں کا خلال نہ کرو"

شیعہ مؤلف طوسی نے یہ کتاب اس لیے لکھی ہے کہ جتنی صحیح حدیثیں کتب شیعہ میں جمہور اہلِ اسلام کے مطابق ہیں اور شیعہ کے بناوٹی مذہب کے خلاف ہیں ان کی تاویل کی جائے یا تقیہ کی بھینٹ چڑھائی جائیں۔ یہاں بھی مطابق قرآن اور مطابق اہلِ اسلام واہل السنّت اس صحیح حدیث

کو وہ تقیہ کی نذر کرتے ہیں۔ لیکن جب حدیث صحیح ہے تو تقیہ کا عذر باطل ہے۔ حضرت زید بن علی بن حسین بن علیؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے۔ اہل بیتؓ کا یہ سلسلۃ الذہب حق گو اور راست کردار تھا۔ ان کی بات کو ہم خواہ مخواہ، خوف اور ڈر کے مارے خلافِ واقعہ اور جھوٹ بتائیں بہت ہی لایعنی اور گمراہ کن بات ہے۔

۲۔ کتاب کافی واستبصار میں امام جعفر صادقؒ بھی اس کی تائید کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اذا نسیت فغسلت ذراعیک قبل وجھک فاعد غسل وجھک ثم اغسل ذراعیک بعد الوجہ فان بدأت بذراعک الایسر قبل الایمن فاعد غسل الایمن ثم اغسل الایسر وان نسیت مسح راسک حتی تغسل رجلیک فامسح راسک ثم اغسل رجلیک۔

امام جعفرؒ نے فرمایا جب تو بھول جائے اور چہرے سے پہلے بازو دھو بیٹھے تو دوبارہ منہ دھو پھر بازو دھو اور اگر تو بھولے سے بایاں بازو دائیں سے پہلے دھو بیٹھا تو دائیں بازو کو پہلے دھو پھر بائیں کو دھو اور اگر سر کا مسح بھول جائے اور پاؤں دھو بیٹھے تو سر کا مسح کر پھر اپنے دونوں پاؤں دھولے۔

(فروع کافی ص ۳۵/ج۱ مطبوعہ تہران، استبصار ص ۶۸/ج۱)

۳۔ عن ابی عبد اللہ فی الرجل یتوضا الوضوء کلہ الا رجلیہ ثم یخوض الماء بھما خوضا قال اجزأہ ذلک فھذا الخبر محمول علی التقیۃ۔ (الاستبصار ص ۶۵/ج۱)

امام صادقؒ نے اس شخص کے متعلق فرمایا جو سارا وضو کرے مگر پاؤں کو دھونے سے پہلے پانی میں ڈبو دے تو اس کا وضو درست ہوگا۔ یہ حدیث تقیہ پر محمول ہے۔ (سبحان اللہ دم)

معلوم ہوا کہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اگر پانی میں پاؤں ڈبو دے تو غسل کا مفہوم اور فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ اگر ہاتھ سے مسح ہی کرنا ضروری ہوتا تو امام یہ فتویٰ نہ دیتے کہ پاؤں ڈبو دینے سے وضو درست ہوگیا بلکہ مسح کا الگ حکم دیتے جیسے اب شیعہ دھونے کے بعد مسح کرتے ہیں۔

۴۔ عن علی قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لا یغسلن احدکم باطن رجلہ الیسریٰ بیدہ الیمنیٰ۔ (الاشعثیات ص ۱۹ باب کراھۃ غسل باطن الرجل الیسریٰ بالید الیمنیٰ)۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ کوئی شخص اپنے بائیں پاؤں کا تلوا اپنے دائیں ہاتھ سے ہرگز نہ دھوئے۔

معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مذہب پاؤں دھونا ہے اور دایاں ہاتھ بایاں پاؤں دھونے میں استعمال نہ کرے۔

۵۔ لبسندہ عن علی فی رجل یصیبہ وثیٌ او کسر فیجبر بیدہ او رجلہ فتیوضأ ولیغسل ما استقبل من الجبائر ولیمسح علی العصائب۔ (باب المسح علی الجبائر الاشعثیات ص ۲۰)

حضرت جعفرؒ نے اپنی سند سے حضرت علیؓ کا یہ فتویٰ اس شخص کے متعلق نقل کیا ہے کہ جس کو کوئی زخم پہنچے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور وہ ہاتھ پاؤں پر پٹی یا لکڑی باندھے تو وہ وضو کرتے وقت لکڑی کا سامنا دھوئے اور پٹی پر مسح کرے۔

یہ روایت مجبوری کی صورت میں بھی پاؤں دھونے اور پٹی پر مسح کی پابندی بتا رہی ہے۔ تو عام حالات میں ہاتھ اور پاؤں کا دھونا وضو میں کیوں فرض نہیں؟

۶۔ ان علیا قال اذا توضأت فلا علیک بای رجلیک بدأت وبای یدیک بدأت۔ (ایضاً)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تو وضو کرے تو کوئی حرج نہیں۔ دونوں پاؤں کو دھونا شروع کرے یا دونوں ہاتھوں کو پہلے دھوئے۔

پتہ چلا کہ وضو میں ترتیب فرض نہیں۔ تقدیم وتاخیر ہو جائے تو وضو ہو جاتا ہے۔ اب پاؤں اور ہاتھوں کا یکجا ذکر دونوں کا فریضہ دھونا بتاتا ہے۔

۷۔ اسی کتاب کے باب غسل الرجلین میں ہے:

عن جدہ جعفر بن محمد عن ابیہ ان علیا کان یقرء وامسحوا برؤسکم وَاَرْجُلَکُمَ الی الکعبین۔

امام موسیٰؒ اپنے داداؤں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کو لام کی زبر اَرْجُلَکُمْ کے ساتھ پڑھتے تھے کہ تم اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔

قال ابو عبد اللہ جعفر بن محمد فمن ثقل فھو غسل القدمین ومن خفف وقرء اَرْجُلِکُمْ فانما ھو مسح علی القدمین۔ (الاشعثیات ص ۳۱ مع قرب الاسناد)

امام جعفرؒ نے فرمایا جو بھاری کام کرے (اصل حکم عزیمت پر چلے) تو پاؤں دھوئے اور جو سہولت کے لیے موزے پہنے تو لام کے زیر کے ساتھ پڑھ کر پاؤں پر مسح کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حضرت علیؓ واہلِ بیتؓ کی قرأت لام کی زبر کے ساتھ ہے اور پاؤں دھونا فرض ہیں۔ امام صادقؒ نے بھی اسی کو اولیّت اور ترجیح دی ہے۔ تاہم جَر والی قرأت کا محل بھی بتا دیا ہے کہ جو شخص آسانی چاہے تو موزے پہن کر پاؤں پر مسح کر لیا کرے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنّت وجماعت کا اسی پر عمل ہے وہ لام کی زبر کے ساتھ اکثر قاریوں کی متواتر قرأت کی وجہ سے غسلِ رجلین فرض کہتے ہیں اور ایک جَر والی قرأت کو موزوں پر مسح کی دلیل بناتے ہیں۔ گویا موزوں پر مسح کتاب وسنّت سے ثابت ہے۔

حضرت شریح بن ہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا:

فقال جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلٰثۃ ایّام ولیالیھن للمسافر ویومًا ولیلۃ للمقیم۔

تو آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اور تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن اور ایک رات مقیم کے لیے مدت مقرر فرما دی ہے۔

(رواہ مسلم ص۱۳۵ ج۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دین اگر رائے سے ہوتا تو اوپر کے بجائے موزوں کے نیچے مسح بہتر ہوتا مگر میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپؐ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔ (ابوداؤد ص۲۲ ج۱، دارمی، مشکوٰۃ ص۵۴)

شیعہ روایات پر ایک نظر

جب کتبِ فریقین میں قرآن کریم، احادیثِ نبویؐ اور عملِ مرتضویؓ واہلِ بیتؓ سے پاؤں کا دھونا فرض ثابت ہو چکا تو اصولاً مذہب اہلِ سنّت کی صداقت ظاہر ہُوئی اور شیعوں پر اتمامِ حجت کا فرض ادا ہو گیا۔ اگرچہ ہم شیعوں کی مسح رجلین کے متعلق متعارض روایات کو کوئی درجہ نہیں دیتے۔ کیونکہ جھوٹے مذہب میں ایک دوسرے کی ضد اور متعارض روایات ہوتی ہیں جن سے وہ حسبِ موقع کام چلاتے ہیں تاہم اصُول جرح وتعدیل کی روشنی میں ان روایات کو ہم مختصراً بے اعتبار ضعیف اور ناقابلِ حجت کہتے ہیں:

۱۔ وہ قرآن کے مخالف ہیں اور قرآن کے مخالف روایت گو صحیح ہی کیوں نہ ہو، مردود ہوتی ہے۔

خود مشتاق رافضی لکھتا ہے کہ جو قرآن کے خلاف ہو وہ سنّتِ نبویؐ نہیں ہے۔ کیونکہ حضورؐ ہرگز قرآن کی مخالفت نہیں کر سکتے لہٰذا ایسی احادیث ہرگز قابلِ قبول نہیں ہو سکتی ہیں جو قرآن کے خلاف ہوں۔

(فروعِ دین ص۱۳-۱۴)

اعتقادیہ شیخ صدوق میں ہے:

وکل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو باطل۔

جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق نہ ہو وہ باطل اور جھوٹی ہے۔

۲۔ درجِ ذیل تفصیل کے مطابق ان کے راویوں پر بھی کلام ہے:

ا۔ الاستبصار طوسی میں مسح کی دو روایتیں ہیں۔ پہلی میں سالم راوی مجہول ہے۔ فہرست تنقیح ص۷۰-۷۱ میں اس نام کے ۳۲ راوی ہیں۔ صرف دو ثقہ، دو حسن، باقی سب مجاہیل اور ضعاف ہیں۔

ایک روایت میں غالب مولیٰ ہذیل بھی مجہول ہے۔ تنقیح ص۱۲۰ کے ۱۲ ناموں میں سے صرف ایک ثقہ و حسن کے سوا سب ضعیف ہیں۔ شیعوں پر لازم ہے کہ اگر وہ ثقہ ہیں تو صحیح نسب وتعارف کے ساتھ ثابت کریں کہ واقعی یہی دو ثقہ رجال ان احادیث کے راوی ہیں ورنہ مجہول اور غیر معتبر ہی سمجھے جائیں گے۔

ب۔ شیعہ کے ہاں سب سے معتبر اور مفصل کتاب کافی ہے اس کے حصہ فروع باب مسح الرأس والقدمین میں گیارہ روایتیں ہیں جو سب ناقابلِ استدلال ہیں۔ قرآن کے مقابل وہ دیوار پر دے مارنی چاہئیں۔

پہلی سند میں معمر بن عمر ہے کسوابقہ یعنی پہلے راویوں کی طرح اما مجہول ہے۔

(فہرست تنقیح ص۱۵۲، تنقیح المقال ص۲۳۴ ج۳)

دوسری سند میں ابنِ ابی عمیر مجہول ہے اور محمد بن مسلم بھی ہے جسے امام صادقؒ نے دین میں شک کرنے والا تباہ حال بتایا ہے۔ (تنقیح ص۱۸۶ ج۳)

تیسری سند میں مرکزی راوی زرارہ بن اعین ہے جو اگرچہ شیعہ کا بڑا راوی ہے مگر امام صادقؒ نے اسے کذاب اور ملعون بتایا ہے۔ (رجال کشی ص۹۸ ج۱)

چوتھی روایت میں محمد بن ابی نصر صاحب الزال ہے۔ مامقانی اسے مہمل بے کار کہتے ہیں۔

(فہرستِ تنقیح ص۱۰)

پانچویں روایت میں اخبرنی من رای الحسن یہ مجہول و نامعلوم ہے۔ نیز یہ روایت

غسل کی مؤید ہے۔ مسح میں صریح نہیں۔

چھٹی روایت میں حکم بن مسکین ہے۔ توثیق وعدالت سے محروم ہے۔ شہید ثانی اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جرح کا نہ ہونا کافی نہیں، توثیق کا ہونا ضروری ہے۔ کسی نے اس کی توثیق نہیں کی۔ (تنقیح المقال ص ۳۶۰/۱)

ساتویں روایت میں محمد بن مروان ذہلی بصری ہے جو امامی مجہول ہے۔ (تنقیح المقال ص ۱۸۲/۳) پر ہے مجھے اس کی اتنی خوبی کا بھی علم نہیں جو اسے حسن درجے کے راویوں میں شمار کرائے۔

آٹھویں روایت میں غسل اور مسح دونوں کا ذکر ہے۔ جو زرارہ سے مروی ہے۔ امام جعفرؒ نے فرمایا ہے: "اپنے دین میں شک کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ جن میں زرارہ، برید، محمد بن مسلم اور اسمٰعیل جعفی (شیعہ کے مرکزی چار راوی) ہیں۔ (تنقیح المقال ص ۱۸۶/۳)

نویں روایت کے راویوں کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

دسویں روایت میں قاسم بن محمد بن سلیمان مہمل ہے۔ (فہرست تنقیح)

گیارھویں روایت میں مسح نعلین کا ذکر ہے۔ سنّی و شیعہ میں سے جوتوں پر مسح کا کوئی قائل نہیں روایت میں صراحت ہے: ولم یدخل یده تحت الشراك کہ حضرت علیؓ نے مسح اوپر کیا۔ تسمہ کھول کر اندر پاؤں پر نہیں کیا۔ اس سے تو موزوں پر مسح ثابت ہو گیا۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ جس کے شیعہ منکر ہیں وہی ان کی کتب سے ثابت ہے۔

ج: من لا یحضرہ الفقیہ کی مسح کے متعلق صحیح باسند اور صریح روایت کا ہمیں علم نہیں۔

یہ تو ان کی اپنی روایتوں کا حال ہے جن کی وجہ سے قرآن کے مخالف ہو کر وہ مسح رجلین کے قائل ہوئے۔ ایک جر والی قرأت کو علماء اسلام نے جر جوار پر محمول کیا ہے۔ جس کی تشریح "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" میں ہم کر چکے ہیں۔

جرِ جوار کی بحث

مزید وضاحت یہ ہے کہ جر جوار کو علامہ سیبویہ، اخفش اور ابو البقاء وغیرہ تمام معتبر نحویوں نے جائز قرار دیا ہے۔ یہ نعت میں بھی اور عطف میں بھی درست ہے۔ خود قرآن کریم میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

نعت اور صفت کی مثال عَذَابُ یَوْمٍ اَلِیْمٍ کہ الیم (دردناک) دراصل عَذَابُ

مرفوع کی صفت ہے لیکن یَوْمٍ کے پڑوس کی وجہ سے اَلِیْمٍ مجرور ہے۔ عطف کی مثال یہ ہے کہ امام کسائیؒ اور امام حمزہؒ کی قرأت میں اور امام عاصمؒ سے مفضل کی روایت میں وَحُوْرٍ عِیْنٍ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُوءِ الْمَکْنُوْنِ (واقعہ ع ۱)۔ (خوب صورت موٹی آنکھوں والی عورتیں چھپے موتیوں کی مانند) مجرور آیا ہے۔ حالانکہ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ بِاَکْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ (کہ اہلِ جنت کی خدمت میں سدا رہنے والے لڑکے کٹورے اور جگ لے کر گھومتے پھریں گے۔) مرفوع پر ہے کہ اور خوب صورت عورتیں جنتی حوریں بھی ان کے پاس گھومتی پھریں گی۔ باکواب و اباریق مجرور پر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب (لڑکے حوروں کو اٹھائے پھریں گے) صحیح نہیں بنتا۔

عربیت کے مشہور شاعر نابغہ کا یہ شعر بھی عطف میں جرّ جوار کو جائز بتاتا ہے۔

لم یبق الا اسیرٌ غیر منفلتٍ وموثقٍ من عقال الاسر مکبولِ

صرف ایک قیدی باقی رہا جو کھسک نہیں سکتا قید کی زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے اور بیڑیاں اس کو لگی ہوئی ہیں۔ موثق اور مکبول مجرور ہیں منفلتٍ کے پڑوس کی وجہ سے ورنہ معنیٰ کے اعتبار سے مرفوع ہیں کیونکہ ان کا عطف و تعلق غَیْرُ کے ساتھ ہے یعنی یہی جکڑا ہوا اور بیڑیوں میں بندھا ہوا قیدی باقی ہے جو چھوٹ نہیں سکتا۔ اسی لیے علماء عربیت اور ائمہ لغت نے اسے جائز کہا ہے کہ قرآن مجید اور بلغاء کے کلام میں وہ استعمال ہوا ہے۔ علامہ زجاج کا نفی کرنا تتبع و تلاش کا قصور ہے۔ نیز یہ شہادت بر نفی ہے اور نفی کی شہادت قبول نہیں ہے کہ کلام بلغاء میں اس کا وجود اسے ختم کر دیتا ہے۔ متن متین والے کا۔ المغنی اور الفیہ کے حوالے سے نفی کرنا بھی بے خبری پر مبنی ہے۔ بالفرض والتسلیم ارجلکم کا عطف وجوھکم پر نہ مانا جائے اور برؤسکم پر ہی اصرار کیا جائے۔

تو اہلِ سنّت کے نزدیک تطبیق اور صحتِ کلام کی دو صورتیں ہیں (جن کی وضاحت آ رہی ہے۔) اور شیعہ کے ہاں غسل پر عطف کی صورت (اکثر قاریوں کی نصب سے قرأت) میں توجیہ اور تطبیق کی کوئی صورت نہیں کیونکہ وہ دھونے کے قائل ہی نہیں۔ مشتاق لکھتا ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے اور نہ ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔" (فروع دین ص ۱۷)

اہلِ سنّت کی دو تطبیقیں ہیں:

۱۔ مسح سے مراد ہاتھوں سے پانی ڈالنا اور ملنا ہیں۔ یہ غسل کو چاہتا ہے۔ ابوزید انصاری اور لغت والوں نے تصریح کی ہے۔

المسح فی کلام العرب یکون غسلا یقال للرجل اذا توضاء تمسح ویقال مسح اللہ مابک ای ازال عنک المرضی ویقال مسح الارض المطر۔ (مصباح اللغات ص۸۲۰ پر ہے تمسح بالماء من الاغسل کیا)	عربی زبان میں مسح بمعنی دھونا بھی آیا ہے۔ کہا جاتا ہے جب آدمی وضو کرے کہ اس نے مسح کیا اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تجھ سے بیماری کو دھو دے یعنی دور کر دے اور کہا جاتا ہے بارش نے زمین کو دھو دیا۔

اگر کہا جائے کہ امسحوا برؤسکم میں تو یہ معنیٰ نہیں لیا گیا تو جواب یہ ہے کہ یہاں امسحوا ارجلکم مقدر مان کر مسح کا معنیٰ تر کرنا اور دھونا بھگونا مراد لیں گے تو معنیٰ کے تعدد میں مضائقہ نہیں۔

امامیہ میں سے شارح زبدۃ الاصول اور ماہر عربیت نے حقیقت و مجاز کے جمع کی مثال یہ آیت پیش کی ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ۔ (نساء پ۵، ع۴)	نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ تاوقتیکہ جان لو کہ تم کیا کہتے ہو اور جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ بجز راہ گذرنے کی مجبوری کے۔

تو ولا جنبًا کا عطف الصلوٰۃ پر ہے معطوف علیہ صلوٰۃ کا حقیقی معنیٰ ارکان نماز کی شکل ہے اور معطوف (مقدر صلوٰۃ) کا معنیٰ جائے نماز یعنی مسجد ہے۔

۲۔ اور برؤسکم کے ساتھ متعلق مان کر غسل کا معنیٰ لینا کلام عرب کے مطابق ہے۔ قاعدہ عربیت یہ ہے۔

اذا اجتمع فعلان متقاربان فی المعنیٰ ولکل منہما متعلق جاز حذف احد ھما وعطف متعلق المحذوف علی المذکور کانہ متعلقہ کما فی قول[۱] لبید بن	جب قریب المعنیٰ دو فعل اکٹھے ہوں ہر ایک کا الگ الگ متعلق ہو تو ایک کو حذف کرنا اور محذوف کے متعلق کا مذکور پر عطف کرنا جائز ہے گویا وہی اس کا متعلق ہے جیسے[۱] لبید بن ربیعہ

ربیعۃ العامری؛ فعلیٰ فروع الایھقان واطفلت بالجلھلتین ظبـاءھا ونعامھا ای باضت ومنہ[۲] اذا ما الغانیات برزن یوما۔ وزججن الحواجبا والعیونا ای کحلن العیون ومنہ[۳] کان اللہ یجدع انفہ وعینہ۔ ومنہ[۴] علفتھا تبنا وماء ابارداً۔ ای سقیتھا۔ (تحفۃ الاثنیٰ عشریہ ص۶۳، اردو کید ہفتم)	عامری کہتا ہے۔ وہ بارش جنگلی ہالوں کی شاخوں پر غالب آگئی (یعنی وہ اُس میں ڈوب گئیں۔) اور دونوں کناروں پر ہرنیوں اور شترمرغیوں نے بچے نکالے ہیں۔ (یعنی انڈے دیئے ہیں کیونکہ شترمرغی بچے نہیں دیا کرتی)۔ ۲۔ وہ گانے والی حسین عورتیں جب نکلیں اور اپنے ابروُں اور آنکھوں کو برچھیاں بنایا۔ (یعنی آنکھوں کو سرمہ لگایا) ۳۔ گویا کہ اللہ نے اس کی ناک اور آنکھ کاٹ ڈالی۔ (یعنی آنکھ پھوڑ ڈالی۔) ۴۔ میں نے اونٹنی کو گھاس اور ٹھنڈا پانی کھلایا۔ (یعنی پلایا) یہ اردو محاورہ بھی ہے روٹی پانی کھایا۔

مشاق کے پیش کردہ حوالہ جات پر ایک نظر:

کتبِ اہلِ سنّت کی جن عبارات سے مطلب برآری کی سعی ناتمام کی گئی ہے ان کی حقیقت یہ ہے:۔

ا۔ کہ غیر مقلدین کے حوالہ جات اور تحقیقات ہم پر حجت نہیں۔ یہ لوگ آزاد منش ہیں۔ اجماعِ امّت تک کی مخالفت کر جاتے ہیں۔ ان کی استدلالی اپچ انفرادیت اور تشیع کی آئینہ دار ہوتی ہے لہٰذا تنہا ان کی نقل یا استدلال قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔

ب: تفسیر امام رازیؒ کے حوالہ میں زبردست خیانت کی ہے۔ انھوں نے شیعوں کے استدلالات نقل کرکے آگے جوابات دیئے ہیں۔ یہ جوابات کو ہضم کر گئے اور استدلال کو علامہ کی اپنی تحقیق بتا کر اہلِ سنّت پر الزام قائم کر دیا۔ فوا اسفا۔

علامہ رازیؒ اپنی تفسیر کبیر ص۱۶۲ جزو۱۱ مطبوعہ بیروت مقام ہذا پر لکھتے ہیں:

واعلم انہ لا یمکن الجواب عن	تم جان لو کہ اس کا جواب دو طرح ممکن ہے

هٰذا الامن وجهين الاوّل ان الاخبار الكثيرة وردت بايجاب الغسل والغسل مشتمل على المسح ولا ينعكس فكان الغسل اقرب الى الاحتياط فوجب المصير اليه وعلىٰ هٰذا الوجه يجب القطع بان غسل الرجلين يقوم مقام مسحهما. والثاني ان فرض الرجلين محدود الى الكعبين والتحديد انما جاء في الغسل لا في المسح۔

۱۔ بہت سی احادیث صحیحہ (مرفوعہ، موقوفہ) غسل کو واجب قرار دیتی ہیں اور دھونا مسح (ہاتھ پھیرنے) کو شامل ہے اور اس کا اُلٹ نہیں تو دھونا ہی اقرب الی الاحتیاط ہے تو اسی کی طرف رجوع کرنا (اور مذہب بنانا) واجب ہے اور اس وجہ سے یقیناً کہا جائے گا کہ پاؤں کا دھونا مسح کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ ۲۔ پاؤں دھونے کی ٹخنوں تک حدبندی کی گئی ہے اور حدبندی دھونے میں ہوتی ہے مسح میں نہیں ہوتی۔

پھر جو شیعوں کی طرف سے یہ جواب نقل کیا ہے کہ ٹخنوں سے مراد وہ اندرونی ہڈی ہے جو قدم کے جوڑ کے نیچے ہوتی ہے (تو حدبندی صحیح ہے)۔ ہم کہتے ہیں یہ ظاہر عرف ولغت کے بھی خلاف ہے اور کعبین کے ترجمہ کے بھی۔ کیونکہ تمام لوگ پاؤں کے دو ٹخنے مانتے ہیں، جو کناروں پر ظاہر ہیں اور جوڑ کے نیچے کی ایک ہڈی کو کوئی بھی نہ دیکھتا ہے، نہ ٹخنے مانتا ہے تو مسح ٹخنوں سمیت نہیں ہو سکتا، دھونا ہی ہو سکتا ہے۔

پاؤں دھونے پر صحابہؓ وتابعین کا اجماع ہے

ج: پھر پیش کردہ تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ، آپ کے شاگرد عکرمہؒ اور شعبیؒ مسح رجلین کے قائل تھے۔ اسی طرح حضرت علیؓ اور محمد باقرؒ مسح کرتے تھے۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ رافضی قسم کے لوگوں نے روایتیں بنا کر اور خوب پروپگینڈہ کر کے ان اکابر کے سیدھے سادے عمل کو متعارض اور مخالف قرآن بتانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے۔ ورنہ تفسیر طبری سے، جس کا حوالہ یہاں مشتاق رافضی نے دیا ہے۔ سب سے پہلے مستند تفسیری روایات حضرات صحابہؓ وتابعینؒ سے یہ مروی ہیں:-

۱۔ حارث اعور حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

اغسلوا الاقدام الیٰ الکعبین ٹخنوں تک اپنے پاؤں وضو میں دھوؤ۔

۲۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے وارجُلَکم الیٰ الکعبین (کہ ٹخنوں تک پاؤں

دھوؤ) آیت پڑھی اور حضرت علیؓ نے سنی جب آپ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے تو فرمایا وارجلکم اس کلام میں تقدیم وتاخیر ہے (یعنی ارجلکم پہلے لفظ اغسلوا کے تحت ہے اور ذکر میں ترتیب کی وجہ سے مؤخر ہے۔)

۳۔ بروایت وکیع از حسین بن علی شیبان سے مروی ہے۔ فرمایا میرے ہاں یہ ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے وارجُلَکم زبر کے ساتھ پڑھا ہے۔

۴۔ حضرت علیؓ نے حارث سے کہا: پاؤں ٹخنوں تک دھویا کر۔"

۵۔ عبد خیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا آپ نے وضو کیا اور قدموں کو اوپر سے دھویا اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو پاؤں کو نہ دھوتا۔

غسل رجلین کا یہی عملِ مرتضویؓ ہم کتبِ شیعہ سے بھی نقل کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالائمہ کا یہی عمل ہے تو حضرت باقرؒ اس کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟ لہٰذا ان کی طرف مسح کی نسبت شیعہ اپنی کتب میں کریں یا اہلِ سنّت کا حوالہ بتائیں۔ سب جعلی کاروبار ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ نے ابتداءً مسح سمجھا تھا مگر پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کا جب عمل معلوم ہوا تو غسلِ رجلین کے ہی قائل ہوئے اور اسی پر فتویٰ دیا۔ تفسیر طبری کی روایات ملاحظہ ہوں۔

۶۔ حضرت عکرمہؒ ابن عباسؓ سے راوی ہیں کہ آپ نے وامسحوا برؤسکم وارجلَکم نصب کے ساتھ پڑھا اور فرمایا بات دھونے پر لوٹی ہے۔

۷۔ ابنِ وکیع از ابوسفیانؒ اور وہ خالدؒ سے راوی ہیں کہ (ابنِ عباسؓ کے شاگرد) حضرت عکرمہؒ نے یہی کچھ فرمایا ہے۔

۸۔ سُدّی کہتے ہیں کہ آیت وضو میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی پاؤں دھونے کا حکم فاغسلوا پہلے ہے اور دھوئے آخر میں جاتے ہیں۔

۹۔ ہشام عروہؒ سے اور وہ اپنے باپ زبیرؓ سے راوی ہیں کہ وارجُلَکم سے حکم

غسلِ رجلین کا ہے۔

۱۰۔ حمادؒ ابراہیم نخعیؒ سے راوی ہیں کہ ارجلکم فاغسلوا کا مفعول ہے۔ بات دھونے پر لوٹتی ہے۔

۱۱۔ زر بن حبیشؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے راوی ہیں کہ وہ ارجلکم زبر کی قرأت کرتے تھے۔

۱۲۔ شریک اعمش سے راوی ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کے شاگرد، ارجلکم زبر سے پڑھتے، اور پاؤں دھوتے تھے۔

۱۳۔ مجاہد (شاگرد ابنِ عباسؓ) سے مروی ہے کہ انھوں نے ارجلکم الی الکعبین زبر سے پڑھا اور کہا بات دھونے کی طرف لوٹی ہے۔

۱۴۔ ضحاک (شاگرد ابنِ عباسؓ) نے کہا۔ پاؤں کو وضو میں خوب دھویا کرو۔

۱۵۔ امام مالکؒ سے پوچھا گیا ارجلکم سے کیا مراد ہے فرمایا صرف دھونا واجب ہے۔ مسح جائز نہیں۔ پاؤں کو دھویا جائے، مسح نہ کیا جائے۔

۱۶۔ عبدالملک عطاء بن ابی رباحؒ (شاگرد ابنِ عباسؓ) نے فرمایا: میں کسی کو نہیں جانتا کہ وہ پاؤں پر مسح کرتا ہو۔

۱۷۔ ابو قلابہؒ کہتے ہیں ایک شخص نے نماز پڑھی اس کے قدموں پر ناخن کے برابر جگہ خشک تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دوبارہ وضو کرو اور نماز پڑھو۔

۱۸۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا پانی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرو۔ (خشک چھوڑ کر) آگ کا خلال نہ کرو۔

۱۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو وضو میں پاؤں دھوتے دیکھا تو فرمایا: "مجھے دھونے کا ہی حکم ملا ہے۔"

۲۰۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک دن وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: "پانی انگلیوں میں بھی پہنچاؤ۔"

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وضو کرتے تو پاؤں دھوتے۔ پھر انگلیوں میں خلال کرتے تھے۔

۲۲۔ میں (ابراہیم نخعی) نے اسودؒ تابعی سے پوچھا: کیا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاؤں دھوتے تھے؟ اس نے کہا: "جی ہاں! خوب دھوتے تھے۔"

۲۳۔ سب صحابہؓ کا بیان ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو پاؤں دھوتے دیکھا ہے۔ حضورؐ کے

سب سے زیادہ نزدیک مغیرہ بن شعبہؓ تھے۔

پھر علامہ طبری بعض آثار مسح رجلین کے نقل کر کے یوں تطبیق دیتے ہیں:

والصواب من القول عندنا فی ذٰلک ان اللہ امر بعموم مسح الرجلین بالماء فی الوضوء کما امر بعموم مسح الوجہ بالتراب فی التیمم۔ فاذا فعل ذٰلک المتوضیٔ کان مستحقا اسم ماسح غاسل۔ (تفسیر محمد بن جریر طبری ج ۴ پ ۶ ص ۸۱، ص ۸۲، ص ۸۳)

(ہمارے نزدیک ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں پانی کے ساتھ پاؤں کو پورا پورا تر کرنے کا (ہاتھ سے مل کر) حکم دیا ہے جیسے تیمم میں مٹی کے ساتھ منہ کو خوب ملنے کا حکم دیا ہے۔ جب وضو کرنے والا یہ کام کرے گا تو اسے ماسح اور غاسل دونوں ناموں سے پکارا جائے گا۔ (تو ہر شخص ہاتھ سے پاؤں دھو کر امرِ قرآنی پر عمل کرتا ہے۔)

ابنِ جریر طبری کا مذہب

یہ وہی امام طبری المتوفی ۳۱۰ھ ہیں جنھیں اہلِ بغداد نے تشیع سے متہم کر کے اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا تھا گو شیعہ نہیں ہیں تاہم اپنی تاریخ یا تفسیر میں ایسی کچی پکی روایات خوب نقل کر دیتے ہیں جو شیعہ کی موضوع یا مشہور کی ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طبری مسح رجلین کے قائل تھے جیسے مشاق نے بھی کہا ہے لیکن یہ ان پر اتہام ہے وہ غسلِ رجلین کے ہی قائل تھے۔ مسح کے بعض غیر مستند آثار کو نقل کر کے جو فیصلہ دیتے ہیں وہ پاؤں دھونے کا ہی ہے۔ مسح کے آثار کی توجیہ یوں کر رہے ہیں کہ ہاتھوں کے ذریعے پانی سے پاؤں کو اتنا ملو اور تر کرو کہ بالکل استیعاب ہو جائے۔ جیسے تیمم میں بازوؤں اور چہرے پر مٹی والا ہاتھ اتنا ملا جائے کہ استیعاب ہو جائے۔ کوئی جگہ باقی نہ رہے جب ہاتھ ملنے سے پاؤں پر پانی سے استیعاب ہوگا اور کوئی جگہ تر ہو جانے سے نہ بچے گی تو یہی غسل کا مفہوم ہے اس سے صرف وہ صورت نکل جاتی ہے۔ جب پاؤں کو ہاتھ لگائے بغیر پانی میں ڈبو دیا جائے۔ لیکن الاستبصار ص $\frac{65}{1}$ سے ہم امام صادقؒ کا فتوٰی نقل کر چکے ہیں کہ اس سے بھی وضو درست ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شیعی استدلال کو طبری سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

د: مرقاۃ شرحِ مشکوٰۃ کا حوالہ بھی غلط دیا ہے۔ کیونکہ غسلِ رجلین کی احادیث کے تحت حضرت مُلّا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

اس حدیث (ویل للاعقاب من النار) میں پاؤں دھونے کے وجوب پر دلیل ہے کہ ان کو بالاستیعاب دھوئے۔ یہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کا عمل تھا..... نیز فرماتے ہیں جس نے بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مختلف مواقع اور مختلف حالتوں میں وضو کا طریقہ نقل کیا ہے وہ سب پاؤں دھونے پر متفق ہیں۔ (مرقاۃ ج۲ ص۱۶)۔ علامہ نے مسح رجلین کی کوئی روایت ذکر ہی نہیں کی۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی شیعہ وغیرہ کا قول نقل کرکے جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا ہے "کہ احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے اور آیت کی قرأت نصب کے بھی اور مسح سے مراد غسل ہے کیونکہ غسل مسح کو بھی شامل و متضمن ہے۔ (فتح الباری ج۱ ص۲۷۸، ۲۷۹)

ہماری اس تفصیلی بحث سے ان تمام عنوانات کا جواب ہوگیا جو جناب مشتاق صاحب نے قائم کیے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ اور آپ کے شاگرد حضرت عکرمہؒ دھونے کے قائل ہیں۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسح کے بجائے پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے وبھذا امرت سے خدا کا حکم بتایا ہے۔ علامہ عینیؒ نے مسح والی روایت کا رد کیا ہے۔ مذہب اہل بیتؓ بھی پاؤں کو دھونا تھا، مسح نہ تھا۔ یہ ان کی طرف غلط نسبت ہے۔ اصحاب رسولؐ اور تابعینؒ کا عمل پاؤں دھونا ہی ہے طبری کی ۲۳ روایات پھر پڑھ لیجئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے اس حوالہ سے کہ حضرت علیؓ و ابن عباسؓ نے دھونے کی طرف رجوع کر لیا تھا مشتاق صاحب نے مذاق اڑایا ہے کہ کیا وہ پہلے غلط وضو کرتے رہے ہے؟ ہماری عرض یہ ہے کہ حضرت علیؓ تو روز اوّل سے پاؤں دھوتے تھے۔ مسح نہ کرتے تھے جیسے طبری کی چھ روایات شاہد ہیں۔ البتہ حضرت ابن عباسؓ نے رجوع کیا تھا۔ تو مجتہد کا سابق فتویٰ و عمل سے رجوع ایسا ہی ہے جیسے کسی حکم کو منسوخ کرکے نئے حکم پر عمل کرایا جاتا ہے۔ تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ منسوخ و مرجوع عنہ پر سابق عمل و فتویٰ غلط تھا۔ مجتہد کا فتویٰ دلیل اور صورت مسئلہ کے تابع ہوجاتا ہے۔ اس کے پہلے عمل کو باطل نہیں کہا جاتا۔ جیسے تحویل قبلہ کے مسئلہ میں خدا نے بیت المقدس کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کی مقبولیت کا یوں اعلان فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ — اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (نمازوں) کو ضائع

إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ — نہیں کرتا وہ لوگوں پر بہت شفیق اور مہربان ہے۔

یا حرمت شراب کے بعد بے خبروں یا پہلے لوگوں کی بے گناہی کا اعلان فرمایا:

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّأَحْسَنُوا ۔ (پ۷ ع۲) — ایمان و اعمال صالحہ والے مسلمانوں پر کوئی گناہ نہیں جو وہ پہلے کھاپی چکے، جب کہ وہ متقی اور مومن نیک اعمال ہیں پھر متقی و مومن ہیں اور پھر مومن متقی اور نیکو کار ہیں۔

موزوں پر مسح

شیعوں کو چونکہ اہل اسلام کے ہر متفقہ عمل سے بیر ہے۔ حکم قرآنی پاؤں دھونے سے نفرت کی اور ننگے پاؤں پر مسح شروع کر دیا۔ مگر ان کا ضمیر بھی اس غلط فیصلہ پر مطمئن نہیں۔ اس لیے سب سے پہلے پاؤں دھوتے ہیں۔ کوئی شیعہ ہم نے دیکھا یا سنا نہیں کہ وہ پاؤں دھوئے بغیر صرف مسح پر اکتفا کرتا ہو۔ اس کے برعکس حالت تخفیف میں موزوں پر مسح کرنا سنت مشہورہ نبوی ہے۔ ستر اسی صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل نقل فرمایا ہے۔

خبر مشہور یا متواتر سے آیت میں تخصیص درست ہے (اصول الشاشی) اس لیے اہل سنت مسح خفین کے قائل ہوئے۔ جر والی قرأت پر بھی عمل ہوگیا اور مسند احمد والی حدیث کا بھی یہی مطلب ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظاہر پر مسح کرتے دیکھا تبھی تو میں کرتا ہوں ورنہ میرا گمان یہ ہے کہ تلووں پر مسح افضل ہوتا اور آپ کا یہ قول مشہور ہے کہ دین اگر صرف عقل کے تابع ہوتا تو موزوں پر مسح نچلی طرف سے کیا جاتا۔

موزہ پہننا انسان کی ایک طبعی ضرورت ہے۔ تہائی یا چوتھائی دنیا کے حصہ پر موسم سرما میں برف پڑی رہتی ہے۔ پاؤں کو سردی سے بچانا بھی لازمی ہے۔ شریعت کے احکام آسانی اور سہولت پر بھی مبنی ہیں۔ اس لیے موزوں پر مسح کا حکم دے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو یہ آسانی فراہم کردی کہ حالت موزہ میں مسح کرلیں۔ جس کی خاص شرائط ہیں۔ محض جرابوں یا کٹے پھٹے موزہ پر مسح درست نہیں۔ اب یہ کس قدر زیغ یا دماغی انقلاب ہے کہ گرد و غبار سے اٹے ہوئے ننگے پاؤں پر تو مسح کرلیں لیکن پاک و صاف وضو کی حالت میں پہنے ہوئے موزوں

پر نئے وضو کی حاجت میں مسح نہ کریں۔ سردی میں کھول کر ان پر صرف مسح کریں۔

مذہبِ شیعہ کا ہر انفرادی عمل عقل ونقل کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت جعفر صادقؒ سے حالتِ تخفیف میں موزوں پر مسح کا جواز اور جر والی قرأت کا محل کتبِ شیعہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں الغرض وضو میں پاؤں کا دھونا فرض ہے اور موزوں پر مسح درست ہے۔ رافضی کا یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے کہ "حقیقت یہ ہے نہ تو پاؤں کو دھونا جائز ہے نہ ہی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے"۔ کسی تارکِ شریعت ملنگ کا یہ اپنا مذہب ہو تو ہو مگر کتابِ الٰہی، سُنّتِ نبویؐ، عملِ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ، مذہبِ اہلِ بیتؓ و اہلِ سنّت کے بالکل مخالف ہے۔

مُنہ دھونا

وضو میں منہ دھونا فرض قطعی ہے۔ تین دفعہ، یا بقولِ شیعہ دو دفعہ، دھونا مسنون ہے۔ مُنہ کی سطح بیضوی یا گول ہوتی ہے۔ ناک آنکھ کی وجہ سے سطح ہموار نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں ہاتھوں سے منہ پر پانی ڈالا اور مَلا جائے تب منہ تر ہوگا۔ ورنہ شیعہ کے بقول صرف سیدھے ہاتھ سے دو یا تین دفعہ دھویا جائے تو اعضا تر ہونے کی بجائے خشک رہ جائیں گے۔ تجربہ شرط ہے۔ اگر تین سے زائد مرتبہ تکلف سے بار بار منہ دھویا جائے تو خلافِ سُنّت ہوگا۔ اگر سنّت کا عدد ملحوظ رکھا جائے تو فرض ادا نہ ہوا۔ اس لیے اہلِ سُنّت حسبِ ضرورت دونوں ہاتھوں سے چُلو بھر کر آہستہ سے مُنہ پر پانی ڈالتے ہیں۔ پھر منہ کو تسلی سے مَلتے ہیں تاکہ سُنّت و فرض دونوں بکمال ادا ہو جائیں۔ اگر شیعہ دونوں ہاتھ مل کر دھوئیں، بازو دھوئیں دونوں سے سر اور پاؤں کا مسح کریں۔ بائیں ہاتھ کا استعمال مکروہ نہ ہو۔ مگر چہرہ دھوتے وقت کراہت یا عدمِ جواز کی نئی اُپج نکال لیں۔ یہ شریعت میں بے جا مداخلت اور ڈھکوسلہ سازی ہے۔ صرف ایک ہاتھ سے منہ دھونے والی حدیثِ نبویؐ صحیح نہیں ہے یا اتفاقی واقعہ ہے۔ آپ نے بایاں ہاتھ استعمال کرنے کی ممانعت نہیں کی ہے۔ بلکہ دونوں ہاتھوں سے منہ کو دھویا ہے۔

ابو داؤد شریف ج۱ صہ۱۶ پر ہے حضرت علیؓ، حضرت ابنِ عباسؓ کو فرماتے ہیں۔ کیا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وضو کر کے نہ بتاؤں؟ پھر وضو کے دوران منہ دونوں ہاتھ سے

دھویا ثم ادخل یدیہ فی الاناء جمیعًا فاخذ بھما حفنۃً من ماءٍ فضرب بہ بھا علی وجھہ۔ (الحدیث) پھر دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے دونوں سے چُلو بھرا اور منہ پر ڈالا۔

بازو کہنیوں سے انگلیوں تک دھونا

اپنا الگ تشخص و مذہب جتلانے کے لیے شیعہ نے یہ بھی تکلف فرمایا ہے کہ بازوؤں کو لٹکا کر کہنیوں سے انگلیوں کی سمت، کپڑے پر قیاس کر کے، دھویا جائے۔ حالانکہ ہاتھ کا کہنیوں سے مڑنا اور اونچا نیچا ہونا ایک طبعی عمل ہے۔ دونوں طرح دھونا صحیح ہے۔ قیاس مذہبِ شیعہ میں درست ہی نہیں تو پھر قرآن و سُنّت کے بغیر بلکہ برخلاف یہ پابندی کیوں لگائی جاتی ہے۔ ظاہر قرآن کے تحت ایدیکم الی المرافق۔ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ، پر عمل کیا جائے اور ماءِ مستعمل کہنیوں سے خود بخود نیچے گرے گا اوپر بازو کو نہیں پہنچے گا تو اس میں کیا خرابی ہے؟ لیکن شیعہ تو طعن یا علیحدہ پسندی کے ہیضہ کے مریض ہیں۔ خدا ان کو صحت دے۔ فتح الباری والے یہ نہیں کہہ رہے کہ انگلیوں سے کہنیوں تک دھونا مکروہ یا ناجائز ہے۔

سر اور پاؤں کا مسح

سر کا مسح نص قطعی سے ثابت ہے مِن و سکم کی باء مصاحبت کی ہے اگر تبعیض کی ہو تو مطلق سر کا مسح کرنا چاہیئے۔ اب سنّت کی طرف رجوع ہوگا۔ آپؐ نے اکثر و بیشتر پورے سر کا مسح کیا ہے لہٰذا مسنون پورے سر کا مسح ہوا۔ ایک خبر مشہور کے ذریعے ثابت ہے کہ ایک دفعہ آپ نے صرف ناصیہ پر اکتفا فرمایا۔ بیاناً للجواز تو ہم چوتھائی سر کے مسح کو فرض کہتے ہیں اور سارے کو مسنون۔ حکمِ قرآنی وامسحوا پر دونوں صورتوں میں عمل ہو جاتا ہے اور باء مصاحبت و تبعیض کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ فرض قطعی کو اہتمام سے بجا لانا چاہیئے۔ اس لیے مسح سر میں نیا پانی لینا افضل ہے گو پہلے سے تر ہاتھ سے بھی مسح کافی ہے۔ نیا پانی لینے پر شیعہ کا اعتراض کرنا بھی وہی ہیضے کی بیماری ہے۔

اور یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ پاؤں کا دھونا ناجائز کر کے مسح واجب بنایا جائے اور پھر

"ہمارے ہاں اسی بقیہ تری سے دونوں پاؤں کا مسح ٹخنوں تک کیا جاتا ہے۔" (مشاق) ہاتھوں کی نمی سے ٹرخا دیا جائے۔ کہنیوں سے انگلیوں تک جب ہاتھوں کو نچوڑ لیا تھا معمولی بقیہ تری سے سر کا مسح ادا ہو گیا اب ہاتھوں پر سوائے نمی یا ٹھنڈک کے تر پانی کی مقدار ہی نہیں تو پاؤں کا فرض مسح کیسے ادا ہوگا۔ دراصل شیعہ مسائل ظلمات بعضہا فوق بعض اور اندھیر نگری کا مصداق ہیں۔

کانوں اور گردن کا مسح

شیعوں کو اس پر بھی اعتراض ہے "کہ یہ نہ ہی قرآن سے ثابت ہے نہ عمل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ لہٰذا ایسی بات جو کتاب وسنّت میں موجود نہ ہو اس پر عمل ضروری نہیں ہے۔" کیا آپ نے سابق وضو میں مخالف اہلِ سنّت باتیں قرآن وحدیث سے ثابت کی تھیں؟ اگر صرف کتاب وسنّت ہی حجت ہیں؟ تو سنّی بنے رہتے امامیہ اور اثنا عشریہ بن کر تیسرا اصول و مذہب کیوں نکالا؟ کان سر کا حصّہ ہیں، مرکزِ سماعت سر میں ہے لہٰذا کانوں کا مسح بھی قرآن کا تقاضا ہوا۔ گردن پر مسح ہمارے ہاں سنّت سے ثابت ہے الگ الگ روایات گو ضعیف ہیں مگر مجموعہ درجہ حسن تک پہنچتا ہے اور فضائل اعمال میں، عقیدہ واصول میں نہیں، اتنا ثبوت عمل کے لیے کافی ہے۔

(بحوالہ شرح نقایہ ص۹، فتح المغیث ص۱۲۰، مستدرک حاکم ص۴۹۰ ج۱)

گردن پر مسح طبی نقطہ نگاہ سے ہرگز مضر صحت نہیں نہ آج تک یہ سُنا کہ کروڑوں میں سے کسی مسلمان کو گردن پر سردی مسح کی وجہ سے لگ گئی ہے۔ گلوبند کا استعمال مسح سے منع نہیں کرتا۔ لہٰذا مسح گردن سے جسمانی ضعف کے لاحق ہوجانے کا مشاقی خطرہ نئی بدعت ہے۔ سردیوں میں پاؤں پھٹ جانے کے امکان میں یہ طبی مشورہ "کہ موسم سرما میں پاؤں کو لپیٹ کر سوؤ کہ سردی پاؤں سے چڑھتی ہے" بے موقع ہے، کیونکہ وہ محض پاؤں دھونے کو سردی کی وجہ نہیں بتاتے۔ پھر حسبِ طبع گرم پانی مل جاتا ہے۔ موزوں کے مسح کی یہی علّت وضرورت شریعت نے بتائی ہے۔ طبی رائے تو مسح موزہ کی دلیل بن گئی۔ اپنی دلیل غضب ہوجانے پر اسے ماتم کرنا چاہیئے۔ اس کے برعکس موسم گرما زیادہ مدت ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر حصّے گرم ہیں زیادہ تر لوگوں کے پاؤں گرمیوں میں جلتے ہیں۔ پاؤں دھونا گرمی دور کرنے کا مفت اور قدرتی علاج ہے جو وضو اور پنج وقت نماز کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

پاؤں نہ دھونے میں غیر مسلموں سے برابری کا دعویٰ

شیعہ مؤلف اسلام کے بہترین شعار وضو اور ذریعہ نظافت وطہارت کو بے قدر قرار دیتے ہوئے غیر مسلموں سے برابری کا دعویٰ کرتا ہے "کہ وہ بھی اُٹھ کر صرف ہاتھ منہ دھوتے ہیں۔ پاؤں نہیں دھوتے۔" تو "دھونے ایک عالمی محاورہ ہے۔" حالانکہ عبادت کے ساتھ ہاتھ منہ دھونے کے رواج کو تعلق نہیں ہے۔ عبادت کے لیے تو مستقل طہارت اور پاکیزگی کا نظام اللہ نے صرف مسلمانوں کو دیا ہے۔ یہ کیسی بچگانہ اور سفیہانہ حرکت ہے کہ اپنی اس فخریہ متاع کو استعمال کرنے کے بجائے غیر مسلموں کی نقالی پر فخر کیا جائے۔ وہ تو استنجا نہیں کرتے۔ سر پر مسح بھی نہیں کرتے۔ طہارتِ ثوب بھی ان کے ہاں لازمی نہیں۔ کیا مسلمان یہ سب چیزیں چھوڑ دیں؟ جب نور ایمان وسنّت سے کوئی محروم ہو تو کفار کا طریقہ اسے اچھا نظر آتا ہے۔

اذان واقامت

اہلِ سنّت اسی اذان واقامت کے قائل ہیں جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خود سکھائی ہے جو اللہ اکبر سے شروع ہو کر لآ اِلٰہَ اِلاّ اللہ پر ختم ہوتی ہے۔ (مسلم ص۱۶۵ ج۱، ص۱۶۶) صبح کی اذان میں الصّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ "نماز نیند سے بہتر ہے" اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ "بے شک نماز کھڑی ہوچکی ہے" خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعلیم ہے۔ دیکھئے حضرت ابو محذورہؓ کو تعلیم اذان کے وقت آپؐ نے یہ بھی فرمایا: فان کان صلوٰۃ الصبح قلت الصلوٰۃ خیر من النوم (ابوداؤد ص۷۲ ج۱، ص۷۳) جب صبح کی نماز کی اذان ہو تو کہے (دو مرتبہ) الصّلوٰۃ خیر من النوم "نماز نیند سے بہتر ہے۔" مؤذن نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو الصلوٰۃ خیر من النوم کہہ کر جگایا۔ جیسے حضرت بلالؓ نے حضورؐ کو یہ کہہ کر جگایا تھا تو حضرت عمرؓ نے سنّتِ نبویؐ والی بات دہرا دی جیسے مطابق قرآن بات منہ سے نکل جاتی تھی۔ رافضی کا یہ کہنا "کہ حضرت عمرؓ نے حیّ علیٰ خیر العمل سے روک دیا تھا۔ مسلم، کنز العمال، نیل الاوطار" ایک جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ایسی کوئی روایت نہیں۔ البتہ قاضی شوکانی، جو خود زیدی مسلک کے ہیں۔ الصلوٰۃ خیر من النوم کی تصحیح نقل کرنے کے بعد "حی علی خیر العمل" کی تردید اور جزو اذان کی نفی کرتے ہیں۔" حدیث مرفوع میں حی علی خیر العمل کا ذکر

نہیں ہے۔ عترت اثبات کرتے ہیں کہ حی علی الفلاح کے بعد اس کا مقام ہے۔ مہدی نے بحر میں ایک قول امام شافعیؒ کا بتایا ہے مگر یہ کتب شافعیہ کے خلاف قول ہے ہم یہ بات کسی شافعی کتاب میں نہیں پاتے بل خلاف ما فی کتب اهل البیت۔ بلکہ کتب اہل بیتؓ (میں مذکور اذان) کے بھی خلاف ہے۔ انتصار میں ہے کہ فقہاء اربعہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حی علی خیر العمل کے الفاظ اذان میں سے نہیں۔ امام عزالدین نے اس روایت کا انکار کیا ہے" پھر تابعین سے چند غیر مستند آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

واجاب الجمهور عن ادلته اثباته بان الاحادیث الواردة بذکر الفاظ الاذان فی الصحیحین وغیرهما من دواوین الحدیث لیس فی شئی منها ما یدل علی ثبوت ذٰلک (نیل الاوطار ص۴۱ ج۲) "جمہور نے ان مثبت دلیلوں کا جواب یہ دیا ہے کہ صحیحین وغیرہ تمام کتب احادیث کے دفاتر میں جس اذان کے الفاظ مروی ہیں کسی میں بھی ایسا جملہ نہیں ہے جو حی علی خیر العمل کے ثبوت پر دلالت کرے۔"

معلوم ہوا کہ یہ قول اہل بیتؓ سے منسوب کر کے شیعوں نے بنایا اور چالو کیا ہے۔ حی علی خیر العمل شیعوں کی اضافی بدعت اور اذان میں تحریف ہے جیسے بدعتی مشرک شیخی شیعوں کی صلوٰۃ وسلام بدعت ہے اور اب سنّی کہلانے والے کچھ لوگوں نے بھی ان سے سیکھ لی ہے اور نجفی وہابی وغیر وہابی سب شیعوں کی اذان میں اشهد ان علیا امیر المؤمنین ... الخ کے اضافی کلمے خالص بدعت ہیں۔ یہ ایجاد کرنے والے فرقہ مفوضہ کے ملعون لوگ تھے جن کو شیعہ علماء نے کافر، مشرک اور لعنتی کہا ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" ص۱۸۸ ج۱ باب الاذان سے ملاحظہ ہو۔ "دو مرتبہ بطور تقیہ صبح کی نماز میں حی علی خیر العمل کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے۔" اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق) کہتا ہے یہی اذان (مثل اہلِ سنّت) صحیح ہے اس میں کوئی کلمہ کم وبیش نہ کیا جائے۔ مفوضہ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے کچھ حدیثیں گھڑی ہیں اور اذان میں محمد وآل محمد خیر البریة دو مرتبہ بڑھایا ہے اور ان کی بعض روایات میں اشهد ان محمدا رسول الله کے بعد اشهد ان علیا ولی الله دو مرتبہ ہوتا ہے۔ بعض نے اسکے بعد

اشهد ان علیا حقا مرتین بڑھایا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ اللہ کے دوست ہیں اور امیر المومنین ہیں اور حضرت محمدؐ اور آپ کی آل صلوات اللہ علیہم خیر البریہ ہیں لیکن یہ اصل اذان (نبوی) کے کلمات نہیں۔ میں نے یہ اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ اس زیادتی کرنے سے وہ لوگ پہچانے جائیں جو تفویض سے متہم ہیں اور چپکے سے ہم شیعوں میں گھس آئے ہیں۔"

مفوّضہ اور مشرک شیعہ کا تعارف

مفوضہ کے متعلق مشہور شیعہ عالم شیخ ابوجعفر محمد بن علی ابن بابویہ قمی الفقیہ لکھتے ہیں:۔

اعتقادنا فی الغلاة والمفوضة انهم کفار بالله جل اسمه وانهم شر من الیهود والنصٰری والمجوس واهل البدع والاهواء المضلة۔ (اعتقادیہ شیخ صدوق ص۱۸۲ مترجم اعجاز الحسن بدایونی)

غالیوں اور فرقہ مفوضہ کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے منکر وکافر ہیں وہ یہودیوں، عیسائیوں، آگ پرستوں، بدعتیوں اور خواہش پرست تمام گمراہ فرقوں سے زیادہ بُرے ہیں۔

اعجاز الحسن بدایونی مترجم ومحشی ان کے تعارف میں لکھتے ہیں:۔

غالی وہ لوگ ہیں جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خدا جانتے ہیں۔ (یعنی آپ کو عالم الغیب نور من نور اللہ، مختارِ کل، ہر جگہ موجود وحاضر ناظر، مشکل کشا، حاجت روا اور کارساز مان کر یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں اور آج تمام شیخی شیعوں کا یہی عقیدہ ہے۔ مہر محمد)

فرقہ مفوضہ کا مذہب یہ ہے کہ خدا نے صرف جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابی طالب کو پیدا کیا پھر وہ بیکار ہو گیا اور اس نے تمام دُنیا کا انتظام انہی دونوں بزرگوں کے سپرد کر دیا ہے انہی دونوں بزرگواروں نے سارے عالم کو پیدا کیا ہے اور یہی دونوں مارتے ہیں اور یہی دونوں رزق دیتے ہیں۔ (اور مصائب وغیرہ ٹالتے اور امداد کرتے ہیں۔) خدا کو کچھ بھی غرض ومطلب نہیں ہے۔ (حاشیہ ص۱۷۷)

ہمارے مخاطب مشاق رافضی اور شیخی العقیدہ تمام شیعوں کے یہی تفویضی اور غالیانہ عقائد ہیں۔ وہابی شیعہ علامہ محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب "عقائد الشیعہ" میں ان لوگوں کا رد کر کے موجودہ اکثر شیعوں کو کافر ومشرک بتایا ہے۔

تعجب ہے کہ یہ مشرک لوگ صلوٰۃ وسلام اور جعلی کلمات کے ذریعے اذان کے شعار اسلام

کو بدل دیں۔ اکابر علماً ان پر لعنتیں کریں مگر شیعہ اس جعلی اذان کو اپنالیں۔ جس کا ثبوت عہدِ نبوت یا عہدِ ائمہ تو کجا شیعہ کی کسی کتاب میں نہیں اور الصلوٰۃ خیر من النوم والا جملہ نبوی جو بعض صحاح ستہؓ کی کتابوں میں موجود ہے۔ سے اتنی چڑ کھائیں کہ تمام مسلمانوں اور ان کے امام عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوستے رہیں ؟ ۔ جب اظہر من الشمس ہوگیا کہ اہلِ سنّت کی اذان ہی سُنّتِ نبوی اور شعار اسلام ہے۔ شیعہ کی رواجی اذان بدعت اور محرف شدہ ہے۔

مشتاق اپنے جال میں گرفتار

اب مشتاق نے یہاں جو اعتراضات حضرت عمرؓ اور مسلمانوں پر کیے ان کی زد میں وہ خود آگئے۔ تماشہ ملاحظہ ہو:

۱۔ جب دین مکمل ہے اور اس میں حضورؐ کے بعد کسی کو ردّ و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو پھر ایک امّتی کے ایسے حکم کو کس طرح قابل عمل سمجھا جاسکتا ہے جو بالکل ظاہری سنّت کو تبدیل کرنے کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (فروع دین صہ۲۱)

۲۔ جب آپ دین کو الہامی مانتے ہیں۔ مذہب کی بنیاد وحی قرار دیتے ہیں تو پھر اس تحریف کو جو ایک غیر معصوم و غیر منصوص انسان کے حکم سے کی گئی آج تک کیوں تسلیم کیا جارہا ہے۔ (صہ۲۱)

۳۔ تقاضائے ایمان یہی ہے کہ آپؐ کی سنّت کے خلاف کسی بھی بزرگ کے عمل کو واجب الاطاعت نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امّت کو مکمل دین عطا فرمایا ہے لہٰذا اس میں کمی بیشی کرنا یا ایسی کمی بیشی قبول کرلینا دراصل خدا و رسولؐ کی مخالفت کرنا ہے۔ (صہ۲۳)

۴۔ لیکن جو شخص دین اسلام کا شارع سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی تسلیم کرتا ہے وہ یہ کس طرح کرسکتا ہے کہ حکمِ رسولؐ کے خلاف کسی غیر رسُولؐ کا حکم مانے خواہ اس کا مرتبہ کیسا ہی کیوں نہ ہو؟ لہٰذا شیعوں کی اذان بمطابق سنّتِ پیغمبرؐ ہے اور غیر شیعوں کی اذان محرف و خلافِ سنّتِ رسُولؐ ہے۔ (صہ۲۴)

تبصرہ: یہ کس قدر چوری اور سینہ زوری ہے کہ اذان کی سنت کو خود محرف و متغیر کردیں۔ جعلی صلوٰۃ وسلام اور شہادت ولایت امیر المومنین کے پیوند لگائیں مگر مطعون حضرت عمر فاروقؓ اور مسلمانوں کو کریں۔ دراصل شیعہ سرکار رسالت مآبؐ کو شارع اور خاتم النبیّین معصوم و منصوص پیغمبر نہیں مانتے۔ تبھی تو وہ حضورؐ کے ہم مثل اور ہم رتبہ بارہ منصوص،

معصوم، ہادی، صاحب وحی و امّت اور واجب الاطاعت خدا کے فرستادہ مانتے ہیں۔ ان کو یحللون ما یشاءون و یحرمون ما یشاءون (کافی) کا عہدہ دیتے ہیں۔ (جبکہ اہلِ اسلام کے ہاں یہ حق حضراتِ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی حاصل نہیں ہے) کہ وہ حسب مرضی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہتے ہیں۔ اگر شیعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکمل دین دینے والا مانتے ہیں تو بارہ اماموں کا انکار کریں اور ان کے خلافِ سنت اعمال و احکام کو واجب الاطاعت ہرگز نہ جانیں کیونکہ انھوں نے بقول شیعہ ساری عمر تقیہ کرکے دین نبویؐ کو چھپایا اور اپنی مصلحتوں سے خلافِ شرع نبوی احکام دیتے رہے کہ ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

جب مذہب کی بنیاد وحی الٰہی ہے اور حضورؐ کے بعد کسی کو ردّ و بدل کرنے کا اختیار نہیں ہے تو بارہ انسانوں کو اپنی عقیدت و خوش گمانی سے معصوم و منصوص کہ کر نبیؐ کی تعلیم کردہ شریعت میں تحریف اور ردّ و بدل کرانا اور امامیہ اثنا عشریہ مذہب کی بنیاد رکھوانا کیسے درست ہے جس میں رسول اللہ کی سنّت، سالمیّتِ قرآن، صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ، اہلِ بیتؓ نبویؐ، بنات طاہراتؓ نظام اسلام، فتوحاتِ اسلام، رسُول اللہ کے تیار کردہ مثالی اسلامی معاشرہ ایک ایک چیز کا صاف انکار ہے بلکہ خمینی جیسے سفاک کہتے ہیں کہ جملہ انبیاء اور ہمارے پیغمبر بھی عدل و انصاف کی حکمرانی کرنے آئے تھے مگر وہ مکمل طور پر کامیاب نہ ہوئے۔ یہ کام صرف آنے والے قائم زمان امام مہدی کریں گے۔ معاذاللہ! (خلاصہ تقریر نیمہ شعبان ۱۴۰۰ھ مطبوعہ خانہ فرہنگ ایران ملتان) جو گروہ خاتم النبیین پیغمبرؐ کو کامیاب نہیں کہتا ان کے دستِ ہدایت پر ۱۰-۱۵ آدمی بھی مومن و مسلمان نہیں مانتا، کیا وہ رسولِ خدا کا منکر دین کا محرف، قرآن کا مکذب اور خارج از ایمان و اسلام نہیں ہے؟

نماز دست بستہ

جب ہم شیعوں کا کوئی عقیدہ و عمل بنظر غور جانچتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسے عقل تو رہی ایک طرف نقل کی بھی تائید حاصل نہیں۔ چونکہ ان میں ضد اور ہٹ دھرمی زیادہ ہے تو رسولِ خدا کی شریعتِ اسلامیہ سے منہ موڑ کر اپنے ڈھکوسلوں کے پیروکار ہیں۔ کس قدر باعث شرم ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۳ برس امّت کو نماز پڑھائی، ہر روز یہ عمل دوہرایا، امّت نے حضورؐ کا ہاتھ باندھنا روایت کیا لیکن شیعوں نے اسلام و نماز کے ان عینی گواہوں کو ردّ کرکے، نماز میں بھی جھگڑا کھڑا کردیا کہ

آپ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہوگی" کیونکہ ہاتھ کھولے رہنا انسانی فطرت ہے۔ اسلام فطری جذبات کو پامال نہیں کرتا" (فروعِ دین ص۲۶)

ان عقل سے بے بہرہ لوگوں کو یہ شعور بھی نہیں کہ عبادت اور عادت میں فرق ہوتا ہے۔ عادت میں آزادی ہے عبادت میں خاص شکل اور وضع کی پابندی ہے۔ عبادت عبد کا فعل ہے عبد کا فرض منصبی عبدیت، پابندی اور تابعداری ہے۔ نماز جب سب سے اعلیٰ عبادت ہے تو اس کے لیے پابندیاں سب سے زیادہ ہیں۔ روزے میں کھانے پینے کی پابندی ہے۔ یہاں حرکت وسکون پر بھی پابندی ہے۔ ارسال یدین آزادی اور عام عادت کی نشانی ہے، اور ہاتھ باندھنا، عبدیت اور عبادت کی علامت ہے۔ مالک کے سامنے دست بستہ غلام قابل مدح ہے۔ والدین کے سامنے دست بستہ حاضری سعادت ہے تو احکم الحاکمین کے دربار پرجلال میں ارسال ایک گونہ بے ادبی ہے اور ہاتھ باندھنا اصل تعظیم اور کمال ادب ہے۔

وضع یدین پر یہ عقلی دلیل ہے۔ نقلی دلیل سائل کی طلب کے مطابق توثیق شدہ نو (۹) احادیث صحاح ستّہ سے "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں راقم نے پیش کردی ہیں اور شیعوں سے صرف پانچ مانگی تھیں جو پانچ سال میں کوئی پنج تنی پیش نہ کرسکا۔ اب صرف ایک صحیح حدیث نبویؐ کا چیلنج ہے کہ اپنی صحاح اربعہ سے صرف ایک حدیث نبوی دکھادیں جس کے راوی جرح سے محفوظ ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی یا مسلمانوں کو اس کی تعلیم دی تھی۔ مشتاقِ دنیا تو کجا، عشرہ محرم میں خونِ حسینؓ کی تجارت کرنے والے لکھ پتی "خطباء آلِ رسول" بھی انشاء اللہ عاجز ہوں گے۔ نماز دست بستہ کی سنّتِ نبویؐ کو سب صحابہؓ واہلِ سنّت نے روایت کیا، شیعوں نے اسے نہ مانا، نہ خود روایت کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا یہی سنّتِ رسولؐ ہے۔ (مشکوٰۃ) اسے بھی تسلیم نہ کیا، دروغ سے متہم راویوں نے ایک روایت جعفر صادقؒ کے ذمے لگادی کہ انھوں نے اپنے نانا و دادا کے خلاف ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھی تو شیعہ نے اسے اپنالیا۔ کیا جعفریوں کی یہ کارروائی ان کو امّتِ رسولؐ سے خارج نہیں کردیتی؟

نمازِ رسولؐ کی ابتدا ثناء اور سورت فاتحہ سے ہوتی تھی۔ اختتام سلام پر، جس سے شیعہ

محروم ہیں۔ اُس وقت تعلیم کے طور پر بعد از سلام حاضرین مسجد سے اللہ اکبر کی بلند آواز اٹھتی جس سے پتہ چلتا کہ نماز ختم ہوگئی ہے۔ صحیح بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ میں یہی بات لکھی ہے۔ جس سے شیعہ اپنے انکار اسلام کا حوالہ دے رہے ہیں۔

جہر بسم اللہ

پر بحث "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں ہوچکی ہے۔ اہلِ سنّت میں سے شوافع وحنابلہ کی دلیل یہی حضرت ابوہریرہؓ والی حدیث ہے۔ (نووی وغیرہ دیکھیں) جب کہ احناف اور مالکیہ حضرت انسؓ کی حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام، حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ سب الحمد للہ سے قرأت شروع کرتے تھے۔

شیعوں کو جہر بسم اللہ پر اپنی کتب سے دلیل لانی چاہیئے۔ اہلِ سنّت کی احادیث میں ٹانگ اڑانے کی حاجت نہیں۔ کتب شیعہ بھی اخفاء بسم اللہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثلاً الاستبصار ص۳۱۲ ج۱ پر ہے: امام جعفرؒ سے پوچھا گیا جو شخص امامت کرائے اور الحمد سے شروع کرے بسم اللہ نہ پڑھے (تو کیا نماز ہوجائے گی) فرمایا لا یضرہ ولا بأس بذلک۔ کہ اس کی نماز میں کوئی نقصان نہیں نہ کوئی حرج ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص جہر بسم اللہ پسند نہ کرنے والوں کو نماز پڑھائے تو کیا کرے فقال لا یجھر وہ بسم اللہ بلند آواز سے نہ پڑھے اور تیسری روایت کے مطابق امام جعفرؒ نے خود بھی بسم اللہ نہ پڑھی۔

آمین

سورت فاتحہ دُعا ہے۔ آمین میں قبولیتِ دعا کی درخواست ہے۔ "اے اللہ یہ دُعا قبول فرما" یہ بدعت نہیں۔ سنّتِ رسولؐ ہے۔ اہلِ سنّت کی مندرجہ ذیل کتب دیکھیے۔ بخاری شریف ص۱۰۸ ج۱ پر باب فضل التامین ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہے تو فرشتے آسمانوں میں آمین کہتے ہیں۔ اگر ایک کی آمین دوسری سے موافق ہوجائے تو نمازی کے پہلے (صغیرہ) گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح مسلم وغیرہ صحاح میں ہے۔ الاستبصار ص۳۱۸ ج۱ کی ایک روایت میں ہے۔ امام جعفرؒ نے فرمایا آمین کیا اچھی بات ہے۔ پست آواز سے کہا کر۔

دعاءِ فاتحہ کے بعد آمین کہنا تو منقول معقول ہے لیکن الحمد للہ رب العلمین کہنا غیر منقول و معقول ہے کیونکہ یہ کلمۂ شکر خاتمہ کفار کے موقع پر قرآن نے کہا فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العلمین۔ طلب ہدایت کی دعا پر نہیں کہا ہے۔ اسی طرح دعائے قنوت وتر میں ہو یا دیگر عام نمازوں میں اکثر اہلِ سنّت اس پر عمل کرتے ہیں اور کئی رفع یدین بھی کرتے ہیں، کئی رفع یدین منسوخ جانتے ہیں۔ کتب اہلِ سنّت میں ان مسائل پر طویل ابحاث ہیں۔ طرفین کے دلائل اور ہر ایک کے دوسرے پر تبصرے موجود ہیں۔ اس رسالہ میں ان کی نقل غیر ضروری ہے۔ اگر کوئی سنّی ان روایات پر عمل نہ کرتا اور اتفاقاً شیعہ کا عمل ان کے مطابق ہوتا تو ان کا حوالہ شیعہ کو زیب بھی دیتا۔ اب جب روایات متعارضہ ہیں اہلِ سنّت کا عمل بھی مختلف ہے۔ شیعہ کسی کے خلاف ہیں، کسی کے موافق اور کبھی دونوں کے مخالف ہیں۔ شیعوں کا ان مسائل میں خواہ مخواہ فریق بن کر کسی نہ کسی اہلِ سنّت کے فقہی مسلک پر اعتراض کرنا ایک غباوت و شرارت ہے جو کسی دانش مند اور شریف آدمی کا شیوہ نہیں ہے شیعوں میں اگر جرأت ہے تو اپنی کتب سے صحیح اسانید کے ساتھ یہ مسائل ثابت کیا کریں۔ لیکن ان کو پتہ ہے وہاں تبرّوں اور گھاس کے تنکوں کے سوا کچھ نہیں تو دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد کے تحت اہلِ سنّت کے ایک گروہ کے ساتھ ہو کر دوسرے پر غصّہ نکالتے ہیں۔

تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے کا رافضی نے اہلِ سنّت کو طعنہ دیا ہے اور ایک صفحہ فضولیات سے اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کر دیا ہے حالانکہ اس جعلی مؤلف کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ تمام اہلِ سنّت اور تمام شیعہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اس متفقہ بات کو اختلافی بنا کر پیش کرنا اور سخن سازی کرنا بددیانتی کے علاوہ جاہلانہ کام ہے۔ امام نووی شرح مسلم ص ۱۶۸ ج ۱ پر لکھتے ہیں: اجمعت الامۃ علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرۃ الاحرام واختلفوا فیما سواھا۔ تحریمہ کے وقت رفع یدین کو تمام امّت مستحب کہتی ہے اس کے سوا میں اختلاف ہے۔ نماز کے اندر رکوع میں آتے جاتے ہم رفع یدین نہیں کرتے کہ وہ منسوخ ہو چکا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی صحیح احادیث شاہد ہیں۔ دیکھئے صحیح ابوعوانہ ص ۹۰ ج ۲، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱، طحاوی ص ۱۱۰ ج ۱، باسناد صحیح از ابن عمرؓ و نسائی ص ۱۲۳-۱۱۷ ج ۱، ترمذی ص ۳۵ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۰۹ ج ۱، مسند احمد ص ۴۴۲ ج ۱، از ابن

مسعودؓ۔ (افادات مولانا محمد سرفراز خاں صفدر)۔ نیز آپ نے منع فرما دیا تھا۔

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصّلوٰۃ۔ (مسلم ص ۱۸۱ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۴۳ ج ۱، نسائی ص ۱۳۳ ج ۱)	کیا بات ہے کہ میں تمہیں ایسے ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑے دُمیں ہلاتے ہیں۔ نماز میں ساکن رہو۔ (ہاتھ نہ ہلاؤ)

یہ عام الفاظ ہر قسم کے رفع یدین کی نفی کرتے ہیں خصوصاً جس روایت میں عند السلام کی قید ہے اس سے شیعوں والا تین مرتبہ رفع یدین ممنوع ہو گیا۔ تو ہمارے نہ کرنے پر صریح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل موجود ہے۔

عقل کا تقاضا بھی یہ ہے کہ نماز میں مکمل سکون اور خضوع چاہیئے۔ رفع یدین نہ کرنا اس کے موافق ہے اور قرآن کا بھی حکم ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۔ (بقرہ)	اللہ کے سامنے انتہائی عاجزی اور سکون سے کھڑے رہو۔

دو نمازیں جمع کر کے پڑھنا

اہلِ سُنّت و جماعت اور احناف کا موقف یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت پر پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۔ (النساء)	بے شک نماز مومنوں پر اپنے وقت میں فرض ہے۔

پانچ نمازیں الگ الگ اوقات میں فرض ہیں۔ متعدد آیات کو جمع کرنے سے پانچ نمازوں کا ثبوت فراہم ہوتا ہے:

۱۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝ (روم ع ۲ پ ۲۱)	اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو اور اسی کی تعریف آسمانوں اور زمین میں ہے اور عشاء کے وقت بھی اور جب تم ظہر کرتے ہو۔

یہاں چار نمازوں کا صراحۃً ذکر ہے۔ صبح، شام (مغرب)، عشاء اور ظہر صرف عصر کی صراحت نہیں۔

۲۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ	طلوعِ شمس سے پہلے (صبح) اور غروبِ شمس

طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۔ (سورۃ ق پ ۲۶ ع ۱۷)

سے پہلے (عصر) خدا کی تعریف اور پاکی بیان کریں۔

۳۔ عصر کی صراحت باتفاق مفسرین سنّی و شیعہ اس آیت میں بھی ہے:

حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی۔ (بقرہ ع ۳۰)

نمازوں کی پابندی کرو خصوصًا درمیانی (عصر کی) نماز کی۔

صبح اور ظہر کی نمازیں دن کی ہیں اور مغرب و عشاء رات کی ہیں۔ درمیانی عصر ہے جو نص قطعی سے ثابت ہے۔ ہمارے ہاں جن روایات میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا مرض، بارش اور سفر کی وجہ سے کبھی جمع کرنا مذکور ہے تو وہ صرف جمع صوری اور جمع فعلی ہے نہ کہ جمع حقیقی اور وقتی کیونکہ بخاری ص ۲۳۸ ج ۱ اور مسلم ص ۲۴۶ ج ۱ پر ہے کہ آپؐ نے عرفات کے سوا کبھی نماز بلا وقت نہیں پڑھی تو سنّت اور عام قانون وہی قرآنی حکم ہے کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے۔ تمام مسلمان اپنے اپنے وقت پڑھنا افضل کہتے ہیں۔ شیعہ کے متعلق مشتاق لکھتا ہے: اور اکثر شیعہ لوگ جمع بین الصلوٰتین کے عامل ہیں۔ حالانکہ ان کے مذہب میں الگ الگ پڑھنا افضل بھی ہے۔ (فروع دین ص ۳۴) جب بالاتفاق اپنے اپنے وقت میں پڑھنی افضل ہیں تو قرآنی حکم اور ۹۹ بر حضورؐ کی سنّت اور عمل یہی ہے تو حنفیہ نے اسے قانونِ کلّی قرار دے کر کوئی جرم نہیں کیا کہ شیعہ لوگ ان کو کاٹنے کے لیے زنجیر تڑائیں ایک فیصد موہوم۔ خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے واجب التاویل۔ سنّت کی حفاظت کا دعوٰی کرنا اور دو دو اکٹھی نمازوں کا معمول بنا لینا۔ ایک دھوکہ اور فراڈ ہے۔ اتباعِ سنّت ہرگز نہیں ہے۔ سنّت کے نام سے بھی شیعہ بدکتے ہیں اس پر عمل کیسے؟ اصل میں تن آسانی اور شارٹ کٹ نام کا اسلام مطلوب ہے۔ کسی نہ کسی بہانے اس کے لیے یہ جعلی استدلالی کوششیں اور کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔

خاک کی ٹکیہ پر سجدہ

شیعہ مذہب کا بھی رنگ نرالا ہے۔ نماز کی پابندی کا خاص اہتمام نہیں ہے۔ امام باڑے آباد اور مسجدیں اُجاڑ اور مقفل ہم نے خود دیکھی ہیں جس نے کبھی پڑھی تو دو دو جمع کر لیں۔ شرک چونکہ اس مذہب کے عقیدہ، عمل اور گھٹی میں ہے۔ اس لیے نماز جیسے افضل الاعمال کو بھی اس گندگی سے ملوث کر دیا۔ خاکِ کربلا

کی ایک تعظیمًا ٹکیہ بنا رکھی ہے اس پر سجدہ ہی نہیں کرتے بحالتِ سجدہ آنکھیں و رخسار اس پر ملتے، پھر اسے اٹھا کر بار بار چومتے اور تسبیح کے ساتھ جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ خدا کی عبادت تو خاص افعال ہیں، خدا کی تعظیم اور اپنی پستی و عاجزی نمازی کے بدن سے ظاہر ہونی چاہیئے۔

مگر حضرت امام حسینؓ کی نسبت و تعظیم سے اس فرضی مٹی کی بنی ہوئی ٹکیہ کی اس قدر تعظیم اور بوس و چاٹ اور عبدیت کی پیشانی صرف اس پر ٹیک کر تسکین و لذت پانا کچھ اور ہی باور کراتا ہے اور وہ "دال میں کالا کالا" بلکہ ساری دال ہی کالی ہے اور یہ شرک ہی ہے۔

مشرکین۔ اپنے معظم بزرگوں، سرکاروں، دیوتاؤں کی شکل پر یادگاری بُت بنا کر ان کی بھی تعظیم و عبادت کرتے ہیں۔ اور اسے خدا کے تقرب کا ذریعہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ...... الى ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ۔ (سورۃ زمر پ ۲۳)

ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے (بطورِ وسیلہ) کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے ...... یقینًا اللہ جھوٹے اور بڑے منکر کو ہدایت نہیں دیتا۔

مافوق الاسباب توسل شرک کی جڑ ہے۔

شیعہ دعوٰی اسلام کی وجہ سے بُت بنانے کی جُرأت تو نہ کر سکے ..... گو خاص خاص گھروں میں اور خصوصًا ایران میں عام گھروں میں اہلِ بیتؓ کے نام کی تصاویر اور بُت بنے ہوئے ملتے ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ و حسینؓ کی نسبت و تعظیم سے کربلا و نجف کی یادگار ٹکیاں بنا لی ہیں۔ تعزیئے علَم، تابوت، ضریح، شبیہہ ذوالجناح جیسی عقیدت سے خود بنائی ہوئی بخیال خویش معظم چیزوں نے بتوں کی جگہ لے لی ہے۔ آج شیعی معاشرہ بلا مبالغہ سو فیصد وہ تمام تعظیمی امور ان چیزوں کے ساتھ بجا لاتا ہے۔ جو مشرکین بتوں کے ساتھ بجا لاتے تھے اور خدا و رسولؐ نے اسی کو شرکِ اکبر کہا تھا۔ بظاہر سجدہ کی جرأت نہ تھی لیکن شیطان نے اپنی تسویل اور کارستانی سے شیعوں کا یہ مسئلہ حل کر دیا کہ خاک کربلا و نجف کے نام سے ٹکیہ کو "سجدہ گاہ" بنا لو۔ تقرب علی و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے اس تعظیمی فعل و عبادت کو میں خدا تک پہنچا دوں گا۔ رحمٰن بھی راضی ہو جائے گا میں بھی خوش ہو جاؤں گا۔ ؎ رند کے رند رہے، جنت بھی ہاتھ سے نہ گئی

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

شیعہ دوست کہا کرتے ہیں کہ رفع یدین اس لیے جاری ہوا کہ قوم کی بغل میں بت تھے وہ گرا دیئے گئے اور یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ لیکن شیعوں کا یہ "امامیہ بت" ٹکیہ" یا سجدہ گاہ ہے یا جیب میں بوسہ گاہ ہے کسی لمحے اپنے بچاری سے جُدا نہیں ہو پاتا۔ شیعوں سے جب اس پر بات ہو تو بظاہر بڑے معصومانہ انداز میں کہتے ہیں "ہم بشر خاکی ہیں خاک پر سجدہ زیادہ افضل ہے۔" اگر یہی بات ہے تو ہم نے کبھی تمہیں منع نہیں کیا کہ سادہ پاک زمین پر سجدہ نہ کرو۔ پھر خاک کربلا کی کیا خصوصیت ؟ گھاس والی جگہ اور فرش بھی تو مٹی کی جنس ہیں۔ ان پر نماز و سجدہ کرلو۔ مختلف گھاسوں کی چٹائیاں اور سوتی جائے نمازیں اور دریاں بھی مٹی کی پیداوار سے بنائی گئی ہیں ان پر نماز پڑھ لو۔ لیکن شیعوں کا عام مٹی اور اس کی ان پیداواری اشیاء پر سجدہ کرنے سے اعراض کرنا اور صرف حضرت علیؓ و حسینؓ کی جبینِ نیاز کی طرف منسوب خیالی مٹی کو ہی سجدہ گاہ بنالینا اور مذکورہ بالا تمام تعظیمی امور بجالانا دراصل اسی مٹی کی معظم ٹکیہ کی پرستش ہے ..... ہمارا دعوٰی ہے کہ فقہ شیعہ جعفریہ میں ایسی ٹکیہ سجدہ گاہ بنالینے کی کوئی تعلیم اور مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔ الاستبصار سے چند ابواب ملاحظہ فرمائیں۔ اونچی جگہ پر سجدے کا بیان، روئی اور کپڑے پر سجدے کا بیان، کتابت شدہ کاغذ پر سجدے کا بیان ہے۔ برف پر اور کسی ایسی چیز پر سجدے سے روکا گیا ہے جس پر باقی بدن نہ ہو (تو مٹی والی ٹکیہ پر سجدہ منع ہوا۔) لیکن ٹکیہ پر سجدہ کا کہیں حکم نہیں ہے۔ چونکہ موجودہ شیعہ جعفری نہیں بلکہ مختاری، تفویضی اور غالی ہیں اور یہ لوگ اعلانیہ ائمہ کو خدا، خالق، مالک، رازق، مشکل کشا اور فریادرس مانتے تھے ٹکیہ کی پرستش بھی انھوں نے چالو کی تھی۔ اس لیے سب شیعہ اپنے ائمہ کو جھٹلا کر اندھی تقلید میں شرک پر شرک کرتے جا رہے ہیں۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

بخاری شریف میں خمرہ سے مراد چٹائی ہے۔ شیعوں کی ٹکیہ نہیں۔ طاہر فتنی کا حوالہ غلط ہے کیونکہ امام لغت ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ یہ کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی چٹائی ہے۔ جوہری کہتے ہیں یہ وہ مصلّٰی ہے جو کھجور کے پتوں اور دھاگوں سے بنا ہوتا ہے۔ صاحبِ مشارق کہتے ہیں یہ چھوٹی سی چٹائی کی طرح ایک جائے نماز و سجدہ ہے اور نہایہ میں بھی یہی لکھا ہے۔

ابوداؤد کی یہ روایت اسی کی مؤید ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ چوہے نے چراغ کی بتی اس پر لا ڈالی اور یہ کچھ جل گئی۔ (حاشیہ ابوداؤد ص ۹۶/۱ج) ۔ الاستبصار میں بھی خمرہ کا معنیٰ چٹائی کیا گیا ہے۔ ص ۳۲۵/۱ج ۔

نماز تراویح

مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے افضل ترین ماہ رمضان نزول اور عبادت کے لیے عنایت فرمایا جس میں نفل فرض کے برابر اور فرض ۷۰ فرضوں کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ خدا نے قرآن کریم اسی ماہ اور اسی کی شبِ قدر میں جو ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی افضل ہے اتارا ہے۔ مہمان کا استقبال ہوتا ہے اور خوب خدمت و ضیافت کی جاتی ہے اسی لیے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نزولِ قرآن کے اس مہینہ میں تلاوت قرآن زیادہ کرتے۔ حضرت جبریل علیہ السّلام سے حافظوں کی طرح دَور کرتے، تکمیل قرآن کے آخری سال کے رمضان میں آپؐ نے دو مرتبہ دَور فرمایا اور رات کو قیام رمضان کی نماز اور اس میں قرآن سنانے کا اہتمام فرمایا، جس کا نام صحابہؓ میں تراویح اس لیے مشہور ہوا کہ ہر چار رکعات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پنکھے جھل کر گرمی دور کرتے اور آرام کرتے تھے۔ بیس رکعتوں میں ایسے پانچ ترویحے ہوئے۔ کسی چیز کا نام معرضِ وجود میں آنے کے بعد رکھا جاتا ہے۔ پنکھے جھلنے اور آرام کرنے کی مناسبت سے اس کا عرفی نام تراویح مشہور ہوا۔ ورنہ اصل نام قیام شہر رمضان ہے جو خود حضورؐ نے یہ عبادت جاری کر کے تجویز فرمایا۔

من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔ (بخاری و مسلم) — جس نے ایمان اور طلب ثواب کے لیے قیام رمضان کیا تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

آپ نے یہ نماز باجماعت صرف تین دن پڑھائی (اور ایک قرآن شریف ختم کیا تبھی تو تمام علماء ایک ختم قرآن کو سنّتِ نبویؐ کہتے اور اس پر عامل ہیں۔) خلقت پر سحری ختم ہونے کا اندیشہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ حضرات صحابہ کرامؓ نے اس نماز کے لیے غیر معمولی جوش و خروش کا مظاہرہ کیا اور مسجد بھر جاتی تھی۔ آپ نے عمداً خود پڑھانی چھوڑ دی مبادا حکم آجائے تو یہ فرض ہو جائے تو اُمّت پر شفقت کے لیے آپؐ نے اسے سنّت رہنے دیا اور فرمایا: لوگو! یہ نماز اپنے گھروں (اور مسجدوں میں) پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ) عہدِ صدیقی اور شروع عہدِ فاروقی میں یہی انفرادی حیثیت

رہی اور لوگ الگ الگ جماعتوں کے ساتھ مسجدوں اور گھروں میں پڑھتے تھے۔

ملہم من اللہ فاروقِ اعظم رضؓ نے اصل بڑی جماعت تراویح کی سنّت بھی دیکھی اور فرضیّت کے اندیشے سے عارضی حکم کے تحت چھوٹی جماعتیں بھی ملاحظہ کیں۔ اب وحی بند ہو چکی تھی۔ لہٰذا وہی سابق مسجد میں بڑی جماعت کرانے کا حکم دے دیا اور دو قاری مقرر فرما دیئے جو دس دس رکعتیں مسلمانوں کو پڑھا دیتے تھے۔ (موطا امام مالک)۔ تمام حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اتفاق و اجماع رہا۔ کسی نے کبھی بعد میں بھی اس کی خلاف ورزی نہ کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دعائیں دیں۔ اللہ عمرؓ کی قبر روشن فرمائے جس نے ہماری مساجد روشن کیں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۱۰۱) اپنی چوتھی خلافت میں خود مختار تھے لیکن بیس تراویح خود ہی پڑھائیں اور ممانعت نہیں کی سب لوگ بیس ہی پڑھتے رہے۔ (ترمذی، مجالس المومنین، نیل الاوطار ص ۵/۳ج) اور تمام شرق و غرب کا عالمِ اسلام تا ہنوز — اس پر عامل ہے اور ایک صدی سے برصغیر کے چند غیر مقلدوں کے سوا — ۲۰ رکعات تراویح ہی پڑھتا چلا آرہا ہے۔

یہودیت کی پیداوار فرقہ شیعہ کو چونکہ سنتِ رسولؐ، عملِ صحابہؓ، فرمانِ مرتضویؓ ہر چیز سے علانیہ بیر و دشمنی ہے اس لیے انھوں نے تراویح کو بھی تختہ اعتراض بنایا۔ بقول مشتاق "شیعہ اس جسمانی ورزش سے محروم رہتے ہیں" آپ تلاوتِ قرآن اور قیام رمضان کی اس عظیم عبادت سے محروم رہیں "انگریز کی اتباع میں بے شک ترکِ اسلام" کردیں۔ آپ کو رمضان اور غیر رمضان میں تبرّے، ماتم، سینہ کوبی، حسیناؤں سے متعہ و ہم آغوشی، سیزنِ محرم میں دولت کے ڈھیر، آوارہ گردی، موسیقاری، مرثیہ خوانی اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی جیسے۔ فاسق ذاکروں کے سکھائے ہوئے اعمال مبارک ہوں۔ ہمیں قرآن کی تلاوت، سماعت، نماز تراویح قرآن کا حفظ و ناظرہ اور قرأت سے پڑھنا پھر اس پر عمل مبارک ہو ہم تو اس خدائی تقسیم پر خوش ہیں۔ بقولِ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؎

رضینا قسمۃ الجبار فینا ‏ ‏ لنا علم وللجہال مالٗ

اس کام پر ہمیں ملاؤں کے سردار مولانا حضرت رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم

حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لگا دیا ہے۔ اسے ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس تقریر سے دشمنِ اسلام و قرآن مشتاقِ دُنیا کی ژاژ خائی کا جواب ہو گیا جو اس نے تین صفحے پر کی ہے:

بخاری شریف کی روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آٹھ رکعت نماز تہجد کا ذکر فرمایا۔ غیر رمضان کا لفظ اس کا قرینہ ہے لیکن مشتاقِ دُنیا نے باب قیام رمضان کی صراحت چھوڑ کر غیر مقلدوں کی طرح روایتِ عائشہ رضؓ سے تراویح کا انکار نکال دیا۔ حضرت عمر رضؓ نے ایک جماعت سنّت نبویؐ کو ہی جاری فرمایا اور اس سے چند سال پہلے جو چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہوتی تھیں یا انفراداً مسلمان پڑھتے تھے اس کی بہ نسبت اسے لغوی بدعت اور نئی چیز فرمایا۔ ورنہ دراصل یہ وہی مسنون نماز ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے چالو فرمائی تھی۔ کچھ مؤرخین کا اسے اولیاتِ عمرؓ میں شمار کرنا بھی اسے دوبارہ جاری کرنے کی وجہ سے ہے ورنہ اصل آغاز تو حضورؐ نے فرمایا تھا۔ رہی یہ بات کہ سجدہ تلاوت نماز میں کرنا پڑتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ آخر جو شرائط نماز کی ہیں وہی سجدہ تلاوت کی ہیں لیکن شیعہ سجدہ تلاوت بے وضو کر جاتے ہیں اس لیے اعتراض ہے۔ سجدہ نماز کی جنس سے ہے تو نماز میں کرنا درست ہُوا۔ ترتیبِ نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ خود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نماز میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتے تھے جیسے جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آپؐ سورۃ الم سجدہ تلاوت فرماتے اور سجدہ کرتے تھے۔ (کتبِ احادیث)

آپ کے بقول تراویح کی نماز "ایک مشقت اور انسانی ضروریات کے تقاضوں کے خلاف" ہے تو روزے کا بھی انکار کر دیجئے۔ طویل ایام میں سترہ اٹھارہ گھنٹے بھوکا پیاسا رکھ کر اسلامی شریعت نے تو آپ کے خیالی انسانی اقدار و تقاضوں کی حفاظت نہیں کی ہے۔

بحمد اللہ ہم تو افطار کے بعد کھا پی کر تازہ دم ہوتے اور گھنٹوں یہ عبادت چستی سے بجالاتے ہیں۔ آپ تھکے ہارے ٹی وی اور فلم بینی سے دل بہلاتے ہیں۔ مبارک ہو۔

تکبیراتِ جنازہ

شیعہ کی الاستبصار ص۴۷۵ ج۱ باب عدد التکبیرات علی الاموات میں ہے امام باقرؒ سے پوچھا گیا کیا ان کی تعداد معین ہے فرمایا نہیں

رسولِ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گیارہ، نو، سات، پانچ، چھ اور چار تکبیریں جنازہ پر کہی ہیں۔ کتب اہلِ سنّت میں ہے کہ نمازِ جنازہ کی تکبیرات کبھی آپ نے چھ کہیں کبھی پانچ اور کبھی چار۔ لیکن اکثر دفعہ اور آخر میں آپؐ نے چار پر ہی اکتفار فرمایا، زائد نہیں کہیں۔ بعض حضرات صحابہ کرامؓ کو آخری چار تکبیرات مقررہ سنّت ہونے کا علم نہ تھا۔ انھوں نے زائد کہیں۔ حضرت عمرؓ تو سنّتِ رسُولؐ کے محافظ اور ناشر تھے چار مقرر ہونے کا اعلان فرمادیا۔ حضرت علیؓ وغیرہ سب حضرات صحابہؓ نے تائید کی۔ کسی نے چار سے زائد نہ کہیں۔ شیعہ کو چونکہ حضرت عمرؓ سے اور مسلمانوں کے اتفاق سے سخت بیر ہے۔ اس لیے آپ نے ولی الامر کی حیثیت سے جب اختلاف کا خاتمہ کیا اور مسلمانوں کو متفق و متحد کیا۔ شیعوں نے بعد بیں اسی عمل پر عمرؓ کو کوسا اور پھر اختلافات اور جھگڑے پیدا کر دیئے۔ اولیات کی بحث کا راز یہی ہے جنھیں دشمنانِ دین مطاعن بنا کر پیش کرتے ہیں۔ الاستبصار کی بالا روایت کے متعلق طوسی کہتے ہیں ۵ سے زائد تکبیریں بالاجماع متروک ہیں۔ ہم کہتے ہیں چار سے زائد بالاجماع متروک ہیں۔ شیعہ کا یہ کہنا کہ ۴ تکبیریں منافق یا تہمت زدہ پر آپ پڑھتے تھے ایک لایعنی بات اور سنتِ نبویؐ پر اتہام ہے سچی بات یہ ہے کہ مومنوں پر آپ نے ۴ تکبیریں دائمی سنت بنادیں اور منافقین پر جنازہ سے آپ کو منع کر دیا گیا۔ وَلا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ (توبہ) رہی یہ حجت بازی کہ منافق کی حرمت جنازہ کے بعد ایک تکبیر کیوں گھٹ گئی دراصل خدا اور رسولؐ پر طعن ہے۔ وہ حکیم کی دوائی کی طرح احکام شرع میں تصرف کرنے کے مجاز ہیں۔ اس پر اعتراض کوئی ملحد و زندیق ہی کر سکتا ہے، مومن نہیں کر سکتا۔ چار تکبیرات کی دائمی سنت بننے میں راز یہ ہے کہ تکبیرات نماز کی رکعتوں کے قائم مقام یا مشابہ ہیں۔ کوئی نماز پانچ رکعات کی نہیں ہے بلکہ اکثر چار رکعتوں کی ہیں تو چار تکبیرات سے نماز جنازہ تاقیامت مشروع رہے گی۔

محمد مبین لکھنوی کی وسیلۃ النجات کے حوالہ سے "وصولِ خُدا کے بعد ستون دین نماز میں تغیر و تبدل کا ذکر کیا ہے۔"

پھر حضرت انسؓ سے بھی ایسی روایت نقل کی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ محمد مبین نہ خود مستند عالم ہیں نہ کتاب وسیلۃ النجات حجت ہے۔ انھوں نے رافضی مذہب کی تائید میں لکھی ہے۔ رسُولِ

خدا کے بعد کا زمانہ طویل ترین ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ پر طعن غیر ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں مستقل مقیم رہے۔ ۹۳ھ یا ۹۵ھ میں وفات پائی ان کے زمانے میں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی کثرت تھی۔ صحابہؓ خال خال تھے۔ حضرت انسؓ کے مخاطب صحابی نہیں بلکہ غیر صحابی ہیں۔ پھر تغیر سے مرادِ ارکان فرائض، واجبات وسنن وغیرہ کے احکام میں تبدیلی ہرگز نہیں بلکہ نماز میں خضوع خشوع اور اخلاص وسکون کی کمی ہے اور کاملین اسے تغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی بات محدثین نے اس حدیث کی شرح میں کہی ہے۔ دیکھئے فتح الباری وعینی۔

تغیر نماز کے سلسلے میں منکرین حدیث اور بلاغ القرآن کا ذکر ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا وہ آپ ہی کے آزاد فلش بھائی ہیں۔ آپ نے پہلی اور دوسری صدی میں حجیت حدیث نبوی کا انکار کیا، تمام تلامذۂ نبوت کو فیل کر کے مکتبِ نبوت کو بند کرا دیا۔ اہلِ سنّت ــ متبع حدیث نبی ہونے سے پوری چڑ ہے۔ ہاں سنّت کے مقابل مرکز امامت اختراع کیا اور کذابوں کی وضع کردہ روایات کو اماموں سے منسوب کر کے امامیہ، جعفریہ، اسماعیلیہ، اثنا عشریہ وغیرہ گروہوں میں بٹ گئے۔ اگر اسی آزادی اور سنّت سے تبرا اور صحابہ دشمنی کی کوکھ سے فرقہ نام نہاد اہلِ قرآن منکر حدیث و تقلید نے جنم لیا تو شیعوں کو اپنے ان بیٹوں پر مبارک ہو۔ لہٰذا فروعِ دین ص۴۹ تک کی اس بحث کو ہم اپنے تبصرہ سے خارج سمجھتے ہیں البتہ اپنے چار اقتباسات پر آپ غور فرمائیں:

نماز، توحید اور شیعہ

۱۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ "چونکہ ہم تجھے معبود اعتقاد کرتے ہیں اور تجھے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا عادل، حاکم تسلیم کرتے ہیں لہٰذا تیری ہی مدد مانگتے ہیں خواہ تو خود براہِ راست کر یا اپنے کسی مقرر کردہ کے ذریعے اعانت فرما" ص۴۲۔

جب قرآنی تعلیم یہی ہے دن میں چالیس مرتبہ نمازی خدا سے یہی وعدہ کرتا ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔ تو اب نماز سے باہر حضرت علیؓ و آئمہؒ سے مدد مانگ کر شرک نہ کریں نہ اللہ تعالیٰ سے معاہدہ توڑیں وہ خدا خود مدد کرے گا، مصائب ٹالے گا، تمھیں یہ پیوند لگا دینا درست نہیں۔" خواہ کسی مقرر کردہ کے ذریعے اعانت فرما" خدائی اختیارات کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

۲۔ "اور نہ ہی تجھ سے کوئی پیدا ہوا کہ تیری ذات ان احداث سے منزہ ہے اور ایسا ہی مثل و

بے مثال ہے کہ کوئی تیرا ہمسر نہیں ہے۔ تیری کوئی نظیر نہیں ہے تو نے اپنے جیسا کسی کو ہونے ہی نہیں دیا۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔" (ص۴۵)

جب سورۃ اخلاص کے ترجمہ میں آپ خدا کو حدوث اور تجزی سے پاک، بے مثال و بے نظیر اور بے مثل و بے ہمسر مانتے ہیں تو خدارا اس باطل شرکیہ عقیدہ سے توبہ کریں کہ بارہ امام خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ خدائی کا بندوبست ان کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہیں سو کر سکتے ہیں۔ حلال و حرام اور مشیئت میں خود مختار ہیں وہ فریاد رس و مشکل کشا ہیں ان سے استمداد عین خدا سے مدد مانگنا ہے کیونکہ فرقہ مفوضہ نے یہ عقائد شیعیت میں داخل کر کے "مشرک اور ملعون" ہونے کی سند حاصل کی ہے۔

۳۔ "چونکہ ہمیں یقین ہے کہ تو نے ہمارے معروضات سُنے لہٰذا یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تیرے جیسے احکم الحاکمین نے ہماری شنوائی کی جبکہ دُنیا کے عام افسر تک اپنی فریاد پہنچانے کے لیے کئی کئی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔" (ص۴۷)

آپ کی اس تشریح کا تقاضا ہے کہ اپنے بنیادی عقیدہ "۱۲ آئمہ کے ذریعہ خدائی جناب میں توسل کرنا اور ان کو بطور تقرب خدائی حقوق دینا" پر نظر ثانی کریں اور بغیر کسی وسیلہ کے پاپڑ بیلنے کے، خدا سے فریاد کریں کہ وہ معروضات بلا وسیلہ سُنتا ہے۔

۴۔ فلاح کا ضامن کلمہ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو لکھا مگر شرک کی بیماری نے ترجمہ نہ کرنے دیا (جو یہ ہے "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور خدائی صفات و حقوق والا نہیں وہی یکتا ہے اس کا کوئی بھی شریک کار و شریکِ صفت نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔")

بلکہ یہ لکھ کر تفویضی مشرکانہ عقیدہ کا صاف اعلان کر دیا "تو نے اپنے محبوب کی محنت کا صلہ بھی باقی نہیں رکھا ہے اور اتنا خوش ہُوا ہے کہ پوری خدائی کا بندوبست اسے سونپ دیا ہے۔ ص۴۹ (معاذ اللہ تعالیٰ) ہم اعتقادیہ شیخ صدوق ص۱۰۱ کے حوالہ سے بتا چکے ہیں کہ کائنات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دینے کا عقیدہ فرقہ مفوضہ کا ہے جو آئمہ اور محققین شیعہ کے ہاں کافر، مشرک اور یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ خدارا اس مشرکانہ عقیدہ

سے توبہ کریں ہمیں اس تالیف کا حق المحنت مل جائے گا کیونکہ عبد مملوک مالک کی ملکیت کا مالک یا شریک نہیں بن سکتا۔ خدا فرماتا ہے "خدا نے تمھارے لیے مثال بیان کی ہے کیا تمھارے مملوکہ غلام تمہیں ہمارے دیئے ہوئے رزق میں شریک ہیں؟ کہ تم اور وہ غلام تصرف میں برابر ہو جاؤ۔" (الآیۃ۔ روم ع۴، پ۲۱)

وقت افطار

روزہ کی بحث میں رافضی قلم کار پھر اہلِ سنت پر طعن کرتا ہے:

"مذہب اہلِ سنت نے محض روافض شیعوں (اپنا رافضی ہونا تسلیم ہے) کی ضد اور مخالفت میں اس قرآنی حکم کی بھی پروا نہیں کی اور برابر اپنے روزے رات کے بجائے دن ہی میں افطار کرتے چلے آرہے ہیں۔ اگر خدا کا حکم وقت مغرب کو ساعت افطار قرار دینا ہوتا تو آیت میں اللہ تعالیٰ الی المغرب فرماتا نہ کہ الی اللیل۔" (فروعِ دین ص۶۷)

راقم "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" میں فروع کافی سے حضرت جعفر صادقؒ کی احادیث کے حوالہ سے بتا چکا ہے کہ وقتِ افطار اور وقت نماز مغرب ایک ہی ہے جو سورج ڈوبنے اور مشرق سے سیاہی چڑھنی شروع ہو جانے پر ہو جاتا ہے اور مذہب اہلِ سنّت اور فرمانِ صادقؒ میں کوئی اختلاف نہیں۔ شیعوں نے اسے صرف اپنی جھوٹی شہرت کے لیے بات کا بتنگڑ اور جدال کا معرکہ بنا رکھا ہے کیونکہ خدا نے گمراہوں کی ایک عادت یہ بھی بتائی ہے: بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۔ یہ مشرک قریشی جھگڑالو قوم ہے۔ (پ۲۵ ع۱۲)

ان حق کے منکروں کو اتنا معلوم نہیں کہ مغرب رات کا حصّہ ہے۔ جب غروبِ آفتاب سے مغرب شروع ہوئی رات شروع ہو گئی اس لیے اتموا الصیام الی اللیل۔ رات آنے تک روزہ مکمل کرو کا تقاضا ہے کہ مغرب کا وقت ہونے پر روزہ کھول دو۔ اب تاخیر کرنا تعمیل حکم میں تاخیر ہے جس کا مکروہ ہونا واضح بات ہے۔

اگر شیعوں کا خیال ہے کہ وقتِ مغرب ختم ہونے اور مکمل رات چھا جانے پر روزہ کھولا جائے تو یہ لغت و شرع کے خلاف ہونے کے علاوہ عملِ شیعہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ تو صرف دس۔ بارہ منٹ لیٹ کر کے وقت مغرب میں ہی روزہ کھول ڈالتے ہیں۔ حالانکہ ان کو، شفق سُرخ یا شفق ابیض غائب ہو چکنے کے بعد (پون گھنٹہ یا سوا گھنٹہ غروب آفتاب کے بعد)

روزہ کھولنا چاہیئے ؟ واضح تر بات ہے کہ فجر تک سحری کھانا درست ہے۔ فجر شروع ہوگئی تو اب پہلے منٹ میں بھی کھانا روا نہ رہا۔ حالانکہ ابھی خوب اندھیرا ہے۔ اسی طرح رات وقت صوم سے خارج ہے۔ جب غروبِ آفتاب سے رات شروع ہوگئی تو اب روزہ کھولنا روا ہوگیا۔ گو روشنی گھنٹہ بھر بعد مکمل ختم ہوگی "۔ رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ نمازِ مغرب کے بعد روزہ افطار کرتے تھے کیونکہ وہ حضرات عملِ رسولؐ کو جانتے اور سنّتِ رسولؐ کو سمجھتے تھے "۔ تو اگر شیعہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو واقعی عالم اور سنّتِ رسولؐ کا پابند جانتے ہیں تو براہِ کرم ان کی خلافت اور فضائل کو بھی تسلیم کرکے ان کے خلاف دشمنی اور محاذ آرائی بند کردیں ورنہ یہ پُر فریب بات ہوگی۔

جب نماز اور افطار کا وقت مغرب ایک ہی ہے تو جو کام بھی پہلے کیا جائے درُست ہے۔ تاخیر میں ثواب کا عقیدہ جاننا بدعت اور ممنوع ہے۔ ہم جمہور حضرات صحابہؓ و امّت کے عمل کے مطابق افطار سے پیاس بجھا کر تسلّی سے نمازِ مغرب پڑھتے ہیں جب کہ آپ پہلے دس بارہ منٹ تو بلا وجہ انتظار کرتے ہیں پھر جلدی بغیر تسلی و سکون کے نماز ٹرخا کر روزہ کھولتے ہیں۔ انصاف سے بتائیے کہ شریعت کا بہترین تقاضا ہم نے پُورا کیا یا آپ لوگوں نے کیا ؟

بحث روزہ میں رافضی قلم کار نے چند مبنی برحقیقت جملے ایسے تحریر کیے جن سے اہل السنّت والجماعت اور اکابرین حضرات صحابہ کرامؓ کی شان نمایاں ہوتی ہے " عبادت کی اصل روح احساس عبودیت ہے اور یہی ادراک روحانی ارتقاء کی راہیں واضح کرتا ہے انسان کو اپنے افعال و اعمال کا محاسبہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے ..... جس قدر بندے کو اپنی حاجت مندی کا بارگاہِ الٰہی میں زیادہ اقرار ہوگا اتنی ہی اس کی نگاہ آرزو اس کی جانب مڑے گی اور دستِ توسل اس کی طرف بڑھے گا۔ (ص۵۳) ..... اور جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہوگی اتنا اپنے افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ پس یہی تقویٰ ہے "۔ (ص۵۵)

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور عام حضراتِ صحابہ کرامؓ سے اپنی عاجزی، کسرِ نفسی اور خوفِ خدا کے ایسے واقعات بکثرت منقول ہیں جن کو شیعہ مطاعن بنا کر اچھالتے ہیں۔ حالانکہ ایسی باتوں سے حضرت سجادؒ کا صحیفہ کاملہ بھرا پڑا ہے۔ اسی طرح اہلِ سنّت کسی کی عیب جوئی اور غیبت نہیں کرتے بلکہ برابر اپنی کوتاہیوں پر نظر کرنے اور اصلاحِ عمل کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جب کہ شیعہ ان کی اس

صفتِ تقویٰ کو کمزوری پر محمول کرکے ان سے مجادلے اور مباحثے کرتے ہیں۔

الحمدللہ دشمن کے اقراری فارمولا کے مطابق اہلِ سُنّت متقی اور خدا کے نیک بندے ہیں اور شیعہ اسی بنیاد تقویٰ کے قائل ہیں۔

جوابِ آں غزل
اسلام ہی ضامن نجات ہے

بحثِ روزہ میں رافضی قلم کار نے بلا وجہ حیوان عقور کی طرح اہلِ سنّت پر غوغا شروع کردیا۔ یہی سالم ہدیہ اس کی خدمت میں واپس کیا جاتا ہے " جس (شیعہ) مذہب کا ہر رُکن اور ہر عقیدہ کتاب و سنّت کے خلاف ہو کیونکہ وہ امامی اثنا عشری ہونے کی وجہ سے کتاب و سُنّت کی ضرورت اور حجّت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اس سے نجات کی امیدیں باندھنا عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کو زندہ کرنا ہے یہ ایسا موضوع مسلک ہے کہ جسے نہ ہی عقل قبول کرتی ہے اور نہ ہی نقل اس کی تائید کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن اس کے افراد کمیونسٹ بن رہے ہیں اور اب سوشلزم اپنانے کے دعوے کر رہے ہیں کوئی شیخی العقیدہ بن کر کفر و شرک کے سیلاب میں بہہ رہا ہے کوئی بہائی بن کر ختمِ نبوت کا منکر ہوچکا ہے۔ کوئی خمینی یہودیوں کا ایجنٹ بن کر عالم اسلام کو تباہ کرنے کے عزائم رکھتا ہے۔ مگر خود مر کر زیرِ زمین ہو رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے پورے لٹریچر کو ناقابلِ قبول کر رہے ہیں۔ پوری تاریخِ اسلام کو یکسر کالعدم قرار دیتے ہیں اور تمام حضرات محدثین و فقہاء مفسرین کی مساعی جلیلہ کو دست برد کرتے اور تمام اسلامی سنہری فتوحات کو زوالِ اسلام اور وبالِ دین سمجھتے ہیں۔ مذہب تشیع کی یہ روش حضرت رسولؐ اور اسلام سے یہودیانہ انتقام کی مکمل کارروائی ہے۔

کسی مذہب کے غیر الہامی ہونے کی اوّلین دلیل اس کا محرف و لچک دار ہونا ہے جب شیعوں نے قرآن کو محرف اور ساقط الاعتبار کہا جو صحیح تھا اسے امام مہدیؒ بارہ سو سال سے غار میں چھپا کرلے گیا اور اس مالِ مسروق کا ابھی تک خمینی حکومت کو بھی سراغ نہ مل سکا۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام عمر کی کمائی سوا لاکھ حضراتِ صحابہ کرامؓ کو اس مذہب نے مرتد قرار دیا۔ جب رسولِ خدا کی سنّت کو نقل دوم اور حجّت تا قیامت تسلیم ہی نہ کیا جب آپؐ کی حضراتِ ازواجؓ اور حضرات بناتِ طاہراتؓ تک کو بے ایمان اور نفی نسب کی گالی دی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم مرتبہ جو بارہ امام بن کر آگئے اور انھوں نے تحلیل و تحریم کا منصب

پاکر پوری شریعت محمدیہ کا صفایا کر دیا۔ جب فقہ جعفریہ کے نام سے ایک ایسا اخلاق سوز اور اسلام کش نظامِ امامت دیا جس نے قرآن و سنّت، ختمِ نبوّت، ایمانِ صحابہؓ، وقارِ اسلام، فتوحاتِ صحابہؓ اور شرفِ امّتِ محمّدیہ مقامِ اہل بیتؓ اور نظامِ شریعت کی ایک ایک کڑی کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا تو کیا اب صرف وہی شخص یا گروہ مومن اور جنتی ہے جو ننگ ملنگ ماتمی ہو متعہ کی عیاشی کا مرتکب یا قائل ہو کلمہ توحید و رسالت پڑھنے والے تمام مسلمانوں کا دشمن ہو اور ان کو بے ایمان مانتا ہو اپنے خیالی بارہ اماموں کو خدا اور رسول کا شریک جانتا ہو۔ ملّتِ محمدیہ کے بجائے ملّتِ جعفریہ کہلانے پر فخر کرے فاسق و موسیقار ذاکروں کا پکا تابعدار ہو گو شریعتِ محمدیہ کا تارک ہو، تمام معاصی کا مرتکب ہو۔ کیونکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ حُبِّ دارِ علیؓ بخشا ہوا اور تمام گناہوں سے پاک ہے، اہلِ سنّت کی نیکیاں اس کے نصیب ہیں اور شیعوں کے تمام گناہ اہلِ سنت پر بوجھ ہیں۔ معاذاللہ۔ اس کو وہ مسئلہ طینت کہتے ہیں کہ خدا نے جو پاک مٹی شیعوں کے لیے بنائی تھی اس سے نیک سُنّی بن گئے اور جو پلید مٹی اہلِ سُنّت کے لیے بنائی تھی اس سے بُرے شیعہ بن گئے۔ (اصولِ کافی ص ۲۲)

الغرض مذہبِ شیعہ اسلام کا مکمل توڑ اور عین ضد ہے۔ اس میں خدا کو جاہل، غیر مدبّر اور صاحب بدا ماننا پڑتا ہے۔ ہادیٔ اعظم معلم انسانیّت اپنے مشن تبلیغ و تعلیم میں بالکل ناکام ہیں۔ نہ یہ رسوؐل اللہ سے متواتر چلا ہے اور نہ تقیہ باز مسائل بدل بدل کر بیان کرنے والے آئمہ نے اس کی صحیح تعلیم دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں اب بیسیوں فرقے ہیں۔ ہر ایک امام کی حدیث پڑھ کر دوسرے کو کافر کہتا ہے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی معلمانہ اور پیغمبرانہ کلی اطاعت اس مذہب میں ہے ہی نہیں۔ یہ اطاعتِ کلی اور مذہب کی پیشوائی صرف بارہ اماموں کو دیتا ہے اور لطف یہ ہے کہ برملا اعلان کرتا ہے کہ "صرف قرآن اور امام کی پیروی واجب ہے" قرآن امام کے بغیر نہ حجّت ہے، نہ ہدایت دے سکتا ہے اور اب امام و قرآن غائب ہو چکے ہیں سب دنیا گمراہی اور کفر پر مر رہی ہے اور آئمہ عالمِ لُدنی ہیں۔ پیدائشی مومن و مسلمان ہیں وہ علم و ہدایت کی کسی بات میں رسُولؐ کے بھی محتاج و شاگرد نہیں، براہِ راست خدا کا نور اس کا علم اس کا چہرہ، اس کے اعضاء اور اس کی خدائی کو چلانے والے ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ یہ تمام باتیں اصولِ کافی کتاب الحجۃ سے ہم "تحفہ امامیہ" میں نقل کر چکے ہیں جس کا جی چاہے وہ یہ کفریہ مذہب کتاب الحجۃ سے پڑھ دیکھے

الحمدللہ دُنیا میں سچّا دین اسلام اور اس کی صحیح و مکمّل تعبیر مذہبِ اہلِ سُنّت ہی ایسا ہے جو قرآن و سنّت سے براہِ راست ثابت ہے۔ یہ متواتر اور تا قیامت ظاہر ہے اس میں کفر و شرک کا شائبہ نہیں اپنے ماننے والوں اور نیکوکاروں کے لیے جنت کا ضامن ہے۔ اور بروں کو دوزخ کا پیغام دیتا ہے۔ عقل و نقل اور عدل و انصاف کے عالمی پیمانوں کے عین مطابق ہے۔ دعا کیجئے اللہ سب مسلمانوں کو اسی پر زندہ رکھےّ۔ اسی پر وفات دے کر جنت میں پہنچائے۔ آمین۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔ فرضیت کا منکر کافر ہے۔ تارک فاسق ہے اس کا ایسا مال ایک گونہ حرام ہو جاتا ہے۔ مذہبِ اہلِ سنّت ہی نے اس فریضہ کا تحفّظ کیا اور وہ ہر قسم کے مال سے زکوٰۃ نکالنے کے قائل ہیں۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد لڑ کر اسلام کی اس بنیاد کو بچایا اور فرمایا "اللہ کی قسم! جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اس سے لڑوں گا۔ اگر اونٹ کی رسّی بھی نہ دیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو زکوٰۃ میں دیتے تھے۔ خدا کی قسم اس پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔" (بخاری و مسلم) چنانچہ سب کو راہِ راست پر لا کھڑا کیا۔ اہلِ سنّت اس آیتِ کریمہ کے تحت ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔ (بقرہ، پ ۳، ع ۴)

اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے (اس سے بھی خرچ کرو)

کمائی میں ملازمت کی تنخواہ، مزدوری، مالِ وراثت و ہبہ، تجارتی کاروبار (نوٹ۔ سونے چاندی کے زیورات اور زائد از ضروریات سامان) سبھی شامل ہیں۔ جب نصاب کے برابر ایسے مال کی بچت پر سال گزر جائے۔ چالیسواں حصّہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے۔ اسی طرح اونٹ، گائے گھوڑے، بکریاں وغیرہ بھی قابلِ زکوٰۃ ہیں۔ زمین کی ہر پیداوار — گھاس اور سوختنی لکڑی کے علاوہ — پر بارانی زمین سے دسواں حصّہ اور نہری و چاہی زمین سے بیسواں حصّہ عشر و زکوٰۃ نکالنا فرض ہے۔

مشتاق صاحب لکھتے ہیں: "چونکہ لوگ اس فریضہ کو اہمیّت نہیں دیتے۔ زکوٰۃ میں

حیلے بہانے کرکے خورد بُرد کرتے ہیں۔ لہٰذا اسلام کا مقصدِ زکوٰۃ خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں کرسکا ہے۔" (فروعِ دین ص۴۷)

"حضورؐ کے زمانہ مبارک میں زکوٰۃ کا نظام اجتماعی تھا جو کارندوں کے ذریعے جمع کی جاتی تھی پھر معینہ مصارف پر اسے صرف کردیا جاتا تھا۔" (ص۴۵)

شیعہ اور زکوٰۃ کی چوری

سُوءِ اتفاق سے اس اجتماعی نظام زکوٰۃ کا انکار سب سے پہلے شیعہ نے کیا۔ جن مانعینِ زکوٰۃ سے حضرت صدیقِ اکبرؓ نے جہاد کیا تھا۔ صدّیق دشمنی میں یہ خلیفۂ اوّل سے ناراض اور مرتدوں اور زکوٰۃ کے منکروں کی طرف داری کرتے ہیں۔ معاذاللہ تعالیٰ۔ (دیکھئے مصائب النواصب سوشتری)

پاکستان میں صدر ضیاء الحق نے اجتماعی زکوٰۃ لینے کا آرڈی ننس جاری کیا لیکن شیعوں نے زبردست مخالفت کرکے اپنے آپ کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرالیا اور ویسے بھی برائے نام زکوٰۃ کے قائل ہیں کیونکہ مسلمانی کے لیے یہ لیبل ضروری ہے ورنہ درجِ ذیل وجوہ سے فرضیّت زکوٰۃ میں تقصیر کرتے ہیں:۔

۱۔ سونے چاندی کے ٹکڑے اور زیورات پر زکوٰۃ نہیں مانتے۔ حالانکہ دولت کا سب سے بڑا سرمایہ یہی چیزیں ہیں۔

۲۔ نوٹوں پر زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ حالانکہ یہی سونے چاندی کا بدل ہے اور بینک دولت پاکستان اس کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ جب سونے چاندی کے دینار و دراہم رائج تھے شیعہ زکوٰۃ نکالتے تھے اب جب اس کی جگہ کاغذی زر نے لے لی ہے اور دُنیا کے ۹۹ ٪ کاروبار اسی زرِ ضمانت اور نوٹوں پر چل رہے ہیں۔ دس بیس روپے کے تنازعہ پر آدمی قتل ہوجاتا ہے۔ ہمارے شیعہ بھائی نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں مانتے۔ کس قدر سرمایہ داری کی پرستش اور خدا کو فریب دینے کی بات ہے۔ مشتاق صاحب بھی دبی زبان میں اقرار کرتے ہیں۔

"بعض علماء کے نزدیک نوٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ علماء کے اختلاف ہیں..... اپنی رائے یہ ہے کہ زیورات اس لیے مستثنیٰ ہیں کہ وہ مسکوک نہیں ہیں۔ (بطورِ سکّہ و کرنسی استعمال نہیں ہو رہے۔) اور نوٹ کاغذ ہیں۔" (ص۴۵)

۳۔ مالِ تجارت، مالِ وراثت و ہبہ میں شیعہ زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ البتہ عمر میں ایک مرتبہ بطورِ استحباب وغیرہ خمس نکالنے کے قائل ہیں یعنی اگر کوئی دیندار شیعہ خمس بھی نکالے تو یہ آٹھ سال کی زکوٰۃ بنی باقی سب عمر اسے چھٹی مل گئی۔

۴۔ زمینی پیداواری اجناس میں صرف گندم (۲۲ من مقدار) جَو، خرمے، مویز پر تین سو صاع وزن ہونے پر عشر یا بیسویں حصّہ کے قائل ہیں باقی کثیر اجناس چنا، مکئی، چاول، گنا، جوار باجرہ وغیرہ بڑی آمدن والی فصلوں پر عشر کے قائل نہیں۔

۵۔ جانوروں میں صرف اونٹ، گائے، بھیڑ بکری پر زکوٰۃ مانتے ہیں۔ گھوڑے، خچر وغیرہ پر زکوٰۃ کے قائل نہیں خواہ کتنی بڑی تعداد اور مقدار میں ہوں۔

حاصل یہ نکلا کہ شیعہ کے نزدیک زکوٰۃ صرف چار فصلوں اور تین قسم کے پالتو جانوروں پہ ہے باقی نقدی، زیورات، کرنسی نوٹ، سامانِ تجارت کسی بھی چیز پر زکوٰۃ نہیں۔ بتلائیے مشتاق کے اس قول "زکوٰۃ میں حیلے بہانے کرکے خورد برد کرتے ہیں" کا مصداق خود شیعہ ہوئے یا نہیں؟

بحمداللہ تعالیٰ مکمل اسلام اور محافظِ زکوٰۃ، مربی یتامیٰ و مساکین مذہب صرف اہل السنّت والجماعت ہی ہے۔ بسم اللہ خفیہ پڑھنے پر ہمیں نماز کا چور کہا تھا لیکن خود شیعہ تو زکوٰۃ چور ثابت ہوئے۔ اب نام نہاد فقہ جعفریہ کا فارم پُر کرکے زکوٰۃ سے جان چھڑا لیتے ہیں۔ (معاذاللہ تعالیٰ)

خمس

خمس کے مسئلہ کو بھی مشتاق نے شیعہ مذہب کی صداقت پر دلیل بنایا ہے کہ اس کی ارکانِ اسلام کی طرح پابندی صرف شیعہ مذہب میں ہی کی جاتی ہے مذہبِ سُنّیہ میں واضح حکم قرآنی کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ (ص۴۷)

ہماری گزارش یہ ہے کہ حسبِ سابق یہ بھی شیعہ مؤلف کی لفاظی اور چابک دستی ہے نہ تو خمس دیگر ارکان کی طرح ہے کہ اس کا نکالنا باقاعدہ ہر مسلمان پر فرض ہو کیونکہ قرآن و سنّت میں ایسی کوئی تعلیم نہیں اور نہ اہلِ سنّت نے ضمنی مالی مسئلہ کی حیثیّت سے اس کی مشروعیت کا انکار کیا ہے۔

خمس کے متعلق پ۱۰ کی پہلی آیت کا ترجمہ مشتاق نے یہ کیا ہے:

اور جان لو جو کچھ تمھیں غنیمت سے حاصل ہو اس میں کا پانچواں حصہ (۱/۵) خدا کے لیے

ہے اور رسولؐ اور (رسولؐ کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کےلیے ہے۔ (ص۵۷)

یہ آیت سورۃ انفال کی ہے۔ جہاد کے احکام بیان ہو رہے ہیں کہ جنگ کے بعد جو مالِ غنیمت حاصل ہو اس کے چار حصّے فوجیوں کا حصّہ ہے اور پانچواں حصّہ پانچ قسم کے حقداروں میں تقسیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بطور تبرک ہے یعنی پانچوں اقسام میں خدا کے حکم کے مطابق بانٹنا گویا خدا کا حصّہ نکالنا ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا حصّہ آپ کی زندگی سے خاص تھا۔ آپؐ کے انتقال کے بعد خود بخود ختم ہوگیا۔ رشتہ داروں کا حصّہ عہدِ نبوّت کے بعد عہدِ صحابہؓ میں بھی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے رشتہ داروں کو ملتا رہا اور اب بھی جہاد کے مالِ غنیمت سے ان کو پانچواں حصّہ مل سکتا ہے۔ اہلِ سُنت اس کے منکر نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اوّلاً شیعوں نے زکوٰۃ کو تو ذاتی کمائی سے بالنصِ قرآنی کے خلاف — خارج کر دیا اور خلافِ قرآن عام اموال سے خمس کے بطور استحباب قائل ہوگئے حالانکہ یہ شریعت میں بے تصرف اور ناجائز مداخلت ہے کیونکہ خمس صرف مالِ غنیمت و جہاد سے نکالا جاتا ہے یا ان معدنیات اور دفینوں سے جو شاملات زمینوں سے حکومت کو مل جائیں۔ دوم یہ کہ مالِ غنیمت یا معدنی خزائن کے خمس کے حقدار چار گروہ ہیں۔ سادات، یتامیٰ، مساکین، مسافرین۔ شیعوں نے صرف سادات کو حق دار مان لیا اور باقی تین اصناف کو ان کے حق سے محروم کر دیا۔

حالانکہ سادات کو بھی غربت اور احتیاج کی صورت میں ملے گا کیونکہ زکوٰۃ ان پر حرام کی گئی ہے اگر وہ مال دار ہوں تو وہ خمس نہ پائیں گے۔ جیسے صحیح احادیث آگے کتاب میں اسی مسئلہ کے ضمن میں آپ پڑھیں گے۔ کہ حضرت عمرؓ نے خمس سادات کو دینا چاہا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہم مال دار ہیں ہمیں حاجت نہیں یتیموں اور مساکین کو دے دیں۔ (ابوداوٗد)

اہلِ بیتؓ کے مقامِ عالی کا تقاضا یہی ہے اور اسلام کا معاشی زرّیں اصُول بھی یہی چاہتا ہے کہ طلب و حاجت کی شکل میں تو قرابت دارانِ رسُولؐ کو مالِ خمس میں اوّلیت حاصل ہے لیکن ان کے استغنار کی شکل میں یہ مد اسلامی خزانہ کا حصّہ ہے۔ حاکم اپنی صوابدید سے دیگر مصارف پر خرچ کرے گا جیسے مالِ زکوٰۃ کو وہ آٹھ مصارف میں تقسیم کرنے کا مجاز ہے خواہ سب اصناف میں برابر تقسیم کرے یا حسبِ ضرورت کسی ایک کو مخصوص کرے یا دوسروں سے زیادہ دے۔ مالِ فَے کی تقسیم

کی حکمت خدا نے یہ بیان فرمائی۔

كَےْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (حشر ع۱، پ ۲۸)

تاکہ یہ مال تمہارے مال داروں میں ہی گردش نہ کرتا رہے اور جو کچھ تمہیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں لے لو اور جس سے روک دیں نہ لو۔

تو صرف غیر غنی افراد میں تقسیم اور کمی بیشی میں حاکم کی صوابدید اسی آیت سے معلوم ہوئی۔

اصُولِ کافی ص۵۳۹ ج۱ میں امام جعفر صادقؒ کا فرمان ہے: عطیات جن پر مسلمانوں نے لشکر کشی نہیں کی۔ اموالِ صلح، بنجر زمین، پست وادیاں، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلیفہ کے قبضہ و تصرّف میں ہوتی ہیں جیسے چاہے ان کو (حق داروں پر) خرچ کرے۔

فھو للرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو للامام من بعدہٖ یضع حیث یشآء

کتاب الخراج اور الفاروق کے حوالہ سے مشاق نے حضرت علیؓ کا جو عمل نقل کیا ہے وہ ہماری تائید کرتا ہے۔

حضرت علیؓ نے اگرچہ مصلحتہً بنو ہاشم کو خمس میں سے حصّہ نہیں دیا لیکن رائے ان کی بھی یہی تھی کہ بنو ہاشم واقعی حق دار ہیں۔" حضرت عمرؓ نے سادات و بنو ہاشم کی مالِ خمس و عطایا سے خوب کفالت کی۔ حضرت عباسؓ و علیؓ کو ان مالوں کا متولی بنایا۔ خود بھی مسلسل تقسیم کیا۔ حسنینؓ کے اہلِ بدر کی طرح پانچ پانچ ہزار سالانہ وظائف مقرر کیے۔ (کتاب الخراج)

مشاق رافضی کا یہ لکھنا انتہائی جھوٹ اور بکواس ہے

"جس طرح دیگر احکام کو روشن نصوص کے باوجود قیاس اجتہاد کی نذر کیا گیا۔ اسی طرح رسولؐ کی اولاد کا یہ حق بھی پامال کیا گیا۔ غالباً اس غصبیت کی وجہ اقتدار کا استحکام تھا کہ اہلِ بیتؓ کو مالی لحاظ سے لاغر رکھا جائے اور اس پالیسی کے نفاذ سے حکومت کو متعدد سیاسی فوائد حاصل ہوئے جن کا بیان خارج از موضوع ہے۔" (ص۸۲)

دراصل مذہبِ شیعہ سرمایہ داری کا حامل ہے پاکستان کے سرمایہ دار اب بنتی ۲۲ خاندانوں کی اکثریت مذہبِ شیعہ رکھتی ہے۔ یہ لوگ اہلِ بیتؓ کو بھی جاگیردار اور خمس و فدک وغیرہ کا مستقل مالک اسی جذبے سے سمجھتے ہیں اور ان کی تشہیر سے اپنا مقصد بھی صرف دولت حاصل

کرتا ہے۔ انھوں نے اس کے لیے اہل بیتؓ کے مقام و کردار کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ مسئلہ فدک کے تنازعہ اور رسّہ کشی کو بھی دیکھا جائے تو شیعہ مذہب کے باطل و سرمایہ دار ہونے اور مقامِ اہل بیتؓ کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ صحابہ دشمنی میں تو یہ لوگ کمیونسٹ بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں :۔

"اسلام کا بنیادی معاشی اصول یہ ہے کہ ضرورت سے فاضل رقم پر فردِ اسلام کا کوئی حق نہیں بلکہ اس کی حیثیت امین کی سی ہے" (ص۸۴)۔ (حالانکہ اسی فاضل رقم پر تو زکوٰۃ، حج اور صدقات کی عبادتیں قائم ہیں۔ اگر فردِ اسلام کا اس پر کوئی حقِ ملکیّت نہیں تو پھر یہ عبادات بھی اس پر فرض نہیں۔)

لیکن جب حضرت عمرؓ اور خلفاءِ رسولؐ قرآنی اصول اور سنّتِ رسولؐ کی روشنی میں حسبِ صوابدید مستحقین میں کمی بیشی کے ساتھ بانٹتے ہیں تو یہ ان کے خلاف آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اہلِ بیتؓ کا حق غصب کر لیا۔ ان کو خمس میں کمی بیشی کرنا درست نہ تھا۔ بنو ہاشم سب خمس کو اپنا ذاتی حق سمجھتے تھے وغیرہ۔

ذی القربیٰ کی تشریح میں بنی اسرائیل کی آیت واٰتِ ذی القربیٰ حقہ، درِّ منثور وغیرہ کے حوالے سے یہ لکھّا ہے "کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا فرمایا" (ص۹۰)

حالانکہ یہ روایت محض جعلی ہے۔ سورت بنی اسرائیل اور سورۃ روم دونوں مکّی ہیں فدک کا اس وقت تصوّر بھی نہ تھا وہ تو ۷ھ میں مدینہ میں آیا تھا۔ مکہ میں تو حضرت فاطمہؓ صغیر السّن تھیں نہ علی المرتضیٰؓ قرابت داران میں شامل ہوئے تھے نہ حسنینؓ تھے۔ پھر جو رؤف رحیم پیغمبرؐ اپنی لختِ جگر کو بیتُ المال سے خادم نہیں دیتے بلکہ اسے عام فقراء کا حق قرار دیتے ہیں (کتبِ سیرت) وہ ایک بہت بڑی جائیداد اپنی بیٹی کو کیسے ہبہ کر دیتے ہیں۔ بلکہ بچپن میں قبل از حصول یہ پروگرام بناتے ہیں؟ دراصل یہ سرمایہ دار اور زر پرست شیعوں کا زاہد ترین رسولِ امینؐ پر زبردست حملہ ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

زر پرست مشاق آخر میں یہ بڑھ مارتا ہے :

"اس کے برعکس شیعہ مذہب خمس کی ادائیگی متواتر کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔ خدا کے مقرر کردہ حصّہ میں وہ کمی بیشی کرنا صحیح نہیں سمجھتا ہے اور اولادِ رسولؐ کے حقوق کی پاسداری کر رہا ہے پس یہ مذہب یقیناً بہتر ہے۔" ص۸۶

ذاتی اغراض کے لیے خدا کے قانونِ زکوٰۃ میں ترمیم کر کے جو مسئلہ خمس شیعوں نے تراشا ہے اس کی جھلک ہم دکھا چکے پھر جو خمس کا مال سادات تک پہنچتا ہے سب کو معلوم ہے کہ یہ رقمیں تو موٹی موٹی فیسوں کی شکل میں بڑے بڑے مرثیہ خواں مراثیوں، گلوکاروں، نوحہ خوانوں اور ذاکروں، مجتہدوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں اور غریب سادات تو اہل سنّت کے گھروں اور کھلیانوں سے بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہیں۔ تجربہ و مشاہدہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ رہی "اولادِ رسولؐ کے حقوق کی پاسداری" یہ خوش نما دلفریب لیبل ہے ورنہ دوست بن کر شیعوں نے جو اہل بیتؓ پر ظلم ڈھائے اور ۱۳۱۲ مومنوں کی انتظار میں ۱۲۰۰ سال سے امام زمانہ حضرت مہدیؒ آج بھی غار میں غائب ہیں۔ کسے معلوم نہیں ہے؟ مذہبِ شیعہ اس دنیوی لحاظ سے یقیناً بہتر ہے کہ دھوکہ سے اہلِ بیتِ رسولؐ کو بلا کر ذبح کر دو پھر مظالم کی عمارت استوار کر کے خوب دولت کماؤ، عیاشی کرو، جب سیاسی پاور حاصل ہو جائے تو انقلابِ ایران کی طرح مسلمانوں کو خوب مارو اور مرواؤ۔ (معاذ اللہ)

حج اسلام کا پانچواں عظیم رکن حج ہے جو عبادت مالی اور بدنی کا مجموعہ ہے۔ ہر اس صاحب استطاعت تندرست آزاد مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو پُر امن راستہ سے حج کے سفری اخراجاتِ آمد و رفت، گھریلو اخراجات کے علاوہ۔ رکھتا ہو جس پر حج فرض ہو اور وہ عمداً نہ کرے تو فاسق ہے۔ حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے کہ ایسا شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ (صحیحین)

حج کا اجتماع ایک عالمگیر مسلمانوں کی کانفرنس ہوتی ہے جس میں وہ خدائے واحد کی والہانہ عبادت سے جہاں روحانی فوائد حاصل کرتے ہیں وہاں باہمی اخوت، رواداری، محبت و انس اور ہمدردی کے وافر جذبات کا انعام پاتے ہیں۔ اسی طرح تجارتی، معاشی اور مادی ذرائع کو بھی ترقی ملتی ہے اور ان کی مسلم قومیّت، اتحاد، تنظیم اور شان و شوکت کا بھی اظہار ہوتا ہے میدانِ

عرفات اگر محشر کا نمونہ پیش کرتا ہے اور عاشقانہ اداؤں، مجذوبانہ چالوں اور ایک ہی قسم کے لباسِ احرام میں ہر شخص کو اپنی ہی فکر رہتی ہے اور میدانِ آخرت میں کامیابی کے لیے یہاں سے بھرپور جذبہ حاصل کرتا ہے اور گناہوں سے تائب ہو کر اعلیٰ متقیوں کا کردار اپنا لیتا ہے۔ وہیں اسے میدانِ جہاد کی بھی تربیت دی جاتی ہے۔ کہیں وہ اپنے مرکز کے گرد طواف کی پریڈ کر رہا ہے۔ مرکزِ کعبہ کے چاروں طرف وسیع و عریض پھیلی ہوئی دُنیا کو اپنا میدانِ دعوت سمجھتا ہے رمل کی سنّت سے کفار کو مرعوب کر رہا ہے۔ مقامِ ابراہیمؑ پر نفل پڑھ کر اپنے قائد و جرنیل سے ہدایات لے رہا ہے۔ صفا و مروہ کی سعی اور مشقوں میں جوشِ جہاد کو اُبھار رہا ہے، شیطانوں کو کنکریاں مار کر نشانہ بازی کی مشق کر رہا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے پیارے جانوروں کو ذبح کر کے مال و جان کی قربانی کی ریہرسل کر رہا ہے اور قتل و شہادت کے خوف کو عملاً دور کر رہا ہے۔ باریک بینی سے دیکھا جائے تو گویا یہ ساری باتیں سول اور فوجی، دفاعی اور اقدامی جہاد کی ٹریننگ ہیں۔

شیعہ اور تقصیرِ حج

مذہبِ شیعہ اسلام کے دعویدار کی حیثیت سے اگرچہ فرضیّتِ حج کا زبانی قائل ہے مگر اس کی بزرگی گھٹانے عوام کو دُور کرنے یا پھر سیاسی اور گروہی مقاصد حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا۔

۱۔ بزرگانِ دین کے مزارات پکے بنانا شریعت میں منع ہیں۔ کافی باب تطیین القبر و تجصیصہ صلہ ۲ کی احادیث پر محشی علی اکبر غفاری لکھتے ہیں۔ شیعہ امامیہ کے ہاں یہ مشہور مسئلہ ہے کہ قبر چونا گچ کرنا مکروہ ہے اور یہی ہمارے علمار کا فتویٰ ہے۔

ان کے ارد گرد طواف کرنا اور ان کے نام کی منت ماننا یا ان سے استمداد کرنا بھی شرک و حرام ہے۔ مگر مذہبِ شیعہ قبورِ ائمہ کو کعبہ سے افضل کہتا اور ان کی زیارت کو حج سے ۹۰ گنا زیادہ بتاتا ہے۔

ابوعبداللہ (امام جعفر صادقؒ) فرماتے ہیں جو مومن حضرت حسین علیہ السّلام کی قبر کی زیارت کرے عید کے دن کے سوا جب کہ آپ کا حق پہچانتا ہو تو اللہ اس کے نامۂ اعمال میں بیس حج، بیس مقبول عمرے اور بیس وہ خاص حج لکھے گا جو اس نے نبی مُرسل یا امام عادل کے ساتھ کیے ہوں۔ (فروعِ کافی ص ۵۸/ج ۲)۔ ایک اور روایت میں حج سے ۹۰ گنا زیادہ ثواب کا ذکر ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری یہ شعر لکھتا ہے: ؎

کعبہ بگرد روضۂ او میکند طواف ۔۔۔ رکب الحجیج این تروحون این این

کعبہ تو امام حسینؓ کے روضے کا طواف کر رہا ہے۔ اے حاجیو تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ معاذاللہ (مجالس المومنین ص ۵۸/ ۱۷)

ملا باقر علی مجلسی زنا رمتعہ کے مقابلے میں حج و عمرہ کی یوں توہین کرتا ہے:

"جب مرد عورت (متعہ والی) کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ انھیں ہر بوسہ پر ثواب حج و عمرہ بخشتا ہے۔" (رسالہ متعہ ص ۱۵)

حضرت سیّد عالمؐ نے فرمایا جس نے زنِ مومنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستّر مرتبہ خانہ کعبہ کا حج کیا۔" (رسالہ متعہ ص ۱۶ از ملا باقر علی مجلسی)

یہی وجہ ہے کہ شیعہ حج کو بہت کم جاتے ہیں۔ ہر سال اندرونِ ملک و بیرونِ ملک سے لاکھ بھر پاکستانی مسلمان حج سے مشرف ہوتے ہیں لیکن پڑتال اور اعداد و شمار کر لیجئے شیعہ ایک فیصد بھی نہیں نکلیں گے۔ جب کہ زوّاری والے حج کے لیے ہزاروں افراد تناسب حج سے دس گنا سے بھی زائد شیعہ کربلا، نجف، کاظمین، تہران وغیرہ جاتے ہیں۔

مجتہد شیعہ مولانا محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:

عتباتِ عالیہ کی زیارات کو اگر سو جائیں گے تو حج کے لیے دس بھی نہیں۔

۲۔ چند سالوں سے ایرانی حجاج کی کثرت ہوئی ہے مگر ان کے پیشِ نظر حج کی سعادت نہیں بلکہ خمینی کے بُت کی جگہ جگہ نمائش "اللہ اکبر، خمینی رہبر" کے نئے کلمے کا اعلان، عربوں سے نفرت دلانے کے لیے سیاسی جلوس اور ایرانی قوم کا منظم مظاہرہ دکھانا اور اسرائیل کی نمائندگی کرتے ہوئے حرمین شریفین پر ناپاک قبضے کے عزائم کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر سال حرمین شریفین میں گڑبڑ اور الحاد پھیلاتے ہیں۔ تصادم اور لاٹھی چارج اور آنسو گیس شیلز کی نوبت آتی ہے۔ دُنیا بھر کے مسلمانوں کو کوستے ہیں اور اس ملعون کارروائی سے مسلمانوں میں غم و غصّہ کی لہر دوڑ جاتی ہے اور خمینی پرستوں پر لعن و طعن کی بارش برستی ہے اس الحاد اور شرارت پسندی کی سزا نہ ختم ہونے والی تباہ کُن جنگ کی صورت میں انکو مل رہی ہے لیکن اسلام دشمنی اور توہینِ حرمین کی اس مشئوم حرکت سے باز نہیں آتے۔ ۱۴۰۷ھ کے حج میں مسلح ہو کر حرم شریف پر حملہ اور قبضہ کرنے گئے خونی تصادم میں تین سو ایرانی مردار ہوئے۔ خدا کا فرمان سچّا ہے:

وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (حج، ع ۳، پ ۱۷)

جو شخص بھی ناحق بے دینی حرم شریف میں پھیلائے گا ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

حج کے مسائل میں بھی اپنی فطرت کے مطابق اختلاف کرتے ہیں جن کی تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ قرآن و سنّت کی دلیل سے نہیں محض بناوٹی روایات، ڈھکوسلوں اور اختلاف برائے اختلاف "حق اہلِ سنّت سے برخلاف کرنے میں ہے" جیسے اصولوں سے اہلِ اسلام سے جدائی اس مذہب کا شعار ہے۔

بچھو کو ڈنگ مارے بغیر چین نہیں آتا ورنہ زہر اسے خود کھاتا رہتا ہے۔ حج کی بحث میں مشتاق نے بڑی قلم کاری دکھائی۔ مناسک کی حکمتیں اور فلسفے بیان کیے اور تان ان باتوں پر آ توڑی "اہلِ بیتؓ نجات کا وسیلہ ہیں"

"شیطان کے تین رُوپ ہیں اور تینوں صورتوں سے تبرّا کرنا ہے۔ لحاظِ نسبت محترم ہے پس راہِ حق میں غیر خدا کی چیز خواہ وہ شبیہ ہی کیوں نہ ہو کا احترام اس لیے ضروری ہے کہ نسبت محترم ہے۔ جب ہم شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہیں تو یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ خاصانِ خدا کی نشانیوں کا احترام کرنا شرک نہیں بلکہ عین ثواب ہے۔ حسینؑ یادگار ہیں کیونکہ ابتداء حج ہے اور انتہا یادِ کربلا ہے" ص ۹۴۔

پھر تمام اسلام کی سبکی کرتے ہُوئے یہاں تک لکھا ہے:

"اور کائنات کے تمام واقعات میں سے صرف اور صرف ایک ہی واقعہ ایسا ہے جس میں حقیقی اسلام کی پوری تعلیم عملاً دکھائی دیتی ہے اور یہ واقعہ کربلا ہے جسے بھولنا دراصل اسلام کو بھول جانا ہے" ص ۹۳

"ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" کا مصداق ان باتوں کو مناسک اور ان کی حکمتوں سے کیا تعلق ہے بس شیعیّت اور شرک کا سودا ہے جو دماغ پر ایسا چھایا ہے کہ بلی کو خواب میں چھچھڑے نظر آ رہے ہیں۔

اہلِ بیتِ کعبہ — وہ تمام صحابہ کرامؓ ہی ہیں جنھوں نے بتوں کو ہٹا کر خانہ کعبہ شریف میں سب سے پہلے باجماعت نماز پڑھی۔ ان کے لیڈر حضرت عمر فاروقؓ تھے یا وہ دس ہزار قدوسی صحابہ کرامؓ

ہیں جنھوں نے مکّہ شریف کو فتح کر کے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ ان کعبہ والوں سے تو شیعہ کا بچہ بچہ نفرت کرتا ہے شیعوں کو کعبہ کے اہلِ بیتؓ سے کیا تعلق؟ -

حضرت علی المرتضیٰؓ یقیناً کعبہ والے ہیں کہ خدا کی توحید کا درس دیا ہے اور اصنام و شبیہہ پرستی سے تبرّا کیا ہے۔ مگر شیعوں کو علیؓ کے عمل و کردار سے کیا واسطہ؟ وہ تو خمینی جیسے ظالموں کی تصاویر اور خیالی شبیہات کی باقرار خود عین خدا جیسی تعظیم کرتے اور پوجتے ہیں۔ کعبہ میں حضرت علیؓ کی پیدائش۔ ایک شیعہ کا مشہور کردہ قصّہ ہے۔

جس کے متعلق ہم یہاں کچھ نہیں کہتے، عقل و دین بھی اس سے انکاری ہیں کیونکہ کعبہ شریف مقامِ عبادت تھا۔ زچہ و بچہ کا سنٹر اور برتھ روم نہ تھا کہ عمداً ڈلیوری کیس کے لیے کوئی خاتون وہاں آئے پھر وہ تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز اور صنم خانہ بنا ہُوا تھا۔ اس ماحول میں نومولود بچے کی فضیلت تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

تبرّا شیطان سے ہو رہا ہے یا اس کے سکھلائے ہُوئے اعمال سے جو کفر و شرک اور نافرمانی ہیں شیعوں نے آج تک تبرّا نہ شیطان سے کیا نہ اس کے اعمال کفر و شرک اور معاصی سے بلکہ ان سے تو بدستور تولّا کیا ہے ہاں حقیقۃً تبرا، قرآن کریم، سُنّتِ نبوی، توحیدِ الٰہی، تمام صحابہ کرامؓ اور تمام ملّتِ اسلامیہ محمدیہ سے ہے۔ شعائر اللہ معظم ہیں۔ اس لحاظ سے کہ اللہ والوں نے ان کو استعمال کر کے اللہ کی بے مثال عبادت کی ہے نہ اس لحاظ سے کہ ان کی شکلیں اور شبیہیں بنا کر چومنا، چاٹنا یا پوجنا شروع کر دو مسلمان حاجی سُنّتِ ہاجری میں صفا مروہ کی پہاڑیوں پر چڑھنا اور پتھروں کو سنّت ہاجری میں پاؤں سے روندنا اور اللہ سے والہانہ دعائیں تو مانگتا ہے لیکن ان کو بوسہ گاہ نہیں بناتا ہے تو شیعوں کی خیالی و تعظیمی شبیہیں، خود بخود شرک اور بت پرستی کا مظہر ثابت ہوتی ہیں۔

سیدنا حضرت امام حسینؓ کا مقام اور شرفِ شہادت اپنی جگہ بجا ہے۔ لیکن اسے کعبہ سے مربوط کرنا یا ذبحِ عظیم کا مصداق بتانا ایک زیادتی اور شیعی دجل ہے آپ تو عین حج کے موقع پر جب کعبہ شریف میں سب مسلمانوں کا اجتماع تھا اور وہ مرکزِ اتحاد بنا ہُوا تھا، کوفیوں کی پُرفریب دعوت کے حج کعبہ شریف چھوڑ کر چل دیئے اور حضرت اسمٰعیلؑ نے تو اسے تعمیر کیا اور آخر دم تک آباد رکھا تھا۔

کعبہ و اسمٰعیلؑ سے نسبت تب بجا تھی کہ آپ مسلمانوں کی خواہش کے مطابق یہاں کعبہ میں رہ کر دعویٰ خلافت کرتے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرح جام شہادت نوش فرماتے۔ آپ شہید کربلا اور انتہارِ یادِ کربلا ہیں، ابتدارِ کعبہ نہیں۔ علامہ اقبالؒ کی طرف منسوب شعر پُر مبالغہ یا قابلِ تاویل ہے۔

مشتاق صاحب لکھتے ہیں: "ایسے عاشقانِ خدا کی یاد کو ہر سال تازہ کرنا زندہ قوموں کی نشانی ہے اگر اصل نشانی دستیاب نہ ہو سکے تو نقلی نشانیاں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔" ص ۹۳

انہی نقلی نشانیوں سے تو بُت بنے اور صنم پرستی وجود میں آئی۔ اب قرآن و سنّت سے دلیل لانے کے بجائے قیاس و ڈھکوسلہ سے نقلی نشانیوں کو ضروری کہا جا رہا ہے تاکہ تعزیہ، شبیہ، دُلدل، عَلَم، ضریح وغیرہ بناوٹی یادگاروں اور نشانیوں کی تعظیم و پرستش کی جا سکے۔ مذہبِ شیعہ گرگٹ کی طرح کیا کیا رنگ بدلتا ہے؟ بحثِ حج میں "یادش بخیر" حضرت عمرؓ پر طعن کیا ہے کہ متعہ حج اور متعۃ النساء کو آپ نے بند کر دیا تھا۔ متعۃ النساء سے شیعہ کی محرومی اور اس غم میں نوحہ و بکاء کی فریاد تو کچھ سمجھ آتی ہے لیکن تمتع حج کی بندش کا دعویٰ اتہامِ محض ہے۔ زاد المعاد کی روایت وقتی انتظامی امر سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ اہلِ سنّت کے تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک حج کی تین قسمیں ہیں، حجِ تمتع، حجِ قران، حجِ افراد اور تینوں درست ہیں۔ شافعیہ کے ہاں حجِ تمتع افضل ہے جس میں پہلے عمرہ کر کے احرام کھولا جاتا ہے۔ پھر حج کا الگ احرام باندھا جاتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں حجِ قران افضل ہے کہ حج و عمرہ کی معاً نیّت سے ایک ہی احرام باندھا جاتا ہے حج کر کے پھر کھولا جاتا ہے اور مفرد حج کرنے میں حاجی مختار ہے عمرہ پھر کبھی آ کر کرے یا پہلے اسے موقع نہ ملے اور پھر سیدھا میدانِ عرفات پہنچ کر حج کے ارکان بجالائے تو بھی اسے حج مفرد کہا جائے گا۔ اگرچہ اس سفر میں بعد میں عمرہ بھی کرے۔

مشکوٰۃ شریف باب الاحرام والتلبیہ کی دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ حجۃ الوداع کے سال ہم رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے نکلے۔ ہم میں سے کچھ حضرات نے عمرے کا احرام باندھا اور کچھ نے حج و عمرہ دونوں کا باندھا اور کچھ نے صرف حج کا باندھا۔ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا وہ تو عمرہ

کر کے حلال ہو گئے۔ (احرام کھول دیا) اور جنھوں نے حج کا یا حج و عمرہ دونوں کا (بصورتِ قران) احرام باندھا تھا وہ قربانی کے دن (قربانی کرنے پر) حلال ہُوئے۔

۲۔ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حجِ تمتع کیا تھا۔ پہلے عمرے کا احرام باندھا، پھر حج کا باندھا۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حجِ تمتع و قران درست ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اسے درست سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو: نسائی شریف ص ۱۳ ج ۲ پر ہے بنو تغلب کا ایک شخص جس کا نام صُبَیّ بن معبد تھا، عیسائیت سے مسلمان ہوا۔ پہلی دفعہ حج اور عمرہ کرنے آیا تو حج اور عمرہ کا اکٹھا تلبیہ کہا اور اسی طرح سب اعمال میں تلبیہ کہتا رہا۔ دو شخصوں نے اس پر اعتراض کیا وہ کہتا ہے:

لقيت عمر بن الخطاب فذكرت ذلك له فقال هديت لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم۔	میں حضرت عمرؓ سے ملا اور یہ بات ذکر کی تو آپ نے فرمایا تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی ہدایت نصیب ہُوئی۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اصولاً تمتع اور قران کو سنّتِ رسُول اور جائز کہتے تھے۔ مگر یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص عمرے کا احرام کھولے، جماع کرے پھر حج کا احرام باندھ لے اور بالوں سے پانی ٹپک رہا ہو۔ عارضی ممانعت کی یہی وجہ نسائی ص ۱۵ ج ۲ پر آپ کی زبان سے منقول ہے اور امام نوویؒ نے وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ مفرد حج کو افضل جانتے تھے تو اولویت حاصل کرنے کے لیے قران و تمتع سے روکا تھا ورنہ ناجائز نہ جانتے تھے کیونکہ ان تینوں کے بلا کراہت جواز پر اجماع ہو چکا ہے۔ (نووی شرح مسلم ص ۳۹۴ ج ۱)

مؤلف نے "طوافِ نساء" چھوڑنے کا الزام بھی اہلِ سنّت کو دیا ہے: "مذہب سنّیہ کے نزدیک طوافِ نساء و نمازِ طوافِ نساء ضروری نہیں لیکن اگر کوئی ادا کرے تو خطاکار بھی نہیں لیکن مذہبِ شیعہ کے نزدیک انھیں ترک کر دینا عورتوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ لہٰذا حفظ ماتقدم کے تحت یہ ارکان بجالانا ہر صورت میں بہتر ہے۔" ص ۹۹

ہمیں معلوم نہیں کہ طوافِ نساء سے مؤلف کی کیا مُراد ہے۔ ہمارے ہاں حج کا رُکنِ دوم طوافِ زیارت جو ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ میں کرنا لازمی ہے۔ طوافِ نساء بھی کہلاتا ہے

اور پھر حسبِ قاعدہ دو نفل طواف کے پڑھے جاتے ہیں۔ اس طواف سے پہلے بیوی حرام ہوتی ہے اور طواف کے بعد حلال ہو جاتی ہے اگر یہی مراد ہے تو اس کے ہم قائل ہیں اور اگر اس کے علاوہ عورتوں کی نیت سے کوئی مستقل اور طوافِ نسا ہے اور دو رکعت نفل طواف ہیں تو قرآن و سنت سے اور کتبِ فریقین سے اس کا ثبوت چاہیئے تھا۔ ایک چیز خود ہی گھڑ لینا دوسرے کو نہ کرنے پر الزام دینا اور حفظِ ماتقدم کے لیے ان جعلی ارکان کے ادا کرنے کو بہتر بنانا شریعت میں کھلی مداخلت اور تحریف فی الدّین ہے۔

اس بحث میں چند اقتباسات ہمیں اچھے نظر آئے ہم بلا تبصرہ ان کو نقل کرتے ہیں اور شیعوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان کی روشنی میں اپنی اصلاح، عامۃ المسلمین کی بھلائی اور ان سے اخلاص کا دامن کبھی نہ چھوڑیں۔

۱۔ پس حسناتِ دنیا اور حسناتِ آخرت دونوں اہم ہیں۔ پھر آتشِ عذاب کا تذکرہ ہے تاکہ تمام افراد کو یہ بات معلوم رہے کہ اس کے تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا اور عمل کے مطابق جزا و سزا ملے گی جب پڑتال کا خوف رہے گا تو یقیناً تمام امور خیانت سے پاک ہوں گے۔ ص۹۰

۲۔ دستورِ اسلام یہ ہے کہ کسی بھی فرد کارائی برابر عمل بھی ضائع نہ ہو۔ چنانچہ اسلام بھلائی میں اٹھائے گئے ہر قدم کی حفاظت کرتا ہے اور اسے آئندہ نسلوں کے لیے نقش راہ قرار دیتا ہے۔ ص۹۲ (کاش السابقون الاولون مسلمان صحابہؓ کے اعمال کو بھی شیعہ یہ مقام دیتے۔)

۳۔ دلائل و آثار علوی سے موجد موجودات اور خالقِ کائنات کے وجود کو معلوم کرنا، اسے واجبِ بالذات اور جامع جمیع صفاتِ کمالیہ و جمالیہ تسلیم کرنا اور تمام بُری صفات سے منزہ سمجھنا وغیرہ۔ چنانچہ ارشادِ خدا ہے کہ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اللہ کا ذکر کرو اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ کعبہ کی ہر طرف توجہ کرو کیونکہ مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں اور ہر طرف اللہ موجود ہے۔ ص۱۰۱

۴۔ اسلام نے عبادت کا یہ عجیب و غریب طریقہ اس لیے مقرر فرمایا ہے کہ مسلمان اس کے ذریعہ روحانی و باطنی تزکیۂ نفس، لطفِ تقویٰ اور قوتِ اتحاد حاصل کرے۔ تعصب و تنگ نظری اور نفرت (جو امام باڑوں میں سکھائی جاتی ہیں۔ م) کا خاتمہ کرے اپنے اندر انکساری، ایثار اور مروّت کے جذبات پیدا کرے، ہر صاحبِ ایمان میں یقین محکم پیدا ہو کہ وہ صرف ایک ہی مالک

حقیقی کا بندہ فرمانبردار ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ اسی بادشاہ حقیقی کے لیے ہے اور اس کے قانون کی پابندی ہر طرح واجب ہے۔ سارے مسلمانوں کے معاشی، سیاسی، علمی، فکری اور تمام مادی و روحانی مسائل ایک ہی ہیں اور سب کو مل کر اتحاد و اتفاق سے انھیں احکامِ خالق کی روشنی میں حل کرنا ہے۔ ص۹۶

جہاد

فروعِ دین میں حج کے بعد چھٹی فرع مؤلف نے جہاد ذکر کی ہے۔ جہاد کی اہمیت یا ترغیب کے بجائے مجاہدینِ اسلام کے خلاف خوب زہر اگلا ہے جب کہ شیعہ کے کسی امام نے اپنے دورِ امامت میں یا کسی شیعہ حاکم نے کافروں سے جہاد نہیں کیا۔ ان کا فتویٰ یہ ہے کہ امام غائب ہے اور جہاد معطل ہے۔ لہٰذا وہ اہلِ سنّت کے مجاہدین اور فاتحینِ اسلام کو بہت بُرا جانتے ہیں۔ اہلِ سُنّت کے ہاں یہ اعلیٰ واجباتِ اسلام میں سے ہے جو مردوں پر فرض علی الکفایہ ہے، اور ہنگامی خاص حالات میں عورتوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے۔

فضیلتِ جہاد

مجاہد، یا غازی اور فاتح ہوگا یا مقتول اور شہید ہوگا۔ دونوں صورتوں میں بشرطِ ایمان و اخلاص اتنا بڑا درجہ پائے گا جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ عتبہ بن سلمیؓ کی روایت میں ہے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دشمن سے مقابلے میں مارا جائے تو یہ وہ شہید ہے جو امتحان سے پاس ہو کر عرش کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہوگا۔ صرف نبوّت کی وجہ سے انبیاء علیہم السّلام اس سے اعلیٰ ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۵)

بروایتِ سعد بن ابی وقاصؓ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا فرمان ہے ایک دن اللہ کی راہ میں جہاد کا کیمپ لگانا دنیا اور اس کی سب نعمتوں سے بہتر ہے۔

بروایتِ انسؓ آپؐ کا فرمان ہے: "اللہ کی راہ میں ایک صبح کی کوچ یا شام کی کوچ دُنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہے۔" نیز فرمایا ہے: "جس بندے کے اللہ کی راہ میں قدم غبار آلود ہو جائیں ان کو آگ نہ چھوئے گی۔" حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا فرمان ہے اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ مومن میرے سوا پیچھے نہیں رہ سکتے اور میں سب کی سواریوں کا

بندوبست نہیں کرسکتا تو اللہ کی قسم میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی کسی پلٹن سے پیچھے نہ رہتا۔ مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔ (مشکوٰۃ صد ۳۲۹)

نیز فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، روزے دار قائم اللیل اور عابد کی طرح ہے۔ جو روزے اور نماز سے رُکتا نہیں۔ تا آنکہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ واپس لوٹ آئے۔"

جہاد اسلام کی چوٹی ہے، ایمان کی لذت ہے، کافروں پر رعب اور ملک وقوم کی حفاظت ہے۔ دین کی عزت ہے، خدا کا قرب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا نیک پیشہ ہے، جنت میں جانے کا ٹکٹ ہے، دوزخ سے برأۃ نامہ ہے، دُنیا و دین کے تمام مصائب کی پناہ گاہ ہے۔

اگر جہاد نہ ہو، زمین کا نظام برباد ہو جائے، اشرار کی حکومت قائم ہو جائے، کسی کی جان و مال اور عزت و دین محفوظ نہ رہے۔ کفار و فجار مسلمانوں اور نیکوکاروں کا جینا دوبھر کردیں۔

اہلِ سُنّت اور فریضہ جہاد

الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ جہاد کی سعادت، اسلام کی اشاعت اور فتوحات کی کثرت، صحابہ کرامؓ اور ان کے ماننے والے مسلمانانِ اہل السنّت والجماعت ہی کے مقدر میں آئی۔ ان کی فاتح تلواروں نے جہاں بڑے بڑے اشرار اور ان کی مجوسی و مشرک حکومتوں کو مٹایا، ان کے پاک نفوس مبلغین نے کلمہ توحید و رسالت کا پیغام دُنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہا لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ،
"اللہ اس نبیؐ والے دین کو تمام ادیان پر غالب کرے گا۔" (فتح)

"اللہ مومنین، صالحین کو زمین میں ایسا اقتدار دے گا کہ ان کے دین کو مستحکم و پائیدار کردے گا۔ خوف کو امن سے بدل دے گا۔ وہ صرف خدا کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔" (نور)

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہو کر رہا کہ "اس دین کی دعوت تمام جھونپڑی والوں اور کوٹھیوں والوں تک پہنچے گی۔ شرق و غرب میں اس دین کی حکمرانی ہوگی۔ (الحدیث) سونے سے لدی ہوئی عورت اگر تنہا سفر کرے گی تو اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔" (الحدیث)

شیعہ کی جہاد دشمنی

تنہا یہ نعمتِ عظمیٰ مسلمانانِ اہلِ سنّت کو ملی تو دشمن حسد کے مارے جل اٹھا اس نے غیر مسلموں کا جاسوس اور ایجنٹ بن کر، فریضہ جہاد مجاہدین ان کی فتوحات اور اشاعتِ اسلام پر جو جو حملے کیے اس کا ادنیٰ نمونہ مشاق کے یہ غلیظ اقتباسات ہیں ہم نے بعض مغالطوں کا ردّ ساتھ ساتھ کردیا ہے۔

۱۔ "لیکن تم اگر ہتھیار استعمال کر کے ان کو جبر سے مسلمان کرو گے تو اسلام حلق سے نیچے نہ اُترے گا محض زبانی مسلمان ہونے کا اظہار ہوگا اور ایسے لوگ خواہ کتنے ہی گروہ در گروہ تمہارے دین میں آجائیں گے وہ دل کے کھوٹے ہی رہیں گے ..... چنانچہ دیکھا گیا کہ جو لوگ فتح مکہ کے بعد فوج در فوج لالچ و خوف و ہراس کے باعث مسلمان ہوئے وفاتِ رسولؐ کے بعد اسی طرح گروہ در گروہ خارج ہو گئے۔" صد ۱۰۳

حالانکہ فتح مکہ خود حضورؐ کا کارنامہ تھا اور گروہ در گروہ مسلمان ہونے کی پیشین گوئی خود قرآن نے کی تھی۔ (نصر پ ۳۰) مگر اس دشمنِ اسلام کو سیرت نبویؐ اور صداقتِ قرآن پر بھی اعتراض ہے کہ سب فتح مکہ والوں کو معاذ اللہ ارتداد کے حوالے کر رہا ہے۔

۲۔ سورت انفال میں ہے کہ "اے رسولؐ ان کافروں سے کہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا معاف کر دیا جائے گا لیکن اگر وہ اپنی حرکات کو جاری رکھیں گے تو پہلے لوگوں کی طرح جو طریقہ جاری ہو چکا ہے وہی برتا جائے گا۔" یعنی معلوم ہوا کہ اسلام آخری گھڑی تک یہ موقع دیتا ہے کہ نوبت قتال و جدال تک نہ آئے۔ آپ حضرات پورا قرآن پڑھ جائیے کسی جگہ یہ حکم نظر نہیں آئے گا کہ تم لوگ غیر مسلمان اقوام کے ممالک پر چڑھائی کرو جب کہ وہ کوئی وجہ مخاصمت بیان نہ کریں۔" صد ۱۰۴

قرآن سے اعراض اور تحریف کی کتنی دلیری ہے حالانکہ اسی سے متصل آیت میں ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (پ ۹ ع ۸) اور ان سے جنگ لڑتے رہو تا آنکہ شرک نہ رہے اور صرف اللہ کا دین جاری ہو جائے۔

وجہ مخاصمت وہی شرک ہے خدا اسے جہاد کے ذریعے مٹا کر صرف دین اسلام دیکھنا چاہتے ہیں۔ شیعہ تفسیر مجمع البیان صد ۵۳۴ پر ہے یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مومنین

کو حکم ہے کہ وہ کافروں سے جہاد کریں تاکہ فتنۂ شرک نہ رہنے پائے۔ (ابنِ عباسؓ)

۳۔ "یہ فتوحات جن پر بھائی لوگ خوشی سے پھُولے نہیں سماتے۔ ظاہراً آنکھوں کو خیرہ کرتی ہیں لیکن اگر بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو یہ کارنامے باعثِ رنج ہیں ..... تاریخ شاہد ہے کہ ایسی شاندار فتوحات ہمیشہ قوموں کی بربادی کا پہلا زینہ ثابت ہُوئی ہیں۔ ظاہراً تو فتوحات طاقت و عروج کی نشانی دکھاتی دیتی ہیں لیکن دراصل یہ ایک دیمک ہے جو کسی قوم کی جڑ میں لگتا ہے۔ اس کی مثال سِل کے مریض کی سی ہے۔" ص۱۰۶

۴۔ "سنّی مسلمان جن فتوحات کو جہاد سے تعبیر کرتے ہیں جب ان کو یہ جنگیں اسلامی شریعت اور قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتی ہیں تو پھر حسبِ عادت احکامِ قرآن کو اپنے قیاس کے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ جہاد سے متعلقہ منقولہ بالا دونوں آیات ـــــــ کے متعلق ان کا مذہب یہ ہے کہ جب مسلمان کمزور تھے تو آیت لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ نازل ہوئی اور جب مسلمان طاقت ور ہو گئے تو پھر یہ آیتِ جہاد وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ نازل ہُوئی۔" ص۱۰۹

حالانکہ یہ تعارض مریضِ شرک ذہن کی پیداوار ہے ورنہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ بھی مدنی آیت ہے جب جہاد کا حکم آچکا تھا اس میں جنرل اور کلی قسم کا تاقیامت حکم بیان ہو رہا ہے کہ کسی کو جبراً مسلمان نہ بنایا جائے۔

اور آیت واقتلوھم خاص مشرکین عرب سے متعلق ہے۔ واقعی کمزوری کے دنوں میں جنگ کی اجازت نہ تھی ارشاد تھا فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (بقرہ) "تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (جہاد) نازل فرما دے۔" پھر قوّت اور جمعیت حاصل ہونے پر جہاد کی آیات نازل ہو گئیں اب درج ذیل عبارت میں شیعوں نے حضرت عمرؓ پر طعن نہیں کیا بلکہ خدا اور رسولؐ پر کیا ہے۔

۵۔ "غالباً جیسی ذہنیت ان (سنّی) حضرات کی اپنی ہے ویسا ہی یہ رسُولؐ اللہ اور خداوند عظیم کو سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے مطلب پرست تھے کہ جب کمزور تھے تب تو نرمی کا سبق دیا اور جب اس نرمی کے نتیجے میں حاملِ قوت ہُوئے ....

معاذ اللہ اب سختی کا حکم دے دیا کہ غیر مسلم جہاں ہو ختم کرو ایسی باتیں کس قدر افسوس ناک ہیں۔" فروعِ دین ص۱۰۸

۶۔ "لہٰذا جب ہم اس معیارِ جہاد پر عراق و شام پر مسلمانوں کی لشکر کشی کو جانچتے ہیں تو یہ جنگیں جہاد تو درکنار خلافِ اسلام لڑائیاں ثابت ہوتی ہیں۔" ص۱۰۹

۷۔ "اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اسلام کو اس بات کی قطعی ضرورت ہی نہیں ہے کہ سلطنت کی حدود کو فوج کشی اور جارحیت سے وسعت دی جائے اگر اسلام کا ایسا حکم قرآن میں موجود ہوتا تو ضروری تھا اس کی وضاحت اور قواعد سے امّت کو آگاہ کر دیا جاتا اور ایسا خلافِ عقل حکم اسلام کبھی نہ دیتا۔" ص۱۱۴ ۔ (آئندہ ایسی گیارہ آیات ملاحظہ کریں۔ مہر محمد)

۸۔ "پس چونکہ ایسا حکم نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سُنّت سے ثابت ہے کہ دوسری اقوام پر ان کی مخاصمت و مخالفتِ اسلام کے بغیر حملہ کر کے دُنیا کے امن وچین کو غارت کیا جائے۔ لہٰذا ایسی تمام فتوحات منشارِ دین و امن و سلامتی کے خلاف ہیں کیونکہ ایسی جارحیت عدل و انصاف کے اصولوں کے منافی ہے۔"

۹۔ "پس حضورِ اکرمؐ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں میں حرصِ مال پیدا ہو گئی اور اسی کے تحت فتوحات ہُوئیں کیونکہ جن ممالک پر فوج کشی کی گئی ان کی طرف سے کوئی مخالفتِ دین یا مخاصمتِ اسلام پیدا نہ ہوئی تھی محض ان کی کمزوری دیکھ کر ان کو مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی۔" ص۱۱۹

یہاں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشین گوئی کو غلط استعمال کیا گیا ہے جو یہ ہے "جس چیز سے میں ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہارے اوپر دنیاوی دولت و وجاہت کے دروازے کھل جائیں گے۔" فتوحات ہُوئیں مسلمان دولت مند ہو گئے اور پہلی سی سادگی اور جذبہ نہ رہا۔ گویا فتوحات سے دولت مندی اور اس کا اثر لازمی بتلایا گیا۔ یہ نہیں کہ مسلمان پہلے دولت کے حریص بنے پھر اسی لالچ اور نیّت سے جہاد کر کے فتوحات پائیں اور بلا وجہ مخاصمت ان کی کمزوری کو نشانہ بنایا یہ دشمنِ اسلام رافضی کا صحابہ کرامؓ پر ناپاک بہتان اور حدیث کی معنوی تحریف ہے۔

۱۰۔ "جب کہ جن فتوحات پر ناز کیا جاتا ہے ان کا عالم یہ تھا کہ مسلمان تو جگہ جگہ پھیلے مگر اسلام اپنے وطن میں بے وطن ہو گیا اور یہ نہایت قابلِ غور بات ہے۔" ص۱۲۰

۱۱۔ "تاریخ شاہد ہے کہ ان فتوحات کے بعد مسلمانوں کی حالت بدتر ہو گئی۔ حرص و ہوس نے ان کو اس قدر اندھا کر دیا کہ فاتحِ اعظم کے جانشین کو چالیس دن محصور رکھ کر مدینہ رسول میں موت کے گھاٹ اتار دیا...... اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خانوادۂ رسول کو شہید کر دیا گیا) الغرض دن بدن داخلی و خارجی اعتبار سے نہ ہی دین رہا اور نہ ہی دُنیا۔ بس ایک خواب سہانا تھا جو ٹوٹ گیا۔" فروع دین ص۱۲۰

"لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا" کے مصداق رافضی نے یہاں تسلیم کر لیا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں، بلوائیوں کا جذبہ دشمنی و عناد یہی تھا کہ مسلمانوں اور ان کے خلفاءؓ نے ہمارے ممالک کفر کو کیوں فتح کر لیا اور ہمارے مجوسی آبار کو کیوں تہ تیغ کیا۔ ابن سبا یہودی کی یہ پارٹی منافق اور در پردہ کافر ہی تھی آج اس کی حمایت کرنے والے شیعہ بھائی اسی قماش کے ہیں مشاق کو یہ بھی تسلیم ہے کہ خانوادۂ رسولؐ کو نینوای کے مقام پر بے دردی سے شہید کرنے والے یہی لوگ ہیں اگر جنگِ بدر کے عناد میں مسلمانوں کے لیے نقصان دہ جنگ احد ہو سکتی ہے اور بدر کی صداقت مزید نکھرتی ہے۔ اسی طرح فتوحاتِ اسلام کے عناد میں منافقوں کے ہاتھ سے حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ و حسنینؓ کی شہادتیں ہو سکتی ہیں لیکن قاتل خود ننگے بے ایمان ثابت ہوتے ہیں اور فتوحات کی صداقت دوبالا ہوتی ہے۔ رافضی اسلام کو ٹوٹنے والا خواب سہانا کہہ کر خوش نہ ہو اسلام زندہ ہے، زندہ رہے گا، رافضی خود ماتم کر کے مرتا رہے گا۔

۱۲۔ "ان فتوحات کی بدولت جو اسلام پھیلا اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ دین میں تفرقہ بازی ہوئی۔ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم سب رخصت ہوتے گئے۔ کبھی ملوکیّت اور کبھی غلامی مقدر ٹھہری۔ ...... لہٰذا جس عمل کا نتیجہ ہی بد ہو اس پر فخر کرنا بے وقوفوں کی جنت میں رہنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔" ص۱۲۱

تفرقہ بازی فتوحات کی وجہ سے نہیں۔ یہود کی منافقانہ سازشوں سے ہوئی اور سب سے پہلے تفریق کی گمراہی کا علم بردار شیعہ گروہ ہے۔ حکومت و خلافت علی المرتضیٰؓ کی ہو، حالات ملوکیّت کو جنم دیں ایک معمّہ ہے جس کا حل شیعوں اور سبائیوں کی سازشیں ہیں۔ اگر یہ فتنہ باز اور منافق نہ ہوتے تو حضرت معاویہؓ کی ملوکیت عادلہ قائم نہ ہو سکتی۔ خلفاء صحابہؓ کے مفتوحہ ممالک میں مسلمانوں کو غلامی کبھی نصیب نہ ہوئی یہ بعد کی فتوحات تھیں اور مسلمانوں کی اپنی بدعملی اور اختلافات کا اس میں

دخل ہے۔ فاتحین ذمہ دار نہیں ہیں۔ عملِ بد کا نتیجہ شیعوں کا وجود ہے۔ ایسے وجود پر فخر واقعی جنۃ الحمقاء میں بسنے والی بات ہے۔

۱۳۔ "پس چونکہ دین میں ناجائز فتوحاتِ ارضی کا کوئی کارنامہ ہی نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف کے خلاف فساد فی الارض ہے۔ (معاذاللہ) اس لیے اس کو خوبی سمجھنا اور کسی فضیلت کا معیار خیال کرنا شریعتِ محمدیہؐ کے خلاف ہے۔" فروع دین ص۱۲۹

۱۴۔ "ہمارا چیلنج ہے کہ آج جو لوگ دعوت اسلام کو اس طرح پیش کرنے کے حامی ہیں۔ "کہ اسلام قبول کرو، جزیہ ادا کرو یا لڑائی کرو" کا حکم اگر زبانِ رسولؐ سے کسی مرفوع حدیث سے پیش کریں جس کے راوی ثقہ ہوں تو ہم ان کی حمایت کرنے کو تیار ہیں کیونکہ حضورؐ نے اپنی حیاتِ طیّبہ میں کبھی ایسا سکھّا شاہی حکم نازل نہیں فرمایا ہے۔" اسی صفحہ پر جزیہ کو "غنڈہ ٹیکس" کہا ہے۔ ص۱۲۲

یہ رافضی قرآن و حدیث کا منکر ہو کر اب خالص کافروں کے کیمپ سے مسلمانوں پر توپ چلا رہا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ (پ۱۰، ع۱۰، توبہ)

مسلمانو! ان لوگوں سے لڑتے رہو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ امور کو حرام نہیں جانتے اور دینِ حق اسلام کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اہلِ کتاب (یہودی، عیسائی) ہیں۔ (اس وقت تک لڑو) کہ وہ اپنے ہاتھ سے تم کو جزیہ دیں اور ذلت قبول کریں۔

پتہ چلا کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ مسلمان اہل کتاب کو مسلمان کریں ورنہ جزیہ لیں اور آخری صورت جنگ کی ہے۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے جرنیلوں اور سپہ سالاروں کو ہدایات دیتے تھے کہ مشرکین کو تین باتوں کی دعوت دو وہ جو بھی مان لیں اسے قبول کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت

دو۔ مان لیں تو ان کی مال وجان کی حفاظت کرو اور دارالہجرت میں منتقل کرو ورنہ وہ مسلمان بدؤں کی طرح زندگی گزاریں گے مالِ غنیمت اور فئے سے حصّہ نہ پائیں گے۔ اِلّا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد کریں۔ اگر اسلام سے انکار کریں تو ان پر جزیہ اور ٹیکس لگاؤ، مان لیں تو ان کی جان ومال کی حفاظت کرو۔ فان ابوا فاستعن باللہ وقاتلھم۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو پھر اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ لڑو۔ الحدیث مشکوٰۃ صـ۳۴۱ یہ حدیث شریف مسلم شریف کی صحیح ہے راوی سب ثقہ ہیں۔ حدیث صحیح تو مل گئی مگر رافضی کیوں مانے ؟ وہ تو حکمِ نبویؐ کو سکھا شاہی اور قرآنی حکم جزیہ کو غنڈہ ٹیکس کہ کر بڑا سکھ اور بدترین کافر ہوگیا۔ (معاذ اللہ)

۱۵۔ غیر مسلموں کی طرف داری میں رافضی قلم کار رقم طراز ہے:

"آج زمانہ مجبور ہوگیا ہے کہ اس فطری اصول کو تسلیم کرے کہ ہر قوم کو اپنے ملک میں بسنے کا حق ہے۔ اس کا اپنا طرزِ حکومت ہونا چاہیئے کیونکہ ہر قوم کی تہذیب، معاشرت، معیشت، زبان رسم ورواج، خوراک وپوشاک علیحدہ ہوتے ہیں۔" صـ۱۲۳

۱۶۔ بہر حال ایک ایسا مذہب جو دنیا کو رحم وعدل کی تعلیم دینے کے لیے طلوع ہوا۔ اس کا نظریہ اس قدر وحشیانہ نہیں ہوسکتا کہ محض حدودِ مملکت کی وسعت اور دولت وثروت کی خاطر کمزور ہمسایوں کو غلام بنا کر ان کے اثاثے غصب کرلے۔ صـ۱۲۳

کب تک بکواسات نقل کروں کلیجہ منہ کو آتا ہے کیونکہ اسلام پر یہ حملے منکرینِ خدا کی یہ کھلی وکالت اور ننگا کفر حضرت عمرؓ اور فاتحین خلفاء اسلام کی دشمنی کے نشہ میں شیعہ کرتے ہی رہتے ہیں ورنہ اگر ذرا ہوش میں آئیں تو قرآن وحدیث کا یوں استہزاء وانکار نہ کریں۔ زمینی فتوحات اور انکی وسعتوں کی پیشینگوئی اور گویا فاتحین کو ترغیب خود خدا نے دی ہے۔ ان آیات پر غور فرمائیں:۔

فتوحاتِ ارضی اور قرآنِ کریم

۱۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی

ایمان اور اعمالِ صالحہ والے مسلمانوں سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان (خلفاءِ راشدینؓ) کو یقیناً خلافتِ ارضی دے گا جیسے پہلے لوگوں کو خلیفے بنایا تھا اور یقیناً ان کا وہ دین انکے ہاتھوں سے مضبوط

ارْتَضٰی لَھُمْ۔ (نور ع ۷)

کرے گا جو خدا نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔

زمین میں یہ خلافت واقتدار اور دین کا استحکام ورواج فتوحات ارضی اور اپنی مسلم حکومت کے قیام کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ دلالۃ النص سے گویا خدا نے فتوحات کی تعلیم دی۔

۲۔ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (پ ۱۷، ۱۴)

ان مہاجرین مظلومین کو اگر ہم زمین میں اقتدار دیں گے تو وہ نماز کی پابندی کریں گے، زکوٰۃ دیں گے۔ اچھے کاموں کا حکم دیں گے بُرے کاموں سے روکیں گے۔

اپنی مرضی کی اسلامی حکومت کے بغیر نفاذِ دین ممکن نہیں۔ خود مختار حکومت فتح کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

۳۔ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ۔ (انبیاء ع ۷)

ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی یہ بات لکھ دی کہ بے شک سرزمین مقدس کے وارث میرے نیک بندے (امتِ محمدیہ ولشکرِ عمرؓ) ہونگے۔

"الارض" سے مراد فتح بیت المقدس ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کے حق میں پیشین گوئی ہے۔ جلنے والے کا منہ کالا

۴۔ وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّھُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ۔ (النحل ع ۶، پ ۱۴)

جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ظلم سہنے کے بعد گھر بار بھی چھوڑا ہم یقیناً ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔

مہاجرین، مظلومین کو دنیا میں بہترین ٹھکانہ دینے کا وعدہ ہے اور وہ ان کی خلافت وفتوحات ہیں۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

دُنیا میں ٹھکانے دو ہی تو ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تختہ جگہ آزادی کی، یا تخت مقامِ آزادی کا

آیاتِ بالا کی تشریح وتفسیر ہم "تحفہ امامیہ" میں مسئلہ خلافت میں کرچکے ہیں۔ یہاں اجمالی حوالہ کافی ہے۔

۵۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا وَاللّٰہُ

کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ ہم سرزمین کفر کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آرہے ہیں۔

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ط (رعد ع پ ۱۳)

(ان سے چھین کر مسلمانوں کو دلا رہے ہیں) اللہ اپنا فیصلہ کرتا ہے اسکے فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔

۶۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔ (الانبیاً، پ۱۷)

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو چاروں طرف سے کم کرتے آرہے ہیں پس کیا وہ مشرکین غالب رہیں گے؟ (نہیں مسلمان غالب رہیں گے)۔

۷۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ (احزاب ع ۳)

خدا نے تم کو یہود بنی قریظہ کی زمینوں اور شہروں اور مالوں کا وارث بنادیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۸۔ وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ (فتح، ع ۳)

اور دوسری فتح (خیبر) کا بھی تم سے وعدہ کیا جس پر تم قادر نہیں مگر اللہ نے اسے گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر کام کرسکتا ہے۔

۹۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔ (سورۃ حشر، ع ۱)

اسی خدا نے اہلِ کتاب کے بنی نضیر یہودی کافروں کو انکے گھروں سے پہلے حشر و اجتماع کے موقع پر نکالا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکلیں گے۔ ان کا خیال تھا ان کو قلعے خدا کے عذاب سے بچالیں گے لیکن خدا نے ان کو وہاں سے پکڑا کہ ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا وہ اپنے مکانات اپنے ہاتھوں سے ڈھاتے اور مومنین سے برباد کراتے تھے۔ پس اے دانشورو! عبرت پکڑو۔

یہ یہود بنی نضیر کی جلاوطنی اور ان کی زمین پر قبضے کا ذکر ہے۔ ضرورتاً اجاڑنا، اجڑوانا اور فصلوں کا درختوں کا کاٹنا بھی درست ہے۔ اس سورۃ میں فدک وخیبر کی زمینیں لوٹ کر

ملنے وغیرہ سب باتوں کی تصریح ہے۔

۱۰۔ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ... اِلٰى ... عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ۔ (سورۃ اعراف، پ۹، ع ۵)

حضرت موسیٰؑ نے قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور ایمان و جہاد پر پکے رہو تو زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے وارث بناتا ہے۔ (یہ فرعون کے ملکِ مصر پر قبضے کی بات ہورہی ہے) عنقریب اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تم کو زمین میں خلافت دے گا۔

۱۱۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ (پ۲۴، مومن ع ۶)

ہم یقیناً اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دُنیا میں مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

نصرتِ اہلِ ایمان علاقوں کی فتح، قتلِ کفار اور اسلامی حکومت قائم ہوجانے سے بھی ہوتی ہے۔

سیرتِ نبویؐ اور جہاد

یہ تو قرآنی آیات کا نمونہ تھا۔ سیرتِ نبویؐ کا ایک ایک دن اسلامی جہاد اور فتوحات کا آئینہ دار ہے جیسے خلفاء راشدینؓ نے اپنا نصب العین اور ماٹو بنا کر عظیم الشان فتوحات حاصل کیں اور شیعہ چل رہے ہیں۔ شیعہ کی فروع کافی ج ۵ ص۱ تا ص۱۲ کتاب الجہاد پر ہے: امام باقرؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ تلواروں کے ساتھ بھیجا۔ تین کھلی اور بے نیام ہیں۔ اس وقت تک نیام میں نہ جائیں گی جب تک جنگ مکمل نہ ہو۔ جنگ تب مکمل ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ تب تک سب لوگوں کا ایمان معتبر ہوگا اور اس دن کسی کو تازہ ایمان نفع نہ دے گا۔ چوتھی تلوار بند ہے۔ پانچویں نیام میں ہے پھر امام نے کھلی تین تلواروں کی تفسیر فرمائی سیف علی مشرکی العرب، والسیف الثانی علی اهل الذمه، والسیف الثالث علی مشرکی العجم یعنی الترك والدیلم والخزر (پہلی تلوار مشرکین عرب پر ہے (جو حضورؐ نے خود چلائی) دوسری اہلِ ذمہ پر ہے اور

تیسری ترکوں، دیلمیوں اور بربری اقوام پر ہے۔ (یہ دونوں خلفاء راشدینؓ حضرت معاویہؓ اور بعد کے خلفاء اسلام نے چلائی ہیں)۔ معلوم ہوا کہ خلفاء راشدینؓ اور فاتحینِ اسلام صحابہؓ وغیرہ محمدی تھے محمدی تلواریں چلا کر فتوحات سے تائیدِ اسلام اور اتباعِ رسولؐ کی۔ شیعوں کا اس پر اعتراض خود کافر ہونے کی دلیل ہے۔

عہدِ نبوتؐ کی جنگوں پر غور کیجئے! جنگِ بدر اگرچہ دفاعی اور اچانک تھی لیکن اس سے پہلے اور بعد کے چھوٹے چھوٹے سرایا سب اقدامی اور فاتحانہ انداز کے تھے غزوہ احد اور خندق بھی دفاعی تھیں لیکن اس عرصے میں لاتعداد سرایا خالص اقدامی اور قابضانہ تھے مسلمانوں نے ان سے خوب فائدہ اٹھا کر اپنی جہادی طاقت اور پوزیشن کو مستحکم کیا حتیٰ کہ ۱۰ ہزار قدسیوں نے اچانک مکہ شریف فتح کر لیا پھر جنگِ حنین اور ہوازن بھی اقدامی تھیں۔ مسلمانوں نے پیش قدمی کر کے مخالفانہ اٹھنے والی طاقتوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا اور سارا عرب اسلام کے زیرِ نگین آگیا مسلمانوں نے افواہ سُنی کہ قیصر عرب پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے ۷۰ ہزار کا لشکرِ جرار انتہائی گرمی، غربت اور نامناسب حالات کے باوجود قیصرِ روم کی سرحدوں پر لا جمع کیا اور وہ مرعوب ہو گئے۔ اگر جنگ ہوتی تو یہ دشمن کے ملک میں اقدامی ہی کہلاتی۔

یہودیوں نے پے در پے سازشیں اور غداریاں کیں جن کی وجہ سے ان کو تہ تیغ یا جلاوطن ہونا پڑا۔ آخری وصیت آپؐ نے انہی کے متعلق فرمائی۔

اخرجوا المشرکین (ای الیہود والنصارٰی) من جزیرۃ العرب۔ (بخاری ص۱۲۹ ج۱، مشکوٰۃ ص۳۵۵)

یہودیوں اور عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے اسی فرمان کی تعمیل میں خطۂ عرب کو ان سازشیوں، تقیہ بازوں سے پاک کیا۔ عہدِ نبوت میں یمن اسی پالیسی کے تحت فتح ہُوا۔ قیصر و کسریٰ کی فتوحات کی آپؐ نے بار بار پیشین گوئی فرمائی۔ خندق کے موقع پر چٹان ٹوٹنے اور چنگاریوں میں قیصر و کسریٰ کے محلات نظر آنے اور حضورؐ کے ہاتھ آنے اور مسلمانوں کی فتوحات بننے کا ذکر کتب شیعہ میں بھی متواتر ہے۔ دیکھئے حیات القلوب از باقر مجلسی ص۳۹۵ ج۲، روضہ کافی ص۲۷ ج۸، ص۲۱۶ محشی علی اکبر الغفاری کہتے ہیں خبر الصخرۃ من المتواترات قد رواہ الخاصۃ

والعامۃ باسانید کثیرۃ ... الخ۔ یہ حدیث متواتر ہے اسے سنی و شیعہ علماء نے بہت سی سندوں سے روایت کیا ہے۔

بلکہ فتوحات کا یہ دروازہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دکھایا۔ قیصر کو دھمکی آمیز خط لکھا:

ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم و یوتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الیریسیین۔ (بخاری ص۵ ج۱)	میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جا تو بچ جائے گا اور مسلمان ہو جا تجھے اللہ دوہرا اجر دے گا اگر تو اسلام سے منکر ہُوا تو جاٹوں کے کافر رہنے کا گناہ تجھی پر پڑے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ میرے قدم تیری حکومت تک پہنچیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

کسریٰ ایران کو بھی یہی دعوت دی جب اس نے خط پھاڑ دیا تو اپنی بددعا میں گویا اسے فتح کر دیا۔

ان یمزقوا کل ممزق۔ (بخاری ص۶۳۷ ج۱) کہ ایرانی پوری طرح تکہ بوٹی ہو جائیں۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اور آپ کے جیلے سپاہیوں نے ان پہلوانوں کی تکہ بوٹی کر دکھائی۔

آج کا طاغی اور ظالم ایران پھر عالمِ اسلام سے لڑ رہا ہے۔ کاش کوئی عمرؓ اور اس کا سعدؓ بن ابی وقاصؓ جیسا جرنیل ہوتا جو عمرؓ کے مفتوحہ ملک کو عمرؓ کے دشمنوں سے چھین کر عمرؓ کے ماننے والوں کے حوالے کرتا۔ بدقسمتی سے پاکستان کو روزِ اوّل سے دین دشمن حکمران ملے ہیں ورنہ عراق کی مدد لازم تھی۔

سیرتِ نبویؐ کے بعد فرمانِ مرتضویؓ بھی حضرت عمرؓ کی فتوحاتِ اسلامی کی گواہی دے رہا ہے۔

ایران کی لڑائی میں حضرت عمرؓ نے خود جانا چاہا تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے ارشاد فرمایا:

مشنِ فتوحات کی کامیابی یا ناکامی فوج کی کمی یا زیادتی سے وابستہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا دین ہے جسے خدا نے غالب کر دیا ہے اور اسی کا لشکر ہے جو اس نے تیار کر کے پھیلا دیا ہے یہاں تک کہ وہ (دور دور تک) پہنچا ہے جہاں پہنچنا تھا اور دُنیا پر طلوع ہو گیا ہے جہاں چمکنا تھا۔ ہم تو اللہ کے وعدے پر (لڑ رہے) ہیں۔ اللہ اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے اور اپنے لشکر کی امداد کر رہا ہے آپ امرِ خلافت کے قیّم و سربراہ بنے رہیں جیسے لڑی موتیوں کو سنبھالے اور ملائے

رکھتی ہے اور جب لڑی ٹوٹ جائے تو سب موتی بکھر جاتے ہیں ... الخ (نہج البلاغۃ قسم اول ص۲۸۲)
اس سے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ نے گو سپہ سالار بن کر کسی علاقے کو فتح نہ کیا مگر ان جنگوں اور فتوحات پر دل سے خوش تھے ان کو خدائی وعدہ جانتے تھے لہٰذا مشتاق کا یہ لکھنا: "حضرت علیؓ نے ان فتوحات کی حمایت نہ کی" (ص۱۲۵)، محض جھوٹ ہے۔

جہاد عمرؓ اور سادات

خدا، رسولؐ اور حضرت علیؓ تو حضرت عمرؓ کی فتوحات کو اسلامی اور خدائی کہ رہے ہیں۔ بلکہ آئمہ اور سادات کا حلالی وجود فتوحاتِ عمری کا رہینِ منت ہے کہ بی بی شہر بانو بنت یزدگرد شاہ ایران دورِ عمرؓ میں ہی باندی بن کر حضرت حسینؓ کے حرم میں داخل ہوئی اور ۹ ائمہ اور ہزاروں سادات اس کی نسل ہیں لیکن عزتِ اہل بیتؓ اور خونِ حسینؓ کا تاجر ذاکر ایک ایک لاکھ روپے کی فیس لے کر فتوحاتِ عمری کو ظلم اور تمام سادات و آئمہ اہلِ بیتؓ کو غیر حلالی تو باور کرا سکتا ہے لیکن عمرؓ اور لشکرِ عمرؓ کو مومن کبھی نہیں مان سکتا ورنہ اسی لمحے وہ دینِ امامیہ اور فقہ جعفریہ سے مرتد اور کافر ہو جائے گا۔

حضرت عمر فاروقؓ اور خلفاء راشدینؓ کی فتوحات کے خلاف شیعہ کی یہ ہرزہ سرائی نہ ہوتی اگر ایک انچ کفار کی زمین شیعہ یا ان کے آئمہ نے فتح کی ہوتی۔ خیر سے شیعہ کے بقول ان کے آئمہ تو تقیہ کے نہاں خانہ میں پناہ گزین رہے۔ دینِ حق کا کتمان کیا اور لادین نظریات کا اقرار و اعلان کیا: التقیۃ من دینی ومن دین آبائی (تقیہ دین حق چھپانا اور خلافِ حق ظاہر کرنا میرے اور میرے باپ دادے کا مذہب ہے۔ فرمانِ جعفرؒ) یہی مطلب ہے رہے شیعہ تو ہر مسلمان دشمن طاقت کے ایجنٹ اور جاسوس بن کر مسلمانوں کے لیے مارِ آستین بنے رہے۔ جیسے شروع کتاب میں ان کی تاریخ ہم بتا چکے ہیں۔ اپنے محسنوں کی شکر گزاری ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔ مگر جس عمرؓ نے ان کو آگ پرستی سے چھڑا کر کلمہ پڑھایا اور ایران فتح کر کے اسلامی ملک بنا کر ان کو دے دیا۔ یہ اسی محسن کو تبرّوں اور کردار کشی کا صلہ دے رہے ہیں؟ "منہ پھٹ مشتاق نے جنگوں اور فتوحات کے لمبے چوڑے نقصانات جتلائے ہیں اور حضرت عمرؓ کے خلاف ژاژ خائی کی ہے وہ یہ حق گوئی اپنے دور کے ظالم و جنگ جو تیرھویں امام غاصب خمینی کے خلاف کیوں نہیں کرتا، وہ جو یہودی امریکی اسلحہ سے

عراق و عربوں کو مارنے اور اپنا ملک تباہ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ اور "عالمِ اسلام کا امن و چین غارت کر رکھا ہے۔" اسے "فوج کشی، جارحیت اور توسیع پسندی" سے کیوں نہیں روکتا، اسے اپنا یہ فطری اصول کہ "عراق و عربوں کو بھی اپنے ملک میں بسنے اپنا طرز حکومت بنانے اور تہذیب و معاشرت اپنانے کا حق ہے" کیوں نہیں سناتا؟ انقلابِ ایران اور اس کی خونریزی نے یہ ثابت کر دیا کہ شیعہ کا ہر کام، ہر نعرہ اور ہر اصول منافقت اور مسلم دشمنی پر مبنی ہے۔

(اللّٰھم اھلکھم مثل عاد و ثمود)

ایک شبہ کا ازالہ

"اسلام تلوار کے زور سے پھیلا" ایک مردود فقرہ ہے، جو عیسائیوں اور یہودیوں سے زیادہ شیعوں نے مشہور کر کے اپنے آقاؤں کو راضی کیا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسلام اپنی اخلاقی پاور قوانینِ عدل کی وسعت اور عالمگیر صداقت کے بل بوتے سب دنیا پر چھایا ہے۔ اسلام کی جنگیں دفاعی بھی ہیں اور تبلیغِ اسلام میں رکاوٹ کفار اشرار کو ہٹانے کے لیے اقدامی بھی ہیں۔ خدائی فرمان اور اسوۂ نبوی زبردست دلیل ہے۔ خلفاء راشدینؓ نے اسی مشن نبوی کو تازندگی آگے بڑھایا اور جانیں قربان کی ہیں اس لیے اب کفار سے مرعوب ہو کر اسلامی جہاد کو صرف دفاعی کہنا اور خلفاء راشدینؓ کی کردار کشی کرنا کفر کی ہمنوائی ہے۔ کفار تو سیرتِ نبوی پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ قرآنی احکام جہاد کو غیر منصفانہ کہتے ہیں تو کیا ان سے مرعوبی میں قرآن و سنت کو بھی مسلمان چھوڑ دیں گے اور تا قیامت جہاد کا دائمی فریضہ، قصۂ پارینہ بن جائے گا؟ حالانکہ آپؐ فرما گئے ہیں: الجہاد ماض الی یوم القیٰمۃ [1]

مسلمان کی کس قدر زبوں حالی اور مقامِ افسوس ہے کہ اس نے صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کی اصلیت کو نہ پہچانا، ان کو مسلمان بھائی سمجھ کر دوست بنایا تو عظمتِ قرآن و صحابہؓ ہی کو نہیں، مشنِ صحابہؓ جہاد فی سبیل اللہ کو بھی صدیوں سے بھلا بیٹھا ہے۔ غیر مسلموں کی نقالی پر تو فخر کرتا ہے لیکن صحابہ کرامؓ کی فتوحات اور جہادی قربانیوں کو مشکوک اور بے اعتبار جاننے لگا ہے معاذ اللہ!

صحبتِ طالع ترا طالع کند

ہمارا یہ دعویٰ ناقابلِ تردید ہے کہ جب تک مسلمان عظمتِ صحابہؓ سے سرشار ہو کر دشمنانِ اسلام روافض سے پوری طرح متنفر نہیں ہوں گے اور جہاد کو جاری نہیں کریں گے کبھی اپنا

[1] کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ (یعنی مسلمان جاری رکھیں۔)

گُم شدہ اور کھویا ہوا مقامِ جہاں بانی اور عالمی حکومت کا پایۂ تخت حاصل نہیں کر سکتے۔

چند مطاعن کا دفعیہ

بحثِ جہاد میں مشتاقِ جاگیرداری نظام نے حضرت عمرؓ پر یہ طعن بھی کیا ہے کہ آپ نے عراق کی مفتوحہ وسیع زمینوں کو فوجیوں میں بانٹنے کے بجائے سٹیٹ کی ملکیت کیوں قرار دیا؟ یہ اعتراض ایسا ہے کہ شاہی امور میں ایک بھنگی مداخلت کرے اور کہے یہ بادشاہ میری نظر میں گر گیا ہے جیسے مامون الرشید کے متعلق ایک بھنگی نے ایسا ہی کہا تھا۔

جب اس پر بحث ہوئی اور حضرت عمرؓ نے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کر کے سب کو اپنا ہمنوا بنا لیا حضرت علیؓ کی رائے تو پہلے ہی یہی تھی اور اس پر سب صحابہ کرامؓ کا اتفاق و اجماع ہو گیا۔ (الفاروق) اب پندرہ سو برس بعد ایک رافضی آپ پر اعتراض کر کے "آسمان کا تھوکا اپنے منہ پر" نامعلوم کیوں اپنی بدنامی کرا رہا ہے۔ یہ کہنا "کہ حضرت عمرؓ نے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ۔ الآیہ، بے موقع پڑھی اور تحریف کی"۔ رافضی کی آتش حسد ہے۔ حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ اس استدلال کو تسلیم کرتے ہیں منکرِ قرآن و دشمنِ عمر ایک شیعہ نہ مانے کیا حرج ہے؟

مشتاقِ طعن کو یہ شبہ بھی ہے کہ بغداد دارِ غصب ہے۔ حالانکہ بغداد خلفاءِ عباسیہ نے آباد کیا۔ ممکن ہے انھوں نے مالکانِ اراضی کو صحیح معاوضہ نہ دیا ہو اور بعض علماء نے اس کی شکایت کی ہو۔ اس کا عہدِ صدیقی میں فتوحاتِ عراق سے کیا تعلق ہے؟ جو ڈیڑھ سو سال پہلے ہوئی تھیں۔

رافضی نے اس بحث میں اُحد و خندق میں فرار والا طعن بھی بار بار دہرایا ہے ہم اس کا مفصّل اصولی اور تحقیقی جواب "ہم سنّی کیوں ہیں؟" میں ارقام کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ اتنا کہنا کافی ہے کہ چھوٹی بڑی ۲۷ جنگوں میں سے صرف احد و حنین میں بھگدڑ مچی تھی۔ اُحد میں اس کی وجہ امیر کی نافرمانی اور زلتِ شیطان خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے پھر وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ فرما کر قطعی معاف کر دیا۔ اب معترض اپنے ایمان کی خیر منائے۔ حنین میں فرار کی وجہ اپنی کثرتِ تعداد پر ناز تھا۔ تنگ درے میں سے سحری کے اندھیرے میں چند افراد گزر رہے تھے کہ مورچہ نشین تیر اندازوں کی تاب نہ لا سکے۔ بھگدڑ مچی مگر جلدی ہی مہاجرین و انصارؓ کو آواز دینے سے

سب حضرات واپس آئے اور ایسے ڈٹ کر لڑے کہ چالیس ہزار پر اللہ تعالیٰ نے زبردست فتح عطا فرمائی۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (توبہ، ع ۴)	پھر اللہ نے اپنی رحمت اپنے پیغمبرؐ اور ایمان والوں پر اُتاری اور ایک لشکر اُتارا جسے تم نے نہ دیکھا اور کافروں کو خوب سزا دی یہی بدلہ ہے کافروں کا۔

شیعہ تفسیر مجمع البیان ص ۱۷/۳ج پر ہے: "پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت و رحمت اپنے رسولؐ اور ایمان والوں پر اُتاری حین رجعوا الیهم وقاتلوهم جب وہ مؤمنین دوبارہ لوٹ کر کافروں کے مقابلے میں آگئے اور ان سے جنگ لڑی۔"

پتہ چلا کہ بھاگنے والے مومنین کو خدا نے رحمت و سکینت اور مغفرت سے نوازا اور پلٹا کر کفار پر زبردست فتح دی، اب جو اس کا طعنہ مسلمانوں کو دیتا ہے اس کا قرآن اور جماعتِ صحابہؓ پر ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی شیعہ تفسیر میں سورۃ انفال اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ (مگر جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹنے والا ہو) کی تفسیر میں (ص ۵۳۰/۲ج) ہے:

"اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بھاگنے پر وعید بدر کے دن کے لیے تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی جائے فرار نہ تھی کیونکہ زمین میں کہیں مسلمانوں کی جمعیّت نہ تھی۔ ہاں اس کے بعد مسلمان ایک دوسرے کے لیے جمعیت اور طاقت بن جاتے تھے تو پارٹی میں ملنے کی خاطر بھاگنا (اور طاقت بنانا) گناہ نہ ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے یہی تفسیر کی ہے۔" تو حنین کا بھاگنا اسی قسم کا تھا۔

ہماری اسی کتاب میں حضرات شیخینؓ اور اکابرِ صحابہؓ کی ثابت قدمی آپ پڑھیں گے، کسی مختصر روایت میں کسی نام کا نہ ہونا فرار پر دلیل نہیں جب کہ مفصل میں موجود ہے۔ مستدرک والی روایت تو ایمانِ صدیقی کی گواہی دے رہی ہے کہ جب اور لوگ آپ سے ہٹ گئے ہیں تو ابوبکر صدیقؓ اور ابو عبیدہ بن الجراحؓ آپ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی ہرگز

نہیں بھاگے البتہ حضورؐ کی شہادت کی خبر سُن کر دل شکستہ اور مایوس ہو کر وہیں بیٹھ گئے۔ پھر ثابتین حضرات کے ساتھ پہاڑی پر چڑھے وہیں سے حضرت زبیرؓ و چند مہاجرینؓ کے ساتھ آپ نے ابوسفیان اور خالد بن ولید کو پتھروں سے مار بھگایا۔ اس پہاڑی پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پناہ لے رکھی تھی۔ (ابنِ ہشام) اُحد کے موقع پر اتنا اضطراب اور لڑکھڑانا حضرت علی المرتضیٰؓ سے بھی ثابت ہے۔

کلینی نے بسند حسن حضرت جعفر صادقؒ سے روایت کی ہے "وچوں حضرت رسولؐ نظر کرد بپاہائے امیر المؤمنین و دید کہ از بسیاری قتال و جدال بے لرزید گریاں شد و رو بجانب آسمان کرد و گفت پروردگارا مرا وعدہ دادی کہ دین خود را غالب گردانی و اگر خواہی بر تو دشوار نیست" (حیات القلوب صفحہ ۵۲۰/۲ج)

کہ جب حضرت رسول اللہ نے حضرت علیؓ کے پاؤں کو دیکھا کہ وہ جنگ و جدال کی شدت و کثرت کی وجہ سے کانپتے اور لڑکھڑا رہے ہیں تو رو پڑے اور آسمان کی طرف منہ کر کے دعا فرمائی اے پروردگار! تیرا مجھ سے وعدہ تھا کہ تو اپنے دین کو غالب کرے گا اگر تو غلبہ دینا چاہے تو تیرے سامنے کوئی مشکل نہیں ہے۔ (پھر حضرت جبریل خیزوم گھوڑے پر سوار ہو کر امداد کرنے آئے حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتایا کہ یہ آوازیں میرے کان میں آرہی ہیں۔ اے خیزوم آگے بڑھو، آگے بڑھو۔)

حضرت ابنِ عمرؓ، حضرت عثمانؓ کا فرار نہیں بتا رہے بلکہ ایک کوئی منافق جو دشمن اسلام و عثمانؓ تھا اس کے تین سوالوں کا علیٰ فرض التسلیم جواب دے رہے ہیں کہ ایسا اگر ہوا بھی تھا تو خدا نے معاف فرما دیا۔ (اے اللہ ان لوگوں پر کروڑوں لعنتیں فرما جو تیرے قرآن کے منکر ہو کر صحابہؓ کو فرار کا طعنہ دیتے ہیں اور خود نواسۂ رسولؐ کو بُلایا بے یار و مددگار ان کا ساتھ چھوڑ کر خود ان کو شہید کر دیا اور ماتم کر کے اسلام زندہ شد کا نعرہ چلا دیا۔) حالانکہ مشتاق کو یہ تسلیم ہے؟ گزارش یہ ہے کہ بلاشبہ اُحد کے دن مسلمانوں کی بے ثباتی کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا" فروعِ دین صفحہ ۱۲۷)

حنین کی اس بے ثباتی کی بخشش اور فتح کو ابھی ہم تفسیر مجمع البیان کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔ جنگ میں بڑے بڑے بہادر آگے پیچھے ہوتے اور ایک دوسرے کی اوٹ و پناہ لیتے رہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں: کنا اذا احمر الباس اتقینا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکن منا اقرب الی العدو منہ۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۵۱ جزو ۴ طبع بیروت)

کہ جب جنگ گرم ہوتی تھی تو ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں اپنا بچاؤ کرتے دشمن کے نزدیک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہم میں سے کوئی نہ ہوتا۔

"ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم حنین کے دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم نے جنگ لڑی تو مسلمانوں میں پسپائی ہُوئی میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ وہ مسلمان پر چڑھا بیٹھا ہے۔ میں نے پیچھے سے اس کی گردن پر تلوار ماری تو زرہ کاٹ ڈالی اس نے اُٹھ کر مجھے دبوچا۔ مجھے اس سے موت کی بُو آئی اس نے مجھے چھوڑا اور مر گیا پھر میں حضرت عمرؓ بن خطاب سے ملا تو پوچھا یہ لوگوں کو کیا ہو گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا امرِ تقدیر ایسا ہی تھا۔ پھر سب مسلمان واپس لوٹ آئے" (معلوم ہوا کہ حضرت ابوقتادہؓ و حضرت عمرؓ دونوں نہیں بھاگے بلکہ مسلمانوں کی پسپائی پر افسوس کر رہے تھے پھر مسلمانوں کی فوری واپسی کا بھی ذکر کر رہے ہیں۔)

پھر حضرت ابوقتادہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی گواہی سے اس مشرک مقتول کی تلوار اور سامان وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انعام میں پایا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۸)

یہ رافضی اصحابِ رسولؐ پر زبان درازی کے بعد اب عام مجاہدین اور مسلمان فوجیوں کو بھی کاٹ کھانے کے لیے دوڑتا ہے:

"جہاد ایک رکنِ اسلام ہے۔۔۔۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی نمازی نماز پڑھنے کی اجرت یا تنخواہ لینا اپنا حق سمجھتا ہے؟ یا کوئی روزے دار روزے رکھنے کا مشاہرہ طلب کر سکتا ہے؟ اسی طرح زکوٰۃ و خمس کی ادائیگی پر کمیشن کا مطالبہ کر سکتا ہے یا حج کرنے کے لیے کسی قسم کی وصُولی کا مجاز ہے۔ یقیناً نہیں ہے پس پھر جہاد کرنے والے مجاہد کے لیے ماہانہ تنخواہ وصُول کرنا کس شرعی اصُول کے مطابق ضروری ہے" صفحہ ۱۲۹۔

گزارش یہ ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں، خالص فرض عین (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی ادائیگی پر اجرت لینا صحیح نہیں ہے۔ فرضِ کفائی پر ایک شخص اپنے وقت اور کاروبار کو قربان کر کے یہ ڈیوٹی دیتا ہے۔ اصولِ اجارہ کے تحت اس کا معاوضہ یا تنخواہ اس کا حق ہے عہدِ نبوی کے سادہ ابتدائی دَور میں بھی مالِ غنیمت، سلب و اعطار، نفل، مقررہ انعام دے کر مجاہد کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ پھر جب خلافتِ فاروقی میں اسلام دُنیا کے بڑے رقبے پر

چھا گیا اور اصولِ تمدن نکھر گئے تو جہاں قاضیوں، مدرسوں، مال کلکٹروں، سرکاری عہدیداروں اور ملازمین کی تنخواہیں مقرر ہوئیں، فوجیوں کے بھی درجہ بندی کے ساتھ وظائف مقرر ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے بھی تنخواہ کھائی۔ سب صحابہ کرامؓ کا اس پر اتفاق و اجماع تھا۔ حضرت علیؓ و حسنؓ کے فوجی بھی تنخواہ دار تھے۔ (جلاء العیون) مسلمانوں ہی نے یہ نظامِ عسکریت، سیاست اور اصولِ تمدن ساری دُنیا کو سکھلائے۔ اب صحابہ کرامؓ کا ایک جنونی دشمن فوج کا بھی مخالف ہو کر رجعت قہقری چاہتا ہے۔ تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ دریائے جمنا اور گنگا کے کنارے ہندو سادھوؤں کے پاس عمر کے بقیہ دن گزارے۔ شاید اس کی آتشِ غضب و حسد ٹھنڈی ہو جائے؟ کتنے تعجب کی بات ہے کہ روئے زمین کا فاسق ترین ذاکر و مجتہد عشرہ محرم میں مسلمانوں پر تبرّا و منافرت ـ اہلِ بیتؓ کو خدا و رسولؐ کا شریک بنانے اور ماتم و بدعملی سکھانے کے لیے۔ تو شیعہ قوم سے ہزاروں روپے مقررہ فیس مع متعائی حسینہ طلب کرے اور شیعہ لاکھوں کروڑوں روپے ان کی نازبرداریوں پر خرچ کریں لیکن ایک مسلمان فوجی جان کا نذرانہ پیش کرے، کافروں سے لڑے تو یہ شیعہ اس کی تنخواہ بھی بند کرا دیں کیا اب بھی ان کا اسلام اور مسلمانوں کا ویری دشمن ہونا ثابت نہ ہُوا؟

سُنّی مُجاہد کی فتح

مجاہدین کا وہ گروہ کتنا خوش قسمت ہے کہ ایک دشمن اپنے پورے مال و زر کے ساتھ اس سے لڑتا رہے مگر شام کو وہ ہتھیار ڈال کر اپنا وجود اور سب مال و سامان مجاہد گروہ کے حوالے کر دے۔

الحمدللہ رافضی اس "مغلطات اور مطاعن" کی تیز جنگ میں بری طرح شکست کھا گیا اور اپنا سب کچھ ہمارے حوالے کر دیا۔ ہتھیار ڈالتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

الا ومن مات علیٰ حب اٰل محمد مات علی السنّة والجماعة۔ ص ۱۳۰

سنو! جو آلِ محمدؐ کی محبت پر فوت ہوگا وہ اہل السنّت والجماعت کے مذہب پر فوت ہوگا۔

پتہ چلا کہ سنّتِ نبویؐ اور جماعت نبوی آلِ محمدؐ کی محبت کی ضامن ہے جو آلِ محمدؐ سے محبت کرتا ہے وہ اہل السنّت والجماعت پر ہے اور جو اہل سنّت مذہب رکھتا ہے وہی آلِ محمد کی محبّت سے سرشار ہے۔

محبتِ اہلِ بیتؓ سے سرشار مسلمانوں کا وصف عنوانی اور تعارفی نام و لقب حضورؐ نے

اہل السنّت والجماعت ہی فرمایا ہے۔ ایسے حُب دارِ محمدؐ کا نام آپؐ نے امامیہ، اثنا عشریہ، شیعہ رافضہ وغیرہ ہرگز نہیں فرمایا۔

پس سچا مذہب وہی ہے جس کا نام حضورؐ نے اہل السنّت والجماعت رکھا اور آلِ محمدؐ کی سچی اور معیاری، ناجی ــ قرآن وسنت اور مقامِ اہلِ بیتؓ کے مطابق ــ محبت وہی ہے جو اہلِ سنّت رکھتے ہیں" کہ سب آلِ محمدؐ پر درود بھیجتے، عزت سے نام لیتے۔ ارشادات و اعمال کی پیروی کرتے اور تمام مسلمانوں کا ان کو محبوب مانتے ہیں"

شیعہ مذہب یقیناً جھوٹا ہے اور ان کے دعویٰ محبّتِ آلِ محمد کو حضورؐ نے کبھی قبول نہیں فرمایا کیونکہ

ا۔ یہ صرف تیرہ آلِ محمدؐ کے افراد سے محبت جتلاتے ہیں باقی ہزاروں اہل بیتؓ کے کھلے دشمن ہیں۔

ب۔ ان کو خدا اور رسولؐ کے حقوق و منصب میں شریک کرتے ہیں جو کھلا کفر ہے۔

ج۔ قرآن یا آلِ محمد کی یہ تابعداری ہرگز نہیں کرتے۔ صرف فاسق ذاکروں مجتہدوں کی کرتے ہیں۔

د۔ اہل بیتؓ کو تمام مسلمانوں کے دشمن اور مبغوض ترین مانتے ہیں۔

ھ۔ تمام ملتِ اسلامیہ کو اہلِ بیتؓ کا دشمن جانتے ہیں اور ان سے تبرّا کرتے ہیں حالانکہ یہی بات اہلِ بیتؓ سے دشمنی اور ان سے تبرّا ہے۔

و۔ ان کی تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے اہل بیتؓ سے غداریاں کر کے ان کو شہید کیا اور اب ان کی تعلیم کے برخلاف ماتم کرتے، دولت کماتے، توندیں بڑھاتے، شرک و بدعت کرتے اور مسلمان دشمنی کا کاروبار چمکاتے ہیں۔

اے اللہ! تیری رحمت کا سایہ پانے، مایوسی سے بچنے، حالت ایمان میں فوت ہونے موتِ کفر سے محفوظ رہنے اور جنت کی خوشبو سے معطر ہونے کے لیے ہم کو تا وفات محبتِ اہلِ بیتؓ اور مذہبِ اہل السنّت والجماعت پر قائم و دائم رکھ۔ کیونکہ یہ شرف صرف سُنّی مذہب کو حاصل ہے۔ کہ وہی قرآن وسُنّت کا پابند، اصحابِ رسولؐ و خلفاء راشدینؓ کا محب، اہل بیتؓ کا تابعدار اور کافروں کا دشمن ہے۔

والسّلام

مہر محمد عفا اللہ عنہ۔ در اعتکاف ۲۶ رمضان ۱۴۰۶ھ، ۵ جون ۱۹۸۶ء

فکرِ آخرت پیدا کرنے والی کتب

مبارک سنتیں ﷺ	عالم برزخ	عورتوں کا قبرستان میں جانا
وظائف نبوی ﷺ	توحید و وجود باری تعالیٰ	عذاب قبر (ب، قیر می پیشاب)
مجموعہ وظائف	قرآنی سورتوں کے خواص	منزل (بڑی)
آداب الدعاء	فلاح دارین (عملیات)	منزل (چھوٹی)
اعمال قرآنی	مسلمان خواتین کیلئے بیس سبق	مسنون دعائیں
احکام میت	معجزات رسول ﷺ	تعمیر اخلاق (بچوں کے لئے)
مناجات مقبول ﷺ	زاد عقبیٰ (منظوم)	تعمیر حیات (بچوں کے لئے)
میری نماز	اسرار قدسی (عملیات)	جنت کے پھول (بچوں کے لئے)
ذکر کی اہمیت	میاں بیوی کی حقوق	جواہر پارے (بچوں کے لئے)
تاریخ الفقہ	اللہ والوں کے پچاس قصے	اقوال زریں (بچوں کے لئے)
کتاب المرشد (طب)	حضرت جی کی چھ باتیں	اقوال رسول (بچوں کے لئے)
تعلیم الاسلام (مکمل)	مرد و عورت کے مخصوص مسائل	نماز حنفی (مکمل)
بارہ مہینوں کے فضائل	حقوق العباد	فضائل اصحاب رسول ﷺ
ایصال ثواب	خزینہ عملیات	نماز کی آسان کتاب
رحمت کے نظارے	وضو کے مکمل مسائل	توکل کرنا
نماز اور احادیث	گھر کا دواخانہ	شب جمعہ اور جمعہ کے فضائل
سرکار مدینہ کا ایک ستارہ	آسان علاج	ٹی وی اور عذاب قبر
حضور پر نور اور چرنی	طبی نسخے	چھ گنہگار عورتیں
مسلمان خاوند بیوی	داڑھی کا وجوب	اللہ سے محبت کرنا
جنت کا ٹکٹ	سال بھر کے مسنون اعمال	جنت کے [illegible]
جنت کا راستہ	نعمتیں	نفل نمازیں
جہنم کی راہ	قبر کی پہلی رات	[illegible]
ازدواجی زندگی کے شرعی احکام	عورتوں کی نماز	مجموعہ وظائف
گنجینۂ اسرار	نعیمی چہل حدیث	طب رحمانی
نعت رسول مقبول ﷺ	بچے کی صحت (طب)	کلیات ظفر (طب)

عمران اکیڈمی 40/B اردو بازار لاہور، فون 7221645

ملنے کا پتہ: مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

حصہ دوم

"مذہب شیعہ پر ہزار سوال" کے تحقیقی جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مطاعن بر توحیدِ الٰہی

س ۱ : شاہی اختیارات سے الگ بادشاہ کی حیثیت کیا ہوگی ؟

ج : خدا کے متعلق یہ خیال ہی باطل ہے۔ کیونکہ وہ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے "تو جسے چاہے بادشاہ بنائے اور جس سے چاہے بادشاہی چھینے۔ (پ ۳، ع ۱۱) اسی کی شان ہے۔ ہاں اگر دنیوی بادشاہ و امام سے کوئی اختیارات چھین لے تو وہ ساری عمر یا تقیہ میں گزارے گا یا غار میں ہزاروں برس کے لیے چھپ جائے گا اور اس کی رعایا پر ابن زیاد، مختار ثقفی، معز الدولہ، ہلاکو خاں، تیمور لنگ، ابن علقمی اور خمینی جیسے ظالم حکمران انسانیت کش مظالم توڑیں گے۔

س ۲ : کیا کٹھ پتلی بادشاہ مستحسن سربراہ ہو سکتا ہے ؟

ج : نہیں ! تبھی تو ہم تقیہ باز اور رعایا سے ڈرپوک امام و خلیفے نہیں مانتے۔

از نہج البلاغہ ص ۵۰۷ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے قتلِ عثمانؓ کا بدلہ چاہنے والوں سے فرمایا ھم یملکوننا ولا نملکھم "قاتل ہمارے مالک بنے ہوئے ہیں ہم ان کے مالک نہیں" ذرا اس فرمانِ مرتضوی کی تشریح کر کے کٹھ پتلی کا مفہوم ہمیں بھی سمجھائیں۔

س ۳: خدا سے اس کی صفات جدا سمجھی جائیں تو کیا وہ بے اختیار کٹھ پتلی حکمران ہوگا یا نہیں؟

صفاتِ الٰہی عین ذات نہیں، لازم ذات ہیں

ج: یہ بہتان ہے خدا کی صفات ہم خدا سے جُدا نہیں مانتے البتہ عین ذات بھی نہیں کہتے۔ بلکہ لازم ذات مانتے ہیں اسلیے کہ صفت موصوف کا عین نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا معبود اور میرا خالق اللہ کی صفت علم یا قدرت ہے اور میں اللہ کی اس صفت کی پرستش کرتا ہوں تو یہ باطل ہے ہاں اگر یہ کہے کہ میرا معبود علیم اور قدیر ہے جس کی صفت علم اور قدرت ہے تو یہ صحیح اور درست ہے ـــــ اور اسی طرح اگر کوئی دعا میں یہ کہے یا حیات یا علم یا تکوین یا ترزیق تو جائز نہیں معلوم ہوا کہ اللہ کی صفات اس کا عین نہیں۔ لیکن غیر بھی نہیں کہ اس سے جدا اور علیحدہ ہوسکیں اور کٹھ پتلی بادشاہ ہونے کا طعنہ کسا جائے۔ کیونکہ غیریت کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک غیر کے فنار اور عدم کی صورت میں دوسرے غیر کا وجود اور بقار جائز ہو اور یہ معنیٰ حق تعالیٰ میں درست نہیں اس لیے کہ خدا تعالیٰ اور اس کی صفات جدا جدا چیزیں نہیں۔ معلوم ہوا کہ صفاتِ خداوندی خدا تعالیٰ کا غیر نہیں بلکہ اس کی ذات کے لیے ایسے لازم ہیں کہ ان صفات کا ذات سے جُدا ہونا ناممکن اور محال ہے جیسے چار کے لیے زوجیت (جفت ہونا) اور پانچ کے لیے فردیت (طاق ہونا) لازم ہے مگر اس کا عین نہیں۔ چار کا مفہوم علیحدہ ہے اور زوجیت کا مفہوم علیحدہ ہے۔ مگر زوجیت چار کی نفس ماہیت کے لیے ایسی لازم ہے کہ نہ ذہن میں اس سے جُدا ہوسکتی ہے اور نہ خارج میں۔ اسی طرح علم علیم کا عین تو نہیں مگر اس سے علیحدہ اور جُدا بھی نہیں ہوسکتا۔ ایک تیسری دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں حق تعالیٰ نے علم اور قوت اور عزت کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ اَنۡزَلَہٗ بِعِلۡمِہٖ، وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ

بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ، اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰہِ، ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ، وَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ جَمِیۡعًا، ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ، ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَام۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت اور عزت اور جلال (جیسی صفات) اس کا عین ذات نہیں۔ اس لیے کہ کوئی شے اپنی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ (کذا فی عقائد اسلام ص ۳۸ مصنفہ مولانا محمد ادریسؒ)

س ۴-۵: مذہب شیعہ میں صفات عین ذات ہیں۔ سُنّیہ میں ذات سے الگ ہیں۔ تو خدا بعد میں ضرورت کے تحت متصف ہوتا رہا اور اس کی کنہ ذات میں تبدیلی ہوتی رہی تو وہ عاجز بھی ٹھہرا اور حادث بھی؟

ج: پہلی مفصل مدلل تقریر سے دونوں سوال ختم ہوگئے کیونکہ اس کی صفات ذات سے لازم ہیں جُدا نہیں۔ تو نہ وہ عاجز ہے نہ کنہ میں تبدیلی ہُوئی نہ حادث و متغیر ہُوا۔ جب صفات اور موصوف جدا جدا مفہوم رکھتے ہیں تو عین ذات ماننے سے کئی خدا اور کئی قدیم ماننے پڑے جو توحید کے برخلاف ہے۔ تو شیعہ عقیدہ باطل ہُوا۔

س ۶-۷: کیا خدائے واحد قدیم ہے یا نہیں؟ اور کیا لاشریک بھی قدیم ہے؟

ج: قدیم ہے اور لاشریک بھی اس کی صفت ہے جو قدیم ہے۔ لاشریک سے مراد کوئی معبود باطل نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک خدا کی شان و صفت یہ ہے اور رہے گی کہ اس کا شریک نہیں ہے جن لوگوں نے شریک بنائے وہ خود بر باطل اور مشرک ہیں۔

س ۸: آپ کے عقائد کے مطابق اس کی صفات بھی قدیم ہیں تو وہ لاشریک کس طرح ہے؟

ج: جب لاشریک اس کی صفت ہے اور اس کے ساتھ لازم ہے تو قدیم ہوتے میں خدا کا کمال ہے۔ اگر جُدا مانی جائے تو صفت موصوف میں جدائی اور خدا میں نقص لازم آئے گا۔ لاشریک کا معنیٰ بیان ہوچکا ہے۔

س ۹-۱۰: کیا قوی شخص سے قوت جُدا کی جائے تو قوی ہوگا یا غیر قوی۔ اگر ذاتِ خدا سے صفات کو الگ اعتقاد کیا جائے تو اسے بے قدرت سمجھنا ہے۔ اگر صفات کو قدیم مانا جائے تو اس کے ساتھ دوسری قوت و قدرت کا شرک و کفر ثابت ہوگا؟

ج : وہی پہلا غلط مفروضہ دوہرایا جارہا ہے۔ خدا کی صفات اس سے جدا نہیں تو وہ قوی ہی رہا اور اس کی صفات جب لازمِ ذات ہیں تو ذات کی طرح قدیم ماننے میں کوئی کفر و شرک نہ ہُوا۔

س ۱۱ تا ۱۴ : کیا وہ حاکم خطا وار نہ ہوگا جو اپنی مرضی سے حکم دے کر پھر محکوم کو سزا دے تو نفع و ضرر، خیر و شر موافق قضاء و قدر ماننے میں خدا کو خطا وار ماننا ہوگا، یا اسے عاجز و ریاکار کہا جائے گا؟

س ۱۵ : اگر عاجز یا خوف زدہ یا مجبور ہے تو پھر خدا کیوں کر ہوا؟

مسئلہ قضا و قدر

ج : ان کا مفصّل جواب ہم سائل کے رسالہ "اصُولِ دین" کے جواب "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" صفحہ ۱۰۵ تا صفحہ ۱۰۹ میں سائل کے سوال ۲۵ کے تحت دے چکے ہیں۔ یہاں خلاصہ یہ ہے کہ کائنات کا ہر کام خدا کے علمِ ازلی، تقدیر اور مشیّت کے تحت ہو رہا ہے کیونکہ اسی نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی تقدیر بنائی۔ (فرقان، آیت ۲)۔ اب اگر کوئی کام اس کے علم، تقدیر اور ارادے کے مطابق نہ ہو تو اس کا جاہل اور عاجز ہونا لازم آتا ہے، جس سے وہ پاک ہے۔ وہ بندے کو حکم نیکی کا دیتا ہے برائی کا نہیں دیتا وینھٰی عن الفحشاءِ والمنکر بندہ اپنے کسب و ارادہ اور خداداد محدود قوت سے جب نیکی اور بدی کا کام کرتا ہے تو وہ اجر و سزا کا حق دار بنتا ہے۔ وہ تقدیر کی اور خدا کے علم ازلی کی آڑ لے کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب میری تقدیر و قضا تو نے یہی لکھی تھی تو میں ارتکاب سے مجرم کیوں؟ اور مجھے سزا دینا تیرا ظلم ہوگا؟ کیونکہ بندے کو تو یہ علم نہیں کہ میری تقدیر میں کیا لکھا ہے؟ وہ تو ہر کام اپنے ارادہ و شوق سے کرے گا۔ چونکہ حکمِ خدا کے تحت وہ نیکی کا پابند ہے برائی سے روکا گیا ہے تو خدا کے علم و تقدیر سے وہ برائی کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا جب اس پر جبر ثابت نہ ہوا تو عادل خدا سزا دے کر نہ خطا وار و ظالم بنا اور نہ ایسی ریاکاری کی کہ بندے سے گناہ کرا کر اسے سزا دے دی۔ الغرض حق تعالیٰ خالقِ خیر بھی ہیں اور خالقِ شر بھی۔ (اللہ خالق کل شیئٍ) لیکن خیر سے راضی ہے۔ شر سے راضی نہیں۔ (ولا یرضیٰ

لعبادہ الکفر) نور و ظلمت، طہارت و نجاست، فرشتے اور شیاطین، نیک و بد سب اسی کے پیدا کیے ہُوئے ہیں مگر نیکوں سے راضی ہے اور بدوں سے ناراض مشیئت اور رضا کے درمیان یہ بڑا دقیق فرق ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اہل السنّت والجماعت کو ہدایت فرمائی اور شیعہ وغیرہ فرقے گمراہ ہو گئے کہ یا وہ بندہ کو مجبورِ محض مان کر خدا کی سزا کو ظلم کہتے ہیں۔ یا بندوں کو اپنے افعال اور امور کا خالق مان کر صفتِ خلق میں اربوں شریک بناتے ہیں۔ تو خدا مجرم کو سزا دینے میں ظالم نہیں ہے کیونکہ وہ کفر و گناہ پر راضی نہ تھا اور اس کی قضاء و تقدیر کے بغیر بھی یہ کام نہیں ہوئے کیونکہ وہ جہل و غفلت سے پاک ہے اور عجز و خوف اس پر طاری نہیں ہوتا۔ نہ وہ مجبور ہے نہ اس کے خدا ہونے میں کوئی شک و شبہ ہے۔ ہاں شیعہ خود خدا کی صفات و کمالات میں شک و شبہ کر کے مومن نہ رہے۔ جبکہ کسبِ قبیح بُرا کام ہے۔ خلقِ قبیح قبیح نہیں ہے۔

س ۱۶ : رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ کہ کر ابلیس ملعون نے سنّی عقیدہ بتایا۔

ج : اغوا سے مراد نیکی کی توفیق نہ دینا ہے اور یہ اضلال کے ہم معنیٰ ہے جس کا مقابل ہدایت و اہدا یعنی نیکی کی توفیق دے دینا ہے۔ ان دونوں کاموں کی نسبت بارہا خدا نے اپنی طرف کی ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد) (آپ فرمائیے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اسے ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے) اور خیر و شر کی یہی قضاء و قدر ہے جس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے۔ شیطان نے خدا کو رب کہا تو ہم اس کی اتباع میں خدا کو رب نہیں کہتے بلکہ تعلیم خداوندی سے کہتے ہیں۔ اسی طرح اغوا و اضلال کی بصورت خلق و تقدیر (نہ بطور سبب و عمل) خدا کی طرف نسبت کر کے ہم اتباعِ شیطان نہیں کرتے، اتباعِ رحمٰن کرتے ہیں۔

س ۱۷-۱۸ : اگر بندہ فاعل اپنے افعال کا مختار نہیں تو وہ اس سے حسبِ مرضی کیسے سرزد ہوئے۔ اگر خدا ذمہ دار ہے تو جزا و سزا کیوں کر معقول ہے؟

ج : بندے کے افعال دو قسم کے ہیں، اضطراری غیر اختیاری۔ جیسے نبض کا چلنا اور حرکت قلب، ارعشہ وغیرہ ان میں بندہ مختار نہیں ہے تو سزا و جزا کا بھی حق دار نہیں۔ جیسے دو سالہ بچہ اور رعشہ دار بوڑھا کوئی برتن ہاتھ سے گرا کر توڑ دے تو ہر عقل مند اسے معذور سمجھے گا۔

دوسرے افعال اختیاری ہیں جیسے اپنی آنکھ کو غیر محرم سے بچانا یا دیکھنا، ظلم کی نیت سے کسی کو پکڑنا یا ہاتھ نہ لگانا، قادر ہو کر نیکی کا کام کرنا یا نہ کرنا، ان میں بندے کی مرضی اور خواہش کو ضرور دخل ہے تبھی تو جزا و سزا کا حق دار ہے تو ایسے کام کا ذمہ دار ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں کہتے بلکہ کاسب، عامل اور ذمہ دار خود بندہ ہے۔ خدا تو خالق، قاضی اور تقدیر ساز ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ۔ (فرقان ع ۱، آیت ۲، پ۱۸) اور یہ کسب سے جدا چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ائمہ اہل بیتؑ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شارح عدہ وغیرہ نے ایسی بہت سی روایات نقل کی ہیں "کہ بندوں کے کام خدا کے پیدا کیے ہوئے ہیں" (کذا فی التحفہ)۔ اصول کافی ص۵۵ ج۱ پر حدیث نبوی ہے: جو یہ عقیدہ رکھے کہ

س ۱۹ کا جواب بھی اسی سے ہو گیا کہ خدا نہ بندوں پر ظلم کرتا ہے نہ مذہب اہل سنت خدا کو ظالم بتاتا ہے اور یہی قرآن و سنت کے مطابق خدا اور رسولؐ کا حقیقی اسلام ہے اور عقل و فطرت کے مطابق دین ہے۔

س ۲۰: بجلی دیکھنا جب ناممکن ہے تو دیدار خدا کیوں ضروری ہے؟

ج: نصوص کے مقابلہ میں ڈھکوسلہ بازی حرام ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "اس دن کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے" (پ۲۹ ع ۱۸، سورۃ قیامۃ) عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ خدا بندوں کا سب سے بڑا محبوب ہے۔ محب محبوب کی زیارت کے لیے بے قرار رہتا ہے۔ محبوب جب محب سے راضی اور اس پر مہربان ہے خصوصاً قیامت کے دن تو ضرور ان کو اپنے جمال و انوار سے مشرف و منور فرمائے گا۔ اور شیعہ وغیرہ منکر زیارت لوگ، اس نعمت سے محروم ہوں گے۔

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ۔ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۔ (پ۳۰، تطفیف)	یقیناً وہ اس دن اپنے رب سے پردے میں ہوں گے۔ پھر یقیناً دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔

خدا عادل ہے دھوکہ نہیں دیتا

س ۲۱ تا ۲۴ کا جواب: ہم عدل کو پسند کرتے ہیں۔ رسولِ خدا نے عدل ہی کی تعلیم دی تبھی تو ہم

خیر اور شر اللہ کی مشیئت کے بغیر ہیں اس نے خدا کو اس کی بادشاہی سے نکال دیا اور جو یہ اعتقاد رکھے کہ گناہ اللہ کی قوت کے بغیر ہوتے ہیں اس نے اللہ پر جھوٹ بولا ... الخ۔

آپ کے سب صحابہ کرامؓ اور شاگردوںؒ کو عدول، راستباز اور پاک کردار مانتے ہیں کہ معلم کی تعلیم کا اثر و پرتو یقیناً شاگردوں پر پڑتا ہے۔ ہمارا خدا عادل ہے، ظالم نہیں، وہ تو ظلم سے لوگوں کو روکتا ہے تبھی تو ہم خدا کو ایسے ائمہ کا بھیجنے والا، اور ان کو خدا کا منصوص و نمائندہ نہیں مانتے جو اپنے مفادِ دنیا کے تحت حق چھپاتے رہے، تقیہ کر کے، عوام کو امر معروف اور نہی منکر کرنے کے فریضہ سے غافل رہے حتیٰ کہ غار میں جا چھپے اور دنیا ان کی راہنمائی سے محروم و گمراہ چلی آ رہی ہے۔

س ۲۵: مذہب امامیہ کی اصل عدل پر آپ کو کیا معقول اعتراض ہے؟

ج: پہلا اعتراض تو یہی عقیدہ امامت ہے کہ خدا نے انبیاء و ہادیؑ بھیجے تو ان کی پوری نصرت فرمائی:

۱۔ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۔ (پ۲۴ ع ۱۱)	ہم یقیناً اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیا میں مدد کرتے ہیں۔
۲۔ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۔ (پ۲۸، ع ۳)	اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر یقیناً غالب ہوں گے۔

مگر بارہ اماموں سے خدا نے ان کا جائز تخت بھی چھنوا دیا۔ دشمنوں کے مقابل مدد نہ کی۔ وہ عمر بھر تقیہ میں خائف رہے۔ اپنا مذہب بھی ظاہر نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ خدا کی هُدًى لِّلنَّاسِ کتاب کو بھی چھپا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ دنیا فیض امامت اور قرآن کی ہدایت سے یکسر محروم ہو گئی مع ہذا شیعہ کے اعتقاد میں وہ حجۃ اللہ ہیں کہ خدا نے اپنے بندوں پر حجت پوری کر دی ہے اور ان کی اتباع نہ کرنے پر سب بنی نوع انسان کو خدا دوزخ میں ڈالے گا کیا شیعہ عقیدہ کے مطابق معاذ اللہ ہدایت کے بارے میں لوگوں سے اتنا بڑا فراڈ کرنے والا خدا عادل ہو سکتا ہے؟ یا خدا کو عادل مانئے یا عقیدہ امامت و تشیع سے توبہ کیجئے۔

س ۲۶: خدا کو ابر سے زمین میں اترنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؟

ج: آپ نام نہاد مسلمان کہلا کر خدا کے قرآن سے ٹھٹھا کر رہے ہیں کیونکہ یہ بات قرآن میں یوں ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ.. الخ ۔ (پ۲، ع ۹)

کیا وہ اسی بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ ان کے پاس بادلوں کے سائے میں آئے اور فرشتے بھی اور (ان کا) فیصلہ کر دیا جائے۔

ہر چند کہ یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ بادلوں میں خدا کے آنے اُترنے سے اس کا عذاب مراد ہو سکتا ہے مگر اسے صرف اہلِ سنّت کا عقیدہ مشہور کر کے "مزورت پوچھنا" خدا کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

س ۲۷ تا ۳۰: کا جواب اسی آیت سے ہو گیا کہ یہ زحمت بھی اس کی ایک شان ہے۔ بلاشبہ وہ لامحدود ہے، جسم سے مبرّا اور پاک ہے۔ سنّی مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے مگر شیعہ کو انکارِ قرآن نہ کرنا چاہیئے۔ سورۃ انعام میں ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۔ کہ کفار فرشتوں یا خدائے پاک یا اس کی کچھ نشانیوں کے آنے کے منتظر ہیں۔

نوٹ: یہاں تھوڑے سے الٰہیات کا بیان ہوا ہے۔ ہم تحفہ اثنا عشریہ سے بسلسلہ توحید تمام مسائل اختلافیہ کا خلاصہ اور فہرست نقل کر دیتے ہیں۔

توحید اور الٰہیات کے متعلق فریقین کے نظریات

مسلمانوں کے عقائد	شیعوں کے عقائد
۱۔ معرفتِ الٰہی شرعًا واجب اور کامل ہے۔	امامیہ کے نزدیک عقلی ہے۔
۲۔ حق تعالیٰ موجود یگانہ، زندہ، سنتا، دیکھتا دانا اور توانا ہے۔	اسماعیلیہ کے ہاں نہ خدا کی یہ صفات ہیں نہ ان کی اضداد ہیں۔
۳۔ خدا واحد ہے، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔	شیعوں میں سے خطابیہ، خمسیہ، اثنینیہ اور مقنیہ فرقے متعدد خدا کے قائل ہیں۔ (موجودہ شیعہ حضرات ائمہ کو خدا مانتے ہیں۔)
۴۔ صرف اللہ ہی ازلی قدیم ہے باقی سب	کاملیہ، زرامیہ، عجلیہ، قرامطہ، نزاریہ فرقے آسمان و

اشیاء مخلوق و حادث ہیں۔	زمین کو قدیم اور دائمی مانتے ہیں۔
۵۔ اللہ حیات سے موصوف اور زندہ ہے عالِم بہ علم ہے۔ قادر بہ قدرت ہے یعنی اس کے لیے صفات ثابت ہیں۔	امامیہ گو خدا کو حیّ، سمیع، بصیر، قدیر و قوی کہ سکتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ سکتے کہ اس کی حیات، علم، قدرت سمع بصر وغیرھا کی صفات بھی ہیں۔
۶۔ خدا کی صفات قدیم ہیں وہ ہمیشہ ان سے موصوف ہے کبھی وہ صفات سے عاری یا عاجز نہ تھا نہ ہو گا جیسے ارشاد ہے: كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔	شیعوں کے مرکزی راوی زرارہ بن اعین، بکیر، سلیمان، جعفری، محمد بن مسلم خدا کو ازلی عالم، سمیع بصیر نہیں مانتے۔ حالانکہ کافی میں بھی ہے: لم یزل عالما سمیعا بصیرا۔
۷۔ اللہ تعالیٰ قادر و مختار مطلق اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔	اسماعیلیہ خدا کو قادر و مختار نہیں مانتے۔ اس کے افعال بے اختیار ہیں جیسے سورج کی کرنیں۔
۸۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔ (اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)	ابو جعفر طوسی، شریف مرتضیٰ اور بہت سے امامیہ کے ہاں خدا بندوں کے تحت القدرت افعال پر قادر نہیں ہے۔
۹۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا اندازہ ہے وہ تقدیر و علم کے مطابق ہر کام صادر فرماتا اور پہلے سے جانتا ہے۔	شیعہ تقدیر کے منکر ہیں۔ کام ہو چکنے کے بعد اللہ کو علم ہوتا ہے۔ جزئیات کو قبل وقوع نہیں جانتا۔
۱۰۔ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ لوگوں کی دست بُرد اور کمی بیشی سے پاک ہے۔	شیعہ قرآن میں تحریف کے لازمی قائل ہیں، یہ قرآن نہ پورا ہے نہ اصلی منزل ہے۔
۱۱۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ ارادہ قدیم ہے۔ حکمِ خدا کے بغیر ذرّہ نہیں ہلتا جو خدا چاہے ہو گا جو نہ چاہے وہ نہ ہو گا۔	اسمٰعیلیہ ارادہ کے قطعی منکر ہیں، امامیہ اور زیدیہ کے آٹھوں فرقے کہتے ہیں کہ خدا کی ارادہ کردہ بعض باتیں نہیں ہوتیں اور شیطان کی ہو جاتی ہیں۔
۱۲۔ اللہ تعالیٰ جسم، طول، عرض، عمق، شکل اور صورت سے پاک ہے۔	امامیہ میں سے حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ خدا کو مجسم مانتے ہیں۔
۱۳۔ خدا تعالیٰ جہت، مکان، اوپر، نیچ	شیعوں میں سے حکمیہ، یونسیہ، سالمیہ، شیطانیہ

سے پاک ہے۔

۱۴۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتے نہ کسی کی شکل و روپ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۵۔ حق تعالیٰ میں اعراض محسوسہ کی صفتیں نہیں کہ رنگ و بو مزہ وغیرہ ظاہر ہو۔

۱۶۔ خدا کی ذات کا عکس و سایہ کسی چیز پر نہیں پڑتا۔

۱۷۔ خدا کو بدا نہیں ہوتا نہ وہ جاہل ہے۔

۱۸۔ حق تعالیٰ بندوں میں سے کسی کے کفر و ضلالت پر خوش نہیں ہوتا۔ (وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ)

۱۹۔ خدا کے ذمے کوئی چیز واجب نہیں ہے وہ جو کچھ دے اس کا فضل ہے۔

۲۰۔ مخلوق سے صادر اعمال بھی خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ ہاں بندے کاسب اور ذمہ دار ہیں۔

۲۱۔ بندوں کو خدا سے قربِ جسمانی اور اتصالِ مکانی ممکن نہیں۔

۲۲۔ مومنین کو جنت میں خدا کا دیدار ہوگا۔ خدا کا فرمان ہے لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ نیکو کاروں کے لیے جنت اور اس سے زیادہ بھی ہے۔ دپ ۱۱ ع ۷، حدیث مرفوع میں زیادہ کی تفسیر دیدار خداوندی کی گئی ہے۔ (مسلم ص ۱۰۰ ج ۱ بخاری)

میثمیہ، خدا کے لیے مکان وغیرہ کے قائل ہیں۔

غالی شیعہ، بنانیہ، نصیریہ، اسحقیہ ائمہ میں حلول کے قائل ہیں۔ (موجودہ شیخی شیعہ بھی یہی کہتے ہیں۔)

حکمیہ اور غالی شیعہ اماموں میں حلول مان کر خدا کے لیے انسانی کیفیات و صفات کے قائل ہیں۔

غلاۃ شیعہ کہتے ہیں کہ پانی اور آئینہ پر اس کا سایہ و عکس پڑتا ہے۔

شیعوں کے ہاں بدا بڑا کمال اور لازمی عقیدہ ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ غیر شیعوں کی ضلالت و گمراہی پر خدا خوش ہے اور ائمہ بھی راضی ہیں۔

سب شیعہ کا اتفاق ہے کہ موافق عقل امور خدا کے ذمے واجب ہیں گویا خدا احکم عقل کا محکوم ہے۔

امامیہ اور زیدیہ بندوں کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں۔

اکثر امامیہ فرقے مکانی اور اتصالِ بدنی کے قائل ہیں۔

شیعہ منکر ہیں۔ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ○ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ۔ (خدا کے دیدار سے محروم اور دوزخی ہیں۔)

مطاعن بر مذہبِ اہلِ سنّت

س ۳۱ تا ۳۳: آپ کا مذہب مادی اقتدار کو اہمیت دیتا ہے یا روحانی اقتدار کو؟

مسلمان ترقی یافتہ کیوں نہیں؟ بدعمل کفار کیوں خوش حال ہیں؟

ج: مذہبِ اہلِ سنّت دونوں کی کامرانی کا ضامن ہے۔ سوال ۲۵ کے جواب میں مذکور ۲ آیتیں اس پر کافی دلیل ہیں۔ عہدِ رسالت، عہدِ خلافتِ راشدہ، عہدِ بنو امیہ، عہدِ عباسی، عہدِ آلِ عثمان ہزار برس سے زائد تک مغلیہ عہد سمیت مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کے ادوار ہیں۔ بے شمار ان کی ایجادات ہیں، علوم و فنون کی کثرت ہے۔ اقتصادیات اور مادی ترقی میں کوئی قوم ان کی ہمسر نہ ہو سکی مگر جب سے ایران کے شاہانِ صفویہ نے داب کے خمینی کی طرح خونی انقلاب برپا کر کے اہلِ تشیع و اہلِ سنّت کی جنگ مسلمانوں میں برپا کر دی۔ شاہ سلیم خاں سے غداری کر کے برطانیہ فتح نہ کرنے دیا۔ تیمور لنگ نے بارہ لاکھ مسلمان قتل کر کے سلطنتِ عثمانیہ تباہ کر دی اور مسلمان جہاد سے غافل رہ کر امامت و خلافت کے زخم چاٹنے لگے۔ اپنے لوگوں سے اپنے ہی مال و جان اور سرحدوں کی حفاظت کرنی پڑ گئی تو انگریز وغیرہ قوموں کو صنعتی ترقی کا میدان ہاتھ آ گیا اور وہ بازی لے گئے تو اب مسلمانوں کی مادی ترقی میں پسماندگی، مذہب کی کمزوری کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ تشیع و اختلافات کا رہینِ منّت ہے۔ بدعملی صرف مسلمان کے لیے نقصان دہ اس لیے ہے کہ یہ خدا کی فوج کا سپاہی ہے جس نے وفاداری کا عہد کر رکھا ہے اور فوجی سپاہی کو بہ نسبت سول کے سزا زیادہ دی جاتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل ہمارے رسالہ "سنّی مذہب سچا ہے" میں ملاحظہ کریں۔

س ۳۴، ۳۵: آپ کے مذہب کی بنیاد اقوالِ اصحابؓ ہیں جو مختلف الاجتہاد و الرائے تھے تو یکجہتی کی ضمانت کیا ہے جب صراطِ مستقیم صرف ایک راستہ ہے؟ آپ کے مذہب کے اصولِ دین کا حقیقی معیار کیا ہے؟

ج: ہمارے مذہب کی اصل بنیاد اور حقیقی معیار تین چیزیں قرآن مجید، سنّتِ نبویؐ، اجماعِ امّت جس میں صحابہ کرامؓ کا اجماع بھی آ جاتا ہے۔ ان تینوں کی مکمل تشریح مع دلائل تحفہ امامیہ ص ۲۴۶ تا ص ۲۵۳ کر دی گئی ہے۔ ایک ظنی اصول قیاسِ شرعی بھی ہے یعنی جس نئے مسئلے میں قرآن و حدیث خاموش ہوں، اجماعِ امّت بھی نہ ملے تو اہلِ اجتہاد علماء اس جیسا مسئلہ قرآن و سنّت اور اجماع میں تلاش کریں اگر مل جائے تو اسے اصل (مقیس علیہ) بنا کر نئے مسئلے پر بھی وہی حکم لگا دیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ اور ائمہ اجتہادیہ کام کرتے آئے ہیں اور قیاس کا یہ مختلف

النوع لچک آمیز اصول قانونِ اسلام کی وسعت، دیگر مذاہب پر اس کی برتری اور جدید سائنسی دور میں ترقی کا ضامن ہے۔ تعجب ہے کہ شیعہ اس قیاس شرعی۔ مبنی بر قرآن وسنّت۔ کے تو منکر ہیں مگر بہت سے مسائل محض عقل کے بل بوتے پر طے کرتے ہیں۔ خواہ صراحۃً وہ قرآن وسنّت کے خلاف ہوں۔ جیسے رسومِ عزاداری، مذمّت صحابہ کرامؓ اور ایجاد امامت وغیرہ۔ مذہبی یک جہتی کی ضمانت یہ ہے کہ قرآن وسنّت اور اجماع امّت میں تو سب متفق ہیں ان سے ہم کسی کو اختلاف کا حق نہیں دیتے۔ اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کی رائے دوسرے سے مختلف ہوسکتی ہے مگر عامی شخص کو یہ حق ہے کہ جس مجتہد کو اپنے عقیدہ وامانت کی رُو سے قرآن وحدیث اور اجماعی مسائل کے زیادہ قریب سمجھے اس کی تقلید کرے، باقی ائمہ مجتہدین کا احترام کرے۔ ایک امام کا مقلد دوسرے کے پیچھے اقتدار کرسکتا ہے اور یوں یہ امّت ایک ہی صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ تعجب ہے کہ زندہ اماموں کا سلسلہ ماننے کے باوجود شیعہ تقلید مجتہدین کے قائل ہیں پھر مجتہد کے مرنے پر اس کا فتویٰ مرجاتا ہے۔ نیا مجتہد تلاش کرکے پہلے فتویٰ کے برعکس اس کی تقلید لازم سمجھی جاتی ہے اور وہ دوسرے کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے کا مجاز نہیں یہ تو ایک امامیہ کا حال ہے کہ صرف پاکستان میں ۹ مختلف فقہوں والے شریعت مداروں اور مجتہدوں کے مقلد شیعہ ۹ فرقے موجود ہیں۔ باقی آغاخانی، زیدی، تفضیلی شیعوں کو دیکھا جائے تو سب ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ ہر ایک کے امام جُدا جُدا بنے ہوئے ہیں تو شیعہ بے چاروں کو تو صراطِ مستقیم کی سمت کا بھی پتہ نہیں ہے کیونکہ صراطِ مستقیم منعم علیہم چار گروہوں کے راستے کا نام ہے۔

انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین۔ ان چاروں میں ائمہ نہیں ہیں بلکہ شیعہ تو ائمہ کو انبیاءؑ سے افضل مانتے ہیں تو امامیہ صراطِ مستقیم کیسے پائیں؟ اور مذہبی یکجہتی کیسے حاصل ہو؟

س ۳۶: اگر قرآن میں ایمان با عدل نہیں ہے تو کیا ایمان بتوحید اللہ کا بھی حکم ہے؟

ج: بالکل غلط خیال ہے۔ قرآن میں عدل وانصاف کرنے کا حکم ہے مگر اصُولِ دین میں "عدل" کا اضافہ کرنے اور اس پر ایمان لانے کا سائل کے اقرار کے مطابق کہیں ذکر نہیں ہے، جس سے اس کی رکنیت ختم ہوگئی ہاں سینکڑوں آیات میں اللہ کو ایک اور معبود یکتا ماننے کا حکم ہے اور دین وایمان کا بڑا رکن یہی ہے۔

۱۔ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (پ۱۴، ع ۱۳)	اور اللہ نے کہا دو دو معبود نہ بناؤ۔ اللہ ہی صرف ایک معبود ہے۔
۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ..... وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا۔ (پ۵ ع ۱۷)	اے ایمان کے دعوے دارو! اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے پیغمبرؐ پر اتاری ..... جس نے بھی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے پیغمبروں کا اور آخرت کا انکار کیا وہ دُور کا گمراہ ہوگیا۔
۳۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا۔ (پ۵ ع ۳)	اور تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔

بعد از رسُولؐ طریقہ ہدایت

س ۳۷: کیا بعد از رسُولؐ ہادی و رہبر کی عقلاً ضرورت ہوگی جو جھگڑے نمٹائے اور دین وشریعت کی تعلیم دے؟

ج: ۔ عقل کا تقاضا ہے کہ حضورؐ کی ذات کے سوا مرکزی ہادی اور کوئی نہ ہو کیونکہ آپؐ خاتم النبیّن والمعصومین اور خاتم ہدایت الوحی ہیں۔ البتہ آپ کی نیابت میں قرآن وسنّت مرکزِ ہدایت رہیں گے اور ان کو نافذ کرنے کے لیے خلفاء، وحکام اور فقہاء دین ہوں گے۔ جو منصوص نہ ہوں گے بلکہ لوگوں میں سے ہی سربرآوردہ اور منتخب شدہ ہوں گے۔ واولی الامر منکم اور لوگوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ یہ کریں گے لیکن اگر لوگوں کا خود ان سے کسی معاملہ میں نزاع ہوجائے تو یہ ممکن ہوگا پھر اختلاف نمٹانے کے لیے مرکزی سرچشمہ قرآن وسنّت کی طرف فریقین رجوع کریں گے۔ اور یہی ایمان کا تقاضا ہے اور انجام کے لحاظ سے بہتر بات ہے۔ ملاحظہ ہو آیت: اولی الامر منکم پ۵ ع ۵)

س ۳۸: ایسا ہادی منصوص بہتر ہوگا یا غیر منصوص؟

ج: غیر منصوص بہتر اور کامیاب ہوگا کیونکہ جب تا قیامت تمام خطۂ ارض کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت رہے گی اور اربوں مسلمان شرق و غرب میں آباد رہیں گے تو ان کے لیے صرف ایک ایک ہادی ہر دَور میں ناکافی رہے گا اور ایسے چار۔ چھ۔ بارہ منصوص بھی کر دیئے جائیں تو وہ سب روئے زمین پر تو پھیل نہ سکیں گے تو تشنگی ہدایت برقرار رہے گی اور شیعہ تو اس کا تلخ و ناکام تجربہ اپنے عقیدہ کی روشنی میں کر ہی چکے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنینؓ سے حضرت حسن عسکریؒ تک (ان کے بقول منصوص ہادی) صرف مدینہ، کوفہ، بغداد وغیرہ چند خاص شہروں میں رہے معمولی اقلیّت نے ان سے فیض پایا تو باقی شہروں اور ممالک کے لوگ منصوص کی ہدایت و تعلیم سے محروم ہی رہے پھر ۲۵۵ھ کے بعد یہ سلسلہ ہدایت بالکل ہی بند ہوگیا اور بارھویں امام قرآن اور آثارِ نبوت لے کر باعتقادِ شیعہ ایک غار میں ایسے روپوش ہوئے کہ ۱۲۰۰ سال تک (عجل اللہ فرجہٗ واللہ امام کو جلدی رہا فرمائے) کی ہزاروں دُعاؤں کے بعد بھی ظہور نہ ہوا اور اربوں مسلمان اس عرصہ میں قرآن و تعلیم امام سے محروم رہے اور معلوم نہیں کب تک رہیں گے۔ اگر خیال ہو کہ امام ظاہر ہوتا تقیہّ نہ کرتا تو اپنے نائبین کی بدولت ساری دُنیا کا انتظام ہدایت کر لیتا تو ہم کہتے ہیں کہ "کاش ایسا ہوتا" کی فرضی تمنّا سوائے حسرت و یاس کے کوئی فائدہ نہیں دیتی اور ان کے نائب در نائب فیضِ ہدایت بالفرض عام کر سکتے ہیں تو حضور علیہ السّلام کے ہزاروں لاکھوں شاگرد در شاگرد یہ فریضہ کیوں سر انجام نہیں دے سکتے؟ آخر گنبدِ خضریٰ میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ آپ زندہ ہیں، جو غار والے امامِ منصوص کی زندگی سے ہزار درجے بہتر ہے۔

الغرض سب دُنیا کے لیے تبلیغ ہدایت اور اتمامِ حجّت کی خدا نے یہی سنّت قائم کی ہے کہ اُمّت کے ہزاروں لاکھوں علماء، صلحاء، فقہاء مبلغین قرآن و سنّت کی شمعیں لے کر دُنیا کے کونے کونے اور قریہ قریہ پہنچ جائیں ان کو اسلام و شریعت کی تعلیم دیں اور وہ منصوص نہ ہوں تاکہ کسی کی عملی کوتاہی سے اگر کچھ شکایت ہو تو وہ دوسرے سے قرآن و سنّت کا فیض پا سکے اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما گئے ہیں:

علماءُ امّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل۔	میری اُمّت کے علماء (فیض عام اور کثرت میں) بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

اور قرآن نے فرمایا "ہم نے تورات نازل کی اس میں ہدایت و نور تھا۔ اس کے مطابق انبیاءٔ مسلمین، یہودیوں کے لیے فیصلے کرتے تھے اور اللہ والے اور علماء بھی۔ کیونکہ وہ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے تھے۔ (پ ۶ ع ۱۱)

تو جیسے یہ ربانیین اور علماء بکثرت تھے، غیر منصوص ہادیٔ عوام اور محافظِ کتابِ خدا تھے، اسی طرح امتِ محمّدیہ کے ہزاروں علماء، فقہاء، مجتہدین، غیر منصوص طور پر ہادیٔ عوام اور محافظ کتاب ہوئے۔ کیونکہ یہ سُنّت اللہ ہے اور سنّت اللہ میں تبدیلی نہیں ہوتی"

س ع ۳۹: کا جواب بھی اس تقریر سے ہوگیا کہ ہر دَور کے لوگ اپنے اختلافات اپنے حاکم یا فقیہہ سے قرآن و سنّت کو کسوٹی بنا کر نمٹائیں گے۔

س ع ۴۰: حضرت سالمؓ کے پیچھے شیخین نے نماز پڑھی کیا وہ ان سے افضل نہ ہوئے؟

ج: "بصیر" نامی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہمارے یہاں افضل مفضول کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے تو استدلال باطل ہوگیا۔ ہاں جب مستقل امام بنانا ہو تو افضل بنایا جائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

یؤم القوم اقرؤھم لکتاب اللہ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمھم بالسنۃ ..... الخ۔	لوگوں کو امامت ان کا بڑا قاری کرائے۔ اگر قرأت میں برابر ہوں تو جو سنّت کا بڑا عالم ہو وہ امامت کرائے۔ (مشکوٰۃ ص۱۰۰، وکذا فی الفقیہ باب الامامۃ)

اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امام نماز بنایا اور حضرت علی المرتضیٰؓ سمیت تمام صحابہ کرامؓ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ پھر صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلافت و امامت تفویض فرمائی کسی نے اختلاف نہ کیا سب نے نمازیں بھی پڑھیں اور جہاد بھی کیے۔ پھر مجلسِ شوریٰ نے مستقل طور پر حضرت عثمانؓ کو امام و خلیفہ منتخب فرمایا اور سب صحابہ کرامؓ نے ان کی اقتداء کی۔ اسی طرح حضرت علیؓ مہاجرین و انصار کے انتخاب و بیعت سے امام و خلیفہ قرار پائے تو یہ مستقل امامتیں افضل کی مفضول کے لیے تھیں اور سنّتِ پیغمبرؐ، تعلیم قرآن، اتفاق صحابہ کرامؓ کے مبینہ اصُول کے تحت تھیں ان کو حضرت سالمؓ یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی وقتی و اتفاقی امامتِ نماز پر قیاس نہ کیا جائے گا اور حضرت علیؓ کو خلفاء ثلاثہؓ سے افضل نہ مانا جائے گا۔ کیونکہ مستقل باضابطہ امامت میں امام افضل اور مقتدی مفضول ہوتے ہیں۔ نیز خلفاء راشدینؓ کی خلافتیں قرآنی موعود تھیں انکی افضلیت اسی ترتیب سے ہے۔

س ۴۱: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وارث قرار دیا۔ (غلامانِ اسلام) وراثتِ پیغمبر ثابت ہوگئی۔

ج: "غلامانِ اسلام" ایک اردو کتاب ہے۔ اصل روایت کا علم نہیں کہ کہاں سے لی گئی ہے تاکہ اس کی سنداً اور معناً تحقیق کی جاتی۔ مؤلف اسکی صحت ثابت کرے ورنہ یہ مجاز ہے۔ حضرت زیدؓ نے اپنے والدین کو جواب دے دیا کہ میں تمھارے ساتھ نہیں آسکتا، میں تو حضورؐ کو اپنا باپ اور بزرگ جانتا ہوں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس محبت اور وفاداری کے جواب میں ان کو متبنیٰ قرار دیا اور عرفِ عام کے مطابق ایسی بات فرمائی جو ان کی صاحبزادگی پر مہرِ تصدیق ثبت کردے بعد میں جب قرآن نے اس نسبت کو ہی منسوخ کردیا اور وراثت رشتہ داروں کے ساتھ خاص ہوگئی۔ واولوالارحام بعضهم اولیٰ ببعضٍ فی کتٰبِ اللہ (احزاب چھٹی آیت) تو اس بات کو قرآن نے منسوخ کردیا۔ علاوہ ازیں حضرت زیدؓ غزوہ موتہ میں آپ کی وفات سے تین سال پہلے شہید ہوئے اور کسی روایت سے کچھ ثابت نہیں کہ حضورؐ نے ان کا ترکہ وراثت پایا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ پہلی بات منسوخ ہے اور یہ حدیث مشہور برحق ہے: "ہم گروہِ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ہمارا سب ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔" (بخاری) نیز یہ کیوں ممکن نہیں کہ وراثتِ علمی مراد ہو اگلا سوال اسکا قرینہ ہے۔

س ۴۲: قولِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے: "اگر حضرت زید رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ نہ بناتے۔" (البصیر)

ج: یہ مقولہ، فرضیہ اور شرطیہ ہے۔ جب شرط نہ پائی گئی تو موہوم جزا سے استدلال غلط ہوا۔ ورنہ ایسا ہے جیسے قادیانی اس حدیث سے اجراءِ نبوت پر استدلال کرتے ہیں: "اگر ابراہیمؓ (بن محمدؐ) زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔" یا قرآن میں ہے: "اگر رحمٰن کا بیٹا ہو تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کروں۔" (پ۲۵) اس مقولہ سے زیادہ سے زیادہ حضرت زیدؓ پر اعتمادِ نبویؐ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اُمّت کو ان کی تلقین کر جاتے۔ اب شیخینؓ کے متعلق تلقین فرما گئے "میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔" (ترمذی) یہی اُمّت کو بیعتِ خلافت کی سپردگی ہے۔

س ۴۳: حضرت اسامہؓ کی سرداری پر صحابہؓ کا طعن ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اہل نہ سمجھا۔

ج: یہ کچھ لوگوں کا خیال تھا جب حضورؐ نے اس کی تردید کردی تو سب حضرت اُسامہؓ پر متفق ہوگئے مگر حضرت علیؓ کے لیے آپؐ نے ایسی نہ نص فرمائی تھی نہ تقرری کی تھی۔ اس لیے تاریخ کی کوئی روایت یہ نہیں بتاتی کہ کسی صحابی نے یہ کہا ہو "چونکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوعمر ہیں، ہم ان کی سرداری نہیں مانتے"، یہ سائل کا فرضی خیال ہے بالفرض اگر صحابہؓ نے ایسا کہا ہوتا تو سنّت کے خلاف تب ہوتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰؓ کا تقرر کردیا ہوتا۔ مگر جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے علانیہ تقرری نہ فرمائی تھی اور امرهم شوریٰ بینهم (اور ان کی حکومت وغیرہ کے کام باہمی مشورہ سے ہوں گے) کے تحت صحابہؓ ہی مجاز و مختار تھے کہ جس کو موزوں ترین سمجھیں چنیں اور انھوں نے اسلام میں سبقت، اسلام اور خدمتِ نبویؐ میں بے نظیر مالی و جانی قربانیوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص رفاقت و تعلق، عمر کی پختگی و تجربہ کاری اور عوام میں ہردلعزیزی کو دیکھ کر بالاتفاق ابوبکرؓ کا انتخاب فرمالیا، جو فی نفسہٖ درست نکلا۔ حضرت علیؓ کا حق ضائع نہ ہُوا کہ ان کو اپنے وقت پر خلفاء ثلاثہؓ کی خلافتوں کی بنیاد پر ہی یہ حق مل گیا۔ اگر انصارؓ میں سے کوئی خلیفہ بن جاتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہاجر کو یہ حق کبھی نہ ملتا اور اگر حضرت علیؓ پہلے خلیفہ بنتے تو خلفاء ثلاثہؓ اپنی اپنی اجل پر وفات پاکر اس خدمتِ جلیلہ سے محروم رہ جاتے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ یہ خلافت کی تاریخی ترتیب مؤید من اللہ، مصدقہ عوام اور مفید اسلام تھی۔ نہ یہ خلافِ سنت ہے نہ اس پر کسی قسم کا طعن درست ہے۔

س ۴۴: بھی اسی تقریر سے رفع ہوگیا کیونکہ حضرت اسامہؓ پر طعن چند لوگوں کا فعل تھا سب کا نہ تھا تو یہ پوچھنا کہ "بعد از رسول اصحابؓ کا خلاف منشاءِ رسول عمل کرنے کو آپ کس بنیاد پر ناممکن سمجھتے ہیں"، ایک لایعنی بات ہے۔ نصِ قرآنی یُطِیعُونَ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ (وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں) کے تحت۔ حضرت علیؓ کی نامزدگی اور تقرری اگر ہوتی تو نشانہ طعن نہ بنا سکتے نہ ان کی اطاعت سے گریز کرتے کیونکہ گمراہی پر ان کا اجتماع محال ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے:

وما كان اللہ ليجمعهم على الضلال۔ اور اللہ نے ان کو گمراہی پر جمع نہ کیا تھا۔

نیز حضورؐ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ میری اُمّت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (حیات القلوب ص۱۳۸ ج۲)
اور خدا نے اس اُمّت کو بہترین اُمّت، پسندیدہ اُمّت قرار دے کر یہ ضمانت بھی دی:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ	اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (وعمل) کو ضائع کرنے
إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ	والا نہیں بے شک اللہ (مومن) لوگوں پر بڑا
رَّحِيمٌ۔ (پ۲، ع۱)	شفیق و مہربان ہے۔

اس لیے سب صحابہ کرامؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ پر اتفاق کیا اور شیعہ کو بھی اقرار ہے کہ حضرت علیؓ اور ان کے تین ساتھیوں سمیت سب صحابہ کرامؓ نے خلفاء ثلاثہؓ کی بالترتیب بیعت خلافت کی۔ (اصولِ کافی، رجال کشی، احتجاج طبرسی) تو معلوم ہُوا کہ یہ تین خلافتیں برحق اور عادلہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نامزدگی اور نص خلافت بالکل نہ تھی۔ ورنہ سب صحابہ کرامؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر متفق ہوتے کیونکہ اللہ نے ان کو گمراہی سے بچایا ہُوا تھا۔ اور حضرت علیؓ بہ نہ فرماتے مہاجرین اوّلین اپنی فضیلت پاگئے۔ (نہج البلاغۃ اردو ص۷۵۸ مکتوب ۲۸)

س ۴۵ تا ۵۰: شفاعتِ کبریٰ اور مقامِ محمُود کے متعلق اعتراضات۔

ج: مذہبِ سنّیہ میں شفاعتِ کبریٰ سے مُراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قیامت کے دن تمام اُمتوں کی سفارش فرمائیں گے۔ باقی قوموں کا حساب کتاب آپ کی سفارش سے شروع ہوگا اور اس اُمّت کے گناہ گاروں کی بخشش ہوگی۔ نبیؐ کی بھی دُعا قبول ہوتی ہے اور عام اُمّتی کی بھی۔ جیسے ہم درود شریف میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھ کر ان کے لیے دُعائے رحمت طلب کرتے ہیں اور نہیں کہا جاتا: کہ "ہم لوگ اپنے رسُول اور آلِ رسُول کو اُمّت کی سفارش کا محتاج تصوّر کرتے ہیں"۔ اسی طرح اذان میں دعائے وسیلہ میں قربِ الٰہی اور مقامِ محمود پر جلوہ افروزی کی دُعا اُمّت کو محتاجِ پیغمبرؐ پر چسپاں نہ کیا جائے گا۔ یہ سائل کی زیغ قلبی اور دشمنیٔ رسُول کی آئینہ دار ہے۔ عَسٰٓی اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (قریب ہے کہ آپؐ کا رب آپؐ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے) مستقبل پر دال ہے۔ جس کا وقوع ابھی نہیں ہُوا تو ایسی چیز کے ملنے کا یقین ہونے کے باوجود اس کے لیے دعا و اشتیاق معقول بات ہے اور اپنے سوا دوسرے

بھی یہ دُعا کر سکتے ہیں خصوصًا جب کہ شفیع المذنبین نے ہم کو حکم دیا ہے جیسے درود پڑھنے کا ہم کو حکم دیا ہے (اور ہمارا درود ہمارے رفع درجات کے علاوہ حضورؐ کے مراتبِ عالیہ میں بھی اضافہ کرتا ہے) اُمّتی کی دُعا اس لیے بھی معقول ہے کہ بالآخر مقامِ محمُود اور شفاعت کبریٰ سے فائدہ خود ان کے گناہ گاروں کو حاصل ہوگا جیسے ہم اللہ بے نیاز کی عبادت کر کے، اُخروی ثواب کا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ شیعہ کی جلاء العیون ص۷۵ پر ہے: کہ مقامِ محمود میں مَیں اپنی اُمّت کی شفاعت کروں گا۔

س ۵۱: سب قومیں اپنے اپنے پیغمبروں کی سفارش سے مایوس ہو کر آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کرانے کیوں آئیں گی؟ وہ پیغمبرؐ ایک دوسرے پر ٹالنے کے بجائے براہِ راست حضورؐ کے پاس کیوں نہیں بھیجتے؟

ج: ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف عروج و ترقی ایک فطری اور معقولِ عام بات ہے۔ آپ دکان پر سودا لینے جائیں تو وہ پہلے معمولی نمونے دکھائے گا پھر آخر میں سب سے اعلیٰ دکھائے گا سب قوموں کا پہلے حضرت آدمؑ کے پاس یا پھر حضرت نوحؑ کے پاس جانا ایک معقول بات ہے کہ وہ سب کے جدّ اعلیٰ اور پدرِ اوّل ہیں۔ اولاد باپ سے رحم و سفارش کی درخواست کیا کرتی ہے وہ اپنے سے اعلیٰ شان والے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام، پھر موسیٰ کلیم اللہ علیہ السّلام اور عیسیٰ روح اللہ علیہ السّلام کی طرف راہنمائی فرماتے ہیں تو ان پیغمبروں کی خصوصیّت اور عزت و عظمت کا بھی اظہار ہو رہا ہے جس کے وہ شایاں ہیں۔ اگر اوّلاً ہی لوگ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف بھیجے جائیں تو نہ ان کے مراتب کا اظہار ہوگا اور نہ تقابل سے حضورؐ کی برتری ظاہر ہوگی پھر ہر ایک اپنی کسی لغزش کا ذکر فرما کر معذرت کر رہا ہے تو یہ اللہ مالک یوم الدّین کی ہیبت و جلال کا اظہار ہے۔ لغزش سے ان کا گناہ گار ہونا لازم نہیں آتا۔ آخر میں حضورؐ جب ان کی درخواست قبول کر کے شفاعت کے لیے سجدہ الٰہی میں گر جائیں گے جو آٹھ دن رات لمبا ہوگا اور آپ اللہ کی وہ خوبیاں اور کمالات بیان فرمائیں گے جو ابھی تک کسی نے بیان نہیں کیے تو اس میں بھی ایک طرف تو جلیل القدر رُسُل پر آپؐ کی عظمت ظاہر ہوگی اور دوسری طرف رب تعالےٰ احکم الحاکمین کے رعب و جلال کا اقرار ہوگا۔ عقلِ سلیم رکھنے والا کوئی بھی فرد شفاعتِ کبریٰ اور مقامِ محمود کے ان مراحل پر اعتراض نہیں کر سکتا۔

فضائلِ اہلِ بیت (رضی اللہ تعالےٰ عنہم)

س ۵۲: حدیثِ نبویؐ ہے کہ "جو علیؓ، فاطمہؓ اور حسنینؓ سے لڑے اس سے میری جنگ ہے اور جو صلح کرے میری اس سے صلح ہے" تو کیا اتباع کا تقاضا یہی نہیں ہے ؟

ج : البدایہ والنہایہ کی اس حدیث کا اصل ماخذ ترمذی ہے اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور (راوی) صُبیح امّ سلمیٰ کا غلام معروف نہیں ہے۔ (ترمذی مناقب فاطمہؓ)

تقریب التہذیب سے پوری سند کے راوی مع سند و جرح یہ ہیں :

ا۔ سلیمان بن جبّار بغدادی صدوق ہیں۔ ۲۔ علی بن قادم خزاعی کوفی صدوق اور شیعہ ہیں۔ ۳۔ اسباط بن نصر الہمدانی ابو یوسف یا ابو النصر صدوق ہیں، بہت غلطیاں کرتے ہیں اور عجیب وانوکھی روایتیں کرتے ہیں۔ ۴۔ اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن، سُدّی، صدوق اور وہمی ہے تشیع سے متہم ہے معلوم ہوا کہ پہلے راوی کے سوا آگے مسلسل راوی شیعہ، وہمی، کثیر الخطاء اور غریب الروایۃ ہیں تو یہ روایت بہت کمزور ہے۔ اس کی بنیاد پر کوئی عقیدہ یا طعن بر صحابہ کرامؓ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ مع ہٰذا جب حضرت حسنؓ نے صلح وبیعت کر لی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت معاویہؓ سے راضی ہوگئے اب معاویہؓ کا دشمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی دشمن ہے۔ اس لیے امّت اور اہلِ سُنّت نے اتباعِ نبوت کی۔

س ۵۳ کا جواب بھی اسی تحقیق سے ہوگیا۔ بالفرض اگر صحیح تسلیم کی بھی جائے تو حرب گناہ سے کنایہ ہے۔ محاربین سے مطلقاً بیزاری جائز نہیں۔ جیسے سُود خواروں کے متعلق وعید ہے "اگر تم باز نہ آئے تو خدا اور رسُولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ" (البقرہ) تو حکماً حربِ رسُولؐ گناہ ہے۔ اسے تسلیم کرنے کے بعد ہم ان کی توبہ تاریخ سے ثابت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہماری کتاب "فضائل صحابہؓ" ص ۲۷۷ تا ص ۲۸۰۔ حضرت علیؓ معاویہؓ اور اس کے لشکر کو ایمان واسلام میں اپنے برابر مانتے ہیں۔ (نہج البلاغہ ص ۱۲۵/۳) پھر حسن المجتبیٰؓ معاویہؓ سے صلح وبیعت کر لیتے ہیں۔ (جلاء العیون) تو جب ان کا انجام اہل بیتؓ کی شہادت وعمل

سے اچھا ثابت ہوگیا تو رسولِ خداؐ کے وہ دوست ہی ہوئے۔ ان سے دشمنی و بیزاری پیغمبرؐ سے دشمنی ہوئی جو شیعوں کے مقدر میں آئی۔

س ۵۴: بروایت ترمذی حضرت علی وفاطمہؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

ج : روایت میں تصریح ہے یعنی من اھل بیتہٖ۔ یعنی اپنے اہلِ خانہ میں سے یہ جوڑا زیادہ پیارا تھا۔ ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے اور اہلِ سنّت خاندانِ رسالت میں سے اس جوڑے سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

س ۵۵: کیا موذی رسُولؐ پر آپ لعنت کرتے ہیں ؟

ج : احزاب کی اس آیت میں خدا کے فعل کا ذکر ہے۔ فرمان یا حکم نہیں ہے۔ اتباع و تعمیل فرمان وحکم کی ہوتی ہے فعل تو بسا اوقات بادشاہ کا خاصہ سمجھا جاتا ہے البتہ ہم موذیانِ رسُول سے نفرت ضرور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ۔ قرآن کے اسی صفحہ پر مذکور ازواجک وبناتک۔ کا انکار کریں۔ ازواجِ مطہرات اور بناتِ طاہرات کی عظمت وشان بلکہ حسب ونسب کا انکار کر کے رسُولِ خداؐ کو ایذا دیں آپ کی ساری جماعتِ صحابہؓ کو دچار شاگردانِ علیؓ کے سوا) مرتد کہیں، سب امّتِ محمدیہؐ کو خنزیر اور ولد الزنا کہہ کر گویا پدرِ امّت حضرت رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دیں۔ رسُولِ خدا کے ہم رتبہ معصوم وواجب الاطاعت بارہ امام مان کر رسولِ خُدا کی ختمِ نبوّت کا مذاق اڑائیں ایسے موذیانِ رسُول کو ہم بہت بُرا اور دشمنِ اسلام جانتے ہیں۔

سوال ۵۶ تا ۶۳ کے جوابات

۵۶: حضرت فاطمہؓ کو ناراض کرنے کا طعن جھوٹا الزام ہے۔ جواب "ہم سنی کیوں ہیں؟" کے ص ۱۴۵ تا ص ۱۵۰ میں دیکھئے۔

۵۷: بی بی پاک کے والد مقدس کے جنازہ کو چھوڑنے کا طعن بھی جھوٹا ہے۔ دیکھئے تحفہ امامیہ ص ۱۴۵ تا ص ۱۵۱

۵۸: خانہ بتول کو نذرِ آتش کرنے کا الزام بھی جھوٹ ہے۔ تاریخ طبری ص ۱۹۸/۳ خوب دیکھ لی۔ دیگر متوقع مقامات میں بھی یہ الزام تلاش کیا کہیں نہیں ملا۔ الملل والنحل شہرستانی کو بھی

دیکھا کہیں سراغ نہ ملا۔ دراصل یہ واہی تباہی بہتان ہے۔ عیار اور دروغ گو شیعہ اسی طوفان و ہذیان سے سادہ لوح مسلمانوں کے جذبات بھڑکاتے اور اسلام کی صداقت اور اہلِ بیتؓ کی مقبولیت پر حملہ کرتے ہیں۔ بالفرض والمحال اگر کچھ ہو بھی تو ان چند جوانوں کو ڈرایا دھمکایا ہوگا جو خلافت اور مسلمانوں کے اتفاقِ رائے کے برخلاف سیدہؓ کے مکان میں آکر سازشیں کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دھمکا دیا۔ سیدہؓ نے منع کر دیا تب انھوں نے بیعت کر لی اور اختلاف کا بیج ہی ختم ہوگیا۔ بتلائیے اب حضرت عمرؓ پر کیا اعتراض ہے۔ آپ تو خراجِ تحسین کے حق دار ہیں۔ کیا ایک ذمہ دار حاکم و افسر فتنہ بازوں کو ڈرا دھمکا بھی نہیں سکتا؟ حالانکہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان لوگوں کو مع مکان جلا دینے کی دھمکی دی جو باجماعت نماز آکر نہیں پڑھتے تھے اور صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے مقرر کردہ امام اور جانشین تھے نیز حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ابنِ اخطل شاعر کو خانہ کعبہ میں مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان ستّر آدمیوں کو زندہ در آگ پھونک ڈالا جو حضرت علیؓ کی خدائی اور کارسازی و مشکل کشائی کے نعرے مار رہے تھے جو آج مشرک شیعوں کا دل پسند مذہب بن چکا ہے۔ خلافت و اجتماعیت کے وقار کو قائم رکھنے کے لیے حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس سے کئی گنا اہم خطرناک اقدام کیے جنگِ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت، ام المؤمنینؓ سے لڑائی، صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا قتلِ عام اگر درست ہے تو یہاں محض زبان سے دھمکی کوئی جُرم نہیں۔ (خلاصہ تحفہ اثنا عشریہ طعن ۲ ص۶۰۶)

۵۹ : باغِ فدک کے مسئلہ کا تحفہ امامیہ از ص۱۵۲ تا ص۲۱۳ مفصّل خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

۶۰ : حضرت علیؓ سے لڑائی کا طعن ابھی مردود کر دیا گیا ہے۔

۶۱ : حضرت حسنؓ کو زہر کھلانے کا الزام بھی غلط ہے۔ آپ کی اہلیہ جعدہ بنت اشعث چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھانجی تھیں تو ان کو بدنام کرنے کے لیے یہ قصّہ گھڑا گیا۔ اس کو معرضِ تحریر میں لانے والا سب سے پہلا مؤرخ مسعودی شیعہ ہے جس نے رُوی سے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے پہلے نہ طبری جیسی ضخیم اور موضوعات سے بھی لبریز، کتاب تاریخ الامم والملوک میں اس کا اشارہ ہے، نہ ابنِ قتیبہ دینوری اور الاخبار الطوال میں اس کا

تذکرہ ہے۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے متعلق تاریخ الخمیس للاعثم کوفی، جو شیعہ کے ہاں بڑی معتبر ہے۔ میں ہے کہ چالیس دن بستر مرض پر رہے (ص۳۲۶ ج۲) دمیری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے۔ ذیابطیس کا عارضہ تھا اور شہد کا شربت پینے سے بڑھ گیا۔

عقلی طور پر بھی یہ قصّہ لغو ہے کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ اور حسنؓ کے تعلقات بہت اچھے رہے ہر سال دونوں بھائی دمشق جاتے اور لاکھوں روپے کے وظائف اور مال سے لدے اونٹ لاتے۔ حسنؓ سے آپ کو کوئی خدشہ نہ تھا، نہ حضرت حسنؓ وعدہ خلافی کرنے والے تھے۔ اہلِ کوفہ تو حضرت حسینؓ کو اکساتے تھے مگر آں محترم بھائی کی صلح و بیعت کا حوالہ دے کر ان کو ٹال دیتے تھے۔ (جلاء العیون) بالفرض اگر یہ حرکت کسی نے کی تو وہ شیعانِ کوفہ ہی تھے۔ جنھوں نے صلح کے انتقام میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور حضرت حسنؓ شہزادۂ امن و صلح کو۔ اپنی مفسدانہ کارروائیوں کے سامنے روڑا سمجھتے تھے۔

۶۲ : جو لوگ حضرت حسینؓ کو گھر بُلا کر غداری سے لڑے، واقعی وہ رسُولِ خداؐ کے بھی محارب ہیں شیعہ اگر مان لیں تو صاف بات اتنی سی ہے کہ حضرت عثمانِ غنیؓ کے خلاف بلوہ کرنے والے اور شہید کرنے کے مجرم، جمل و صفین میں غلط فہمیاں پھیلا کر مسلمانوں کو باہم لڑانے والے، خارجی بن کر حضرت علیؓ کے خلاف چڑھائی کرنے والے اور آپ کے قاتل، حضرت امام حسنؓ سے غداری کر کے پھر قاتلانہ حملے کرنے والے اور "السّلام علیک یا مذل المؤمنین" پڑھنے والے پھر حضرت امام حسینؓ کو دارالامن مکّہ سے بُلا کر غدر کر کے شہید کرنے والے سب ایک ہی گروہ ہیں جو اہلِ تشیع اور حُب دارِ اہل بیت کہلا کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے۔ تعجب ہے کہ قاتلانِ عثمان کو شیعہ اپنا ہیرو مانتے ہیں جب یہی حضرت علیؓ و حسنؓ پر ظلم کرتے ہیں تو ان کو خارجی بنا دیا جاتا ہے۔ شیعہ کہلا کر جب حسینؓ کو بلاتے ہیں تو مومن ہیں جب قتل کر دیتے ہیں تو بُرے پھر جب توابین بن کر اور مختار ثقفی کے ساتھ ہو کر کوفہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں تو ناصرانِ حسین بن جاتے ہیں؟ فیاللعجب!

ان کے سب کرتوت ہم تحفہ امامیہ میں باحوالہ لکھ چکے ہیں۔

۶۳ : یہ جس کیمپ میں بھی ہوں ہم ان کو دشمنانِ اہل بیت، موذیانِ رسُول، یہود

مجوس کی سازش سے اہل تشیع وتفریق کا علمبردار اور مستحق نار سمجھتے ہیں۔ اگر آپ کو لعنت کا شغل پسند ہے تو ان سب پر ضرور کیجئے اور اپنی کمائی خود بھی کھائیے۔

س ۶۴: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی صحابی بتائیں جس کے متعلق حضورؐ نے فرمایا ہو۔ لا یحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق۔

ج: یہ حدیث ترمذی ص۲۳۵ کی ہے مگر ضعیف ہے قابلِ حجّت نہیں۔ کیونکہ پہلا راوی واصل بن عبد الاعلیٰ تو ثقہ ہے، دوسرا محمد بن فضیل بن غزوان صدوق ہے مگر تشیع سے متہم ہے شیعہ صدوق کی روایت جب بدعت کی مؤید ہو تو قبول نہیں ہے، تیسرا ابونصر کوفی ثقہ ہے مگر چوتھا مساور الحمیری مجہول ہے، پانچواں ام المساور الحمیریہ بھی مجہول ہے جس کا حال کہیں نہیں ملتا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب)۔ البتہ مسلم شریف کی یہ حدیث مستند ہے۔

اسی کے ہم معنیٰ اسی صفحہ پر ایک یہ حدیث ہے "کہ ہم انصار منافقین کو حضرت علیؓ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے پہچان لیتے تھے" امام ترمذیؒ کہتے ہیں حدیث غریب ہے اور امام شعبہؒ نے ابوہارون عبدی پر جرح کی ہے تقریب التہذیب میں ہے کہ ہارون عبدی کا نام عمارہ بن جوین ہے یہ متروک ہے۔ بعض نے اسے کذاب کہا ہے۔ یہ شیعہ ہے، طبقہ رابعہ کا ہے، ۱۳۴ھ میں مرا ہے۔

شیعہ کا جب یہ قلعہ پاش پاش ہو گیا تو اس کے برعکس تمام انصار کے حق میں بلفظہٖ یہ حدیث ہے:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الانصار ولا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق من احبھم فاحبہ اللہ و من ابغضھم ابغضہ اللہ ھذا حدیث صحیح۔ (ترمذی ص۲۵۲ ج۲، مسلم ص۵۹-۶۰ ج۱)	نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے انصارؓ کے متعلق فرمایا ہے ان سے وہی محبّت کرے گا جو مومن ہو گا اور ان سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہو گا جو ان سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبّت رکھے گا جو ان سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھّے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

مسلم شریف باب حب الانصار و علیؓ میں ۵ حدیثیں حضراتِ انصار کی محبت میں اور ایک

حضرت علیؓ کی محبت کے متعلق ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ مہاجرین کا درجہ انصار سے بڑا ہے تو بدرجہ اولیٰ ان کا محب مومن اور مبغض منافق ہو گا، بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبّت کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی محبّت اور ان سے دشمنی کو اپنے سے دشمنی قرار دیا ہے جس سے بڑھ کر مومن و منافق کی پہچان کا معیار نہیں ہے۔

"میرے صحابہؓ کے بارے میں لوگو اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبّت کی تو مجھ سے محبت کی اور جس نے صحابہؓ سے دشمنی رکھّی تو اس نے (دراصل) مجھ سے دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھّی اور جس نے صحابہؓ کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا اور جس سے اللہ کو ستایا، عنقریب اللہ اسے پکڑ لے گا۔ (ترمذی ص۲۴۹ ج۲)

س ۶۵: "اے علیؓ تو میرا دُنیا اور آخرت میں بھائی ہے" کیا غیر کے لیے بھی ہے؟

ج: حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بھی حضورؐ نے اپنا بھائی، مولا و محبوب اور صاحب و رفیق فرمایا، تفصیلاً احادیث بخاری ص۵۱۶ ج۱ اور ص۵۲۸ ج۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

س ۶۶ تا ۶۹: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضراتِ حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرمایا ہے: "اے اللہ میں ان سے محبّت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبّت رکھ جو ان سے محبت کریں" کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دُعا قبول ہُوئی؟

ج: دُعا قبول ہے مگر محب صرف اہلِ سنّت ہیں کیونکہ شریعت میں محبّت اتباع اور موافق شرع مقبول ہے اور یہ صرف اہلِ سنّت میں پائی جاتی ہے کہ وہ بھی حضرت حسینؓ کی طرح تقیہ نہیں کرتے نماز کے پابند ہیں، ڈاڑھی رکھتے ہیں، قرآن کے حافظ ہیں ماتم سے ممانعت کی وصیّت حسینی کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں شیعہ نہ محبِ حسینؓ ہیں نہ اللہ کے محبوب ہیں کیونکہ وہ عقیدۃً اور عملاً قرآن اور تعلیم حسینؓ کے برخلاف ہیں تو حسینؓ کے برخلاف لوگوں کا خدا دشمن ہے لہٰذا شیعہ کے مخالفین اہل سنّت ہی متبعینِ حسینؓ اور خدا کے دوست ہُوئے۔ حضرت حسینؓ نے خطبہ کربلا میں فرمایا: "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا تم جنتی نوجوانوں کے سردار ہو اور اہل سنّت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ص۶۲ ج۴)۔ جو لوگ حضرت حسینؓ کو باغی و مفسد

کتے ہیں اور آپ سے دشمنی رکھتے ہیں وہ حضرت حسینؓ اور خدا کے محب نہیں ہیں۔

س ۷۰ تا ۷۳: مذمّت یزید اور ردِّ ناصبیّت سے متعلق ہیں ہمیں جواب کی ضرورت نہیں ہے۔ مع ہٰذا ماثبت بالسنۃ کی روایت قابلِ تحقیق ہے جب تک ثابت نہ ہو تو مطاعن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور یہ کتاب ہمیں مل نہ سکی۔

عترت واہلِ بیتؓ کا مفہوم

س ۷۴، ۷۵: عترتی اہل بیتی کا ترجمہ کریں۔ کیا بیوی بھی عترت ہوسکتی ہے؟

ج: کتب لغت میں عترت کے معانی یہ لکھے ہیں۔ اولاد، عزیز واقربا، خویش و اقارب اپنے یگانے۔ (فیروز اللغات ص ۱۳۴/۲ ج) - ۲۔ کنبہ، اولاد، مشک خالص کا ٹکڑا وغیرہ (مصباح اللغات ص ۵۳۰)

ان معانی کی روشنی میں ترجمہ حدیث یہ ہوگا۔ کتاب اللہ، اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور میری اولاد ورشتہ دار، عزیز واقارب میرے گھر کے لوگ ہیں، جو میرے پاس تاحوض پہنچنے تک جُدا نہ ہوں گے تو عترت جیسے اولاد پر بولا گیا جن میں چار بیٹیاں بھی ہیں، خویش واقارب پر بھی صادق ہے۔ جن میں چچا اور چچا کی اولاد، بیویاں اور داماد بھی آ جاتے ہیں اسی لیے اہلِ بیتؓ کا اطلاق احادیث میں ان پر بکثرت ہُوا ہے۔ زوجہ کو جب "خویش اور اپنا" کہا جا سکتا ہے تو اہلِ بیتؓ میں داخل ہُوئی اور آیتِ تطہیر میں قرآن نے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ بار بار کہہ کر جمع مؤنث کے صیغے استعمال کر کے ان کو اہل بیت (نبیؐ کے گھر والوؓ!) سے خطاب کیا ہے شیعہ پر برسنا اس لیے ہے وہ قرآن کا انکار کرتے ہیں۔

س ۷۶: جب یزیدی بھی قرآن پڑھتے تھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزیدیوں کے قرآن میں کیا فرق تھا؟

ج: دونوں کا قرآن تو ایک تھا مگر جب شیعانِ کوفہ (حامیانِ ابنِ زیاد ویزید) نے حضرت حسینؓ سے غداری کی تو قرآن نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ قرآن سے آج تک محروم ہیں، اس پر ہر قسم کے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ ۹۹ حملے صرف مشاق دشمنِ قرآن نے اس کتاب میں کیے ہیں ان میں کبھی حافظ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ امام حسینؓ کے ہم شکل وہم سیرت

حافظوں اور قاریوں کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شیعہ کی یہ قرآن دشمنی اور قرآن کی ان سے جدائی ان کے قاتلِ حسین ہونے کی وہ زبردست دلیل ہے جو ان کے اقرار سے ثابت ہے۔

س ۷۷: وَلَا یَزِیۡدُ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا خَسَارًا۔ بتلایئے ظالمین کے ساتھ یزید کا ذکر کیوں ہے؟

ج: یہ سوال جہالت یا خیانت پر مبنی ہے؟ یہاں یزید فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ اسم نہیں ہے۔ ترجمہ یہ ہے؟ کہ قرآن ظالموں کو خسارے میں ڈالتا ہے۔" یعنی جب شیعوں نے ظلم کر کے امام حسینؓ کو شہید کیا تو قرآن ان کے دل اور ایمان سے خارج ہو گیا اور یہ نقصان میں پڑ گئے۔

اگر لفظ یزید سے ہی استدلال ہے تو (بطور لطیفہ نہ بطور تفسیر و استدلال)، ہم کہتے ہیں کہ خدا کا فرمان ہے وَیَزِیۡدُہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ "اللہ مومنین کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے" تو یزید تو خدا کا فضل ثابت ہُوا۔ اور ایک جگہ ہے: وَیَزِیۡدُ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اہۡتَدَوۡا ہُدًی (سورہ مریم) "اور ہدایت پر چلنے والوں کو اللہ ہدایت میں بڑھاتا ہے" تو شیعی استدلال کے طرز پر معلوم ہوا کہ یزید کو خدا نے ہدایت میں بڑھا چڑھا دیا تھا تو شیعہ اس سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں؟

نوٹ: یہ سوال وجواب بطورِ لطیفہ ہیں، تفسیرِ قرآن نہیں ہے۔ آیات میں یزید مُراد نہیں ہے۔ فعل مضارع ہے کہ "اللہ ان کو بڑھاتا ہے" خسارہ نقصان کو کہتے ہیں کہ ظالم آخرت میں نقصان میں رہیں گے۔ اور اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ اہلِ ایمان، اعمالِ صالحہ بجالانے والے حق اور صبر کی تاکید کرنے والوں کے سوا سب انسان گھاٹے میں ہیں۔ بحمد اللہ ان چاروں صفات کے حامل اہلِ سنّت وجماعت ہیں کہ وہ قرآن، توحید، رسالت، قیامت، اہلِ بیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ ان کی پہچان ہے۔ حق گوئی ان کا شعار ہے۔ صبر ان کی ڈھال ہے۔ جب کہ شیعہ کا ایمان ناقص ہے توحید و قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ رسُولِ خدا کو کامیاب ہادی اور اعمالِ صالحہ کو ضروری نہیں ملنتے۔ سب صحابہؓ کو تبرّا کرتے ہیں۔ تقیہ کر کے حق پوشی کرتے ہیں ماتم کر کے صبر کو ختم کر دیتے ہیں تو آیتِ عصر بھی ظالموں کے ساتھ ان کا حشر وانجام ذکر فرما رہی ہے۔

س ۷۸ تا ۸۰: کیا معرکہ کربلا حق و باطل کا معیار ہے کہ نہیں؟

ج : اس معیار پر پُوری وہ جنگیں اُترتی ہیں جو مسلمانوں کی کافروں سے ہوں، جیسے عہدِ نبوی اور خلفاءِ ثلاثہؓ کے زمانے کے غزوات و جہاد اور جو مسلمانوں کی آپس میں سیاسی حقوق اور اختلافات کی بناء پر واقع ہوں وہ اس کامل معیار پر نہیں ہیں اور شیعوں کو اقرار ہے کہ حضرت حسینؓ کے مقابل یزیدی بھی قرآن پڑھنے والے (یعنی مسلمان) تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے لیے وہ جنگ ہوگی جو اس کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑی جائے۔ ہم اہلِ سنّت تو ایک درجے میں کہہ سکتے ہیں کہ امام حسینؓ نے اپنے اجتہاد میں یزیدی حکومت کو غیر عادل سمجھ کر اس کے خلاف خروج کیا اور مرتبہ شہادت پاکر نہ صرف جنت کے حق دار ہوئے بلکہ حق و باطل کا یہ فیصلہ بھی کر دیا کہ سابق چار خلافتیں (حضرت معاویہؓ اور خلفاء ثلاثہؓ کی) برحق تھیں تبھی تو حضرت علی و حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے معاویہؓ کے خلاف خروج نہ کیا بلکہ تعاون کرکے ان سے مالی وظائف بھی حاصل کرتے رہے۔

مگر شیعہ اصول پر یہ ذاتی اور محض سیاسی جنگ تھی۔ اعلاءِ کلمۃ اللہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ صاف کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیّت سے بنو ہاشم و بنو امیہ میں سخت دشمنی چلی آرہی تھی۔ اسلام بھی اسے ختم نہ کرسکا۔ عہد عثمانؓ میں حسد سے وہ مزید اُبھری حضرت علیؓ کی معاویہؓ سے جنگ اسی بنا پر ہوئی اور اب حسینؓ نے یزید سے جنگ اسی لیے کی کہ بنو ہاشم کو بنو امیہ سے وہ سیاسی و مذہبی حق واپس مل جائے جو خلافت اوّل سے غصب ہو چکا تھا۔ ایک شیعہ شاعر کہتا ہے:

فرزند فاطمہؓ کا ہے کربلا ٹھکانہ — قبضہ کیا فدک پر یاروں نے غاصبانہ
مولا علیؓ کے حق پر چھاپہ عمرؓ نے مارا — اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ

بعض شیعہ روایات اس کی یوں تائید کرتی ہیں کہ بیعت کے مطالبہ پر حضرت حسینؓ نے حاکمِ مدینہ ولید سے کہا:

حضرت گفت پس تاخیر کن تا صبح و ما رائے خود را ببینیم و تو رائے خود را ببینی و بایکدیگر مناظرہ کینم ہر یک از ما و او کہ بخلافت سزاوار تر باشد دیگرے باو بیعت	تو صبح تک بیعت ملتوی کردے ہم بھی غور کریں اور تو بھی غور کرلے اور ہم ایک دوسرے سے مناظرہ کریں کہ ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یا وہ (یزید) زیادہ حق دار ہے، جو بھی

نماید۔ جلاء العیون ص۳۴۹ و منتہی الآمال ص۲۹۸ ج۱	ہوگا۔ دوسرا اس کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔

مکالمہ ولید حاکمِ مدینہ و حسینؓ۔

۸۰۔ اہلِ سُنّت کے اصول پر امام حسینؓ کی مظلومیّت بحال ہے کیونکہ جب آپؓ نے تین باعزت شرطوں میں ایک واپسی کی یا یزید کے پاس خود جاکر تصفیہ کرنے کی شرط رکھی مگر پھر بھی کوفیوں نے جنگ چھیڑ کر آپ کو تلوار اٹھانے پر مجبور کیا تو مظلومیّت سے شہادت پائی بنابریں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مظلومیّت کی پیشین گوئی فرمائی۔

س ۸۱ : خاکِ کربلا میں روزِ عاشورہ آج بھی خون گردش کرتا ہے۔

ج : یہ شیعی خطابت ہے۔ حقیقت اور واقعہ سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ ہزاروں شہداء مظلوم انبیاءؑ سمیت ہوئے کسی کی جائے شہادت میں خون گردش کرانے کی اللہ نے سنت قائم نہیں کی تو اب اللہ اپنی سُنّت کو کیسے تبدیل کرکے خاکِ کربلا میں گردش کراتا ہے۔ دراصل ایسی جعلی خطابت سے شیعہ مذہب چل رہا ہے۔ ورنہ خاکِ کربلا کی جو ٹکیہ (سجدہ گاہ) ہر شیعہ لیے پھرتا ہے اس میں بھی خون کسی نے دیکھا؟ یا وہ جعلی مٹی کا بت ہے؟ گردشِ خون کوئی سنۃ اللہ نہیں۔

س ۸۲ : کیا کسی امام نے حضرت امام حسینؓ کی اس قربانی کو اجتہادی غلطی تصور کیا؟

ج : عمل اور حقیقت کے لحاظ سے تو کچھ بات ایسی ہے۔ کیونکہ حادثہ کربلا کے بعد یزید چند سال اور زندہ رہا پھر بعد میں دیگر خلفاء بنو امیہ اور بنو عباس گزرتے رہے۔ شیعہ سب کو ظالم غیر عادل کہتے ہیں۔ آٹھ ائمہ اہل بیتؓ تو ان کے دور میں گزرے۔ اگر امام حسینؓ کی قربانی واقعی ایسی ہوتی جیسی شیعہ باور کراتے ہیں تو وہ بھی اس سُنّت پر ضرور عمل کرتے یا کم از کم دوسروں کو نمائندہ بنا کر ان کی بالواسطہ مدد کرتے مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ حضرت زین العابدینؒ نے بروایت روضہ کافی ص۲۳۵ یزید کی مجبورانہ غلامی کو ترجیح دی۔ سیاسی پادر سے مختار ثقفی اُٹھا تو حضرت سجادؒ نے اسے بدنیّت اور ظالم و منافق بتا کر بائیکاٹ کیا۔ حضرت زیدؒ اُٹھے اور شہید ہُوئے تو حضرت باقرؒ نے ان پر جرح کی۔ نفس زکیہ وغیرہ جو علوی ہاشمی حکومت وقت کے خلاف اُٹھے۔ شیعہ کے کسی امام نے ان کی تائید نہ کی۔ کیا یہ سب کچھ اس بات کا اعلان نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ نے حکومتِ وقت کے خلاف جو کچھ کیا وہ شیعہ ائمہ

کے خیال میں نادرست اور ناقابلِ اتباع بات تھی۔ شہادتِ حسین رضؓ کے بعد کوفی شیعوں نے پھر زین العابدینؒ سے بیعت کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا: "ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، اے غدارو اور مکارو ہم پھر تمھارا دھوکہ نہ کھائیں گے اور تمھارے جھوٹوں پر یقین نہ کریں گے، تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی کرو جو میرے باپ دادا کے ساتھ کیا ہے۔ اس خدا کی قسم جو آسمانوں کا محافظ ہے۔ میں تمھاری گفتار پر ہرگز اعتماد نہ کروں گا..." الخ (جلاء العیون ص۴۲۷ طبع فارسی ایران)۔ یہاں حضرت سجادؒ نے دبی زبان میں یہ بات کر دی کہ میرے والد نے تمھاری پُرمکروفریب باتوں پر اعتماد کر کے غلطی کی اور مصائب جھیلے۔ میں یہ غلطی ہرگز کرنے والا نہیں۔

○ ۶۳ھ میں جب یزید کے خلاف تحریک گرم تھی اس دوران منذر بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا تم کو چاہیئے کہ علی بن الحسینؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسینؓ کے پاس گئے انھوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ:

"میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرأت نہیں کر سکتا میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کرتا" یہ کہ کر مدینہ سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔ (تاریخِ اسلام نجیب آبادی ص۸۵ ج۲)

س ۸۳، ۸۴: کسی شخص کا معتمد دوست اگر بعد وفات اس کی اولاد کو جائیداد سے محروم کر دے کیا وہ وفادار ہو گا یا بے وفا اور قابلِ مذمت ہو گا؟

ج: ایک فرضی کلیہ ہے رسولِ خدا کے با اعتماد دوستوں نے نہ آپؐ سے بے وفائی کی نہ آپؐ کی اولادؓ سے، نہ آپؐ کی جائیداد ہڑپ کی نہ اولاد کو تکلیف پہنچائی۔ یہ سب دشمنانِ صحابہؓ کا حسد ہے اور خود ساختہ قصّے ہیں جن سے وہ بدگوئی صحابہؓ کا مشن چلا رہے ہیں۔

اسلام میں معیارِ فضیلت تقویٰ ہے نسب و نسبت نہیں

س ۸۵: جب اسلام میں معیار فضیلت تقویٰ ہے، رشتہ داری نہیں تو صرف صحابیت

معیار کیسے؟

ج: مقام شکر ہے کہ ایک حق بات تو آپ نے تسلیم کر لی واقعی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کا معیار قرآنی بلند رُتبی کا معیار ہے۔ مگر سُنیے! رشتہ دار پیغمبرؐ ہونا کوئی اپنا کسب و عمل نہیں ہے جس پر ثواب اور فضیلت مرتب ہو۔ ہاں اگر اسلام ہو تو اس عمل کے توسط سے رشتہ داری باعثِ تکریم ہے ورنہ ہرگز نہیں۔

اور "صحابیت" ایک اعلیٰ عمل کا نام ہے کہ جو مسلمان پیغمبرِ وقت کی زیارت کر کے اسلام قبول کر لے۔ سابقہ مذہب اور سب برادری سے بائیکاٹ کی قربانی دے اور تاحیات اسی پر دہ قائم رہے تو بڑے اعلیٰ درجے کا مسلمان ہے۔ بعد والے بڑے ولی، غوث و قطب اس کی گردِ راہ کو نہیں پہنچ سکتے تو عمل و تقویٰ کا بعد از انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام صحابیّت بڑا معیار ہے جو خود اپنا عمل و کسب ہے اور خدا کی طرف سے رہبری اور توفیق اس پر مستزاد ہے۔ اس لیے ہم برملا کہتے ہیں صحابیت وہ معیارِ فضیلت ہے اور مقامِ تقویٰ ہے جو دوسرے غیر کسبی فضائل کے لیے معیار ہے مثلاً عہد نبوت کا رشتہ دار پیغمبر اگر صحابی نہیں ہے تو اس کی کچھ بھی عزّت نہیں ہے۔ صحابیت اور اسلام آوری نے ہی رشتہ داری میں شرف و فضیلت کا حُسن پیدا کیا۔

س ۸۶، ۸۷: جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اعمال کی ذمہ دار ہیں تو تمام اصحاب مغفور و جنتی کیسے ہوئے؟

ج: اصحابِ رضؓ رسولؐ بھی اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ اور اعمال ہی کی بدولت ان سب کو اللہ نے مغفور و جنتی قرار دیا ہے جگہ جگہ اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے بعد رضا و جنت کا ذکر ہے۔ ہجرت و نصرت کے بعد فرمایا:

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا	یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے بخشش
لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (پ۹ ع۱۶)	اور اچھا رزق ہے۔

فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ کرامؓ کے اعمال و درجہ کا ذکر کر کے فرمایا:

وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی	اور ہر ایک گروہ سے اللہ نے بھلائی (جنت) کا

(سورہ حدید ع ۱) وعدہ فرمایا ہے۔

صحیحین میں جن لوگوں کا حوض سے دھکیلا جانا اور دوزخ کی طرف جانا مرقوم ہے وہ مسلمانوں کی اصطلاح کے مطابق صحابی نہ ہوں گے۔ کیونکہ انھوں نے آپؐ کی آخری دنوں میں زیارت تو کی تھی مگر اسلامی تعلیم و تربیت سے ابھی راسخ نہ ہوئے تھے کہ وفاتِ نبوی کا حادثہ درپیش آیا وہ سنبھل نہ سکے اور مسیلمہ کذاب وغیرہ کی سازش سے فتنہ ارتداد کا شکار ہوگئے تو مرتدوں کو ہم صحابی و واجب الاحترام نہیں کہتے۔* یہ توجیہہ تب ہے کہ بزعم شیعہ عہد نبوی کے کلمہ گو مراد ہوں۔ ورنہ ہمارے نزدیک قیامت تک ہونے والے وہ اُمّتی مسلمان ہیں جو وضو کرنے سے چمکدار اعضار تو رکھتے ہوں گے کہ آپ ان کو پہچان لیں گے۔ مگر انھوں نے ایسی بدعتیں اور نئے مذاہب ایجاد کیے ہوں گے کہ حوضِ کوثر و شفاعت سے محروم ہو کر دوزخ میں پھینکے جائیں گے۔ (تحفہ اثنا عشریہ)۔ یہ اطلاق ایسا ہے جیسے اصحابِ ابی حنیفہ و اصحاب شافعی بعد کے فقہا کو کہا جاتا ہے۔

اجماع وقیاس کی حجیّت

س ۸۸: وحی کے بعد اجماع وقیاس کی ضرورت کیوں ہے؟

ج: اسلام تا قیامت اربوں، کھربوں مسلمانوں کا مذہب رہے گا۔ حادثات اور جدید مسائل غیر محدود ہوں گے۔ قرآن وحدیث کی آیات ونصوص بہرحال محدود ہیں تو ضرورت ہے کہ اجماع و قیاس کے دو اصولوں کے تحت وہ اسلام کی روشنی عام کریں کہ جس مسئلہ پر زمانہ کے سب علماؑ و صلحاؑ متفق ہو جائیں وہ واجب العمل قرار پائے اور جو نیا مسئلہ ہو تو اس کی نظیر قرآن وحدیث میں تلاش کر کے اس کا حکم حرمت وحلّت اس پر بھی لگا دیا جائے۔ جب علت مشترکہ مل جائے۔

س ۸۹: قیاس واجماع کی اہمیّت پر قرآنی آیت پیش کریں۔

ج: ۱۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا - (پ ۵ ع ۱۴)

ہدایت واضح ہو چکنے کے بعد جو رسول اللہ کی مخالفت کرے اور مسلمانوں سے جدا راستے پر چلے ہم اسے جانے دیں گے۔ جدھر وہ جائے اور جہنم میں داخل کریں گے جو بُرا ٹھکانہ ہے۔

---

* گویا ان کو بعض روایات میں باعتبار ما کان کے اصحاب واصیحاب سے آپ نے تعبیر فرمایا۔

یہاں مخالفتِ رسول پر ہی جہنم کی وعید نہیں بلکہ مومنین کی راہ سے جُدا راہ چلنا بھی باعث جہنم ہے اسی کو ہم اجماعِ اُمّت سے تعبیر کر کے مخالفت کو خطرناک قرار دیتے ہیں۔

۲۔ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ۔ (نساء ع ۱۱)

اور اگر وہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور اپنے صاحبانِ اختیار کی طرف لوٹاتے تو ان میں وہ حضرات جان لیتے جو باریک مسائل نکالتے ہیں۔

صاحبانِ امر سے مُراد یہاں اہل اجتہاد، حکام وفقہاء مراد ہیں نئی بات کو ان تک پہنچانا تاکہ وہ اس کا حل قرآن وسنّت سے استنباط کر سکیں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اسی کا اصطلاحی نام قیاس ہے۔ ان دو اصولوں کی مزید اہمیّت وتشریح تحفہ امامیہ سوال ۱۳۰ کے تحت پڑھیں۔

مطاعن بر عصمت انبیاء علیہم السلام

س ۹۰ تا ۹۳: آپ کیوں کہتے ہیں نبی سے گناہ ممکن ہے؟

ج: ہم ایسا نہیں کہتے بلکہ خدا نے انبیاء کا سانچہ اور نمونہ بلا عیب ونقص درست بنایا اس کے تمام مقررہ ہادی انبیاء ورسلؑ باکمال اور گناہوں سے پاک دامن تھے ہم ان سے بالفعل گناہ ناممکن مانتے ہیں چونکہ وہ محترم انسان تھے تو تمام انسانی تقاضے اور خواہشات ان میں تھیں پھر انھوں نے خلاف پر قدرت ہوتے ہوئے بھی کسی تقاضا وخواہش کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کیا تو یہ بڑا کمال اور درجہ ہوا تو فرشتوں کا معصوم از گناہ ہونا اتنا کمال نہیں کہ ان کی فطرت میں ایسا تقاضا یا قدرت ہے ہی نہیں، جتنا حضرات انبیاء کرام کا ہے بلکہ اُمّت کے صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ بھی تقاضا کے باوجود گناہ سے بچ کر بڑا درجہ رکھتے ہیں لیکن ہم انکو محفوظ مانتے ہیں معصوم نہیں۔

س ۹۴ تا ۹۶: کیا اجماع وقیاس سے نبی بن سکتا ہے؟

ج: نہیں۔ خود اپنے کہنے سے بھی نہیں بن جاتا۔ اسے اللہ تعالیٰ بغیر کسب اور مطالبہ کے بنا دیتا ہے۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ۔

س ۹۷ تا ۱۰۰: عقیدہ سُنّیہ میں نبی عام بشر کی مانند ہوتا ہے۔ دُور سے سُنتا نہیں تو نماز میں ایہاالنبی سے ندا کیوں؟ کیا یہ رسمی صیغہ ہے یا مشرکانہ حرکت ہے؟

ج: کئی باتوں میں عام بشر کی مانند نہیں بھی ہوتا۔ معجزات، خدا سے ہم کلامی، عصمت وغیرہ خصوصیات بھی رکھتا ہے لفظوں کے لحاظ سے تو تشہد حکایت ماسبق ہے کہ شب معراج میں آپ نے دربارِ الٰہی میں التحیات کا نذرانہ پیش کیا۔ جواب میں خدا نے السلام علیک ایہاالنبی کا تحفہ دیا۔ اب بعینہٖ یہ الفاظ ہم پڑھتے ہیں۔ جیسے قرآن کے ہزاروں ایسے خطاب والے کلمات ہم تلاوت میں پڑھتے ہیں۔ ان کے حاضر ناظر ہونے کا تصور نہیں ہوتا۔ یہاں بھی نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ معناً یہ ہمارا انشاء سلام ہے کہ ہم سلام کی نیت کر رہے ہیں۔ حدیثِ نبوی کے مطابق لاتعداد فرشتے زمین میں گھوم پھر رہے ہیں وہ ہمارا سلام لے کر حضورؐ تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو نہ رسمی صیغہ ہے نہ دُور سے حاضر ناظر و سمیع مان کر مشرکانہ حرکت ہے۔ ریاکاری، فرقہ وارانہ نمائش کے تحت نہیں بلکہ غلبہ تعشق کے ساتھ یا روضہ اقدس پر حاضری کے وقت بصیغہ ندا، درود و سلام پڑھنا جائز ہے مگر اذان کے وقت اور حاضر و ناظر کے عقیدہ سے ممنوع ہے جس کا رواج اب پڑ چکا ہے۔ نماز میں درود و سلام سنّت ہے۔ عمداً چھوڑنا گناہ ہے احیاناً چھوڑنے سے نماز ہو جاتی ہے۔

انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام معصوم ہیں

س ۱۰۱: شیعہ تمام انبیاء کو معصوم کہتے ہیں۔ آپ کو کیوں اختلاف ہے؟

ج: ہم شیعوں سے بڑھ کر انبیاءؑ کو معصوم اور پاکباز کہتے ہیں۔ یہ ناجائز بہتان ہے۔

س ۱۰۲: آپ کے ہاں حضرت آدمؑ کا گناہ جنت پر ہوا یا زمین پر؟

ج: یہ بھی بہتان ہے حضرت آدمؑ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ کیونکہ گناہ کے لیے، نیت و عمد شرط ہے۔ البتہ بنص قرآنی آپ جنت میں ایک پھل بھول کر کھا بیٹھے تو اللہ نے زمین پر بھیج دیا ہاں شیعہ کے ہاں حضرت آدمؑ ڈبل کافر ہو گئے۔ (معاذاللہ) کہ حرص و حسد جیسے اصول کفر کا ارتکاب کیا۔ جب کہ شیطان نے صرف تکبّر کا اصولِ کفر اپنایا تھا۔ ملاحظہ ہو اصولِ کافی صفحہ ۲۸۹ ج ۲۔

س ۱۰۳: کیا حضرت نوح علیہ السّلام کو اپنے بیٹے کے کافر ہونے کا علم تھا؟

ج: علم تو تھا مگر مسلمان رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں ہوتا۔ آخر وقت تک امید رہی کہ اللہ اسے ہدایت دے دے اور اسے کشتی میں سوار ہونے کو بھی کہا جب وہ نہ مانا اور غرق ہو گیا تو اس تصور سے دُعا مانگی کہ یہ میرے گھر کا فرد ہے۔ گھر والوں کو بچانے کا آپ نے وعدہ کیا ہے بچا لیجیے مگر اللہ نے منع فرما دیا کہ یہ بدعمل و بداعتقاد تھا۔ تیرے اہل بیت سے نہیں معلوم ہُوا کہ شرف اہل بیت ایمان اور عمل صالح سے ملتا ہے۔ بیوی اور بیٹے میں جب یہ خوبی نہ تھی تو اہلِ بیت سے خارج کیے گئے اور غیروں کو ایمان و عمل کی وجہ سے کشتی میں بٹھا کر آپ کے اہلِ بیت بنا دیا گیا۔ کاش شیعہ بھی اہلِ بیت کے قرآنی مفہوم کو مانتے؟ تو صحابہؓ سے محبت کر لیتے۔

س ۱۰۴: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے۔

ج: یہاں کذب کے عام عرفی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ خطاء و تجاوز کے معنی ہیں جیسے ارشاد ہے ما کذب الفؤاد ما رأی (دل نے جو دیکھا اس میں خطاء نہیں کی)، اور یہ صورۃً سامع کے ذہن کے لحاظ سے خلافِ واقعہ بات تھی فی نفسہٖ سچ ہی تھا۔ کیونکہ بڑے بُت کی شان و شوکت اور چودھراہٹ نے آپ کو آمادہ کیا کہ بت خانہ توڑا جائے تو نسبت ادھر کر دی۔ قوم کی بت پرستی دیکھ کر واقعی دل و دماغ سے پریشان اور ذہنی مریض تھے۔ اپنی بیوی حضرت سارہ واقعی اسلامی اور چچا زاد بہن تھی تو یہ باتیں حقیقۃً جھوٹ نہ تھیں۔

ہاں شیعہ عقیدہ میں یہ صراحۃً جھوٹ تھا۔ جیسے امام باقرؒ نے تقیہ کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "کہ ابراہیمؑ نے خود کو بیمار کہا حالانکہ بیمار نہ تھے۔ یوسفؑ نے بھائیوں کو چور کہا حالانکہ وہ چور نہ تھے۔" (اصولِ کافی، باب التقیہ صفحہ ۲۲ ج ۲)

س ۱۰۵: اگر گریہ و بکاء منافی صبر ہے تو حضرت یعقوبؑ نے ایسا کیوں کیا؟

ج: آواز سے بکا اور رونا، بین کرنا، ماتم کرنا، ہاتھوں سے پیٹنا، سیاہ لباس پہننا، ہائے فلاں، ہائے فلاں کرنا، منافی صبر ہے جو شیعوں کے خاص اعمال ہیں، صرف آنکھوں سے رونا، آنسو بہانا اور دل میں غمناک رہنا منافی صبر نہیں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دوسرے کام کیے پہلے منافی صبر کام ہرگز نہیں کیے۔

س ۱۰۶: زلیخا کی جانب قصد کرنے پر آپ حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ گار کیوں کہتے ہیں؟

ج: ہم ہرگز ایسا نہیں کہتے۔ یہ قصد وَهَمَّ مشروط ہے یعنی اپنے رب کی برہان (نبوت یا باپ کی زیارت) نہ دیکھتے تو قصد کر لیتے۔ جب برہان دیکھ لی تو قصد بھی نہ کیا۔ یہ صحیح ترین تفسیر ہے وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ کی۔ (پ۱۲، ع۱۳)

س ۱۰۷: آپ کے ہاں حضرت ایوب علیہ السّلام کی بیماری گناہوں کا نتیجہ تھی؟

ج: غلط بہتان ہے یہ آزمائش تھی جس کا سبب یہ ہوا کہ شیطان نے ایک مرتبہ کہا: "ایوبؑ اس لیے عابد و شاکر ہے کہ وہ مالدار اور آسودہ ہے۔" اللہ نے فرمایا میں اگر یہ نعمتیں چھین بھی لوں تب بھی صابر و شاکر رہے گا۔ چنانچہ یہی ہُوا وہ صابر ہی نکلے۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ (ہم نے اسے صابر پایا بہت اچھا بندہ تھا۔) حاشیہ ترجمہ مقبول ص۵۴۶ پ۲۳ پر بھی یہی بات لکھی ہے۔

س ۱۰۸: بخاری میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑی، کیوں؟

ج: اس لیے کہ موسیٰ علیہ السّلام بڑے بارعب اور جلیل القدر پیغمبر تھے۔ فرشتہ (غالبًا) انسانی صورت میں بلا اجازت اندر پہنچ گیا تو آپ نے تھپّڑ لگا دیا اور آنکھ جاتی رہی پھر اللہ نے فرشتے کو آنکھ دے دی اور دوبارہ بھیجا کہ بیل کی پشت پر ہاتھ رکھیں۔ جتنے بال ہاتھ کے نیچے ہوں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر بڑھے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے پوچھا پھر کیا ہوگا اللہ نے فرمایا: موت آئے گی۔ تب موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ ابھی موت دے دیجئے۔ فرشتہ سے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی شان زیادہ تھی۔ بڑا چھوٹے کو تنبیہًا مار سکتا ہے یہ گناہ نہیں خصوصًا جب کہ اللہ تعالیٰ کا لاڈلا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو عتاب کے بجائے عمر بڑھوانے کا اختیار دیا۔ نیز آنکھ بھی مثالی جسم کی پھوڑی تھی اصلی جسم کی نہ تھی۔

س ۱۰۹: آپ کے مذہب میں سب انبیاء اولوالعزم گناہ گار ہیں جیسے حدیث شفاعت میں ان کا اقرار ہے؟

ج: اللہ کے مقامِ ہیبت و جلال کے سامنے کسرِ نفسی کے طور پر اپنی لغزشوں کا ذکر فرمائیں گے جیسے خود قرآن نے ان کی دُعائیں ذکر کی ہیں۔ ۱۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا "اے رب ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔" دعائے آدمؑ۔ ۲۔ وَاِنْ لَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ "اے اللہ اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور رحم نہ کیا تو نقصان پاؤں

گا" دعائے نوحؑ۔ ۳۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "اے اللہ مجھے بخش دے اور میرے والدین اور ایمانداروں کو" دعائے ابراہیمؑ۔ ۴۔ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ "اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے" دعائے موسیٰؑ۔ ۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے لغزش تو نہ ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے گئے۔ دربارِ الٰہی میں آنے سے گھبرائیں گے کیونکہ خدا یہ پوچھے گا: "اے عیسیٰؑ تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود اور کارساز بنا لینا" (مائدہ پ۷)

اب معترض بخاری کے بجائے قرآن پر بھی اعتراض کریں کہ کیوں انبیاء اپنی طرف ظلم کی نسبت کر کے معافی مانگ رہے ہیں؟ دراصل یہ لغزشیں نہ گناہ ہیں نہ قرآن و حدیث کے الفاظ سے ایسا استدلال درست ہے۔ جذبۂ خشیت اور تقویٰ سے معافی مانگنا ہی کاملین کی شان ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔* (پ۱۸ ع۴)

س ۱۱۰: بخاری میں ہے ایک نبی نے چیونٹیوں کا گھر جلا دیا۔ فرمائیے کیوں؟

ج: حدیث ہذا میں یہ لفظ بھی ہیں: فلدغته نملة کہ چیونٹی نے آپ کو کاٹا تو موذی جانور کا جلانا اب بھی جائز ہے۔ جب امام نوویؒ وغیرہ شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ ان کی شریعت میں چیونٹیوں وغیرہ ہوام کو قتل کرنا درست تھا کیونکہ اللہ نے عتاب نہیں کیا۔ ہماری شریعت میں حیوان کو جلانا درست نہیں۔

س ۱۱۱: آپ کے مذہب میں خدا کے معصوم ہادی "دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت" کا مصداق ہیں۔

ج: بہتان محض ہے۔ ہمارے عقیدہ میں انبیاءؑ گناہوں سے معصوم، زاہد، قانع، امین، خلیق معز ز اور تاثیرِ ہدایت رکھنے والے ہوتے ہیں۔ بعض کی کالی عینک لگا کر دیکھنے سے شیعہ کو معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السّلام بھی کالے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ طعن خود ان پر ہوتا ہے کہ اور انبیاءؑ کا تو کہنا ہی کیا۔ خاتم الرسل، امام الانبیاءؐ کے بارے میں ان کا مذہب یہ ہے "کہ نبوت کے زور پر ایک بڑی جائیداد جمع کی اور اپنی بیٹی کو ہبہ کر دی۔ اپنی نو بیوگان کے لیے کچھ نہ کیا۔ اپنے تخت پر بزعم خود داماد کو بٹھایا مگر اس میں مکمل ناکامی ہوئی۔ لیکن اصل کام تبلیغ و ہدایت تو آپ سے کچھ ہو ہی نہ سکا حتیٰ کہ ہاتھ کی پانچ انگلیوں کے برابر آدمی بھی مومن و ہدایت یافتہ نہ بنا سکے۔" (معاذ اللہ)

* اہلِ ایمان اپنے رب کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ صحابہؓ کی بھی یہی کیفیت تھی جن پر شیعہ معترض ہیں۔

آج ہر شیعہ باغِ فدک اور صحابہؓ کی ایمان کشی پر ہر مسلمان سے لڑتا ہے۔ (فیا للعجب) اور خمینی جیسا سفاک عدل وانصاف کے نفاذ میں حضورؐ کو ناکام کہتا ہے۔ معاذ اللہ۔ (پیغام بر ولادت مہدی)

مطاعن بر عصمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

س ۱۱۲: اہلِ سنّت کے نزدیک خود سرورِ کائنات بھی معصوم نہ تھے؟

ج: بکواس ہے۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ خود شیعہ سب سے بڑے گناہ نفاق اور دھوکہ بازی کا الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر لگاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو جلاء العیون ص ۴۳ اور حیات القلوب ص ۶۰۷ ج ۲ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو جہاد کی مہم پر بھیجتے وقت، جہاد کی ترغیب وتاکید تو خوب کر رہے تھے اور لوگوں کو نکالنے میں مبالغہ کرتے تھے مگر اپنا مقصد ان کو جنگ پر بھیجنا نہ تھا بلکہ صرف یہ تھا کہ مدینہ ان منافقوں سے خالی ہو جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا نزاع خلیفہ بنا لوں مگر یہ آخری تمنّا اور بڑی کوشش بری طرح ناکام ہو گئی۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی خلیفہ بن گئے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اسی صدمے سے رخصت ہوئے (معاذ اللہ)

س ۱۱۳: مذہبِ سُنّیہ کے مطابق معاذ اللہ حضورؐ اپنی ازواجؓ سے بے انصافی کرتے تھے؟ بخاری پ ۱

ج: ہم نے بخاری عربی پ ۱ چھان مارا۔ بچّا پتہ نہ چلا کہ یہ مبہم ومجہول اعتراض کس حدیث پر ہے۔ شاید باب الھبہ کی یہ حدیث ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب سفر پر جاتے تو بیویوں میں قرعہ اندازی کرتے جس کے نام کا قرعہ نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے اور ہر بیوی کے رات اور دن بھی تقسیم کر رکھے تھے سوائے سودہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے، کہ انھوں نے اپنے دن رات کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی تھی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنا مقصود تھا۔ (بخاری ص ۳۵۳ ج ۱)

اگر اس حدیث پر اعتراض ہے تو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بخوشی حضورؐ کی رضا کے لیے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی اگر کسی اور حدیث سے بے انصافی کا بہتان تراشا ہے تو یہ حدیث اس کی تردید میں کافی ہے۔

س ۱۱۴: آپ کی کتبِ صحاح میں رسولِ مقبولؐ کی شان میں گستاخیاں ہیں؟

ج: بہتانِ محض ہے منشاءِ اعتراض میاں بیوی کے معاملات میں ناجائز دخل دینا ہے۔

س ۱۱۵: حضورؐ پر الزام ہے کہ نعوذ باللہ آپ دورانِ حیض مباشرت کرتے تھے؟

ج: یہ بدفہمی ہے عربی میں لفظ مباشرت جماع کے لیے نہیں بولا جاتا۔ جیسے اردو میں مباشرت جماع کے ہم معنی ہے۔ یباشر لبشرہ سے بنا ہے۔ یعنی بدن کا بدن سے بلا پردہ ملانا، تو مسئلہ یہ ہے کہ حالتِ حیض میں ناف تا زانو آگا پیچھا نہ دیکھنا جائز ہے نہ بدن سے چھونا، ہاتھ لگانا وغیرہ۔ مگر باقی بدن سے بدن ملانا یا دیکھنا ہاتھ لگانا درست ہے۔ اُمّ المومنینؓ نے یہ مسئلہ بتایا ہے اور شیعہ معترض نے پرویزیوں کی طرح حدیث میں کیڑے نکالے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں صاف مذکور ہے: وکان یامرنی فاتزر مجھے حکم دیتے تھے تو میں چادر کس کر باندھ لیتی پھر آپ مجھ سے (معانقہ کر کے) بدن ملتے۔ ہمیں تو جواب لکھنے میں بھی حیا دامن گیر ہے مگر بے حیا شیعہ سائل حرم نبوی کی نہاں خانہ زندگی کو تاکتا جھانکتا اور ملعون حرکت کر رہا ہے۔

س ۱۱۶: بخاری ص ۳۴ پر ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ احرام میں خوشبو لگاتے اور ازواج کا دورہ فرماتے تھے کیا یہ بے حرمتی اور خلافِ قرآن نہیں؟

ج: جب حیاء نہ رہے تو جھوٹ اور بددیانتی عادت بن جاتی ہے بخاری ص ۴۱ ج ۱ پر حدیث یوں ہے:

کنت اطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیطوف علی نساءہ ثم یصبح محرما ینضح طیبًا۔	میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خوشبو لگاتی تھی آپ بیویوں کا دورہ کرتے پھر صبح کو احرام باندھتے تو خوشبو مہکتی ہوتی۔

یہ خوشبو وطواف بر نساء احرام باندھنے سے قبل ہے جس میں بے حرمتی اور قرآن کی خلاف ورزی ہرگز نہیں۔ احرام کے بعد پہلی خوشبو کا اثر رہ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ یہی مسئلہ مائی صاحبہؓ نے اپنے بھائی ابنِ عمرؓ کو سمجھایا۔

س ۱۱۷: حالتِ حیض میں ازواجؓ سے کنگھی لگواتے تھے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟

ج: حائضہ کے ہاتھ حسی نجاست سے تو پلید نہیں ہوتے کہ کنگھی لگانا بھی ممنوع ہو۔

س ۱۱۸: حضورؐ کسی کے پیر پر سجدہ فرماتے تھے۔ کیا یہ جائز ہے؟

ج: رش اور جگہ کی تنگی کی صورت میں کسی کی پشت پر بھی سجدہ جائز ہے۔ بالا واقعہ تہجد کی نماز کا ہے کہ مکان اور حجرہ تو کافی تنگ تھا اور چراغ بھی نہ ہوتا تھا تو سوئے ہوئے افراد خانہ میں سے کسی کے پاؤں کے ساتھ سر کبھی لگا ہو گا۔ جسے بدطینت شیعہ نے پاؤں پر سجدہ بنا ڈالا ورنہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی سمت میرے پاؤں ہوتے تھے جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے انگلی سے دباتے، میں پاؤں کھینچ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو پاؤں دراز کر دیتی تھی۔ فرماتی ہیں گھروں میں ان دنوں چراغ نہ جلتے تھے۔" (بخاری صفحہ ۵۶ ج ۱ عربی) مکان کی تنگی اور اندھیرے ایسی صورتِ حال پیش آنے پر اعتراض خبثِ باطنی کی دلیل ہے۔

س ۱۱۹: صحیحین میں ہے ایک بی بیؓ آپؐ کے سامنے جنازہ کی مانند پڑی رہتی تھیں؟

ج: وہ بالا واقعہ ہے کہ جگہ کی تنگی کی وجہ سے حضورؐ ایسی جگہ مصلیٰ بچھاتے جہاں سامنے بیویؓ سوئی ہوتی تھی۔ تہجد خوانوں کو گھروں میں اب بھی ایسی صورت درپیش آتی ہے کہ سامنے سونے والے کی چارپائی ہے اس پر اعتراض کیوں؟ اگر یہ خیال ہو کہ امّ المومنین کو حالت نماز میں اٹھ جانا چاہیئے تھا تو وضاحت یہ ہے کہ آپؐ بسا اوقات ساری رات، اکثر رات، آدھی رات جاگ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ مقام نبوت و عبدیت تھا تو مائی صاحبہ ساری رات کیسے جاگتی اور بیٹھی رہتیں؟ تو یہ ان پر تنگی ہوتی۔ اللہ تنگی کو پسند نہیں فرماتا۔

س ۱۲۰: صحیح مسلم میں ہے کہ ایک صحابی کو غسل کا مسئلہ بتلاتے وقت "بی بی عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھلایا۔" کیا ایسی نازیبا حرکت نبیؐ خلق عظیم سے متوقع ہے؟

ج: پاک پیغمبرؐ پر بہتان تراشوں پر بارہ اماموں کی لعنت ہو۔ یہ تو راجپال ہندو سے بھی بکواس بازی میں بڑھ گیا۔ حدیث شریف میں تو یہ لفظ ہیں کہ حضورؐ نے ایک بیوی کی طرف ذہنی اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم نے ایسا کام کیا تو غسل کیا۔ (فعلنا ھا مع ھٰذا) کیا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھلایا۔ (معاذ اللہ)

س ۱۲۱: بخاری کے مطابق حضورؐ کو چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی کیوں؟

ج: یہ مجہول اور گمراہ کن سوال ہے تبھی تو خائن سائل الفاظ نقل نہیں کرتا۔ کیا اپنے

پیشاب کی چھینٹوں سے حضورؐ نہ بچتے تھے؟ یہ بہتان ہے، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ نے قبر میں عذاب پانے والے دو شخصوں کے متعلق فرمایا: "ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، دوسرا چغلی کھاتا تھا۔" کیا آپ نے ایک دفعہ عذر اور مجبوری سے ایک ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا؟ تو اس میں اپنے اوپر چھینٹے پڑنے کا کوئی ذکر نہیں کیا ایک بچے نے آپؐ پر پیشاب کر دیا؟ تو آپؐ نے اسے پانی سے دھو لیا۔ ایک شیر خوار بچے نے گود میں پیشاب کر دیا؟ تو آپؐ نے پانی سے تر کر دیا مستقل دھویا نہیں۔

اس باب کی جتنی حدیثیں طاعن کو جُبھ سکتی ہیں ہم نے سب نقل کر دی ہیں۔ کسی میں بھی یہ مضمون نہیں ہے "کہ رسُول پاکؐ کو معاذ اللہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی۔" فلعنۃ اللہ علی الکٰذبین)

س ۱۲۲: آپ کے مذہب میں شارع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پاکیزہ نہیں، گنہگار ہیں؟

ج: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

س ۱۲۳: شبلی نعمانی نے حضورؐ کی زندگی دو حصوں میں تقسیم کی ہے۔ نبویؐ، غیر نبوی ہمیں کس کسوٹی سے معلوم ہو گا کہ یہ فعل رسُول بحیثیت نبی ہے، یہ بحیثیت غیر نبی؟

ج: حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہمہ وقت نبی ہیں۔ نبوت آپؐ سے کسی لمحہ جُدا نہیں ہوتی لہٰذا جو کام آپ کرتے ہیں اس میں آپ معصوم ہیں۔ خدا کی رضی کے مطابق کرتے ہیں البتہ آپؐ کے روزمرّہ کے اعمال دو قسم ہیں یا تو قرآن پاک اور وحی خفی سنانے، تشریح کرنے اور ان پر عمل کرنے سے متعلق ہیں۔ یہ شعبہ تبلیغ سے تعلق رکھتے ہیں: مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (پ ۲۸، حشر) "جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں مان لو، جس کام سے روکیں رُک جاؤ۔" اور اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے تحت ان کی اتباع واجب و فرض ہے۔ انکار کرنے والا مسلمان ہی نہیں رہتا۔ کچھ باتیں وہ ہیں جو دنیا کے احوال، تجربہ یا عادات سے وابستہ ہیں جیسے مدینہ طیبہ میں تشریف آوری پر آپ نے لوگوں سے کہا کہ کھجوروں کی پیوندکاری نہ کیا کرو، خدا نے جو پھل دینا ہے اس کے بغیر بھی دے دے گا۔ صحابہؓ نے اس سال پیوند نہ لگایا تو فصل تھوڑا ہوا اور معیشت پر اثر

پڑا تب آپؐ نے یہ فرمایا:

اِنَّمَا انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من امر دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشیٔ من رائی فانما انا بشر (مسلم ،مشکوٰۃ ص۲۸)	میں ایک انسان ہوں جب تمھیں دین کی کوئی بات کہوں تو اسے پکڑ لو اور جب اپنی رائے سے دنیوی بات کہوں تو میں ایک انسان ہی ہوں ۔ (بھول چوک ممکن ہے)

علیٰ ہٰذا القیاس آپؐ نے بعض پھلوں اور سبزیوں کو زیادہ پسند فرمایا، بعض کو کم پسند کیا کبھی ننگی چارپائی اور چٹائی پر لیٹے ،کبھی بستر پر ،اسی طرح بعض جانوروں پر سواری فرمائی۔ یہ عادات ومزاج سے وابستہ امور بھی سُنّت اور برحق ہیں ان میں عیب نکالنا خطرہ ایمان ہے مگر ان کی اتباع مسلمانوں پر فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب یا سنّت مؤکدہ ہے ۔علامہ شبلیؒ نے یہی مسئلہ بتایا ہے ۔ جیسے بات کا تبنگڑ بنایا گیا ۔موقع ومحل اور قول وذوق خود بتا دے گا کہ یہ دینی امر واجب ہے یا بحیثیت نیک انسان ایک دنیوی غیر واجب عمل ہے ۔

س ۱۲۴ تا ۱۲۶ : یہی اسی تشریح سے حل ہو گئے کہ عادی امور دنیوی میں اتباع فرض وواجب نہیں ۔ تو ان کے نہ کرنے سے انکارِ نبوّت بھی نہیں اور مخالفتِ رسولؐ بھی نہیں ۔ البتہ ان امور میں عیب نکالنا کفر یا زندقہ ہوگا ۔اب اگر بعد از نماز ظہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور کسی مسلمان نے اس وقت آرام نہ کیا کام میں لگا رہا تو اس پر یہ ظالمانہ فتویٰ نہ لگے گا کہ اس نے نبیؐ کی سنّت آرام ترک کر کے نبوّت کا انکار کر دیا۔ (معاذ اللہ تعالےٰ)

س ۱۲۷ : سنّی مذہب کا رسول خاطی وگنہگار ہے ؟

ج : گناہ کا الزام بہتان محض ہے کسی دنیوی بات میں بھول چوک غیر اختیاری اور جُدا چیز ہے ۔

س ۱۲۸ : فرمائیے آپ کے خیال میں حضورؐ سہواً گناہ کرتے تھے یا قصداً ؟

ج : گناہ قصد وارادہ سے ہوتا ہے نبی اس سے معصوم ہے اور سہو بات گناہ نہیں ۔

س ۱۲۹ : نسیان رسول وحی کے بارے میں تسلیم کیا جائے تو کتاب اللہ پر اعتماد نہ رہا ۔

ج : قرآن اور وحی کی تعلیم وتبلیغ میں ہم نسیان کے قائل نہیں باقی باتوں میں احیاناً امکان عقلی ہے مگر وہ سنّی شیعہ کا متفقہ مسئلہ ہے ۔ملاحظہ ہو "ہم سنّی کیوں ہیں؟" ص۲۷/۱۶۳، ص۲۹/۱۶۴ اور بحوالہ فروع کافی وغیرہ) دراصل تعلیم امّت کے لیے تکوینی طور پر خدا نے آپ کو بھلایا۔

س ۱۳۰ : کیا ابوہریرہؓ حافظہ میں حضورؐ سے بڑھ گئے تھے کہ کوئی بات نہ بھول سکے ؟

ج : آپؐ سے دعا کرانے کے بعد بطور کرامت واقعی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ کوئی حدیث سن کر نہ بھولی مگر باقی باتوں سے ان کے نسیان کی نفی نہیں ۔حضورؐ کا وحی بھولنا ناممکن ہے ۔ صرف تبلیغ کردہ کوئی آیت ،کسی فکر وپریشانی سے ذہن سے اوجھل ہو جائے اور دوسرے سے سُن کر فوراً ذہن میں آجائے تو روایت میں یہی مراد ہے ۔

س ۱۳۱ : قرآن میں ہے شیطان کا قابو اللہ کے خاص بندوں پر نہ ہوگا ۔حالانکہ صحیحین میں ہے کہ حضورؐ پر شیطان نے قبضہ پا لیا؟

ج : بہتان محض ہے ۔حدیث میں یہ ہے کہ ہر بنی آدم کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے میرے ساتھ بھی ہے مگر وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ نے مجھے اس پر قابو دیا ہے فامکننی اللہ منہ ۔ دشمنِ رسول رافضی نے ترجمہ الٹا دیا۔

س ۱۳۲، ۱۳۳ : بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے ظہر کی پانچ رکعتیں اور چار کے بجائے دو رکعتیں پڑھائیں ؟

ج : سہواً ایسا ہوا جو عیب نہیں ۔شیعہ روایات میں بھی اس کی تصریح ہے ۔ فروع کافی ص۳۵۶/ج۱ ، الاستبصار ج ۱ باب السہو ۔

س ۱۳۴ : حضرت موسیٰ وآدم (علیہما السّلام) کی ملاقات کہاں ہُوئی ؟ جس میں موسیٰ علیہ السّلام نے ان کو جنت سے نکلوانے کا الزام دیا ۔

ج : بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مسلم میں بھی ہے ۔شارحین کہتے ہیں کہ یہ عالم الغیب میں روحانی ملاقات تھی عند ربھما ۔اس کی تائید کرتا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جسمانی (مثالی) ہوئی ہو کہ اللہ نے دونوں کو زندہ کیا ہو یا حضرت آدم علیہ السّلام کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی زندگی میں زندہ کیا ہو اور حظیرۃ القدس میں ملاقات ہوئی ہو جیسے

شبِ معراج میں ملاقاتیں ثابت ہیں۔ (مرقاۃ ملا علی قاریؒ) اور یہ برزخی جسمانی حیات کے خلاف نہیں۔

س ۱۳۵، ۱۳۶: کیا آپ حضورؐ کو سحر زدہ مانتے ہیں؟ کیا آپؐ کی کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ خیال آتا وہ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام نہیں کرتے ہوتے؟

ج: سحر بھی اسبابِ عادیہ میں سے ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے۔ گرمی، سردی کا آپ پر اثر ہوتا تھا۔ اسی طرح یہودیوں کے سحر کا بھی اثر ہوا مگر صرف اسی قدر کہ بعض عادی باتوں میں نسیان ہوتا تھا، لیکن امورِ وحی، تبلیغِ احکام اور دینی مشاغل میں ایسا کوئی اثر نہ تھا۔ روایت میں یہ صراحت ہے۔ اگر آپ کو اہلِ سنّت کی حدیث پر اعتراض ہے تو قرآن پاک کی "مُعَوِّذَتَین" پر غور کیجئے کہ ان میں جن چیزوں کے شر سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی گئی ہے وہ یہی حسد کی بنا پر سحر کا ٹونہ تھا جو گرہیں پھونک پھونک کر یہودی عورتوں نے کیا تھا۔ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ (گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کے شر سے بھی میں پناہ مانگتا ہوں۔)

س ۱۳۷: آنحضورؐ غسل فرمانے کے بعد اپنی بی بیؓ سے لپٹ کر کیوں گرم ہوتے تھے؟ (ترمذی)

ج: صرف یہ مسئلہ اُمت کو بتایا گیا کہ بعد از غسل بھی لحاف میں ہونا، لپٹنا درُست ہے۔ سائل کا دماغ کتنا خراب ہے کہ بیوی کے ساتھ ان جائز باتوں کو نشانہ طعن بنا کر اپنے دینی ماں باپ کی سُبکی کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۱۳۸: بی بی عائشہ صدیقہؓ رسُولؐ خدا کو اذیت دینے میں کوشاں رہیں۔ (بخاری) کیا فتویٰ ہے؟

ج: ایسا کوئی لفظ حدیث شریف میں نہیں ہے۔ یہ بہتان ہے۔ بالفرض بیوی کی کسی بات سے خاوند کو رنج و تکلیف پہنچے تو ضروری نہیں ہے کہ وہ قصد و عمد کے ساتھ ہو جو باعثِ اعتراض ہوتا ہے بالفرض ایسا کچھ ہو تو یہ میاں بیوی کے معاملات ہیں خاوند کا حق ہے کہ جھڑکے، مارے یا علیحدہ کرے، کسی دوسرے کو ان کے معاملات میں ٹانگ اڑانے اور چہ میگوئیاں کرنے کا کیا حق ہے؟ اگر خاوند نے ایسی کوئی بات نہ کی بلکہ بدستور اس بیویؓ سے تا عمر بہترین سلوک کیا۔ سب سے زیادہ اسی سے محبت کی، وقتِ

وفات اس کے منہ کا چبایا ہوا مسواک استعمال کیا۔ اسی کی گود میں رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا اسی کے حجرہ کو آپؐ کا دائمی مسکن اور گنبدِ خضریٰ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ کیا ایسی محبوب زوجۂ پیغمبرؐ اور ماں پر آوازے کسنے والا مومن بیٹا ہے؟ اور کیا وہ رسولِ خداؐ کو تکلیف دے کر دنیا و آخرت کا ملعون ابدی نہ بن گیا؟

س ۱۳۹: حضرت رسولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم گلاس کے اسی مقام سے پانی پیتے تھے جہاں سے ایک بی بیؓ نے پیا ہوتا۔ (مسلم) اس حدیث کو نقل کرنے کا کیا جواز ہے؟

ج: تاکہ معلوم ہو جائے کہ بی بی کا جھوٹا اور لعاب دہن پاک ہے۔ خاوند پی سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بی بی سے یہ اظہارِ محبّت یا اس کی تکریم اس لیے کرتے تھے تاکہ اس جوڑے کے دشمن شیعہ حسد و ماتم سے دم گھٹ کر مر جائیں۔

س ۱۴۰: صحیح بخاری میں ہے کہ ام المؤمنین زینبؓ و عائشہؓ کا جھگڑا حضورؐ کے سامنے ہوتا تھا؟

ج: یہ حدیث تلاش کے باوجود عربی نسخہ سے نہیں ملی۔ دو سوکن بیویوں میں بتقاضائے بشریت اگر ایسی کبھی نوک جھوک ہو گئی تو رسولِ پاکؐ کو مؤاخذہ کا حق ہے نہ کہ ایک فاسق رافضی کو؟ اس طعن سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اپنی محبوب بیویوں کی اس لغزش کو رسولِ خدا نے تو معاف کر دیا مگر آپ کے اہلِ خانہ کے متعلق طعن و اعتراض کرنے والے شیعہ ایمان سے محروم ہو گئے۔

س ۱۴۱: حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو لہو و لعب یعنی ناچ گانا دکھایا، جو منع ہے؟

ج: مسجد نبویؐ میں اپنے حکم سے جنگ و جہاد کی تربیت اور مشق حبشیوں سے کروائی، خود دیکھی اور پس پردہ مائی صاحبہ کو بھی دکھائی، اسے ناچ گانے سے تعبیر کر کے طعن تراشنے والا ملحد ہی ہے۔ مزید تفصیل "ہم سنّی کیوں ہیں؟" ص ۲۵ پر دیکھیں۔

س ۱۴۲: حالتِ روزہ میں حضورؐ حضرت عائشہ صدّیقہؓ کا منہ و زبان چومتے تھے، کیوں؟

ج: حالتِ روزہ میں بوس و کنار درست ہے جب تک جماع کا خطرہ نہ ہو ورنہ مکروہ یا حرام ہے۔ اور یہی فعل پیغمبرؐ دلیل ہے۔ زبان چوسنے سے مراد یہ ہے کہ لعابِ دہن نہیں چوستے (نگلتے) تھے جو روزہ توڑ دیتی ہے۔ فقہ جعفریہ فرماتی ہے؟ جو روزہ دار منی نکالنے کے

ارادے کے بغیر بیوی کو پیار کرے یل پلٹے چمٹے اور اسے بھروسہ ہو کہ منی نہ نکلے گی تو اس کا روزہ صحیح ہے اگرچہ اتفاقاً منی نکل آئے۔ (توضیح المسائل ص۱۷۳) حالانکہ اہل سنّت کے ہاں منی نکلنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ان باتوں کو جو فقہی مسائل بتانے کے لیے محدثین نے اپنے اپنے مقام پر ذکر کی ہیں۔ نشانہ طعن بنانے والا یا اپنی بیویوں کے ساتھ جائز معاملات کو بے حیائی کے انداز میں اچھالنے والا کیا پاکیزہ ذہن والا اور لعنت سے محروم ہو سکتا ہے؟

س ۱۴۳: کیا حضورؐ دسترخوان پر بی بی عائشہؓ کے منہ والی ہڈی چوستے اور اسی جگہ سے پانی پیتے جہاں سے بی بیؓ نے پیا ہوتا۔ جب کہ وہ حالتِ حیض میں ہوتیں؟ کیا یہ باتیں اخلاقی ضابطہ کے خلاف نہیں؟

ج: حائضہ بی بی کا منہ ہاتھ پاک ہوتے ہیں۔ ہڈی کو دانت لگانے اور پانی پینے سے ہڈی اور پیالہ ناپاک نہیں ہو جاتا۔ یہی مسئلہ سمجھانے کے لیے حدیث بیان کی گئی ہے اگر مسئلے کا بیان ضابطۂ اخلاق کے خلاف ہے تو کیا فعلِ پیغمبرؐ، جو بالاتفاق جائز ہی تھا، کا مذاق اڑانا صریح بے ایمانی نہیں ہے؟

س ۱۴۴: ۔ نماز تہجد میں حضرت عائشہؓ کا حضورؐ کی سمت لیٹا ہونا؟

ج: یہی بات س ۱۱۸، ۱۱۹ میں تھی مفصل جواب دیکھ لیجیے۔

س ۱۴۵: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ ڈالتیں تو آپؐ نماز پڑھتے؟

ج: گاڑھی خشک منی، ناک کی آلائش کی طرح، جب کپڑے سے کھرچ دی گئی تو ناپاکی کے سب اجزاء دور ہو جانے سے کپڑا پاک ہو گیا اور نماز پڑھنا درست ہوا۔ شیعہ مسئلہ بھی یہی ہے؟ پس اگر کپڑے وغیرہ سے خون کو دُور کر کے پاک کیا جائے، لیکن خون کا رنگ یا بُو باقی رہ جائے تو وہ کپڑا پاک ہے۔ (توضیح المسائل ص۲۴)

س ۱۴۶، ۱۴۷: ابوسلمہؓ کو غسل کا مسئلہ بی بی عائشہؓ نے غسل کر کے بتایا۔ زبان سے کیوں نہ بتایا؟ اس نے کسی مرد سے کیوں نہ پوچھا؟

ج: یہ ابوسلمہؓ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رضاعی بھانجے ہیں اور مسئلہ

پوچھنے میں حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بڑے برتن میں پانی منگوایا، پردہ لٹکایا اور سر پہ پانی ڈال کر غسل کیا۔ (بخاری، مسلم۔ کتاب الغسل)

اپنے محرم اگر خالہ یا بہن سے مسئلہ غسل پوچھ لیں تو یہ کوئی عیب نہیں۔ اگر وہ باپردہ غسل کریں اور پھر بتائیں تو کیا اعتراض کی بات ہے؟

لیکن شیعہ سائل تو بے حیا ہو کر غسل و طہارت میں ایسے مطاعن کرنے سے اپنی زبان و دل کو ناپاک کر رہا ہے۔ حدیث میں لفظ "حجاب" ہے اس کا ترجمہ "باریک سا پردہ" کرنا کیا سائل کی بدباطنی نہیں ہے؟

س ۱۴۸: حضرت عائشہؓ کے بستر پر حضورؐ کو وحی آتی باقی ازواجؓ سے روح الامینؑ کو کیا عداوت تھی؟

ج: خدا سے پوچھئے کہ اس وقت جبریل امینؑ کو کیوں بھیجتا تھا؟ اور جبریل امینؑ سے لڑائی کیجیے کہ وہ شیعہ کی دشمن امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بستر میں لیٹے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں وحی اتارتا تھا؟

آخر یہودیوں کو جبریلؑ سے بنصِ قرآن دشمنی ہے تو ابنِ سبا یہودی کی اولاد کو کیوں نہ ہو؟ شیعہ کی اعلام خصال صدوق ص۳۱۶ میں ہے اکثر علماء اسلام کہتے ہیں کہ تشیع کی بنیاد اور غلو آمیزی ابنِ سبا نے کی ہے۔

س ۱۴۹: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ خاص محبانہ معاملات کو بے حیائی سے موضوعِ سخن بنا کر، محمد شاہ رنگیلا کو بھی شرمانے والا، مشاق ننگ و عار رافضی مکّار اس سوال میں پھر گزری ہوئی سب باتوں کا اعادہ کرتا ہے اور نئی بات یہ بتاتا ہے کہ ایک برتن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے ساتھ کیوں نہاتے تھے؟ اور بیوی کی چادر باندھ کر نماز کیوں پڑھ لیتے تھے؟ ایسے بے حیا خردماغوں کے متعلق خدا نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (جوابِ جاہلاں خاموشی)۔

س ۱۵۰: کیا یہ التفات کسی اور زوجہ کے لیے بھی تھے؟

ج : زوجہ کی حیثیت سے ہر بیوی کے ساتھ ایسے التفات ہو سکتے ہیں اور کسی کے لیے زیادہ بھی۔ مگر حلت وحرمت یا پاکی پلیدی کے مسائل معلوم کرنے کی غرض کے علاوہ ما وشما کو ان مخصوص باتوں کی تلاش یا ننگی شہرت کی بھی ضرورت ہے ؟ کیا آپ نے اپنے ماں باپ کے ان جنسی معاملات میں بھی تجسس کر کے ٹوہ لگائی اور حلالی بیٹا ہونے کا حق ادا کیا ؟ اگر نہیں، تو کیا اس مذموم مقصد کے لیے آپ کو حضرت رسولِ خدا اور امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ملیں ؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر اخبث اور کمینہ ترین کوئی انسان ہوگا ؟ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ زجر واستفہام تم جیسے منافقوں کے لیے نہیں ہے :

قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ (پ۱۰ ع ۱۴) کیا تم خدا، اس کی آیات اور اس کے رسولؐ سے مذاق کرتے تھے ؟

اگر ہم اسی نگاہِ خیانت سے کتبِ شیعہ میں ائمہ اور ان کی بیویوں کے واقعات تلاش کریں تو اس سے زیادہ ملیں گے اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے محارم کے ساتھ بھی مثلاً یہ روایت کہ "جب تک جناب سیّدہ کو پیار نہ کر لیتے نہ سوتے تھے اور اپنا روئے مبارک سینۂ سیّدہ فاطمہؓ پر رکھتے ..... الخ" (جلاء العیون ص۱۵۶ ج۱)۔ لیکن شیعوں کی سی کمینگی سے خدا نے ہم کو مبرّا کیا ہے۔ ؏ ولیکن زمردم نیاید سگی

خلیفہ نامزد نہ کرنے کی حکمت

س ۱۵۱ : کیا رسولِ خدا نے رحلت سے قبل اپنا خلیفہ ووصی کسی کو مقرر کیا یا نہیں ؟

ج : اشارات اور انفارمیشن لائن کے تحت کیا۔ مثلاً یہ فرمان : "میں چاہتا ہوں کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر جاؤں تاکہ اور کوئی تمنّا نہ کر سکے۔ لیکن ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اللہ اور مؤمنین ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی کو نہیں بنائیں گے۔" (بخاری ص۸۵۶ ج۲)

پھر اسی لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مصلّیٰ کا خلیفہ، وصی اور وارث بنا دیا۔ تاکہ لوگ خلافتِ کبریٰ پر اس عمل سے استدلال کریں۔ عام تلقین یہ کی "کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔" (ترمذی)۔ ایک خاتون کے سوال کے جواب میں کہا: "اگر تو مسئلہ پوچھنے

آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آکر پوچھنا۔" (بخاری، مسلم)

مگر صراحۃً نامزدگی اور تقرری نہیں کی۔ تاکہ عوام کا حقِ انتخاب ختم نہ ہو جائے۔ جو وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (ان کے اہم معاملات باہمی مشورہ اور رائے سے ہوں گے) تحت خدا نے تا قیامت ان کو دیا ہے۔

یہاں سے اس مشہورِ عام اعتراض ومغالطہ کا بھی ردّ ہو جاتا ہے جو کہ ومر شیعہ کرتے رہتے ہیں کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب عارضی طور پر کچھ دن کے لیے کسی مہم پر مدینہ سے جاتے تو اپنا نائب و جانشین بنا جاتے۔ جب سب سے بڑے سفرِ آخرت پر گئے تو کسی کو خلیفہ کیوں نہ بنایا ؟ تو جواب یہ ہے کہ عارضی غیر موجودگی میں واپسی یقینی تھی تو خلیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جواب دِہ تھا۔ آپؐ اس سے مواخذہ کر سکتے تھے۔ رحلت کے بعد جب آپؐ کی واپسی اور مؤاخذہ کرنے کا احتمال نہ رہا تو قوی امکان تھا کہ خلیفہ ڈکٹیٹر بن جائے اور خود کو کسی کے سامنے جواب دہ اور ذمہ دار نہ سمجھے اور کہتا ہے کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہوں، تمہارا منتخب یا نمائندہ نہیں تم مجھ سے بازپرس کا کیا حق رکھتے ہو؟ تو اس تصوّر سے سیاسی واجتماعی معاملات درہم برہم ہو جاتے۔ اسی لیے صراحۃً نامزدگی وتقرری[1] نہ کی تاکہ عوام (مہاجرین وانصارؓ) مزاج شناسانِ رسولؐ اپنے میں سے سب سے افضل کو منتخب کریں اور بازپرس کر سکیں اور وہ بھی اپنے آپ کو عوام کے سامنے جواب دہ سمجھے۔ جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی تقریرِ خلافت میں فرمایا :

"لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں (ابھی تک اپنے خیال میں)، تم سے بہتر نہیں ہوں ..... اگر سیدھا چلوں تو تعاون کرو۔ اگر غلطی کروں تو مجھے درست راہ پر لگا دو۔"

س ۱۵۲ : اگر کیا تو کسے اور اگر نہیں کیا تو غلطی کی یا ٹھیک کیا ؟

ج : نصِ خفی اور اپنے عملِ ترغیبی سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام وجانشین مقرر کیا اور صراحۃً تقرری نہ کر کے غلطی نہیں کی۔ ٹھیک کیا، کیونکہ عوام کو قرآنی حقِ شورائی استعمال کرنے کا موقع دیا۔

س ۱۵۳ : سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافتِ ابوبکرؓ کے لیے جو کچھ ہوا وہ بُرا ہوا یا اچھا ؟

---

[1] اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ خدا نے انکو خلیفہ بنانا چاہا تو ناموں کے بجائے آیتِ استخلاف وتمکین میں علامات و صفات بنا کر وعدہ خلافت فرمایا اور ان کا انتخاب کرا کر پورا کیا تو نامزدگی کا کام اقتضاء النص سے لیا۔

ج : اچھا ہی ہُوا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و رغبت سے صحابہؓ نے ایک اچھائی پر عمل کیا جو قصداً آپؐ ان کے کرنے کے لیے چھوڑ گئے تھے اور یہ خلافِ شرع کام نہ تھا۔

س ۱۵۴ : بی بی عائشہؓ کے قول کے مطابق جن دس آیات کو بکری کھا گئی وہ کیا تھیں؟

ج : ابنِ ماجہ کی یہ روایت محدثین موضوع بتلاتے ہیں اور ایسی ۳۰ روایتیں ابنِ ماجہ میں موضوع و جعلی ہیں، تبھی تو صحاح ستّہ میں سے اس کا درجہ سب سے کم ہے۔ اکثر کے لحاظ سے صحیح کہلاتی ہے۔

بالفرض بکری کھا گئی تو حفاظ کے سینوں سے تو نہ مٹ گئی تھیں۔ انا لہ لحٰفظون کا وعدۂ خداوندی اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ پھر موجودہ قرآن کی وہ آیات جو بھی ہوں۔ ہمیں جاننا کیا ضروری ہے؟ دو گتّوں کے درمیان محفوظ کتاب پر ہمارا ایمان ہونا چاہیئے۔ کسی رِوایت کی آڑ میں شک پیدا کرنا کفر ہی ہے۔

فضائلِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

س ۱۵۵ : آپ کے بقول ۴۰ سال میں حضورؐ کو نبوت ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں نبوت کا دعویٰ کیا، تو عیسائی جب حضرت عیسیٰؑ کو افضل کہیں تو آپ کیا جواب دینگے؟

ج : حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا روح اللہ ہونا، ابنِ مریمؑ ہونا، گہوارے میں ہم کلام ہونا اور بچپن میں نبی ہونا اور اب زندہ آسمانوں پر ہونا جیسی خصوصیات آپ کو جناب امام الانبیاءؑ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ثابت نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ جزوی مخصوص کمالات ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلی اور ان سے کئی گنا کمالات و خصائص ہیں جو تمام انبیاء سے افضلیت پر قطعی دلیل ہیں۔ (۱) آپؐ خاتم النبیّن ہیں۔ (۲) امام الانبیاء ہیں۔ (۳) صاحب المعراج و قاب قوسین ہیں۔ (۴) کثیر الهدایت ہیں، لاکھوں افراد مذہب اہلِ سنت کے مطابق آپ کے ہاتھ پر مومن و ہادی ہوئے اور نبوّت کا یہی بڑا کمال ہے۔ جس کے شیعہ منکر ہیں۔ (۵) آپؐ کی کتاب قرآن تا قیامت محفوظ و قابلِ عمل رہے گی۔ شیعہ اس کے بھی منکر ہیں۔ (۶) آپؐ کے

معجزات بعد از وفات بھی قائم و جاری ہیں۔ (۷) آپؐ شفاعتِ کبریٰ اور مقامِ محمود کے مالک ہیں۔ (۸) آپ کی سنّت اور مذہب زندگی کے ہر شعبہ میں ہادی و راہنما ہے۔ (۹) ظاہری و باطنی دشمنوں پر غالب رہے۔ (۱۰) سب زمین آپ کے لیے مسجد بنا دی گئی۔ (۱۱) آپؐ کی امّت خیر الامم ہے۔ (۱۲) لواء الحمد آپؐ کے ہاتھ میں ہوگا۔"

ان خصائص نبویہ کے شیعہ یا منکر ہیں یا ان میں خیالی اماموں کو معاذ اللہ شریک کرتے ہیں۔

شقِ صدر کا معجزہ

س ۱۵۶ : جبریلؑ نے آپ کے مذہب میں حضورؐ کا اپریشن کیا جبکہ عیسیٰؑ کا نہ ہوا؟

ج : جب یہ بھی آپؐ کی خصوصیات میں سے ہے اور ملا باقر علی مجلسی جیسے شیعہ کے خاتم المحدثین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں "بچپن میں حضورؐ کے رضاعی بھائیوں (پسرانِ حلیمہؓ) کا بیان ہے کہ دو شخصوں (جو فرشتے تھے) نے محمدؐ کو پکڑا، پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے۔ ایک نے آپؐ کو لٹایا، دوسرے نے پیٹ پھاڑ کر آپؐ کا دل وغیرہ نکالا اور اسے دھو کر کوئی نورانی چیز بھر دی اور پیٹ سی کر چلے گئے۔ محمدؐ سہمے ہوئے واپس آئے۔" (حیات القلوب ص ۶۷ ج ۲)

اور یہ کوئی عیب نہیں۔ سب سے افضل ہستی کے لیے سب سے افضل کھانا ڈالنے کے لیے اعلیٰ ترین برتن کو مزید احتیاط سے دھویا جاتا ہے۔

اور عقلی وجہ یہ ہے کہ آپؐ کا وجودِ مسعود بھی نوعِ بشر سے تھا جو عناصر اربعہ سے مرکب تھا۔ قلبِ مبارک کو مہبط ملائکہ اور روحانیت و لطافت کا منبع و مرکز بنانے کے لیے حکمتِ الٰہی نے یہ چاہا کہ اس عمل سے آپ کے سینۂ مبارک کو مجلّٰی اور مصفّٰی کیا جائے۔ چنانچہ بچپن کے شقِ صدر میں بچگانہ لہو لعب کے خیالات سے آپؐ کو پاک کیا گیا۔ پھر جوانی کے شقِ صدر میں ایسے جذبات کی تطہیر کی گئی اور علم و معرفت بھر دیا گیا۔ پھر معراج کے موقع پر حکمت و نور سے آپؐ کے قلبِ مبارک کو یوں بھر اگیا کہ عالم علوی اور مصدرِ تجلیات سے مناسبت پیدا ہو گئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ اس مرتبہ و مقام تک نہیں پہنچے انکے ساتھ ایسا نہ کیا گیا۔

س ۱۵۷ : "کنت نبیا وادم بین الماء والطین" (میں نبی تھا جب

آدمؑ گارے مٹی کی حالت میں تھے) کے ہوتے ہوئے آپ چالیس سال بعد کیوں آپؐ کو نبی مانتے ہیں؟

ج: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح پیدا فرمائی اور حضرت آدمؑ میں نفخ روح سے پہلے میں عنداللہ نبی تھا۔ جیسے ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: "اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟" تو آپؐ نے فرمایا: کہ جب آدمؑ کی روح بدن میں نہ پڑی تھی اور دوسری روایت میں ہے کہ میں اس وقت سے ہی اللہ کے ہاں خاتم النبیینؐ لکھا ہوا تھا۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۳ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم) ہاں دنیا میں بالفعل نبوت کا چارج آپؐ کو چالیس سال بعد ملا اور تبلیغ و تعلیم کی ذمہ داری اس وقت آپؐ پر ڈالی گئی۔ قرآن شریف اسی کو بعثتِ نبوت کے عنوان سے تعبیر کرتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ (آل عمران پ۴)

بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ ایک رسول ان ہی میں سے مبعوث کر دیا جو ان پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو ظاہراً و باطناً پاک کرتا ہے۔

۲۔ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (یونس ع پ۱۱)

تم یہ کہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو میں یہ نہ تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ خدا تم کو اس کی اطلاع دیتا۔ آخر اس سے پہلے سے میں نے ایک عمر تم ہی میں گزاری۔

۳۔ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔ (شوریٰ پ۲۵)

(جس کے پہلے) تم یہ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ (تعلیم) ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس کو ایک نور قرار دیا جس سے ہم ہدایت کرتے ہیں جن کو چاہتے ہیں۔

۴۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (والضحیٰ پ۳۰)

اور تم کو بھٹکتا ہوا[1] پایا اور منزل مقصود تک پہنچایا۔

(تراجم مقبول)

حاصل کلام یہ ہے کہ آپؐ چالیس سال بالفعل نبوت سے مبعوث ہوئے اور پہلے صرف عنداللہ نبی تھے۔

---

[1] یہ شیعہ ترجمہ غلط ہے۔ ضالّ سے مراد تعلیمات سے ناواقف ہے جو آیت بالا ۳ کا بیان ہے۔

س ۱۵۸: جب آپ کی صحیحین حضورؐ کے والدین کو نا قابلِ مغفرت کہتی ہیں تو حضورؐ کو "شفیع المذنبین" کس منہ سے کہہ سکتے ہیں؟

ج: ہمارے ہاں کسی گروہ یا طبقہ کو مومن یا کافر قرآن و حدیث کی تصریحات کی وجہ سے کہا جاتا ہے محض رشتہ داری یا غیر رشتہ داری ایمان و کفر کی بنیاد نہیں ہے اور عقلِ سلیم بھی یہی چاہتی ہے اور خدا نے بار بار اپنی شان یوں بیان فرمائی ہے: "يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ"۔ کہ اللہ زندہ (مومن) کو مردہ (کافر) سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے۔ کنعان بن حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ بن آزر کی مثالیں خود قرآن میں مذکور ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباء و اجداد کے ایمان وغیرہ کے متعلق قرآن تو خاموش ہے روایات میں تعارض ہے اس لیے ہم اہل سنّت اور علماء دیوبند تو خاموشی کو بہتر جانتے ہیں اور نہ اس کی ہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اگر بخاریؒ و مسلمؒ جیسے علماء محدثین نفی ایمان کے قائل ہیں، تو وہ مذکورہ کلیۂ قرآنی کے مخالف نہیں۔ اور اگر علامہ سیوطیؒ جیسے علماء متقدمین بھی ایمانِ والدین کے یوں قائل نہ تھے کہ "وہ اپنے دور میں مسلمان و مومن تھے" بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ کے تحت ان کا قبروں سے اٹھنا اور کلمہ شہادتین پڑھ کر مومن و قابلِ مغفرت بن جانا تسلیم کرتے ہیں چنانچہ شیعہ کے خاتم المحدثین ملّا باقر مجلسی حیات القلوب ص۳۵ ج۲ پر رقم طراز ہیں:

"سنّی و شیعہ کی احادیث میں آیا ہے کہ ایک رات حضرت رسولؐ اپنے والد بزرگوار عبداللہ کی قبر کے پاس آئے دو رکعت نماز پڑھی پھر باپ کو آواز دی اچانک قبر کھل گئی۔ حضرت عبداللہ قبر میں بیٹھے ہوئے پڑھنے لگے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّكَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ پھر والدہ ماجدہ نے بھی ایسی ہی گواہی دی۔"

اگر یہ روایات معتبر ہیں تو آپؐ والدین کے لیے شفیع بن گئے اگر معتبر نہیں تو آپؐ اپنی امّت کے گنہگاروں کے لیے شفیع المذنبین ہیں۔ ایسے افراد کے لیے نہیں جن کا اسلام و ایمان ثابت نہ ہو۔ چنانچہ اللہ پاک نے اپنے قریبی رشتہ داروں کے لیے سفارش و

استغفار سے روک دیا ہے۔

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْآ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْآ اُولِيْ قُرْبٰى۔ (توبہ ع ۱۴)	حضرت نبیؐ اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ ان کے سگے ہوں۔

علماء مفسرین اس آیت کا نزول بھی حضرت ابوطالب وغیرہ کے حق میں کہتے ہیں۔

س ۱۵۹ : اگر عبدالمطلب مشرک تھے تو خدا نے ابرہہ کے خلاف انکی مدد کیوں کی ؟

ج : بت پرستی کے باوجود قریش کا خصوصاً حضرت عبدالمطلب وغیرہ سرداروں کا خدا کی ذات پر اعتقاد مضبوط تھا۔ وہ خدا کو اپنا خالق، مالک، رازق، مدبرالامر اور (اپنے بناوٹی) سب خداؤں کا مالک و سردار مانتے تھے اور خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔ خصوصاً دریائی سفر میں دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ "خدا کی پکار" ان کا خاص نعرہ تھا شیعہ کی طرح "یا علی مدد" کا نعرہ نہ لگاتے تھے اور خدا اسی دعا و پکار کی وجہ سے ان کے مصائب ٹالتا تھا جیسے ارشاد ہے : قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ "اگر تم خدا کو نہ پکارا کرتے تو وہ تمھاری کچھ پرواہ نہ کرتا" (تمھیں جلد ہی ہلاک کر دیتا مگر اب جرم تکذیب کی وجہ سے عنقریب تم کو تباہ کرے گا۔) تو یہ غیبی امداد کعبۃ اللہ کی حفاظت اور خدا سے دعا مانگنے کی وجہ سے تھی۔ جو اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سرداران قریش بت پرستی اور شرک سے پاک تھے۔ نیز ابابیلوں سے ہاتھیوں کی تباہی حضورؐ کی بعثت اور نشر اسلام کے لیے بطور ارہاص تھی۔

س ۱۶۰ : ابوطالب کے جنازہ پر ان کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا کہا تو مومن ثابت ہوئے ؟

ج : ابوطالب کی وفات ۱۰ نبوت میں ہوئی۔ جنازہ چند سال بعد مدینہ میں چالو ہوا۔ اس لیے یہ کلمات خادم چچا جان کے لیے ہدیۂ تشکر اور احسان شناسی کے آئینہ دار ہیں ایمان کی شہادت نہیں ہیں۔ بہتر بدلہ آپؐ کی دعا سے یوں ملے گا کہ کلمہ نہ پڑھنے کی پاداش میں سب سے ہلکا عذاب آنجناب کو ہو گا۔ چنانچہ صحاح اہلِ سنّت میں ہے: "کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا سب دوزخ والوں سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہو گا کہ آگ

کے دو جوتے پہنے گا جن سے اس کا دماغ کھولتا رہے گا۔" (معاذاللہ) مسلم ص ۱۱۵ / ج ۱۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ! ابوطالب آپ کے نگہبان اور مددگار تھے آپ کے لیے لوگوں پر خفا ہوتے تھے تو کیا اس کا فائدہ اس کو ہو گا تو آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے اسے دوزخ میں غوطے کھاتے دیکھا تو اسے ٹخنوں تک آگ میں سے نکال لایا۔ (ایضاً)

(یعنی میری خدمات کی وجہ سے اسے یہ ہلکا ترین عذاب ہو گا۔ ورنہ انکارِ کلمہ کی وجہ سے دوزخ میں غوطے کھاتا۔)

س ۱۶۱ : بخاری آپؐ کے آباء واجداد کو جہنمی کہتے ہیں۔ سیوطی خصائص کبریٰ میں مرفوعاً سفارش کی روایت کرتے ہیں۔ جواب دیجئے دونوں میں سے سچا کون ہے ؟

ج : ہم بتا چکے ہیں کہ اس نازک مسئلہ میں حتمی فیصلہ دینے سے ہم خاموش ہیں۔ شیعہ کے امام اوّل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امام بخاری کے ساتھ ہیں جواب دیجئے کہ آپ نے حضرت علیؓ کا دامن کیوں چھوڑ دیا۔ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگتے وقت حضورؐ صادق و مصدوق سے فرماتے ہیں :

وان اللّٰہ ھدانی بک وعلیٰ یدیکؐ واستنقذنی مما کان علیہ آباءی واعمامی من الحیرۃ والشرک۔	اور اللہ نے مجھے آپؐ کے ذریعے آپؐ کے ہاتھوں پر (اسلام و ایمان کی) ہدایت دی اور اس گمراہی اور شرک سے چھڑا لیا جس پر میرے باپ دادے اور چچے تھے۔

(کشف الغمّہ لاردبیلی شیعی ص ۲۸۰ / ج ۱، جلاء العیون ص ۱۱۵، منتہی الآمال وغیرہ)

ابوطالب کے ایمان و کفر کی تحقیق

س ۱۶۲ : حضورؐ کا خطبۂ نکاح ابوطالب نے پڑھا۔ اس سے الفاظ کفر دکھائیں ؟

ج : سیرت ابن ہشام عربی میں ہمیں وہ خطبہ نہیں ملا۔ ہاں روض الانف سہیلی ص ۱۲۲ / ج ۱ سے بحوالہ سیرت المصطفیٰ ص ۹۳ / ج ۱ سے خطبہ نکاح کے اتنے لفظ ملے ہیں:

امابعد فان محمدًا ممن لایوازن به فتیً من قریش الا رجح به شرفا ونبلاً و فضلا وعقلاً وان کان فی المال قل فانه ظل زائل وعاریة مسترجعة وله فی خدیجة بنت خویلد رغبة ولها فیه مثل ذٰلک۔

محمدؐ وہ ہیں کہ قریش میں سے جو جوان بھی شرف اور رفعت اور فضیلت اور عقل میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو آپ ہی بھاری رہیں گے۔ مال میں اگرچہ آپ کم ہیں لیکن مال ایک زائل ہونے والا سایہ ہے اور واپس کی جانے والی مانگی ہوئی چیز ہے یہ خدیجہ بنت خویلد کو چاہتے ہیں اور وہ ان کو چاہتی ہے۔

اس خطبہ میں نہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار ہے نہ حضرت محمدؐ بن عبداللہ کو رسول و نبی کہا گیا ہے جو مدارِ ایمان ہے تو محض خطبہ پڑھنے سے حضرت ابوطالب کو مومن نہ کہا جائے گا ہاں اس وقت کفر کی بھی صراحت نہیں ہے کیونکہ آپ نے توحید و رسالت کی ابھی دعوت بھی نہیں دی تھی تو وہ کس چیز کا انکار کر کے کافر کہلاتے جیسے پندرہ سال بعد بعثت کے وقت کلمہ توحید و رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے بشمول ابوطالب کئی قریش کافر بنتے گئے۔ اس توجیہ سے حضورؐ کے والدین سے بھی ہم کفر کی نفی کرتے ہیں۔

س ۱۶۳ : صحرا میں ابوطالب کو حضورؐ نے پانی پلایا اور حضورؐ سے بیماری میں ابوطالب نے دعا کرائی صحت پائی۔ (ابنِ سعد اصابہ خصائصِ کبریٰ ص ۱۸۵ ج ۱) کیا یہ مقام حق الیقین نہیں ہے؟

ج : سب قریش حضورؐ کو امین، صادق، نیک، بزرگ اور مستجاب الدعوات خدا کا بندہ جانتے تھے اگر ابوطالب نے کلمہ پڑھے بغیر آپؐ سے دعا کرائی اور چشمہ پھوٹنے کا معجزہ دیکھا تو اپنی قوم سے انوکھا کام نہیں کیا۔ اس سے حق الیقین کیا نفس ایمان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اگر دولتِ ایمان حاصل ہوتی تو طلب کے باوجود اپنی بیٹی اُمِّ ہانی کا رشتہ حضورؐ سے کرتے ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی سخت کافر سے نہ کرتے۔ (اصابہ و ابنِ سعد) نیز گھر کا ماحول مومنانہ ہوتا۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے بیٹے جعفرؓ اور علیؓ جو آپ کی ناداری کی وجہ سے حضرت عباسؓ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پرورش میں تھے دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے اور اپنے زیرِ کفالت طالب اور عقیل کافر رہے۔ طالب بدر میں مقتول ہوا عقیل قید ہوا عقیلؓ فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔

جب آغازِ اسلام میں مکّے والوں پر تکذیب کی وجہ سے قحط سالی کا عذاب آیا جس کا ذکر پ ۱۴ ع ۲۱ میں ہے تو سب کفار آپ سے دعائیں کرانے آتے تھے اسی طرح فتح مکّہ سے پہلے ابوسفیانؓ معاہدہ کی تحریر کرانے آیا تھا تو قحط زدہ قوم کے لیے دعا کرانے کی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے درخواست کی تھی۔

س ۱۶۴ : ابوطالب نے شعب کی قید سے خلاصی پاکر یہ دعا کی تھی اَللّٰھُمَّ انصرنا علیٰ من ظلمنا و قطع رحمنا واستحل ما یحرم علینا۔ کیا منکرِ خدا ایسی دعا مانگتا ہے؟

ج : ہم بحوالہ قرآن پ ۱۹ فرقان آخری آیت و سورہ لقمان وغیرہ بتا چکے ہیں کہ سب کفار قریش خدا کو مانتے اور اس سے دعائیں کرتے تھے تو مشرک و کافر منکرِ خدا نہیں ہوتا ہاں خدا کا شریک بناتا اور شریعت و رسالت کا انکار کرتا ہے۔

س ۱۶۵ : کوئی ایسی روایت بتائیں جس میں ابوطالب کی بت پرستی کا ذکر ہو؟

ج : اصولِ کافی میں جناب امام جعفر صادقؒ سے منقول ہے کہ ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی سی ہے۔ جو ایمان کو اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے اور عملاً شرک کا اظہار کیا کرتے تھے۔ جس کے عوض خدا نے ان کو دوہرا اجر عطا فرمایا تھا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ ص ۴۶۹ پ ۲۰ زیرِ آیت انّک لاتھدی - الآیۃ)

امام صادقؒ کی اس سچّی خبر سے پتہ چلا کہ آنجناب عملاً شرک کا ارتکاب کرتے تھے اور یہی قریش کا مروّجہ بت پرستی والا مذہب تھا۔ بت پرستی کے سوا شرکِ عملی کی اور کوئی صورت ہو تو شیعہ ہی بتائیں۔ اس میں اصحابِ کہف کی مثال بالکل بے ربط اور غلط ہے کیونکہ وہ ظاہراً اور باطناً موحّد تھے۔ خدا فرماتا ہے "بے شک وہ ایسے جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے۔ (اگر ایسا کریں) تو اس صورت میں گویا ہم نے بہت ہی نامزا بات کہی۔ ہماری قوم نے تو اس کے سوا بہت سے خدا بنا لیے ہیں۔ پھر ان خداؤں کے متعلق کوئی دلیل کیوں نہیں پیش کرتے پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان

باندھے اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو اور جن چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان کو چھوڑ چکے ہو تو کسی غار میں چل رہو.... الخ (القرآن پ۱۵ کہف ع۲ ۔ ترجمہ مقبول شیعہ ص۲۵۲)

یہ ایک کھلی تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت ابوطالب نے نہ کلمہ توحید و رسالت پڑھا، نہ اتباع پیغمبرؐ میں اپنی قوم کی بت پرستی کی تردید کی نہ ان سے علیحدہ ہوئے، نہ کافروں نے ان کو اپنے مذہب کا مخالف اور مسلمان سمجھ کر تکلیف و ایذا پہنچائی جیسے انھوں نے آپ کے صاحبزادے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو ہجرت پر مجبور کر دیا تھا تو وہ اصحاب کہف جیسے کیسے ہوئے۔ یہ ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو شیعوں کے امام کو ہی زیب دیتا ہے۔

س ۱۶۶ : ایسی روایت بتائیں جو یہ ثابت کرے کہ فلاں وقت حضرت ابوطالب نے عقیدہ توحید کی مخالفت کی۔ ج : موافقت بھی نہیں کی تھی تو آپ کا نام عبدِ مناف بت کے نام پر تھا اور بیٹے جعفرؓ نے ہجرت کی۔ سُنّی و شیعہ کی متفقہ قدیم ترین کتاب "سیرت ابنِ ہشام" میں ہے:

"اہل علم کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت مکہ کی گھاٹیوں میں چلے جاتے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، جبکہ دس سال کے لڑکے تھے، اپنے باپ، سب چچوں اور باقی قوم سے چھپ کر آپ کے ساتھ ہو جاتے اور نمازیں پڑھتے، شام کو واپس آتے ایک عرصہ تک جتنا اللہ نے چاہا ایسا کرتے رہے ایک دن ابوطالب کو ان کے نماز پڑھنے کا پتہ چل گیا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس کا پابند میں تم کو دیکھ رہا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا یہی اللہ کا، اللہ کے فرشتوں کا، اللہ کے پیغمبروں کا اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ نے یہی دین دے کر بندوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اے چچا جن لوگوں کی خیرخواہی کر کے میں ان کو ہدایت کی طرف بلاؤں اور وہ میری بات مانیں اور میری امداد کریں ان سب سے زیادہ اس دین کو ماننے کے آپ حق دار ہیں"۔ تو ابوطالب نے کہا:

ای ابن اخی انی لا استطیع ان افارق دین آبائی وما کانوا علیہ۔	اے بھتیجے میں اپنے باپ دادے کا دین اور جس چیز (بت پرستی) پر وہ تھے اسے چھوڑ نہیں سکتا۔

لیکن میری موجودگی میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ پائے گی۔ (سیرت ابنِ ہشام ص۲۶۴ ج۱ ذکر اسلام علیؓ مطبوعہ بیروت ۱۳۵۵ھ)

اگر ابوطالب مخالفِ توحید نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر آپ نے صاف طور پر اس توحید و رسالت اور ایمان کو اپنے بیٹے حضرت علیؓ کی طرح قبول کیوں نہ کر لیا اور اپنے باپ دادے کے مذہب پر کاربند رہنے کا اصرار کیوں کیا۔ صرف سربراہِ خاندان کی حیثیت سے اتنی حمایت ظاہر کی کہ میری زندگی میں آپ کو تکلیف نہ پہنچے گی۔ ایسی حمایت کتنے شریف غیر مسلم آج بھی اپنے مسلم رشتہ داروں کی کرتے رہتے ہیں جو ان کے ایمان و اسلام کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

س ۱۶۷ : ایسا واقعہ بتائیں کہ ابوطالب نے غیر اللہ معبودوں کی حمایت و تعریف کی ہو؟

ج : آبا و اجداد کی مذکورہ بالا تصریح جواب کافی ہے کیونکہ بُت پرست آبا و اجداد کے مذہب پر اصرار، رسولِ خدا کی توحید و ہدایت کے بالمقابل، غیر اللہ کی حمایت و تعریف ہی ہے۔

س ۱۶۸ : کیا شعب ابی طالب میں ابوطالب نے غیر خداؤں کی عبادت کی؟

ج : اس کے متعلق کتبِ سیرت میں صراحت ہے "ابوطالب نے مجبور ہو کر مع خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ لی۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب مومن اور کافر سب نے آپ کا ساتھ دیا مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کافروں نے خاندانی اور نسبی تعلق کی وجہ سے بنو ہاشم میں سے صرف ابولہب قریش کا شریک رہا۔ (سیرت المصطفٰے ص۲۰ ج۱، ابنِ سعد ص۱۳۹ ج۱، ابنِ ہشام ص۱۲۲ ج۱ طبع قدیم)

پتہ چلا کہ خاندانی لحاظ سے یہ شرکتِ شعب مؤید ایمان نہیں ہے۔ پھر غیر اللہ کی عبادت کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ بت ہر وقت پاس یا سامنے ہوں ان سے غائبانہ استعانت بھی شرک ہے۔ یہ کافر لوگ شعب میں بھی یقیناً اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوں گے اور حضورؐ کے پیچھے ان کے نمازیں پڑھنے کا تو کوئی ثبوت نہیں تو فیصلہ اصل بنیاد پر ہو گا کہ کافر اپنے مذہب پر رہے۔ خواہ بت پرستی کا ذکر نہ ملے اور مسلمان اپنے مذہب پر رہے۔

س ۱۶۹ : حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام غیر اللہ کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے۔ ابوطالب کے دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے معلوم ہوا کہ ابوطالب مشرک نہ تھے۔

ج : ابوطالب کے دسترخوان پر ہمیشہ کھانا مسلم نہیں۔ تاریخ میں ہے کہ جناب عبد المطلب نے آپؐ کو اپنے بڑے مالدار صاحبزادے زبیر کے سپرد کیا ان کے ہاں آپؐ کی پرورش ہوئی جو معاہدہ حلف الفضول (جب حضورؐ کی عمر ۲۳ برس تھی) میں شریک تھے۔ پھر آپ مستقل صاحبِ روزگار اور تاجر بن گئے اور اپنا کھاتے تھے۔ علاوہ ازیں غیر اللہ کا ذبیحہ ان کے تھانوں اور مخصوص میلوں، عرسوں پر بٹتا تھا۔ حضورؐ نے واقعی ایسا گوشت اور تبرک کبھی نہ کھایا، گھر کا تیار شدہ کھانا ایسا نہ ہوتا تھا یا وہ بازار سے خریدا جاتا یا گھر میں بنامِ خدا ذبح کر کے تیار کیا جاتا تھا اور یہ تو معلوم ہے کہ اس وقت بھی مشرک ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے تھے اور تکبیر پڑھ کر ذبح کرتے تو اس کا کھانا حلال تھا۔ مشرک کے ذبیحہ کی حرمت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے کے باوجود۔ وہ خالص اسلامی مسئلہ ہے جو بعد میں اسلام نے پیش کیا۔ اس کا اطلاق عہدِ جاہلیت کے عام ذبیحوں پر نہیں کیا جائے گا۔ جیسے شریعتِ ابراہیمی کے مطابق نکاح جائز تھے گھروں میں ذبیحے بھی درست تھے۔

نوٹ : ہم نے بادلِ نخواستہ ان دس سوالوں کے جواب میں حضرت ابوطالب کے متعلق شیعہ غلو کی نفی کی ورنہ ہمیں آپ کی ذات سے بغض و کدورت نہیں بلکہ ہم دعوٰی نبوت کے بعد ان کی کفار کے مقابل حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی حمایت اور طرف داری کا پورا احترام کرتے ہیں اور لفظ حضرت، جناب وغیرہ کے ساتھ ان کا باادب ذکر کرتے ہیں مگر ان کا اسلام قبول نہ کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے اور اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

حافظ تورپشتی لکھتے ہیں کہ ابوطالب کا کفر حدِ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی سیرت المصطفٰی ص۲۰۲ ج۱ حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ اہلِ سنّت میں ان کے کفر کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ روافض ابوطالب کے ایمان کے قائل ہیں۔ اہلِ سنّت کے مختصراً دلائل یہ ہیں :-

۱۔ مسند احمد، بخاری، مسلم اور نسائی میں ہے کہ جب آپ نے ابوطالب کے سامنے مرتے وقت کلمہ پیش کیا کہ ایک مرتبہ پڑھ لو تاکہ تمہاری سفارش کر سکوں۔ اس وقت ابوجہل اور عبداللہ

بن امیہ نے کہا "کیا تم عبد المطلب کی ملّت کو چھوڑتے ہو؟" تو ابوطالب نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری کلمہ علیٰ ملۃ عبد المطلب کہا۔ بعض روایات میں ہے کہ یوں کہا کہ میں نے آگ کو کلمہ پڑھنے کی شرمندگی پر (رؤسا کے سامنے) ترجیح دی۔ پھر حضورؐ تو کمال شفقت سے استغفار کرنے لگے مگر یہ آیت نازل ہونے پر چھوڑ دیا "نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے استغفار کریں خواہ ان کے رشتہ دار بھی ہوں" (توبہ)

اور یہ آیت بھی نازل ہوئی :

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (قصص پ۲۰ ع۹) — آپؐ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

۲ — شیعہ تفسیر البرہان ص۲۱ ج۳ میں ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اُتری۔

۳ — اور ترجمہ مقبول شیعہ ص۴۶۹ حاشیہ آیتِ بالا میں تفسیر قمی کے حوالے سے مذکور ہے:

"کہ یہ آیت حضرت ابوطالب عمّ رسولِؐ خدا کی شان میں نازل ہوئی۔ آنحضرتؐ ان سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ چچا جان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیجئے میں قیامت کے دن اس کے ذریعے آپ کو نفع پہنچاؤں گا اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ پیارے بھتیجے میں اپنی ذاتی حالت سے خوب واقف ہوں"

۴ — "اہلِ سنت کی فتح الباری ص۱۴۸ ج۷ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ کا گمراہ چچا مر گیا آپؐ نے فرمایا، جاؤ دفن کراؤ۔ میں نے عرض کی وہ تو مشرک مرا ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں دفن کراؤ" یہ حدیث ابوداؤد و نسائی میں ہے۔ حافظ عسقلانیؒ اصابہ میں فرماتے ہیں: ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح بتلایا ہے۔ (اصابہ ص۱۱۷ ج۴)

۵ — "مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا" اس مسئلہ پر فقہاء نے استدلال موت ابی طالب سے کیا ہے کیونکہ ان کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفرؓ و علیؓ۔ ابوطالب کی میراث صرف طالب اور عقیل کو ملی جو باپ کے مذہب (شرک) پر تھے اور علیؓ و جعفرؓ کو نہیں ملی کہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ (المعتمد فی المعتقد)

۶ شیعہ بھی ان کے صرف باطناً مومن ہونے کے قائل ہیں مسلمان ہونے اور کلمہ پڑھنے کے قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی کسی رٔوایت سے بھی ان کا کلمہ پڑھنا، خود کو مسلم کہنا یا مومن ہونے کا دعوے دار ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں کر سکتے جب اسلام کے لیے اقرارِ شہادتین شرط ہے اور تبرّا از کفار بھی ضروری ہے یہ دونوں باتیں ابوطالب میں نہ پائی گئیں تو ایمان کا دعویٰ بے بنیاد ثابت ہُوا پھر شیعہ خدماتِ رسولؐ کی بنا پر آپ کو مومن نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت علیؓ کے باپ ہونے کی وجہ سے۔ کہ امام کا باپ بھی مومن ہوتا ہے اور بعض غالی تو ان کو نبی مانتے ہیں اور بے دھڑک "علیہ السّلام" استعمال کرتے ہیں۔ خدا ایسے غلو اور شرک فی النبوت سے بچائے۔

س ۱۷۰ : خصائصِ کبریٰ کے حاشیہ از خلیل ہراس پر یہ رٔوایت ہے: بل منہم من ھو مشرک فابوہ وآباءہ من عبد المطلب الیٰ اسمٰعیل بن ابراھیم۔ معلوم ہوا کہ ذبیح اللہ بھی آپ کے مذہب میں مشرک تھے ؟

ج : بہتان محض ہے۔ پیش کردہ عبارت میں "سب کے سب مشرک تھے"، کسی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ من تبعیضیہ کا استعمال ہے کہ کچھ شرک کرنے والے تھے اور یہ بھی بعثت سے ڈھائی سو سال قبل تک ممکن ہوگا جب سے عمرو بن لحی نے شام سے بُت لا کر خانہ کعبہ میں رکھ دیئے۔ اس کے اثر و رسوخ اور ۱۰۰ - ۱۰۰ اونٹ روزانہ ذبح کر کے کھلانے کی وجہ سے عام عرب بت پرستی میں مبتلا ہو گئے ورنہ اس سے پہلے عرب و قریش بالعموم اپنی فطرت اور ملتِ ابراہیمی پر صحیح العقیدہ تھے۔ حضرت اسمٰعیلؑ صادق الوعد رسول و نبی تھے کسی کے وہم میں بھی نہیں آسکتا جو کفریہ بات شیعہ سائل نے اہلِ سنت پر تھوپ دی۔ اِلیٰ کا مابعد۔ پہلے کے حکم سے خارج ہے جیسے ثم اتموا الصیام الی اللیل (روزہ رات تک پورا کرو) جیسے رات روزہ کے حکم سے خارج ہے۔

س ۱۷۱، ۱۷۲ بھی اسی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ جس کا ازالہ ہو چکا۔

س ۱۷۳ : ورقہ بن نوفل نے اعلانِ نبوت سے پہلے تصدیق کی۔ ان کو مسلم اوّل تم کیوں نہیں کہتے ؟

ج : جب مسلمان سازی کا کام دعویٰ نبوت کے بعد شروع ہوا تو جن اہل کتاب عالموں یا راہبوں نے آپؐ کو پہلے دیکھ کر نبی ہونے کی پیشین گوئی کی تھی ان کو مسلم اوّل و دوم میں نہ گنا جائے گا کیونکہ معرفت کافی نہیں تصدیق مع تبری از دینِ سابق شرطِ ایمان ہے۔ جو علماء اہل کتاب سے ثابت نہیں۔

س ۱۷۴ : بھی اسی جواب سے حل ہو گیا۔ کہ بحیرا کی تصدیق قبل از بعثت تھی۔

س ۱۷۵ : امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کو خادع المسلمین کہا، کون سچّا ہے ؟

ج : حدیث و فقہ کے اپنے اپنے فن میں دونوں بزرگ امام اور یکتائے زمانہ ہیں۔ اہلِ سنّت کے اعتقاد میں بڑے بڑے لوگوں میں کسی بات پر غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہ معاصرانہ چشمک یا اپنے برابر درجہ والے سے ایک قسم کی تنقید ہو گی جس میں ناقد کو ظاہری اطلاعات ملنے کی وجہ سے معذور تو سمجھا جائے گا۔ مگر دوسرے کے متعلق فی الحقیقت ایسا اعتقاد نہ رکھا جائے گا اور غلط فہمی کا منشاء وہ اطلاعات اور اخبارات ہوتی ہیں جن کا مخالفین پروپیگنڈہ کر کے بڑے بڑے لوگوں کو اہم شخصیات سے بدظن کر دیتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہمارے دَور میں بھی بکثرت مل سکتی ہیں اس لیے اگر بعض فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ سے امام بخاریؒ کو اختلاف تھا تو یہ مطلب نہیں کہ وہ خادع المسلمین تھے ایسے اختلافات خود شیعہ کے معصوم ائمہ، ان کے پیروکاروں اور اصولی و اخباری فقہاء شیعہ میں لاتعداد ہیں۔ مثال کی ضرورت نہیں "عاقل را اشارہ کافیست"!

س ۱۷۶ : تاریخ الصغیر میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کو صرف تین حدیثیں حلّاق سے ملیں تو ان کی کیسے تقلید کی جائے ؟

ج : یہ قول منقطع اور مردود ہے یہ حُمیدی سے مروی ہے اور حُمیدی نے امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ بالکل نہیں پایا۔ لہٰذا ایسے واہی قول سے امام اعظمؒ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھیئے (تانیب الخطیب ص ۴۸ للعلامہ الکوثری)

س ۱۷۷ : کتاب مذکور کے ص ۱۷۱ پر ہے کہ سفیان نے ابوحنیفہؒ کو اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والا اور منحوس ترین شخص کہا ہے۔ کیا اس رٔوایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے ؟

ج : ہرگز نہیں، کیونکہ پہلی کی سند میں نعیم بن حماد کے سوا اور کوئی وضاع راوی نہ

دوسرا توجیہی جواب یہ ہے کہ کذب جیسے جھوٹ بولنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لغت میں چوک جانے اور غلطی کرنے اور قادر نہ ہونے پر بھی بولا جاتا ہے۔ مصباح اللغات صـ۷۳۲ مادہ کذب میں ہے کذبت العین دھوکہ دینا۔ کذب الرأی غلط ہونا۔ کذب القوم السری لوگ رات کو چلنے پر قادر نہیں ہوئے اور قرآن شریف میں بھی اسی طرح اطلاق ہوا ہے۔ مثلاً قصہ معراج میں ہے۔ ما کذب الفواد ما رای۔ یعنی دل نے جو کچھ دیکھا اس میں چوک اور غلطی نہیں کھائی اور سورت یوسف کے آخر میں ہے:

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ (پ۱۳ ع ۶)

یہاں تک کہ جب پیغمبر مایوس ہو گئے اور گمان کرنے لگے کہ نصرت خداوندی ان سے چوک گئی۔ تب ہماری مدد آ پہنچی۔

انبیاء و مومنین کو سنگین الزام سے بچانے کے لیے یہ ایک توجیہ و تفسیر ہے۔ ورنہ کُذِّبُوْا تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے کہ پیغمبروں نے گمان کر لیا کہ قوم کی طرف سے ان کی تکذیب کی گئی اور تیسری توجیہہ یہ بھی ہے کہ ظنّوا کی ضمیر امّت کی راجع ہو یعنی کافر امّت نے یہ گمان کیا کہ پیغمبروں کو خدا کی جانب سے جھوٹ کہا گیا۔

الحاصل جیسے آیت میں مقام رُسل کو ان توجیہات کے ذریعے بچایا گیا۔ اسی طرح حدیث زیر بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کذب کے الزام سے توجیہہ کے ذریعے بچایا جائے گا تو حدیث کا معنی یہ ہوگا "کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کبھی بات کرنے میں خطا اور چوک نہیں ہوئی بجز ان تین مواقع کے کہ یہاں ان کو صاف بات کہنے پر قدرت نہ رہی تھی" تو توریہ کیا جو شرعاً جائز ہے۔ بلکہ بعض مواقع میں ضروری ہے۔ ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

اس تشریح کی روشنی میں نہ حضرت ابراہیمؑ مجرم اور درود سے محرومی کے حق دار بنے، نہ امام بخاری مورد آیت لعنت ہیں یہ دونوں چیزیں سائل شیعہ کو نصیب ہوں جو انبیاء و مومنین کی بدگوئی سے اپنا ایمان برباد کر رہا ہے۔

س ۱۸۱ تا ۱۸۳: امام بخاری و محدثین کے نزدیک آیت "انّک لا تھدی"

ابوطالب کے کفر کی دلیل ہے اور اہلِ سنّت میں مشہور ہے کہ یہ آیت جبریلؑ سے حضرت ابوبکرؓ نے خود سُنی تو کیا ابوبکرؓ نے کسی بھی روایت و کتاب میں اس کا شانِ نزول حضرت ابوطالب سے بیان کیا ہے؟

ج: حضرت ابوبکرؓ کی اعلمیت اور قرآن دانی کا تو آپ نے اقرار کر لیا۔ جب شیعہ تفسیروں میں امام جعفر صادق حضرت علیؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی زبانی اس آیت کا نزول حضرت ابوطالب کے حق میں ثابت ہو چکا جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے تو ضروری نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہی ہم تک پہنچے تب مانیں۔ پھر شانِ نزول بیان کرنے کا موقع و محل ہوتا ہے چونکہ صدیقِ اکبرؓ کے عہد میں ابوطالب کے ایمان کا کوئی قائل نہ تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی آیت کا شانِ نزول جتلانے کی نوبت نہیں آئی۔

س ۱۸۴: حضورؐ کا حضرت عثمانؓ سے فرمانا: "اگر میری ستّر بیٹیاں ہوتیں اور تیری بیوی فوت ہوتی تو میں تجھے اپنی بیٹی دیتا جاتا" تہذیبِ حاضرہ کے خلاف ہے؟

ج: روایت کا حوالہ آپ نے نہیں دیا ہم نے بھی سنی نہیں۔ سنداً کچھ کہہ نہیں سکتے ایسی بات بالفرض کہی جاتی ہے — اس میں داماد کے اعلیٰ حسن اخلاق اور بہترین معاشرت کا اعتراف ہے۔ جب بیٹیاں یکے بعد دیگرے شرعاً دینی درست ہیں تو موجودہ تمدن سے مقابلہ کر کے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائز بات میں کیڑے نکالنا کہاں کی تہذیب و شرافت ہے اگر شیعہ روایات کے مطابق حضرت علیؓ خود حضورؐ سے فاطمہؓ کا رشتہ طلب کریں خلاف حیاء نہ ہو تو اگر حضرت عثمانؓ کی دوسری بیوی فوت ہونے پر بالا الفاظ میں حضورؐ اس کی دامادگی کی تعریف کریں تو حیاء کے خلاف کیسے بات ہوئی؟ (فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ)

س ۱۸۵: شیخینؓ کے گھر آنے پر تو حضورؐ اپنا کپڑا درست نہیں کرتے تھے۔ مگر عثمانؓ کے آنے پر درست کر لیتے اور فرماتے: "میں اس سے کیوں حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔" خسر سے تو حیاء نہیں، داماد سے حیاء ہے۔ کوئی بے شرم و بے حیاء ہی ایسا کرے گا؟

ج: پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حیائی اور بے شرمی کا طعن کرنے والے رافضی

دارین میں ایمان اور شرم و حیائے سے محروم دوزخ کا ایندھن ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مرد کا اصل ستر ناف تا گھٹنا ہے یہ حصّہ کبھی آپؐ کا ننگا نہیں ہوتا تھا۔ ٹخنوں سے گھٹنوں تک کبھی کھلا ہوتا تو شیخینؓ آجاتے ہم عمر اور یار بار آمد پر بے تکلفی کی وجہ سے کسی کی طبیعت پر گرانی نہ ہوتی تھی مگر حضرت عثمانؓ انتہائی شرمیلے تھے وہ اس حالت میں اندر آنے سے جھجکتے تھے مزاج شناس پیغمبرؐ ان کا خاص لحاظ کرتے اور کرتہ پہن لیتے یا چادر پنڈلیوں پر سرکا دیتے۔ اب بھی شرفاء لوگ اپنے ہم عمروں اور بے تکلف دوستوں سے لباس کے معاملہ میں وہ تکلف و حجاب نہیں کرتے جو اپنے بیٹوں یا دامادوں اور ان جیسی عمر کے نوجوانوں سے کرتے ہیں اس مثال کو آپ یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اب بھی ستر سے زائد بدن کو چھپانے میں آدمی ماں باپ کے سامنے اتنا تکلف نہیں کرتا جتنا جوان بیٹی یا داماد سے کرنے میں اسے ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ شیعہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو تو پابند لباس بنانے کے لیے شیخینؓ کو حضورؐ کا نسبتی باپ واجب الاحترام اور رشتہ دار بزرگ مان رہے ہیں مگر انہی حضورؐ کے نسبتی باپ اور واجب الاحترام رشتہ داروں کو تبرّا بکتے وقت ذرا بھی شرم و حیاء کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

فریقین کی اہل بیتؓ سے روایات

س ۱۸۶: سُنّی کتب میں ائمہ اہلِ بیت کی روایات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کیا خانوادۂ رسُول کی حدیث معتبر نہیں ہیں؟

ج: بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارے یہاں اہل بیتؓ کا اوّلین مصداق ازواجِ مطہراتؓ ہیں۔ ان سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں۔ تنہا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ۲۲۱۰ حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں۔ شیعہ چونکہ اہل بیتؓ صرف ۴ افراد کو مانتے ہیں۔ تو ان چاروں سے جتنا علم اور روایاتِ نبوی ہم اہل سنّت نے روایت کی ہیں، شیعہ نے ہرگز نہیں کی ہیں "مسندِ اہل بیتؓ" ہماری کتب حدیث میں سے ایک کتاب ہے تقریباً دو ہزار حدیثیں صرف اس میں موجود ہیں۔ آپ لوگ حضرت علیؓ کی فضیلتِ علمی پر جو کچھ بھی استدلال اشرائط

سے قطع نظر ناجائز طور پر کرتے ہیں۔ وہ ہماری ہی کتب کے مواد سے کرتے ہیں معلوم ہوا کہ ہم کو حضرت علیؓ یا کسی فرد اہلِ بیتؓ سے بغض نہیں۔ البتہ ہم دیگر غیر اہل بیتؓ صحابہؓ رسولؐ کو بھی شاگردانِ رسالت اور دبستانِ نبوت کے تعلیم یافتہ سمجھتے ہیں جو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور فتوحات و تعلیم و تربیت سے شمعِ اسلام روشن کی۔ برّ و بحر اور شرق و غرب کو سمیٹنے والا دین صرف چار حضرات کی روایات کا پابند نہیں ہوسکتا۔ اور خیر سے شیعہ ہماری اہلِ بیتؓ سے مروی روایات کو مانتے ہی نہیں اور خود ہماری بہ نسبت ۱/۴ حصہ بھی ان سے روایت نہیں کیا۔ سب سے بڑا عالم حضرت علیؓ کو مانتے ہیں بھلا اپنی کتب سے آپ کے ایک سو معتبر شاگرد ہی ہمیں بتا دیں۔ دو چار صد مرفوع احادیث (عن علیؓ قال قال رسول اللہ ... الخ) ہی اپنی کتبِ اربعہ سے دکھا دیں۔ صحیفہ مرتضویؓ "نہج البلاغۃ" جو چند مواعظ اور ضربِ الامثال کے سوا اپنے مخالفین کی بدگوئی اور شکایات سے لبریز ہے، سے ہی ایک سو مرفوع احادیث نبویہؐ بروایت علی المرتضیٰؓ دکھا دیں۔ چلیے ۴۰-۴۰ کے مبارک عدد میں حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی روایت کردہ احادیث نبویؐ دکھا دیں۔ دیدہ باید ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لے دے کر شیعوں کے پاس ۹۵% احادیث جعفری و باقری ہیں نبوی نہیں اور جو ۵% منسوب الی الرسُول ہیں وہ بھی مُرسل منقطع اور ضعیف ہیں کیونکہ حضرت جعفر و باقرؒ نے آنحضورؐ اور اہلِ بیت صحابہؓ کو بھی نہیں دیکھا۔ پھر شیعہ ان اماموں کو حلال و حرام میں مختار، عالم لدنی اور مفترض الاطاعت مانتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ احادیث جعفری و باقری سے شریعت محمدیہؐ کو منسوخ یا باطل تو کیا جاسکتا ہے مگر شریعتِ محمدیہؐ ان سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ تمام اصول و فروع میں اور کلمہ طیّبہ پڑھنے سے دفن ہونے تک تقریباً ہر بات میں ملّتِ محمدیہ اور تلامذہ نبوت سے جُدا مذہب رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو فخریہ "ملّت جعفریہ" کہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

حیات فاطمہؓ میں حضرت علیؓ کا دوسری شادی کا پروگرام

س ۱۸۷: کیا حضورؐ آپ کے نزدیک کتاب و سنّت کے خلاف کسی اُمّتی کو مجبور کر سکتے ہیں ؟

ج : سنّت آپؐ ہی کے عمل کا نام ہے آپ ایک حاکم یا طبیب کی طرح سابق امر کے خلاف حکم دے سکتے ہیں ۔ یا عام قانون کے برعکس کسی کو شخصی حکم یا مشورہ دے سکتے ہیں ۔ (یہاں سائل نے حضرت علیؓ کو امّتی مان لیا)

س ۱۸۸: اگر کر سکتے ہیں تو ایسا نبی واجب الاطاعت نہیں کہ اپنی قانون شکنی کرتا ہے ۔

ج : شیعہ کے لیے واجب الاطاعت نہ ہو اور شیعہ واقعی خاتم الشریعۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاطاعت نہیں مانتے ۔ تبھی تو ثقلین قرآن و اہل بیت کو مانتے ہیں مگر حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہؓ اور مسلمان آپؐ کو واجب الاطاعت جانتے ہیں ۔

س ۱۸۹: اگر نہیں کر سکتے تو معاذ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود غرض ہوئے کہ دوروں کی بیٹیوں پر تین تین سوکنیں جائز ہوں مگر اپنی بیٹی کے لیے شریعت تبدیل کر دیں ؟

ج : شیعی ذہن پر ہزار تعجب و افسوس ہوتا ہے کہ جو چیز سیّدہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی منقبت اور احترام و راحت پر دلیل ہے ۔ اسے ردّ کر کے اُلٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کر رہا ہے اور حضرت فاطمہؓ کی اتنی تعظیم واقعی اہل سنّت کا خاصّہ ہے اگر شیعوں کا بس چلتا تو نہ معلوم حضرت علیؓ کے گھر میں کتنی منکوحہ و غیر منکوحہ متعائی عورتیں جمع کر دیتے آخر حُبّ دار جو ٹھہرے ؟

واضح رہے کہ یہ دوسری شادی کا قصّہ ہمارا مشہور کردہ نہیں ۔ ایک تاریخی حقیقت ہے اور کتب شیعہ سے ثابت ہے ۔ ملاحظہ ہو جلاء العیون صفحہ ۱۵ ۔

اسی موقع پر آپؐ نے فرمایا "فاطمہؓ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس سے اس کو تشویش اور تکلیف ہو اس بات سے مجھے بھی تکلیف و پریشانی ہوتی ہے ۔" جیسے شیعہ حضرت

ابوبکرؓ پر استعمال کرتے ہیں اور اس کا شانِ نزول ہرگز نہیں بتاتے ۔ حکم دینے کی وجہ اگلے سوال میں ہے ۔

س ۱۹۰: ابوداؤد ج ۲ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "فاطمہؓ مجھ سے ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے دین میں فتنہ نہ آجائے" اور فتنہ کو قرآن نے قتل و غارت سے کہا ہے ۔ مفصّل روشنی ڈالیں ۔

ج : یہی روایت حضرت علیؓ کو روکنے کی وجہ اور حکمت بیان فرما رہی ہے "کہ میں خدا کے حلالوں کو حرام یا حراموں کو حلال تو نہیں کرتا تاہم میرا مشورہ یہ ہے کہ مجھے فاطمہؓ کے دین پر آزمائش کا خطرہ ہے کہ شیرِ خدا جیسے خاوند سے ناراض اور بدظن رہے گی دشمنِ خدا کی بیٹی کو سوکن اور جیتی دیکھ کر غمگین اور پریشان رہا کرے گی جس سے اس کی عبادت میں خضوع اور لذّت جاتی رہے گی ۔ خاوند کی خدمت میں کوتاہی کا بھی امکان ہے اور یہ سب چیزیں دین کو نقصان پہنچاتی ہیں ۔ اس لیے اگر علیؓ فاطمہ بنت ابوجہل سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے ۔ ورنہ میں اجازت نہیں دیتا ۔ یعنی اس پر خوش نہیں ہوں ۔" (الحدیث) پھر اسی سلسلہ میں بنو امیّہ میں سے اپنے داماد (ابوالعاصؓ بن ربیع زوجہ زینبؓ بنت رسولؐ جو حضرت خدیجہؓ کے بھانجے بھی تھے کی خوب تعریف کی "کہ اس نے میری بیٹی کا خوب خیال رکھا ۔ جو بات کہی سچ کر دکھائی ۔ جو وعدہ کیا پورا کیا ۔ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال تو نہیں کر سکتا ۔ لیکن اللہ کی قسم رسُولِ خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک جگہ کبھی جمع نہ ہوں گی ۔" (ابوداؤد صفحہ ۲۸۳ ج ۱)

اس میں کوئی خود غرضی نہیں بلکہ فاطمہؓ کے دین و آرام کا تحفظ ہے اگر وہ خوش ہوتیں تو آپؐ کو یہ خطبہ دینے کی حاجت نہ تھی مگر بتقاضائے بشریّت و انسانیّت جب فاطمہؓ خوش نہ تھیں تو آنحضورؐ نے حضرت علیؓ کو یہ مشورہ تلقین کیا اور یوں نہ کہا کہ نکاحِ ثانی تمہارے لیے حرام ہے یہ بالکل جائز معقول اور فطری بات ہے ۔ اب بھی سینکڑوں خسر اپنی بیٹی پر سوکن دلی رضا سے پسند نہیں کرتے اور نکاحِ ثانی نہ کرنے کا مشورہ اور ترغیب دیتے ہیں اور یہ کوئی شرعاً و عرفاً معیوب بات نہیں کیونکہ دوسرا نکاح کرنا کوئی فرض تو نہیں ہے کہ نہ کرنے کا مشورہ دینا جرم ہو ۔ ہاں یہ عیب و گناہ اس وقت ہو گا جب دوسری شادی

ہو جائے اور والدین پہلی کو خاوند کے گھر نہ بسنے دیں۔ خاوند کی خدمت چھڑوائیں اور سوکن کو اس کے ذریعے تکلیف پہنچوائیں۔

س ۱۹۱ : پھر دختر ابوسفیان امّ حبیبہؓ فاطمہؓ کے ساتھ کیسے جمع ہوگئیں؟

ج : بالاتقریر سے یہ بھی حل ہوگیا۔ کیونکہ حضرت امّ حبیبہؓ دختر دشمن خدا ہو کر حضرت فاطمہؓ کے ساتھ جمع نہ ہوئیں کیونکہ آپؓ تو حضرت علیؓ کے گھر میں تھیں اور کبھی والد کے گھر آتیں تو سوتیلی والدہ کے ساتھ حقوق میں تو کوئی شرکت نہ تھی جو باعثِ نزاع یا حق تلفی ہوتا۔ لہٰذا یہ معارضہ بالکل غلط ہے۔

س ۱۹۳ : یہ بھی اسی سے حل ہوگیا کہ حضرت فاطمہؓ کی نازک مزاجی کا یہی تقاضا تھا کہ حضرت علیؓ اگر بخیال شیعہ معقول و جائز بات پر منشار رسولؐ کے خلاف عمل کریں تو حضرت فاطمہؓ کی طرف سے ناراضگی یا کوتاہی کا میدان صاف کر دیا جائے۔ اس میں کوئی توہینِ رسولؐ اور عداوتِ علیؓ نہیں ہے بلکہ حضرت فاطمہؓ کا احترام ہے اور علیؓ کے عشقِ رسولؐ کا اظہار ہے کہ اپنی خواہش کو منشار رسولؐ پر قربان کر دیا اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حکیم و دانا ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔ وللہِ الحمد۔

س ۱۹۴ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ گھر کی چار دیواری میں کیوں نہ سلجھایا جو شرفار کا قاعدہ ہے؟

ج : ہوسکتا ہے ایسا بھی کیا ہو۔ مگر بمصداق ؎

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بات جب مشہور ہوگئی تھی اور بنو مغیرہ رشتہ دینے کی سر توڑ کوشش کر رہے تھے تو خطابِ عام سے اپنی ناگواری ظاہر کی تاکہ ان کے بھی حوصلے پست ہو جائیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں کہ ہشام بن مغیرہ کے بیٹے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی علیؓ بن ابی طالب کو بیاہ دیں۔ میں تو اجازت نہیں دیتا پھر نہیں دیتا، پھر نہیں دیتا... الخ

اور شیعہ روایت میں بھی ابن بابویہ نے بسندِ معتبر روایت کیا ہے ..... "کہ حضورؐ حضرت فاطمہؓ کو واپس لے آکر حضرت علیؓ کے پاس مسجد میں آئے اور فرمایا: "اے ابوترابؓ اٹھو،

تم نے بہت سے آرام کرنے والوں کو بے قرار کیا ہے۔ جاؤ ابوبکر و عمر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کو بلا لاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ ان تینوں کو بلا لائے۔ تب حضورؐ نے فرمایا اے علیؓ تم نہیں جانتے کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور میں اس سے ہوں۔ جس نے اسے دکھ پہنچایا اس نے مجھے دکھ پہنچایا۔... الخ (حیات القلوب ص ۱۵۱/ج ۲)

(شیعہ کا خیال ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو کسی شقی نے یہ خواستگاری دختر ابوجہل کی قسمیہ خبر دی تھی تب وہ روٹھ کر میکے گئیں اور حضورؐ نے خواص کے سامنے یہ خطبہ دیا مگر یہ حقیقت پوشی کی کوشش ہے) گھر کی چار دیواری میں بات سلجھائی تو بھی شیخینؓ اور طلحہؓ کو بلا کر فرمائی کیونکہ شادی فاطمہؓ کے یہی گواہ تھے۔

س ۱۹۵، ۱۹۶ : اگر دشمنِ خدا کی بیٹی کو اپنی بیٹی کے ساتھ نہ دیکھ سکتے تھے تو دشمنِ خدا کے کافر بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو اپنا داماد کیوں بنایا؟

ج : یہ بالکل مغالطہ ہے۔ دعوٰی نبوّت سے قبل صغرسنی میں ان بیٹیوں کی نسبت یا عقد اپنے سگے چچا ابولہب کے بیٹوں کے ساتھ کر دیا تھا، اور شرفار کے ہاں اتنی بات بھی نکاح کی طرح پکی بات سمجھی جاتی اور دوسری طرف سے انکار گویا طلاق سمجھی جاتی ہے۔ مگر دعوٰی نبوت اور اعلانیہ تبلیغ سے بدقسمت چچا بھڑک اٹھا اور بیٹوں سے ان رشتوں کا انکار کرا دیا جو ابھی تک رخصت ہو کر ان کے گھر گئی بھی نہ تھیں بلکہ نابالغہ تھیں تو نہ کافر داماد بنے نہ طبیعت پر گراں آئی الطیّبات للطیبین کے تحت وہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آگئیں۔

حدیث قرن الشّیطٰن کا مصداق

س ۱۹۷[1] : حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جانب سے شیطان کا سینگ نکلنے کا کیا مطلب ہے؟

ج : بددیانتی سے شیعہ اس طعن کو بھی خوب اچھالتے ہیں۔ حالانکہ حضرت عائشہ

[1] مضمون سے بے ربطی کی بنا پر اسے یہاں لکھا گیا ہے۔

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ اس وقت مسکن نبوی تھا اب مزار نبوی ہے۔ یہاں شیطان کا سینگ ہونا اور اس کا نکلنا ماننا صریح کفر ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ سمت ہے جس طرف حجرہ عائشہؓ تھا اور وہ مشرقی سمت تھی۔ دینِ اسلام اور مسلمانوں میں پیدا ہونے والے فتنوں کی آپؐ نے پیشین گوئی فرمائی کہ وہ مشرق سے شیطان کے سینگ کی طرح طلوع ہوں گے۔ فرمانِ رسولؐ برحق ثابت ہوا کہ سب سے پہلا فتنہ حضرت عثمانؓ کے خلاف ابنِ سبا یہودی اور مالک اشتر وغیرہ اس کے یاروں کا ہے جو مدینہ سے مشرقی سمت واقع کوفہ سے اُٹھا۔ ربیعہ اور مضر کے مکانات اسی سمت میں ہیں۔ پھر فتنہ ابنِ زیاد کا اُٹھا اور امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔ پھر مختار ثقفی کا ہے جس نے دعوٰی نبوت کیا اور ہزار ہا بیگناہ مسلمان قتل کیے پھر معتزلہ کا بصرہ سے اٹھنا، قرامطہ کا سواد کوفہ سے، خارجیوں کا نہروان سے دجال کا اصفہان سے نکلنا مسلمہ بات ہے۔ یہ سب مقامات مدینہ سے مشرقی سمت میں ہیں اور ابنِ عباسؓ کی روایت سے کتبِ شیعہ میں صراحت ہے۔ سرکفر کا اس طرف ہے اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ جہاں ربیعہ اور مضر میں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ (از تحفہ اثنا عشریہ ص ۶۹۶)

حضرت علیؓ پر اعتراض

س ۱۹۷: حضرت علیؓ نے تہجد سے انکار کیا۔ رسولؐ کو دکھ پہنچایا۔ ایسا شخص مسلم ہے یا غیر مسلم؟ (بخاری)

ج: اسے کہتے ہیں "پرائے شگون کی خاطر اپنی ناک کٹوانا"۔ اب حضرت علیؓ کی فرضی برائیاں ہماری کتب سے نقل کی جا رہی ہیں تاکہ شیعوں کو مناظرہ میں غلبہ ہو حالانکہ ان کو ڈوب مرنا چاہیئے تھا اور یہ دشمنِ علی سائل روایت نقل کرنے میں اپنے باپ سے خیانت و غدّاری کرنے میں بھی نہیں چوکا۔ آخر یہ لفظ کس عربی لفظ کا ترجمہ ہیں؟ خدا کی قسم میں ہرگز نماز نہیں پڑھوں گا مگر جو کچھ اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے"۔ یہ بہتانِ محض ہے جو بخاریؒ کو بدنام کرنے کی نیّت سے حضرت علیؓ پر باندھا گیا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں: کہ امام زہری حضرت زین العابدینؒ سے وہ حسینؓ بن علیؓ

سے وہ علیؓ بن ابی طالب سے خبر دیتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور فاطمہؓ بنت النبیؐ کے پاس آئے اور کہا کیا تم نماز نہیں پڑھا کرتے ہو؟ تو میں نے کہا: "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے نفوس خدا کے ہاتھ میں ہیں پس وہ جب اٹھانا چاہے تو ہمیں اٹھا دیتا ہے ..... الخ

اس میں نہ نماز کے انکار کا ذکر ہے، نہ اس سے حضرت علیؓ کے غیر مسلم ہو جانے کا سوال ہے۔ مفہوم صرف یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حقیقتِ واقعہ ذکر کی کہ جب خدا اٹھا دیتا ہے تو تہجد پڑھ لیتے ہیں، نہیں اٹھاتا تو نہیں پڑھتے۔ بجائے خاموشی یا معذرت کے حضورؐ کے طبع سلیم پر یہ فوراً منطقی جواب گراں گزرا۔ تب آپؐ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا پڑھتے ہوئے واپس ہوئے "کہ انسان سب سے بڑا دلیل باز ہے"۔

یہ حدیث تو سلسلۃ الذہب اہل بیتؓ کی سند سے ہے شیعہ کو مان لینی چاہیئے تھی۔ مگر شیعہ کے ہاں اہل سنّت بہر صورت مجرم ہیں خواہ صحابہؓ سے روایت کریں یا اہلِ بیتؓ سے حقائق بیان کریں۔ (اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِهِمْ)

مطاعنِ قرآنی
یعنی
ایک سو سوال کی صورت میں قرآن کا انکار

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ دعوٰی اسلام کے باوجود قرآن کے منکر ہیں۔ اس پر مفصّل وضخیم کتابیں انھوں نے لکھّی ہیں۔ قرآن کے الفاظ ومعانی پر غیر مسلموں کی طرح اعتراضات کیے ہیں۔ ۱۹۸۶ء میں حکومتِ ایران نے تحریف سے بھرپور قرآن شائع کیا اور حکومتِ پاکستان نے اس پر پابندی لگادی۔ عیسائی بھی قرآن کے وحی الٰہی نہ ہونے پر شیعوں کے عقیدہ اور روایات سے استدلال کرتے ہیں۔ (دیکھئے سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر)

اس مسئلہ پر کچھ بحث ہم نے "تحفۂ امامیہ" اور "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" میں کردی ہے۔ یہاں مختصراً انکارِ قرآن پر مشتمل سوالات کے جواب میں چیدہ چیدہ باتیں عرض کی جائیں گی۔

س ۱۹۸: اگر مذہبِ سُنّیہ مدعی ہے کہ قرآن مجید اصلی ہے تو حدیث متواتر سے ثابت کرے کہ قرآن اصلی ہے۔ حالانکہ بلا شک قرآن مجید اصلی کتاب ہے۔

ج: شیعہ بلا شک کہ کر جھوٹی بات ہی بتاتے ہیں۔ قرآن (از الحمد تا والناس تیس پارے) کو شیعہ اگر اصلی کتاب مانتے تو اسے بے اعتبار اور غلط بتانے کے لیے ۱۰۰-۱۰۰ سوالات کیسے گھڑتے اور "الفصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" جیسی کتابیں کیوں لکھتے؟ جو ابوالحسن نوری طبرسی ایرانی نے لکھی ہے۔

اہلِ سنّت کی کتبِ حدیث میں "باب فضائل القرآن"، "ابواب القرآن" وغیرہ کی وہ سینکڑوں احادیثِ نبوی جو لفظاً ومعناً متواتر ہیں۔ یہی بتا رہی ہیں کہ قرآن اصلی ہے نقلی اور جعلی نہیں ہے۔ چند ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ لوگو! فتنوں کے زمانہ میں قرآن کے ذریعے بچ سکو گے۔ اللہ کی کتاب میں اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں، تمھارے اختلافات کے فیصلے ہیں۔ حق وباطل کے درمیان فیصل ہے۔ دل لگی اور مزاح کی بات نہیں ہے جو جبار اسے چھوڑے گا، اللہ اسے توڑے گا جو اس کے بغیر ہدایت طلب کرے گا خدا اسے گمراہ کرے گا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے ذکر حکیم ہے اور صراطِ مستقیم ہے... الخ۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ ص۱۸۶)

۲۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: اے لوگو! تمھارے درمیان ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کو مضبوط پکڑو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ خدا کی کتاب ہے پس اسے مضبوط تھام لو۔ (شیعہ کتاب حیات القلوب ص۵۳۶ ج۲)

(کتبِ اہلِ سنّت میں یہاں سنّت کا بھی ذکر ہے۔ شیعہ کتب میں ولایت علی یا تمسک بہ اہلِ بیت کا بھی ذکر نہیں ہے۔)

۳۔ بخاری شریف میں کتاب فضائل القرآن میں ایک باب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن وہی چھوڑا جو دو گتوں کے درمیان ہے۔ پھر روایت ہے

کہ معقل نے حضرت ابنِ عباسؓ سے پوچھا کہ حضورؐ نے کچھ چھوڑا؟ تو حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا وہی چھوڑا جو دفتین میں ہے۔ محمد بن حنفیہ بن علیؓ سے ہم نے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ قرآن دو گتوں میں چھوڑا۔ ایک اگلی روایت میں ہے:

اوصیٰ بکتٰب اللہ۔ (بخاری ص ۷۵۱/۲۲) حضورؐ نے کتاب اللہ کے متعلق تاکید و وصیت فرمائی۔

یہ سب روایات دلالت کرتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو گتوں کے درمیان (از الحمد تا والناس) کو قرآن اصلی اپنا ترکہ بتا رہے ہیں اور اسی کی تاکید و وصیت فرما رہے ہیں اور یہ تعبیر صحابہ کرامؓ کی زبان سے ہے۔ ورنہ عہدِ نبوت میں گتوں کی جلدبندی نہ تھا۔

س ۱۹۹: حدیث متواتر بتلایئے کہ حضورؐ نے قرآن منزل لکھوایا تھا اور اسی ترتیب سے لکھوایا تھا جس طرح نازل ہوا تھا اور جس طرح کہ موجود ہے؟

ج: موجودہ ترتیب لوحِ محفوظ کی ترتیب ہے مگر نزول واقعات اور ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوا۔ جب کوئی سورت یا آیت اُترتی تو آپؐ کاتبینِ وحی و قرآن کو بتا دیتے تھے کہ اس سورت یا آیت کو فلاں سورت یا آیت سے پہلے یا بعد لکھ دو۔ پھر اسی ترتیب سے یاد کرواتے اور نمازوں میں پڑھتے۔ دونوں ترتیبوں کی وضاحت اتقان میں موجود ہے۔ اسی کی حفاظت کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ پ۱۴۔ اور وہی پورا امت کے پاس موجود ہے۔

س ۲۰۰: اتقان میں ہے کہ سب سے پہلے قرآن ابوبکرؓ نے جمع کیا۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ نے جمع نہ فرمایا؟

ج: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمع صدری اور ترتیبی تھا۔ یعنی موجودہ ترتیب سے لوگوں کو قرآن حکیم یاد کرواتے رہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عہدِ نبویؐ کی تحریرات اور حافظوں کی شہادت سے یکجا کتابی شکل میں جمع کیا۔

س ۲۰۱، ۲۰۲: کیا زید دو عادلوں کی گواہی کے بغیر کوئی آیت نہیں لکھتے تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان کو فرمانِ رسولؐ بھول گیا تھا "اصحابی کالنجوم" میرے صحابی ستارے اور عادل ہیں؟

ج: قرآن کی عظمتِ شان کی خاطر گواہوں کی پابندی لازم کی۔ عادل اور نیک تو سبھی تھے مگر تحریری ثبوت اور اس پر گواہی قائم کرنے سے خطار و غلطی کا امکان جاتا

رہا۔ جیسے اب بھی پریسوں میں قرآن کی پروف ریڈنگ بار بار ماہر علماء و حفاظ سے کرائی جاتی ہے۔

س ۲۰۳: بھی اس تقریر سے کافور ہو گیا کہ عدالتِ صحابہ کرامؓ پر شبہ نہیں، اہتمام قرآن مقصود ہے۔

س ۲۰۴: زید جب خود حافظ تھے تو پھر دو گواہوں سے کیوں پرکھوایا؟

ج: بلاشک حافظ تھے۔ عہدِ نبویؐ میں کاتب تھے اور انصار کے ۴ بڑے جامعینِ قرآن سے تھے۔ (بخاری) تاہم وہ جمع و حفظ کی نسبت صرف اپنی طرف نہیں کرانا چاہتے تھے۔ انھوں نے برسرِ عام ہر ایک حافظ و قاری سے رابطہ قائم کر کے بڑی ذمہ داری سے قرآن کو کتابی شکل میں مدون کیا۔

س ۲۰۵: کیا ابوبکرؓ حافظ نہ تھے۔ انھوں نے خود کیوں نہ لکھوایا؟ ورنہ دو گواہوں کے عادل ہونے کی کیا گارنٹی ہے؟

ج: خود بھی حافظ تھے۔ (تہذیب نووی و تاریخ الخلفاء ص ۴۱) مگر حاکم و سربراہ ایسے کام اپنی نگرانی میں ماتحت ذمہ داروں سے ہی کرواتا ہے اور شہادت کے اصولِ عام کے تحت ایک صاحب کی تحریر، دو گواہوں کی گواہی اور پھر دیگر حافظوں سے تصدیق گارنٹی کی مکمل ضمانت ہے۔

س ۲۰۶: جب خزیمہ بن ثابتؓ والی آیت ایک گواہ سے ثابت ہوئی تو طریقہ جمع محفوظ کیسے ہوا؟

ج: اسی روایت میں وجہ مذکور ہے کہ حضورؐ نے ان کی گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا تو حفاظت و شہادت کا نصاب پورا ہو گیا۔

س ۲۰۷: کیا عمرؓ، زیدؓ، خزیمہؓ عادل ہیں؟

ج: تینوں عادل ہیں۔ صرف ان کا دشمن تبرائی غیر عادل اور ظالم ہے۔

س ۲۰۸: حضرت عمرؓ آیت رجم لائے۔ زیدؓ نے تحریر نہ کی کہ عمرؓ تنہا تھے عمرؓ پر اعتبار نہ کرنا جائز ہے؟

ج : حضرت زیدؓ نے اصولِ شہادت کو اپنایا۔ یہی قرآن کا حکم ہے کہ دو گواہ بناؤ جیسے حضرت قاضی شریح نے حضرت علیؓ جیسے سچے کا دعویٰ قبول نہ کیا۔ حسنؓ اور امّ ایمن جیسے سچے گواہ قبول نہ کیے کہ وہ شہادت کا معیار نہ تھے بالآخر دعویٰ خارج ہوا اور یہودی اسلام کی یہ اصول پرستی دیکھ کر مسلمان ہُوا۔ جیسے قاضی شریح کے نزدیک فی نفسہٖ حضرت علیؓ و حسنؓ بے اعتبار اور غیر عادل نہیں اسی طرح زیدؓ کے ہاں حضرت عمرؓ، خزیمہؓ غیر عادل نہیں تعجب ہے کہ جمع قرآن میں اس محنت اور اصول پرستی کو دیکھ کر کافر تو مسلمان ہو جاتے ہیں مگر رافضی دشمنِ صحابہؓ و قرآن۔ کتاب اللہ پر تابڑ توڑ حملے کرتا ہے۔

س ۲۰۹ : جمع قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

ج : مفصّل وجہ "ہم سنّی کیوں ہیں ؟" ص۱۵۱ تا ص۱۵۵ دیکھیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جمع ہونے سے اصلی شکل میں آیا جسے حقیقۃً کتاب اللہ کہا جائے۔ (وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ) اب وہ تحریف اور دست بُرد سے محفوظ ہو گیا۔ ورنہ احادیث کی طرح یہودی اور مجوسی نمائندے الگ الگ صحیفے اور سورتیں بناتے پھرتے جیسے شیعہ ان کی ترجمانی کرتے ہیں پھر ناکام ہو کر قرآن اور جامعین قرآن پر دانت پیستے ہیں۔

س ۲۱۰ تا ۲۱۲ : کیا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آیت رجم کو جزوِ قرآن مانتے تھے؟ تو انھوں نے اسے قرآن میں داخل کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔ ورنہ کیا غیر قرآن کو قرآن میں داخل کرنا چاہتے تھے یا قرآن سے ناواقف تھے ؟

ج : یہ آیت نازل ہوئی تھی اور سنّی شیعہ کے اتفاق سے اب بھی رجم محصن کا حکم قرآنی باقی ہے مگر اسے منسوخ عن التلاوت کر دیا گیا تاکہ اس کی سختی اور شناعت نظروں سے اوجھل رہے۔ صرف ضرورت پر کام لیا جائے۔ اب بھی قانون کی کئی خاص جزئیات عوام سے مخفی رکھی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ جزوِ قرآن مانتے تھے مگر نسخِ تلاوت کی آپ کو اطلاع نہ تھی اس لیے لکھوانا چاہتے تھے مگر جب شہادتِ دوم نہ ملی اور حکمتِ خداوندی سے نسخِ تلاوت کی

یہی دلیل ظاہر ہُوئی کہ نہ کسی کو یاد ہے نہ تحریر ہے، تو نہ لکھی گئی۔ حضرت عمرؓ اتنے بے اصول نہ تھے کہ اپنی طاقت اور منشأ سے قرآن میں حک و اضافہ کرتے۔ صرف خطبات میں لوگوں کو تنبیہ کرتے رہتے تھے کہ رجم حکم قرآنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہم نے اس پر عمل کیا۔ کوئی اسے غیر قرآنی جان کر چھوڑ نہ دے۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اسے حاشیہ قرآن میں لکھ دیتا۔ تاکہ کوئی غلط فہمی میں نہ پڑے (جیسے عصر حاضر میں پرویزی اور تجدد زدہ پڑ گئے ہیں، مگر اب ضرورت نہیں کہ یہ تنبیہ اور روایت درروایت رہنمائی کرتی رہے گی۔)

س ۲۱۳ : کیا حضرت علیؓ کو قرآن کا علم حاصل تھا ؟

ج : یقیناً تھا۔ کیونکہ وہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (وہ پیغمبر ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی اور بے خبری میں تھے۔ آل عمران) کے عموم میں سب صحابہؓ کے ہم کلاس اور شاگردِ رسُول تھے۔ شیعوں پر ہزار افسوس ہے کہ وہ نادان دوستی میں حضرت علیؓ کو قرآن میں بھی شاگردِ رسُول نہیں مانتے بلکہ پیدائشی عالمِ لدُنی، تورات و انجیل و قرآن کا حافظ مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو (جلاء العیون ص۱۸۰ حالات علیؓ)

ہوئے تم دوست جس کے   دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

س ۲۱۴ تا ۲۱۶ : کیا زیدؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے جمع قرآن میں حضرت علیؓ سے مشورہ لیا۔ اگر لیا تو وہ کیا تھا؟ اگر نہیں لیا تو وجوہات سے آگاہ کریں۔

ج : کسی شخصیّت کے نام سے ہی پارٹی بازی اور تشیع گناہ ہے جو اسلام میں نزاع کی جڑ اور بدترین جرم ہے۔ رسُولِ خدا کو ایسوں سے ذرا تعلق نہیں۔ (اعراف پ۸)

ایک کام جب خلیفہ وقت ذمہ دار کمیٹی کے اہتمام سے کروا رہے ہیں اور اس سے کوئی صحابی اختلاف نہیں کرتا تو یہ سوال اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے کہ فلاں فلاں عالم و بزرگ سے کیوں مشورہ نہ لیا گیا اگر علیؓ سے بھی لیا جاتا تو کوئی منافق پھر سوال اٹھا دیتا کہ ترجمان القرآن عبداللہ بن عباسؓ سے کیوں نہ لیا گیا ؟ اقراء الصحابہ ابی بن کعبؓ کو کیوں شامل

نہ کیا گیا؟ ابن مسعودؓ وغیرہ سے کیوں نہ پوچھا گیا؟ عثمانؓ کو شریکِ کار کیوں نہ بنایا گیا؟ یہ تشیع اور اشخاص کے نام سے دھڑے بندی کہیں رُک سکتی تھی؟ معاف کیجئے (سب صحابہ کرامؓ اس مسئلہ میں متفق اور ہمزبان تھے کسی کو اس کمیٹی کے افراد سے اور جمع کے طریق کار سے اختلاف نہ تھا۔ نہ ان کی علمیّت و بزرگی پر شبہ تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ سے مشورہ کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ اتقان کی ایک روایت بتاتی ہے کہ منجملہ اور صحابہؓ کے حضرت علیؓ نے بھی جمع قرآن کا خود مشورہ دیا تھا۔ جسے صدیقِ اکبرؓ نے قبول کر کے جمع قرآن کی کمیٹی بنا دی۔

اگر آپ "وجوہات" سے آگاہی چاہتے ہیں تو شیعی اصول پر، نقلِ کفر کفر نہ باشد۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو مسلسل حفاظ کے شہید ہونے کی وجہ سے اُس قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت تھی جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو پڑھایا اور حفظ کرایا تھا چونکہ حضرت علیؓ کا اس قرآن سے تعلق ہی نہ تھا نہ انھوں نے لکھا پڑھا تھا بلکہ وہ تو باعتقادِ شیعہ ایک اور قرآن کو چالو کرنا چاہتے تھے جو ان کو پیدائشی یاد تھا اور جس میں تمام امّتِ محمدیہ کی تکفیر و گمراہی، اُمہات المومنینؓ کو گالیاں، صحابہ کرامؓ اور بناتِ طاہراتؓ کے ایمان اور نسب پر حملے اور متعہ جیسی فحاشی وغیرہ کی تعلیم تھی تو تلامذۂ نبوت، صحابہؓ رسولؐ کیسے اس حافظِ قرآن سے مدد لے کر صداقتِ اسلام، نبوتِ محمدیؐ اور حقانیتِ قرآن کو اپنے ہاتھوں ہی ذبح کر کے دفن کر دیتے۔ (معاذ اللہ)

س ۲۱۷: جو قرآن حضرت ابوبکرؓ اور زیدؓ نے جمع کیا اسکی ترتیب وہی تھی جو آج ہے۔

ج : وہی ہے۔

س ۲۱۸ : اگر یہی ترتیب تھی تو ابوالحسن نے شرح بخاری میں یہ کیوں لکھا ہے "لیکن آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نہ تھی"

ج : ابوالحسن نامی شارح بخاری ہمیں معلوم نہیں۔ ان کی بات نادرست ہے۔

س ۲۱۹ : عہدِ نبوت میں جب قرآن متفرق تھا مرتب نہ تھا تو حضورؐ نے قرآن امّت کو پہنچانے کا فرض منصبی ادا کیوں نہ کیا؟

ج : آپ کے اعتراضات قرآن، صحابہؓ، خلفاءؓ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر گھوم پھر کر ان کو رَوندر ہے ہیں جیسے کٹائی کے بعد گندم گاہی جاتی ہے اور ماشاء اللہ مسلمان بھی بنے پھرتے ہیں۔ "ہم سُنّی کیوں ہیں" میں بتایا جا چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قرآن یاد کرایا۔ کتابت بھی کرائی مگر جس ترتیب سے یاد کرایا اس ترتیب سے یکجا کتابت نہ کرائی کیونکہ آئے دن اضافہ ہو رہا تھا اور کچھ آیتیں منسوخ بھی ہو جاتی تھیں۔ آخری آیت تکمیلِ دین حجۃ الوداع کے موقع پر یا آیت سُود وفات سے چند دن قبل نازل ہوئی تھی۔ اب حضورؐ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ تکمیل کے بعد دوبارہ ایسے مرتب لکھواتے کہ منسُوخ آیات سے پاک ہوتا۔ اب قدرتی لحاظ سے یہ کام جانشینِؓ پیغمبرؐ کو ہی کرنا تھا جس کے شیعہ دشمن بنے ہوئے ہیں تو منصبِ نبوت میں کوتاہی کے ناپاک شیعی الزام سے حضرت رسولؐ پاک ہیں۔

س ۲۲۰ : آپ مذہب کی اساس اصحاب کو مانتے ہیں جو علم قرآنی سے واقف نہ تھے؟

ج : تلامذہ نبوت اور تعلیم نبوت ہی کو اساس مذہب مانتے ہیں۔ قرآن کی بارش ان کے سامنے جبل نبوت پر برستی اور اس سے ان کی ایمانی اور قلبی کھیتیاں سیراب ہوتیں وہ جاہل نہ تھے ان کے مرتبہ و مقام سے جاہل تبرّا باز کو جہالت نصیب ہو۔

س ۲۲۱ : فیض الباری میں قسطلانی کا قول ہے کہ حضورؐ نے مصحف کو جمع اس لیے نہ کیا کہ نسخ ہوتا رہتا تھا اگر جمع ہو کر پھر اُٹھایا جاتا تو اختلاف کی نوبت آتی۔ سوال یہ ہے کہ نسخ کا علم کس کو تھا؟

ج : یہ ساری روایت آپ کے شبہ کو حل کرتی ہے مگر قرآن دشمنی سے آپ اسے بھی نشانہ طعن بنا رہے ہیں۔ آنحضورؐ کو ناسخ کا علم پہلے ہوتا تھا پھر آپؐ صحابہؓ کو بتا دیتے تو وہ تلاوت چھوڑ دیتے۔ یوں قدرتی طور پر بھلا دی جاتی جیسے ارشادِ خداوندی ہے (فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ) آپؐ ہمارا پڑھایا ہوا نہ بھولیں گے مگر جو اللہ بھلانا چاہے۔ اگر وہ باقاعدہ ترتیب وار کتابت کرا کر پڑھی جاتیں تو نہ بھولتیں اور شدید اختلاف ہوتا حتیٰ کہ منسوخ آیات جزوِ قرآن بن جاتیں۔

س ۲۲۲، ۲۲۳ : اِنّی تارك فیکم الثقلین (ان میں ایک کتاب اللہ ہے) اور عمرؓ نے کہا : حسبنا کتاب اللّٰہ۔ (ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے)۔ جب کتاب مرتب ہی نہیں تو کیا چھوڑا اور کسے کتاب اللہ کہا ؟

ج : زندگی کے آخری دنوں میں یہ فرمایا اور ذہناً وحفظاً وہ مرتب ومحفوظ تھا تو اس کے چھوڑ جانے اور کافی ہونے کا حوالہ بالکل درست ہے۔ قرآن نے بار بار کتاب اتارنے کا حوالہ دیا ہے (پ ۱-۸-۲۱) اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْکِتٰبَ۔

س ۲۲۴، ۲۲۵ : جمع قرآن کا الہام پہلے حضرت ابوبکرؓ کو ہوا یا عمرؓ کو ؟ پھر ابوبکرؓ و زیدؓ نے اس الہامی خلیفہ پر اعتماد کر کے آیتِ رجم قبول کیوں نہ کی ؟

ج : حضرت عمرؓ کو جنگ یمامہ میں سات صد حفاظ و قراء صحابہؓ کی شہادت پر الہام ہوا۔ حدیثِ نبوی میں ہے کہ پہلی امتوں میں بھی "ملہم من اللہ" ہوتے تھے میری اُمت میں ہوئے تو ان میں عمرؓ بھی ہوں گے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۵۶) آیتِ رجم قبول نہ ہونے کی وجہ بیان ہو چکی۔

س ۲۲۶ : حضرت علیؓ کو بھی الہام ہوا، ان کا جمع کردہ قرآن کیوں نہ لیا گیا ؟

ج : حضرت علیؓ صاحبِ الہام اور خلیفہ راشد تھے۔ مگر یہاں انھوں نے الہام کا کوئی دعوی نہ کیا۔ "مدعی سست گواہ چست" نہ بنیئے۔ "حضرت علیؓ قرآن جمع کر کے لائے مگر قبول نہ کیا گیا" یہی وہ گھڑنتو بات ہے جس پر غرّا کر آپ قرآن شریف کو نقلی اور جعلی محرف بتا کر ڈائنامیٹ کر رہے ہیں۔ بندۂ خدا ! ذرا انصاف وایمان سے کہیے، اس افسانہ کا ذکر کس امام کی کتابِ حدیث، تاریخی تواتر، فقہاء کے کلام اور متکلمین کی ابحاث میں ہے۔ ۱۰۰ سوال کے تیر تو آپ نے قرآن پر چلا دیئے، ذرا دو مستند حوالے اسی بات پر آپ جمع کر دیتے تو غور کیا جاتا۔

س ۲۲۷، ۲۲۸ : کیا آپ کی رائے میں حضرت ابوبکرؓ کا جمع کردہ قرآن معتبر تھا یا نہ ؟

ج : یقیناً اسی پر تمام صحابہؓ اور اُمت کا اجماع ہے "اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" ہم ہی محافظِ قرآن ہیں" والے خدا نے یہ بروقت کام اپنے نبیؐ کے جانشین سے لیا۔ تنہا یہی فضیلت آپؓ کو افضل الصحابہؓ قرار دیتی ہے۔

س ۲۲۹ : اگر معتبر تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مروان نے یہی قرآن کیوں جلا ڈالا ؟ (فیض الباری پ۲)۔ ج : معتبر تھا تبھی تو اسی سے حضرت عثمانؓ نے مصاحف لکھوائے مروان نے اپنے عہد میں اس خدشہ سے معدوم کیا کہ کسی کو اختلاف کا وہم نہ ہو طباعت کے بعد مسودہ یا پلیٹوں کو دھو دینا عیب نہیں ہے۔

س ۲۳۰ : حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ قرآن تین دفعہ جمع ہوا۔ پہلی مرتبہ حضورؐ کے سامنے، جواب دیں کہ عہدِ نبوت والے قرآن کو آپ قابل اعتبار سمجھتے ہیں ؟

ج : یقیناً سمجھتے ہیں کیونکہ زیدؓ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پرچوں سے قرآن جمع کرتے تھے۔

س ۲۳۱ : پھر اسی قرآن کی نقول کیوں نہ کر دی گئیں ؟

ج : عہدِ صدیقی میں جن کاغذوں، پتھر کے ٹکڑوں، کھجوروں کی ٹہنیوں اور جانوروں کے چمڑوں وغیرہ سے حضرت زیدؓ نے جو آیات جمع کیں وہ حضورؐ کے سامنے ہی صحابہ کرامؓ نے لکھی تھیں۔ ان کو ہی نقل کر کے مجموعہ مرتب کیا گیا۔ یعنی امام حاکم کی روایات کے مطابق جمع قرآن کے تین دور تھے۔ پہلی مرتبہ وہ جب تازہ وحی آتی اور حاضرین ہر قابلِ کتابت چیز پر لکھ لیتے تھے مگر وہ اپنی یادداشت کے طور پر لکھتے تھے جیسے آج بھی استاذ کے فرمودات قلمبند کیے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کے سامنے تدوین یا قطعہ آیات تیار کر کے دوسروں کو پڑھانا مقصود نہ ہوتا تھا۔ اِلّا ماشاءاللہ ! حضرت زیدؓ انہی چیزوں سے کوئی سورت بھر حسب ضرورت جمع کرتے تھے۔ صدیق اکبرؓ کے عہد میں باقاعدہ از الحمد تا والناس حفظ کی خاص ترتیب سے تمام اشیاء سے قرآن نقل کیا گیا اور کتابت پر کم از کم دو گواہ قائم کیے گئے اور پورا قرآن مرتب کر کے بیت المال میں محفوظ رکھ لیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کے عہد میں اشاعتِ قرآن کی دور دراز تک ضرورت سامنے آئی اور اختلاف الفاظ سننے میں آیا تو اسی مصحف کی چھ نقلیں ایک کمیٹی سے مزید کروائیں اور بڑے بڑے صوبوں میں پھیلا کر مزید نقلیں کروائی گئیں جیسے آج کل پرنٹنگ پریس سے کام لیا جاتا ہے۔

گویا آج کی اصطلاحی زبان میں عہد نبوی کا جمع ایک مسودہ کی شکل تھی، عہد صدیقی کا جمع خوش نویس کی کتابت کی شکل تھی اور عہد عثمان کا جمع اور اشاعت۔ پرنٹنگ پریس کی

خدمت وطباعت تھی۔

س ۲۳۲ : بھی ختم ہوگیا کیونکہ عہدِ نبویؐ میں لکھے ہوئے مستند اوراق ماخذ بنے۔

س ۲۳۳ : احزاب کی ایک آیت بروایت بخاری حضرت عثمانؓ کے عہد میں شامل کی گئی کیوں ؟

ج : اس کا مطلب یہ نہیں کہ فی نفسہٖ یہ آیت رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ.... الخ قرآن سے کم تھی اور لوگ اسے پڑھتے سناتے نہیں تھے۔ بلکہ وہ مکتوب شکل میں کسی کے پاس نہ مل سکی اور درج ہونے سے رہ گئی۔ پھر جب عہدِ عثمانؓ میں مصاحف کی کتابت شروع ہوئی تو حضرت زیدؓ کو یہ آیت یاد تھی۔ تفتیش وتلاش جاری رکھی تا آنکہ خزیمہؓ بن ثابت کے ہاں تحریراً مل گئی تو شامل کی گئی۔ اس آیت کے علیحدہ ذکر سے یہ حصر بتلانا مقصود ہے کہ قرآن کی ہر آیت باقاعدہ تحریری ثبوت اور گواہوں کی شہادت سے۔ تائید حفاظ کے علاوہ۔ ثبت کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت قطعاً قرآن ہے نہ کوئی آیت کم ہوئی ہے اور نہ زیادہ کی گئی ہے۔ اب اگر صحابہؓ کے اس اہتمام جمع اور حفاظت قرآن پر۔ جو انّ علینا جمعہ وقرآنہ (پھر ہمارے ذمے اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہے) کی عملی اور ایفائے عہد کی شکل ہے۔ کسی کو اعتبار نہیں۔ تو اس کے معتبر ماننے کی اور کوئی شکل نہیں وہ قرآن سے اور اس پر ایمان وعمل سے بدستور محروم رہے گا جیسے شیعہ کا وجود خود گواہ ہے۔

س ۲۳۴ : بخاری میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حفصہؓ سے مصحفِ صدیقی منگوا کر قرآن کمیٹی کو حکم دیا کہ اس کے متعدد نسخے لکھوا اگر کسی آیت میں اختلاف پاؤ تو اسے لغتِ قریش میں لکھنا۔ کیا حضرت عثمانؓ اس قرآن کو مستند اور اختلاف سے پاک اعتقاد نہیں کرتے تھے ؟

ج : یہاں قرآن میں اختلاف یا غلطی ہونے کا تصور نہیں بلکہ رسم الخط اور کتابت کا فرق مراد ہے۔ یعنی کسی لفظ کی کتابت میں اختلاف ہو تو قریشی زبان والے رسم خط اور لہجہ میں لکھنا کیونکہ ان کی ہی زبان میں اُترا۔ چنانچہ ایسا ہی انھوں نے کیا۔ تو اب جو لکھا

گیا وہ قرآن لغت قریش پر لکھا گیا جس پر اوّلاً اُترا تھا۔ باقی لغات میں ادائیگی یا کتابت کی اجازت دی گئی ہے۔ مگر اختلاف سے پاک رکھنے کے لیے اس اجازت کو نظر انداز کیا گیا۔

س ۲۳۵ : اگر جمع شدہ قرآن صحیح ومکمل تھا تو کمیٹی کیوں تشکیل دی گئی ؟

ج : مکمل تھا متعدد نسخے تیار کرنے کے لیے کاتبوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

س ۲۳۶ : کیا حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے یہ خدمت لینے کی سعی فرمائی ؟

ج : نہیں ! یہ کام چھوٹے لوگوں کے مناسب سمجھا گیا۔ حضرت علیؓ تو عثمانؓ کے وزیر اعظم تھے اس مشورہ میں شریک تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے خود فرمایا ؟ لوگو ! عثمانؓ نے یہ کام ہمارے مشورے سے ہی کیا ہے اور اگر ان کی جگہ میں خلیفہ ہوتا تو اسی طرح کرتا۔ (تاریخ الخلفاء، فتح الباری)

س ۲۳۷ : بھی اس سے حل ہوگیا کہ اگر عثمانؓ کے اس عمل سے علیؓ کو اختلاف ہوتا تو برملا اظہار کرتے۔ وزارت سے استعفیٰ دیتے۔ پھر اپنے پنجسالہ دورِ خلافت میں قرآن کی نئی تدوین اور اشاعت فرماتے۔

س ۲۳۸ : کیا حضرت عثمانؓ حافظِ قرآن تھے ؟

ج : جی ہاں ! ایک رات میں ایک یا دو رکعتوں میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ (حلیۃ الاولیاء)

س ۲۳۹ : اگر تھے تو جمع قرآن میں خود اپنی خدمات کیوں پیش نہ کیں ؟

ج : خلیفہ ہر کام خود نہیں کیا کرتا۔ اپنی نگرانی میں کرواتا ہے۔ خود حفظ کی وجہ سے مسودہ دے سکتے تھے مگر آپ جیسے لوگ اسے مداخلت قرار دیتے اور حکومت کا بناوٹی قرآن مشہور کرتے۔

س ۲۴۰، ۲۴۱ : درج بالا سوالات کی موجودگی میں آپ قرآن کو اصحاب کا متفقہ کیسے کہتے ہیں ؟

ج : یہ سب سوالاتِ بوگس اور بغضِ قرآن کا آئینہ ہیں تمام صحابہؓ اسی بین الدفتین از الحمد تا والناس قرآن کے قرآن ہونے پر متفق تھے اور یہی تواتر کی دلیل ہے۔

س ۲۴۲ تا ۲۴۵ : کیا صحابہؓ کا اختلاف باطل چیز ہے ؟ پھر بتائیے کہ ان کے

مصاحف باطل تھے یا نہیں۔ پھر باطل پر ایمان رکھنے والا بے دین ہوگا یا نہیں۔ اگر اختلاف صحابہؓ برحق تھا تو پھر بتائیے اس حق کو عثمانؓ نے کیوں مٹایا؟ پھر مٹانے والا راشد کس طرح ہُوا؟

ج: صحابہؓ کا اختلاف در قرآن تسلیم ہی نہیں۔ ان کے مصاحف بھی باطل نہ تھے۔ البتہ بعض حضرات کے مکتوبہ بیاضات۔ جن کو مصاحف کہا جارہا ہے۔ ایسے تھے کہ وہ مکمل نہ تھے اپنی یادداشت کے لیے مشکل الفاظ کے فٹ نوٹ۔ معانی اور تشریحاتِ نبویؐ معًا لکھ دی تھیں بعض کے پاس منسوخ آیات بھی تھیں بعضوں کی ترتیب نزولی تھی۔ اب ان انفرادی مسودات کے مقابل وہ مجموعہ یقیناً جامع و مکمل تھا۔ جو ایک کمیٹی نے خاص شرائط اور اہتمام کے ساتھ جمع و مرتب کیا اور صدری حفظ کے مطابق تھا۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے اس سے مزید نقلیں کرا کر اسلامی ممالک میں پھیلا دیں۔ باقی سب کو مٹا دیا تاکہ وہ غیر قرآن سے مخلوط ہونے کی وجہ سے آئندہ اختلاف کا سبب نہ جائے اور یہ کام یقیناً راشد، پرحکمت اور برحق تھا۔ کیونکہ ابتداءً چند اختلاف کرنے والے صاحبان صحائف نے بھی پھر اس سے اتفاق کیا۔ اب موجودہ قرآن پر ایمان ہی برحق ہے اس کے برعکس کسی کی قدیم مرجوع ذاتی رائے کو اچھالنا اور قرآن کو مشکوک جتلانا کسی زندیق و بے ایمان شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

آج بھی اہم مسائل پر قومی اسمبلی میں وزارتِ قانون میں یا ہائی کورٹ وغیرہ میں کسی مسئلہ پر اختلاف آراء یا ردّ و قدح ہوتی ہے مگر جب فیصلہ طے ہو جائے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر کوئی اختلاف کرے یا فیصلہ غلط بتلائے تو ملکی اور قومی مجرم سمجھا جاتا ہے جو کبھی قوم و ملک کا وفادار نہیں ہو سکتا۔ آج شیعہ اگر تدوینِ قرآن کے وقت بعض معمولی جزوی اختلاف کو ہوا دیتے اور قرآن کو غلط بتلاتے ہیں۔ کیا وہ کافر یا دشمنِ اسلام نہیں ہیں؟

س ۲۴۶، ۲۴۷: قرآن کو جلانا ثواب ہے یا گناہ؟ اگر ثواب ہے تو بے حرمتی قرآن پر احتجاج کیوں؟

ج: قرآن کو بے حرمتی کی نیّت سے جلانا، روندنا گناہِ کبیرہ بلکہ کفر ہے جیسے شیعوں کے جلوس جب مسلمانوں کی مساجد پر حملے کرتے ہیں تو الماریوں سے قرآن نکال نکال کر جلاتے ہیں اور پاکستان میں بارہا ایسے واقعات ہُوئے۔ پھر یا مسلمانوں کے انتقام

کا نشانہ بنتے ہیں جیسے گزشتہ سال ۱۹۸۲ء کراچی کے فسادات، نیو کراچی میں ایک مسجد پر قبضے اور قرآن جلانے سے شروع ہوئے تھے۔ یا پھر بدشکلی کی ناگفتہ بہ موت مرتے ہیں۔

قرآن کی بے حرمتی پر احتجاج مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ ان کی ہی مقدس ترین جان سے بھی عزیز کتاب ہے۔ چونکہ شیعہ کو اپنی یہ کارروائی معلوم ہے اس لیے احتجاج سے چڑتے ہیں سوال از خود یہ بات بتا رہا ہے کہ شیعہ کا قرآن پر ایمان نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

س ۲۴۸: اگر گناہ ہے تو مرتکبین گنہگار ہوئے یا نہیں؟

ج: صحابہؓ نے یا حضرت عثمانؓ نے ایسا ارتکاب نہیں کیا۔ انھوں نے تو صحیح قرآن کو مدوّن و محفوظ کر کے پھیلایا جو چیز حفاظت قرآن کی انتظامی حکمتِ عملی کے تحت جلائی گئی، وہ خالص قرآن نہ تھی بلکہ غیر قرآن سے مخلوط شدہ اوراق و بیاضات تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ اہلِ سنّت کے جلیل عالم قاضی عیاض نے یقین سے لکھا ہے کہ ان اوراق کو انھوں نے پہلے پانی سے دھویا تھا پھر مبالغۃً جلا ڈالا تھا تاکہ کچھ اثر باقی نہ رہ جائے۔" توشیح میں ہے کہ ان اوراق کو جلانا اس لیے جائز تھا کہ ان میں منسوخ آیات، تفسیر، غیر قریش کی لغت اور قرأت شاذہ ملی جلی تھیں۔ (خالص قرآن نہ تھے۔ رہ جانے سے ذریعہ اختلاف بن سکتے تھے۔)

س ۲۴۹: جو شخص اپنی مرضی سے قرآن میں کمی بیشی کرے اسے شرع کیا کہتی ہے؟

ج: تحریفِ قرآن مذموم ہے ایسا شخص مجرم ہے۔

س ۲۵۰: حضرت عثمانؓ کو اس جرم سے کیسے بری الذمہ سمجھیں گے جنھوں نے حکم دیا کہ اختلاف کی صورت میں قریشی زبان لکھ دی جائے؟

ج: حضرت عثمانؓ نے قرآن میں تحریف نہیں کی۔ لغتِ قریش پر ہی اوّلاً قرآن اُترا تو اس میں کتابت بہرحال افضل تھی اور باقی لغتوں کا لکھنا سہولت کے لیے تھا جس کی اجازت بعد میں ملی۔ جب لوگ لغتِ قریش سے مانوس ہو گئے اور پڑھنا لکھنا آسان ہو گیا۔ اب دیگر لغات کی وجہ سے اختلاف اور جھگڑے پیدا ہو رہے تھے جیسے آرمینیہ سے حضرت حذیفہؓ بن یمان نے فوج میں اختلاف کی خبر دے کر کہا ادرک ھٰذہ

الامة قبل ان یختلفوا فی الکتٰب اختلاف الیهود والنصاریٰ (بخاری ص۷۴۶ ج۲)۔ (اس امت کا انتظام کرلو اس سے پہلے کہ یہ کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کریں) ۔ اب رہی یہ بات کہ لغتِ قریش پر اترنے کی کیا دلیل ہے؟ تو ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرأنی جبریل علی حرف فلم ازل استزیدہ حتی انتهی الی سبعة احرف (بخاری ص۷۴۵ ج۲)
کہ مجھے جبریل نے ایک قسم کی ہی قرأت پڑھائی۔ میں اور بھی طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات پڑھادیں۔

سات حروف سے مراد سات قرأتیں، سات لغتیں، سات کیفیتیں، سات معانی، سات اعراب وغیرہا مراد ہیں۔ تفصیل فتح الباری ص۲۳ ج۹ وغیرہ میں ہے۔

اور صحابہ کرامؓ و محدثینؒ نے بھی یہی سمجھا ہے۔ چنانچہ بخاری ص۷۴۵ ج۲ پر باب ہے:

باب نزل القرآن بلسان قریش والعرب قرآنا عربیا بلسان عربی مبین ،

پھر حضرت عثمانؓ کا کمیٹی قرآن کو خصوصی حکم روایت کیا ہے کہ قرآن لسانِ قریش میں لکھنا کیونکہ قرآن ان کی ہی زبان میں اترا، کاتبوں نے یونہی کیا

تو غیر قریش لغت یا انداز کتابت کی اجازت بعد میں حاصل کی گئی تھی وہ قرآن کا جزو نہ تھی جب اس سے بھی لوگوں نے غلط مفاد (قبائل ولہجہ پرستی) اٹھانا چاہا تو حضرت عثمانؓ نے بحیثیت خلیفہ راشد یہ کتابت ختم کردی اور ان کو یہ اختیار اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۳۰، احمد ترمذی)
لوگو! تم میرے طریقے پر اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقے پر ضرور چلنا۔

س ۲۵۱: المصاحف لابی داؤد میں حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے: لو کانت ثلاث آیات لجعلتها سورة علی حدة۔ یعنی اگر یہ تین آیتیں ہوتیں تو میں الگ سورت بنادیتا۔

ج: یہ فرضی تمنا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تین آیتیں ہوتیں تو سورت بننے کے

لائق تھیں اور خدا ان کو ہماری دعا کی بدولت بنادیتا یا یہ ممکن ہے کہ خلیفہ راشد کی حیثیت سے ایسا خود کرتے کیونکہ اس میں قرآن میں کمی بیشی کا تو تصور نہیں۔ یوں سمجھو کہ تین آیات کو الگ صفحہ پر لکھنا ہے اور باقیوں سے فصل کرنا ہے۔ جیسے رکوعات کے ذریعے فصلِ عارضی پایا جاتا ہے۔

س ۲۵۲: بھی اس سے حل ہو گیا کیونکہ غیر نبی انتظامی بات کرسکتا ہے اس میں تحریف قرآن کمی بیشی یا ترتیب کی تبدیلی نہیں۔

س ۲۵۳ تا ۲۵۵: بھی بے فائدہ بھرتی ہے۔ سورت بقرہ کی کون سی آیات ہیں جو حضرت عمرؓ بنی اسرائیل میں لگانا چاہتے تھے؟

اور پھر آخر برأت کی دو آیتیں لقد جاءکم رسول.... الخ برأت ہی کے آخر میں لگائی گئیں اور سورت توبہ یا برأت نزول کے اعتبار سے آخری سورت ہے۔

س ۲۵۶: معلوم ہوا جب قرآن کو عمرؓ مانتے تھے اسکی آخری سورت برأت تھی۔

ج: غلط فہمی بالا سوال میں حل ہو گئی کہ حضرت عمرؓ نزول کے اعتبار سے آخری سورت (توبہ) میں ان کو لگا رہے تھے جیسے اب ہے۔ ترتیبِ جمعی کے اعتبار سے آخری سورت مراد نہیں ہے۔

س ۲۵۷: بخاری جمع القرآن میں ہے کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا "ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟" ثابت ہوا کہ خلافِ سنت ہے۔ کیا آپ کا قرآن بدعت ہے یا سُنّت؟

ج: سبحان اللہ! تعزیہ، عَلَم، شبیہ، ضریح، مزار، تابوت، تکیہ، ذوالجناح مہندی، امام باڑہ وغیرہ یادگاری بتوں اور بدعتوں کے پجاری قرآن کو بھی بدعت کہ رہے ہیں۔ کیوں نہ کہیں؟ آخر یہ ان کا دشمن جو ہوا، اور یہ اس کے دشمن ہوئے۔ بندہ کریم! اس میں کون سی بدعت کی بات ہوئی ہے؟ وہی ۶۶۶۶ آیات اور ۱۱۴ سورتوں والا قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا پڑھایا اور صحابہؓ کو یاد کرایا تھا۔ انہی اوراق و مکتوبات سے صحابہؓ نے ناگزیر ضرورت کی بنا پر۔ جو عہد نبوت میں پیش نہ آئی

تھی نہ پیش آسکتی تھی۔ کیونکہ وحی جاری تھی۔ حفاظ کے شہید ہونے کی صورت میں حضورؐ پھر لکھواسکتے تھے۔ اسے یک جا کتابی شکل میں لکھ لیا۔ اگر یہ بدعت ہے تو قرآن پاک کے ترجمے، تفسیریں اور قرآن فہمی کے لیے صرف و نحو، اصول تفسیر وغیرھا علوم سب بدعت ہو گئے۔ تاج کمپنی وغیرہ کے مطبوعہ قرآن مجید بھی بدعت بن گئے۔

س ۲۵۸ : زید نے جو کہا : واللہ اگر پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی مجھے تکلیف دیتے تو مجھے اتنا گراں نہ گزرتا کہ جمع قرآن کا حکم دیا۔ کیا زید اس کام کو فلاحی و جائز نہ جانتے تھے؟

ج : یہ کام کی سنگینی اور مشکلات کا احساس ہے اور ہر ذمہ دار اہم کام لیتے وقت یہ محسوس کرتا ہے۔ ورنہ اسے حضرت زیدؓ فلاحی اور مستحسن ضرور جانتے تھے خوشی کے ساتھ کیا۔ آپ نے ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ اثقل علیّ کا ترجمہ یہ ہے۔ پہاڑوں کی نقل سے بھی یہ کام مجھ پر بھاری اور مشکل تھا۔ آپ نے گراں نہ گزرتا کہ کر یہ دل کی نفرت اور ناپسندیدگی جتلائی ہے۔ جو قائل کی مراد کے یکسر خلاف ہے۔

س ۲۵۹ : پھر زید نے حضرت ابوبکرؓ سے مکالمہ کیوں کیا؟ ان کی شرح صدر پر اعتبار کیوں نہ کیا؟

ج : کام کی نزاکت و اہمیّت کا یہی تقاضا تھا۔ حضرت زیدؓ نرے شیعہ اور اندھے مقلد نہ تھے جب دلائل سے شرح صدر ہوا تو کام شروع کیا۔

س ۲۶۰ تا ۲۶۲ : اگر بعد از رسولؐ زیادتی در دین کے الہام کا کوئی دعویٰ کرے تو قبول ہوگا؟ پھر مرزا قادیانی کا الہام کیوں نہیں مانتے؟ اور ان حضرات کا الہام کس دلیل سے مانا ہے؟

ج : اے دشمنِ قرآن و رسولؐ! تو نے بدباطنی سے کتابتِ قرآن کی خدمت اور اس کی حفاظت کو دعویٰ نبوت کے برابر کر دیا اور قادیانی کذاب سے صحابہ کرامؓ کو جا ملایا۔ کیا یہی آپ کی رواداری اور ایمان بالقرآن ہے؟ تمہارے مسئلہ امامت امامی شریعت نے مرزا کو یہ راہ سجھائی کہ اگر بعد از محمد رسول اللہ کے بعد دیگرے بارہ اشخاص یہ دعویٰ کریں۔ (کتبِ شیعہ سے ان تمام دعوؤں کی دلیل تحفہ امامیہ باب ہشتم امامت درپردہ انکار ختم نبوت ہے میں پڑھیے)

۱۔ کہ وہ مثلِ پیغمبر معصوم[1]، واجب الاطاعت[2]، صاحبِ[3] احکام و شریعت ہیں۔
۲۔ مثلِ نبی ان پر ایمان[4] لانا اور بنام شیعہ ان کی امت[5] بننا ضروری ہے۔
۳۔ وہ مثلِ نبی مہبطِ[6] ملائکہ صاحبانِ[7] وحی، صاحبان کلمہ[8] و صحائف[9] اور مصدر شریعت[10] ہیں۔
۴۔ مثلِ نبی ان سے ذرا اجتہادی[11] اختلاف رکھنے والا بھی پکا کافر ہے۔
۵۔ وہ حرام و حلال میں مختار[12] اور نئی شریعت[13] ساز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا ہوا قرآن اب منسوخ، غلط اور ناقابلِ عمل ہے اور ان کی الہامی شریعتِ جعفری ہی واجب الاتباع ہے۔

اور بھولے بھالے محبِّ اہلِ بیتؓ مسلمان ان دعوے داروں اور ان کے مذہب کو اسلام کی شاخ تسلیم کر لیں۔ تو وہ (مرزا) اگر ظلی، بروزی امّتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور کلمہ، قرآن، رسالت و توحید میں کوئی کمی بیشی (جیسے ائمہ شیعہ نے کی) نہ کرے تو وہ کیوں مسلمانی سے خارج ہوا۔ (معاذاللہ)

ع اے باد صبا ایں آوردہ تست

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملہم من اللہ ہونے پر دلیل۔ حدیثِ نبوی سوال ۲۲۵ کے جواب میں بیان ہو چکی۔ مزید یہ ہے کہ فرمانِ رسولؐ ہے "اے اللہ اسلام کو عمرؓ بن خطاب کے ذریعے عزت اور غلبہ دے۔" (احمد۔ ترمذی، شیعہ کتب احتجاج طبرسی) نیز فرمایا: "اللہ نے حق عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ حق ہی بولتے ہیں۔" (مشکوٰۃ ص ۵۵۷) نیز حضرت علیؓ کا فرمان ہے: "ہم یہ بات انوکھی نہیں جانتے تھے کہ سکینہ (امر غیبی و الہام) عمرؓ کی زبان سے بولتا ہے۔ (بیہقی)

س ۲۶۳ : اگر یہ کام فی الواقعہ الہام سے ہوا تو حضرت عثمانؓ نے قبول کرنے میں احتیاط کیوں برتی؟

ج : الہام مثلِ وحی قطعی نہیں ہوتا۔ دوسرا عالم و مجتہد شرعی دلائل سے پرکھ سکتا ہے اور حضرت عثمانؓ نے تو یقیناً قدر کی کہ از سرِ نو پھر نہیں لکھوایا۔ اسی نسخہ کو امّ المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ سے منگوا کر مزید احتیاط سے نقلیں کرائیں اور اطرافِ عالم میں

اشاعتِ قرآن کا زبردست فریضہ سرانجام دیا۔

س ۲۶۴ بھی حل ہوگیا۔ نہ ازسرِ نو جمع ہوا نہ متضاد الہام ہوا۔

س ۲۶۵: سورت بقرہ میں عدت وفات کی آیتِ ناسخہ منسوخہ سے پہلے کیوں ہے؟

ج: عمل ناسخ پر ہوگا منسوخ پر نہیں اس لیے اسے مقدم کیا گیا۔

س ۲۶۶-۲۶۷: فاما الذین اسودت وجوھھم۔ اس مبتدا کی خبر بتائیے اگر محذوف ہے تو کیا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محذوف کیا۔ حدیث متواتر سے ثبوت دیں ورنہ قرآن کو ناقص کہیں؟

ج: سنا کرتے تھے کہ آج سے ساٹھ سال قبل شیعوں کے مجتہد مرزا احمد علی لاہوری نے قرآن پر مسلسل اعتراضات کیے تھے اور پھر (معاذ اللہ) یہ کفریہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ "ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں"۔ وہ تو وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ (جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں) کے تحت نارِ جہنم کا وقود اور ایندھن بن چکا۔ اب انہی گھسے پٹے کفریات کو ہمارے سائل نے بھی سو سوال میں پھیلا کر جہنم کی الاٹمنٹ کرالی ہے۔ یہ اعتراض قرآن سے بغض اور ذوقِ عربیت نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ کسی غیر مسلم نے بھی یہ طعن نہیں تراشا۔ پوری آیت یوں ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ	رہے وہ لوگ جن کے چہرے کالے ہوں
أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ	گے تو ان سے کہا جائیگا کیا تم نے ایمان کے
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ (پ۴ ع۲)	بعد کفر کیا تو اپنے کفر کی پاداش میں عذاب چکھو۔

یہ جملہ استفہامیہ ہی حکماً اور معناً خبر ہے کیونکہ خبر بنائے بغیر اس کا ماقبل سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ جب جملہ استفہامیہ خبر ہو تو اسے مادہ قول سے فعل مجہول کا نائب فاعل بناتے ہیں تو ترکیب نحوی میں "یقال لھم" محذوف سمجھا جائے گا اور اس پر دال یہی مقولہ (جملہ استفہامیہ سوالیہ) ہوگا۔ جیسے ترجمے سے واضح ہے اور خبر کی کمی و حذف کا کچھ نشان نہیں ہے۔ یہی بات ہماری تفسیر روح المعانی پ۴ اور جلالین، بیضاوی میں لکھی ہے۔ شیعہ کی مجمع البیان طبرسی ص ۴۷۸/۱ پر ہے۔

اور امّا کا جواب۔ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ میں "فیقال لھم أکفرتم" الآیۃ محذوف ہے۔ کیونکہ چہروں کی سیاہی بطور جھڑک اس پر دلالت کرتی ہے گویا وہ خود ناطق ہے اور ماقبل بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بہت سے مقامات میں قول محذوف ہوتا ہے جیسے وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُو رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا۔ یعنی یقولون محذوف ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا۔ کیونکہ مجرموں کا سر جھکانا بزبانِ حال یہ کہنا ہے اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

جب یہ عربی اسلوب کے تحت ہے تو یقال لھم کے حذف پر حدیثِ متواتر کی کیا ضرورت ہے۔ بالفرض یہ لفظ اکفرتم سے پہلے تلاوت کیا جائے تو کلام کی بلاغت اور اعجاز ختم ہوجائے گا۔ معمولی عربیت سے سُدھ بُدھ رکھنے والا اسے ناجائز اضافہ قرار دے گا۔ شیعہ بلاغت اور محاوراتِ قرآنی کو کیا جانیں؟ "بھینس کے آگے بین بجانے" والا مسئلہ ہے۔ الغرض نہ قرآن ناقص ہے نہ صحابہؓ کو غلطی لگی ہے۔

س ۲۶۸-۲۶۹: اتقان میں ہے کہ عثمانؓ نے برأت کو انفال کا جزو سمجھ کر دونوں کو ملا دیا اور بسم اللہ نہیں لکھی۔ کیا عہد ابوبکرؓ والے قرآن میں بھی ایسا ہی تھا؟ تو کیا معتبر نہ ہُوا۔

ج: حضرت ابوبکرؓ والے صحیفہ میں بھی برأت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ تھی تو ابوبکر و عثمانؓ میں نہ کوئی اختلاف ہے نہ قطع برید کا کسی پر الزام ہے۔ نہ کوئی نئے الہام کی فرضی داستان ہے۔

بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ قسطلانی میں یہ لکھی ہے "کہ سورت توبہ امان اٹھانے (اعلان جنگ) کے لیے نازل ہوئی ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم میں امان پائی جاتی ہے۔ (اس تعارض کی وجہ سے آنحضورؐ نے بسم اللہ نہ لکھوائی) یا یہ وجہ ہے کہ آنحضورؐ اس کا موضع محل نہ بتا سکے تھے کہ وفات ہوگئی۔ (کیونکہ یہ سب سے آخری سورت ہے) اور اس کا مضمون (جہاد) انفال کے مضمون کے مناسب تھا۔ کیونکہ اس میں کفار سے معاہدات کا ذکر تھا اور توبہ میں معاہدات اٹھانے کا تو اس کے بعد اسے رکھا گیا۔ (حاشیہ بخاری ص ۶۷۱)

س ۲۷۰: عثمانؓ نے قطع و برید اور اضافہ کیوں کیا؟

س ۲۷۰ : ج۔ یہ سالقہ تقریریں دفع ہوگیا کہ عثمانؓ نے کوئی حک و اضافہ نہ کیا۔

س ۲۷۱، ۲۷۲ : ابنِ مسعودؓ سے قرآن پڑھو اسے (فرمانِ رسولؐ) تسلیم کرتے ہیں؟ اگر تسلیم کرتے ہیں تو اتقان میں لکھا ہے ان کے مصحف میں بسم اللہ تھی۔ اب کیوں نہیں؟

ج : فرمانِ رسولؐ تسلیم ہے مگر اس کے ساتھ تین اور بزرگوں سے بھی قرآن سیکھنے کا حکم ہے۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص۵۷۴) حقیقت یہ ہے ان بزرگوں سے توبہ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کے متعلق کچھ منقول نہیں اور باقی صحابہؓ کا تو حال معلوم ہو چکا۔ تو فیصلہ نص از پیغمبر نہ ہونے کی صورت میں کثرت رائے پر ہوا۔

س ۲۷۳ : خدا نے قرآن کے قائم رکھنے کا حکم کس کو دیا؟ یہ حکم کس آیت میں ہے؟

ج : بعد از نبی حضرات صحابہ کرامؓ اور علماء امت کو یہ حکم ہے اور آیات بکثرت ہیں جو ملاحظہ کریں:

۱ : وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ۔ (پ ۷ ع ۸۔ ترجمہ مقبول ص۱۵۳) — اور یہ قرآن بذریعہ وحی میرے پاس اس لیے بھیجا گیا کہ اس کے ذریعے میں تم کو بھی ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ پہنچے۔

۲ : وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ ۔۔۔۔ الخ

ترجمہ: "اور یہ کتاب جو ہم نے اتاری ہے برکت والی ہے، پس تم اس کی پیروی کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (مبادا) تم یہ کہہ دو کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب نازل کی گئی تھی اور ہم ضرور اس کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر تھے یا یہ کہہ دو کاش ہم پر کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے کہیں زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اب تو تمھارے رب کے پاس سے کھلی دلیل اور ہدایت اور رحمت آگئی پس اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے یا ان سے روگردان ہو" (پ ۸، ع ۸ ترجمہ مقبول شیعہ ص۱۷۷)

قرآن آئندہ نسلوں تک پہنچے گا اور فریضۂ انذار ادا کرنے کرانے والے جانشینِ پیغمبر ہیں کتاب اللہ کی پیروی سے ہی رحمت، ہدایت اور ایمان و عمل کی دلیل حاصل ہوگی۔ کتاب اللہ کی یہ دولت صرف اہلِ سنّت مسلمانوں کو حاصل ہے شیعہ کے اعتقاد میں تو قرآن غار میں یا حضرت علیؓ کے ساتھ قبر میں دفن ہو گیا وہ ان تک کیسے پہنچے؟ یا ان کو کیسے رحمت و ہدایت حاصل ہو؟

یہ تو تکذیب و اعراض کر کے سب سے بڑے ظالم (اور جہنمی) ثابت ہوئے۔

س ۲۷۴-۲۷۵ : کن کن اصحابؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا قرآن پڑھا؟ صرف پانچ کے نام لکھیے۔ جنھوں نے رسول اللہ سے قرأت یاد کی؟

ج : لاتعداد ہیں۔ جب صرف جنگِ یمامہ میں ۷۰۰ حفاظ اور قاریوں نے شہادت پائی تو کثرت کا کیا کہنا۔ درج ذیل روایات میں جن جن اشخاص کا ذکر ہے، وہ بڑے بڑے قرّاء اور حفاظ کا بطورِ نمونہ اور اتفاقیہ ہے حصر نہیں کہ صرف انھوں نے ہی پڑھا۔ بخاری شریف ص۷۴۸ باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین احادیث میں سات بڑے قاریوں کا ذکر ہے۔

۱۔۔۔ چار آدمیوں سے قرآن پڑھو: عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ، ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ (بخاری)

۲۔۔۔ انصار میں سے چار حضرات نے عہدِ نبوی میں قرآن جمع کیا۔ ابی ابن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید سعد بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

۳۔۔۔ چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابوالدرداءؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابوزیدؓ۔

ان سب میں حضرت زید بن ثابت موجود ہیں جو عہدِ صدیقی کی قرآن کمیٹی کے امیر تھے اور سائل کو قرآن مشکوک و غلط جتلانے کے لیے ان سے خاص دشمنی ہے۔

س ۲۷۶ : جبریلؑ کی ترتیب سے جو کتاب حضورؐ نے تیار فرمائی وہ کیا ہوئی؟

ج : وہ زبانی ترتیب سے یاد کرانا تھا، یاد کرا دیا کتاب کی مکمل شکل نہ تھی۔

س ۲۷۷ : قاضی ابوبکر کہتے ہیں ممکن ہے سورتوں کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دی ہو اور ممکن ہے کہ یہ کام اپنے بعد امّت کے سپرد کیا ہو۔ دوسری بات زیادہ قریب ہے۔ فرمائیے جب آیات کی ترتیب دی تھی تو سورتوں کی ترتیب خود ہی وجود میں آگئی؟

ج : قاضی صاحب بطور شک فرما رہے ہیں جو معتبر نہیں ہمارے ہاں آیات اور سور کی ترتیب منجانب خدا اور رسولؐ ہے چنانچہ شرح لمعات میں ہے۔ رہی سورتوں اور

آیات کی ترتیب تو تمام اُمّت کا اجماع اور نصوص لگاتار اس پر دلیل ہیں کہ ان کی ترتیب توفیقی یعنی خدا و رسولؐ کی طرف سے بتائی ہوئی ہے۔ اگلے سوال میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

س ۲۷۸: اگر حضورؐ نے اُمّت کے سپرد کیا تھا تو ابوبکرؓ و زیدؓ نے خلاف سنت کیوں سمجھا؟

ج: ترتیب آیات و سور امّت کے سپرد نہ تھی۔ قرآن کے احکام کی طرح اس کی آیات اور سور کی ترتیب اور ان کے نام بھی الہامی ہیں اور حیات نبویؐ میں قرآن کی پوری ترتیب ہو چکی تھی موجودہ قرآن اسی ترتیب کے مطابق ہے۔ البتہ کتابی شکل میں پورا قرآن مدون نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں یہی کام ہوا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول یَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ میں بیان فرما دیا ہے کہ قرآن صحیفوں میں جمع ہے۔ قرآن صحیفوں میں لکھا ہوا موجود تھا لیکن اس کے اجزا متفرق تھے حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جو ان کے بعد محفوظ رہا اور حضرت عثمانؓ نے اس کے متعدد نسخے نقل کرائے دوسرے شہروں میں بھیجے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱)

حدیث کی کتابوں میں اس قسم کی بکثرت روایات ہیں کہ جب کوئی سورت آیت یا حکم نازل ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھا جائے اور جب ایک سورت ختم ہو جاتی تھی تو دوسری شروع ہوتی تھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ بیک وقت مختلف آیات نازل ہوتی تھیں آپؐ انہیں مضمون اور معنی کی مناسبت سے مختلف سورتوں میں لکھواتے تھے اس طرح قرآن کے نزول کے ساتھ آپ کی ہدایت کے مطابق آیات و سور کی ترتیب بھی ہوتی جاتی تھی۔ آپ کی نمازوں کے سلسلہ میں اس قسم کی بہت سی روایات ہیں کہ فلاں فلاں وقت کی نماز میں آپؐ نے فلاں فلاں سورتیں پڑھیں اس سے معلوم ہوا کہ سورتوں کے نام بھی متعین ہو چکے تھے۔ بخاری کی یہ روایت عہدِ نبوی میں ترتیب قرآن کا نہایت بین ثبوت ہے کہ حضرت جبریلؑ ہر سال آپؐ کو ایک مرتبہ قرآن سنایا کرتے تھے اور وفات کے سال دو مرتبہ سنایا۔

یہ مسلّم ہے کہ آپؐ کی وفات سے پہلے پورا قرآن نازل ہو چکا تھا اس لیے پورا قرآن سنانے کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ مرتب بھی تھا بعض صحابہؓ کے پاس پورا قرآن جمع تھا اور

وہ اس کا دورہ کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ کا بیان ہے کہ میں نے قرآن جمع کیا تھا اور اس کو ایک رات میں تمام کر دیتا تھا..... الخ۔ (تاریخ اسلام از مولانا سید معین الدین ندوی ج ۱ ص ۱۲۷)

س ۲۷۹: یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ۔ کیا اس حکم کی تعمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی؟

ج: یقیناً کی۔ کہ زبانی تبلیغ سے فرداً فرداً ہر ایک کو پہنچا دیا۔

س ۲۸۰: وہ قرآن چھوڑ کر امّت نے دو مرتبہ جمع کی زحمت کیوں اٹھائی؟

ج: جس کو جو انعام ملتا ہے اس کی حفاظت ضروری ہے خصوصاً اگلی نسلوں تک جب پہنچانا ہو یہ اس کے بغیر ممکن نہ تھا کہ عہدِ نبویؐ کی تحریرات کو یکجا جمع کر کے ایک کتاب و جلد بنا دی جائے۔

س ۲۸۱: اگر نہیں پہنچایا یا ادھورا رہنے دیا تو حکم خدا کی خلاف ورزی نہ کی؟

ج: قرآن یقیناً پہنچایا ادھورا نہ چھوڑا، خلاف ورزی وہ ملعون ٹولہ کر رہا ہے جو قرآن کو ناقص، عیب دار اور مشکوک جتلا کر پورے دین پر ہاتھ صاف کر رہا ہے۔

س ۲۸۲: قرآن سات حرفوں پر نازل ہوا اب صرف لغتِ قریش پر کیوں ہے؟

ج: سوال ۲۵۰ کے تحت مفصّل جواب ہو چکا ہے کہ اصلاً صرف لغت قریش پر اُترا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہولت کے لیے مزید لغتوں کی اجازت چاہی جو مل گئی پھر جب لغت قریش عام ہو گئی اور اسلام عرب سے نکل کر عجم میں چھا جانے لگا تو ان کے لیے سات لغتیں مزید مشقّت اور اختلاف کا باعث تھیں لہٰذا صرف وہ لغتِ قریش لازم قرار دی گئی جس میں عرشِ معلّیٰ سے اُترا تھا اور کتابت تو صرف ایک حرف پر ہی ہو سکتی تھی تو لغتِ قریش کے رسم الخط کو ہی اپنایا گیا۔

س ۲۸۳: اتقان ج ۱ ص ۶۲ پر ہے کہ مصحفِ علیؓ نزولی ترتیب پر تھا، وہ خلفائے کیوں قبول نہ کیا؟

ج: یہ روایت شاذ ہے ہم اسے صحیح ماننے کے لیے تیار نہیں کہ حضرت علیؓ نے قرآن جمع کیا ہو اور خلفا نظر انداز کر دیں۔ فرض کیجئے انھوں نے قبول نہ کیا تو اس وقت

کہ مسلم معاشرہ سے تاہنوز اس کا نام و نشان کیوں نہیں ملتا۔ کم از کم شیعوں کے پاس تو ہونا چاہیئے تھا مگر یہ بے چارے بھی خلفاء ثلاثہؓ اور تمام صحابہؓ والے قرآن سے رسمی تعلق جتلا کر عوام کے سامنے مسلمانی کا بھرم قائم رکھے ہوئے ہیں۔

اور اگر حکمتِ خداوندی نے اسے موجودہ قرآن کے سوا بالکل معدوم کر دیا ہے تو اب نئے شوشے چھوڑنا اسلام و قرآن سے زبردست دشمنی ہوگی اور خدا کی سنّت اور تقدیر سے بغاوت سمجھی جائے گی۔

بالفرض والمحال اگر صحیفۂ مرتضوی کی ساخت اور پیشی تسلیم کی جائے تو قبول نہ ہونے کی مسئولہ تین وجوہات یہ ہیں:۔

۱ ــــ وہ ترتیبِ نزولی پر تھا۔ بعض چھوٹی سورتیں تو اکٹھی نازل ہوئیں مگر بعض بعض کی متفرق آیات اتریں جو تاریخ وار ترتیب سے جمع ہوں تو ایک کی آیات دوسری سورت میں گڈمڈ ہو جاتیں۔

۲ ــــ حفظ تو ہر سورت کی آیات کا اپنی ترتیب پر کرنا ہوتا۔ مخلوط شکل کا حفظ ناممکن تھا۔

۳ ــــ قرآنِ حکیم میں معنی و مضامین کے لحاظ سے کوئی ربط و اتصال نہ ہوتا۔ متفرق سورتیں یا آیتیں ایک دوسری سے الگ الگ نظر آتیں۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ قرآنِ کریم مکّی و مدنی ۲۳ سالہ زندگی میں حسبِ ضرورت اور درپیش مسائل و حادثات کے مطابق ہوا جنہیں شانِ نزول کہا جاتا ہے وہ تقدیرِ ازلی کے مطابق آگے پیچھے رونما ہوئے۔ لوحِ محفوظ میں مکتوب قرآن محفوظ ان واقعات کے تابع نہ تھا اور نہ واقعات ترتیبِ لوحی سے رونما ہو رہے تھے تو پھر ترتیبِ نزولی کا ترتیب اصلی سے کوئی تعلق تھا۔ ورنہ وہ یومیہ خبرنامہ یا ڈائری بن جاتا۔ ایک قانونی، اصلاحی اور مکمل مرتب کتاب کی شکل نہ ہوتی اس کی ایک حسّی مثال یوں سمجھیے کہ مثلاً ایک دلہن کو اس کی سب زندگی کا ہر قسم کا سامان بطورِ جہیز دیا گیا اس نے تمام اشیاء کو ایک سلیقہ اور ترتیب سے رہائشی مکانوں میں سجا دیا۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ جس ترتیب سے اس نے رکھا ہے اسے استعمالی ضرورت بھی اسی ترتیب سے ہو بلکہ ایک چیز کی دن میں ۵ مرتبہ ضرورت ہوگی تو دوسری کی ۲۰ سال بعد ضرورت پڑ سکتی ہے

اب اگر وہ ایک چیز استعمال کر کے اپنی جگہ واپس رکھ دے تو سلیقہ شعاری ہے اور اگر ہر چیز حسبِ ضرورت اٹھا کر استعمال کرتی رہے اور ایک سٹور روم یا صحن میں استعمالی ترتیب سے رکھتی رہے تو سب گھر کباڑ خانہ اور بھدّا محسوس ہوگا۔ بس اسی مثال سے سمجھیئے کہ قرآن مجید حسبِ ضرورت و واقعات لوحِ محفوظ سے تھوڑا تھوڑا اترتا رہا تو اس کی آیات و سور کی لوحی ترتیب حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کو بتلائی جاتی رہی جب وہ مکمل اُتر چکا تو سب سُورتوں اور آیتوں کو اسی طرح مرتب جمع کیا گیا جو لوحِ محفوظ میں تھی اور یہ حقیقت اسی آیتِ کریمہ سے ثابت ہے:

بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۝ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (بروج) بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو ایک محفوظ تختی پر مکتوب و محفوظ ہے

تفسیر ابن جریر طبری ص ۹ ج ۱۰ پر اس کی تفسیر یہ ہے کہ لوح سے مراد عند اللہ محفوظ تختی ہے اور مجاہد اسے امّ الکتاب کہتے ہیں اور انس بن مالکؓ اسے حضرت اسرافیل علیہ السّلام کی پیشانی قرار دیتے ہیں۔ تفسیر قمی میں حضرت صادق سے بروایت تفسیر صافی للکاشانی ص ۳۱۲ ج ۵ یہی تفسیر نقل کی گئی ہے نیز یہ کہ وہ تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے۔

شیعہ تفسیر مجمع البیان ص ۴۶۹ ج ۵ میں ہے کہ قرآن ایک تختی پر ہے جو تغیر، تبدیلی، کمی اور زیادتی سے پاک ہے۔ نیز وہ اللہ کے ہاں امّ الکتاب میں محفوظ ہے جس سے قرآن اور دیگر آسمانی کتابیں نقل کی گئی ہیں جسے لوحِ محفوظ کہتے ہیں اور وہ ایک سفید موتی سے بنی ہے جس کا طول آسمان و زمین اور عرض مشرق و مغرب کو حاوی ہے۔ (از ابنِ عباسؓ و مجاہد)

س ۲۸۴: اہلِ سنّت تحریفِ قرآن کے معتقد ہیں یا نہیں؟

ج: ہرگز نہیں، تبھی تو شیعہ کو باطل پرست جانتے ہیں۔

س ۲۸۵: اہلِ سنّت تحریف کا اعتقاد رکھنے والے کو کیا سمجھتے ہیں؟

ج: جو شخص یا گروہ بعد از پیغمبر قرآن میں کمی بیشی یا تبدیلی کا قائل ہو یا وہ کسی دور میں ایسی تبدیلی کرنا چاہے یا لوگوں کو ناقص اور محرف قرآن باور کرانا چاہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس پر ہماری کتابیں اور فتاویٰ جات بالکل واضح ہیں۔ ہماری بنیادی کتاب "تعلیم الاسلام" از مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حصّہ سوم ص ۱۲ بحث قرآن میں ہے:

"قرآنِ مجید کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ محفوظ ہے اس میں ایک نقطہ کی بھی

کمی بیشی نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو سکے گی اور پہلی کتابوں میں لوگوں نے تحریف کر ڈالی۔"

پھر حصہ چہارم ص۱۱ پر اس قرآن کے اصلی ہونے کی پہلی دلیل یہ دیتے ہیں:

"قرآنِ مجید کا متواتر ہونا یعنی تواتر کے ساتھ حضورؐ کے زمانے سے آج تک نقل ہوتے چلا آنا ہے۔" (جو چیز تواتر سے ثابت ہو جائے اس کا ثبوت یقینی اور قطعی ہوتا ہے اسی میں کسی طرح شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔)

س ۲۸۶: حیاتِ پیغمبر میں سلسلہ نسخ بند ہو گیا تھا یا نہیں؟

ج: آخر عمر میں جا کر رُک گیا جو اللہ کو منظور تھا۔

س ۲۸۷، ۲۸۸: کیا حضورؐ نے منسوخ شدہ آیات کو ناسخ آیات سے بدلا تھا یا نہیں؟ ورنہ نبیؐ نے خدا کے حکم سے سرتابی کی۔

ج: منسوخ کو ناسخ سے بدل دینا یہ اللہ کا کام تھا۔ رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں کیونکہ آپ خود تو آیتیں نہیں بناتے تھے۔ اللہ کا فرمان ہے: "ہم جو آیت منسوخ (یعنی اس پر عمل کرنے کا حکم واپس لیں یا مدّتِ عمل ختم کر دیں) کریں یا وہ بھلا دیں تو اس سے اور بہتر ہم لاتے ہیں۔" (بقرہ ع ۱۳)

ہاں رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ کی نشاندہی فرما دیتے اور صحابہؓ مشہور کرتے تھے پھر نسخ کی کئی قسمیں ہیں۔ نسخ فی التلاوۃ جیسے آیتِ رجم، نسخ فی الحکم جیسے آیتِ عدۃ۔ نسخ فی التلاوۃ والحکم معاً جیسے احزاب کی کچھ آیات، نسخ بالنّسیان جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی پھر کچھ علماء حکم میں معمولی تغیّر پر نسخ کا اطلاق کرتے ہیں اور کچھ علماء بالکل حکم اُٹھ جانے یا متضاد آ جانے کو نسخ کہتے ہیں۔ ان کے ہاں منسوخ آیات کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

س ۲۸۹: جب آپ کے ایمان میں قرآن کو مکمل کہنا ہی منع ہے۔ (قولِ ابنِ عمرؓ در اتقان) پھر قرآن کے جامع و کامل ہونے پر آپ کا عقیدہ کیسے درست ہے؟

ج: وہ تمام منزل شدہ آیات، جو عہدِ نبوی میں ہی منجانب اللہ شہادت قرآنی سے منسوخ ہوئیں یا بھلائی گئیں۔ کے لحاظ سے یہ مقولہ ہے کیونکہ اسے کل منزل کہنا خلاف

واقع ہے لیکن منسوخ و منسیّ کے علاوہ یہ قرآن تا قیامت جامع و مکمل رہے گا۔ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱۔ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (پ۱۴، ع۱)

بے شک ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کی یقیناً حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ آیت اس خدشہ کے ردّ میں اُتری کہ آئندہ نسلیں کہیں یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں تحریف نہ کر دیں۔ اللہ نے ضمانت دی کہ ہم ہی نے اتارا، ہم ہی یقیناً لوگوں کی دست برد اور تحریف سے اس کی حفاظت کریں گے۔

۲۔ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ (پ۲۴، ع ۱۹)

یہ بڑی زبردست کتاب ہے اس میں باطل نہ سامنے آ سکتا ہے، نہ پیچھے سے۔ یہ خدائے حکیم کا اتارا ہوا ہے جو خوبیوں والا ہے۔

قرآن میں انسانی تصرف سے کمی بیشی اور تحریف ایک باطل مداخلت ہے جس کی نفی خود قرآن نے کی ہے۔

۳۔ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ (قیامہ پ۲۹)

اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمّہ ہے پھر جب ہم اسے پڑھیں تو ہماری قرأت کی اتباع کریں پھر اس کی تشریح بھی ہمارے ذمّے ہے۔

جب جمع کی ذمہ داری خود خدا نے لے لی ہے تو حسبِ حالات۔ اپنے پیغمبرؐ سے پھر خلیفۂ اوّل صدیقِ اکبرؓ سے پھر عثمان ذوالنورینؓ سے جمع، حفاظت اور اشاعت کی جو خدمت خدا نے لی وہ سب صحیح، گارنٹی شدہ اور خدائی جمع کی ہی شکل اور ایفائے عہد ہے تو قرآن اسی طرح کامل و مکمل اور ہادی تا قیامت رہے گا۔ اس عقیدہ کے مخالف اور جمع قرآن پر اعتراضات کرنے والے۔ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھے جائینگے۔

س ۲۹۰: جو دعویدارِ اسلام قرآن سے کراہت کرے اسے کیا سمجھیں گے؟

ج : اس کے ایمان میں خلل ہے جیسے شیعہ قرآن کے حفظ اور اشاعت کو ناپسند کرتے ہیں۔

س ۲۹۱ : کیا اللہ کا رسولؐ قرآن کو مکروہ سمجھ سکتا ہے ؟

ج : یہ کراہت خاص قرآن سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے جس کا نہ ہونا ہی قرآن کی تعظیم ہے مثلاً کوئی شخص بول و براز کی جگہ یا غسل خانے میں یا تیزی میں قطع حروف کے ساتھ یا تحریف اور غلط ترجمہ کے لیے قرأت کرے تو ایسی قرأت قرآن کو ناپسند کیا جائے گا۔

س ۲۹۲ : جو فرقہ سیّد الانبیاءؐ پر کراہتِ قرآن کا الزام لگائے وہ مفتری نہیں ہے ؟

ج : یہ الزام کوئی نہیں لگاتا۔ البتہ جو فرقہ سیّد الانبیاءؐ پر یہ الزام لگائے کہ آپؐ نے پورا قرآن صرف حضرت علیؓ کو پڑھایا لکھوایا۔ علیؓ نے صرف اپنی اولاد کو پڑھایا اور دیا اور وہ ایک ایک امام کی دست بوسی کرتا ہوا جب مہدی العصر تک پہنچا تو وہ صاحب غار میں لے کر چھپ گئے اور اربوں، کھربوں مسلم دنیا اس قرآن کا نہ منہ دیکھ سکی نہ ایک لفظ سُن سکی۔ یقیناً یہ فرقہ مفتری بر رسول اور غیر مسلم ہے۔

س ۲۹۳ : نبی پر افتراء اور نسبت کذب کرنے والا مدعی اسلام فرقہ کس سزا کا مستحق ہے ؟

ج : آپ کا بالا عقیدہ اگر درست ہے تو یہ شیعہ فرقہ دوزخی ہے مزید سزا تمام علماء کو اپنا عقیدہ لکھ کر معلوم کر لیجیے اور اخبارات میں شائع کرائیے اور اپنے شیعہ، دشمنِ اسلام و قرآن ہونے پر فخر کیجیے۔

س ۲۹۴ : اس روایت پر آپ کا کیا تبصرہ ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہؐ سے کہا کہ آیتِ رجم لکھوا دیجیے۔ فکانہ کرہ ذٰلک ۔ گویا آپؐ نے اسے مکروہ جانا ؟

ج : "کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ" یہ مثل آپ کی کارروائی پر صادق ہے۔ چار تمہیدی بالا سوال اسی لیے بنائے کہ رسولِ خداؐ کو یا اہلِ سنّت نبی کو مجرم قرار دیں مگر خود اپنے کھودے ہوئے کنوئیں میں گر پڑے ۔ کَرِہَ کا مفعول ذٰلِکَ اسم اشارہ مذکر ہے۔ جس کا مرجع اکتب کا مصدر کتابت اور لکھوانا ہے۔ آیتِ رجم نہیں ہے یعنی آیتِ رجم کو ناپسند نہیں کیا ہے کیونکہ اس کی طرف اکتبہا ضمیر مؤنث راجع ہے، بلکہ آیتِ رجم کی کتابت کو آپؐ نے ناپسند فرمایا۔ کیونکہ یہ منسوخ فی التلاوت والکتابت

ہے اور یہی روایت اس کی دلیل ہے۔

س ۲۹۵ : مسلک اہلِ سنّت کے مطابق حقیقت و ماہیت قرآن کیا ہے ؟

ج : ۱۰۰ میں صرف یہ آخری دو سوال کچھ معقول ہیں باقی سب لغویات کا پلندہ تھے۔ قرآن ان الفاظ، ترتیب اور معانی کے مجموعہ کا نام ہے جو حضرت جبریل علیہ السّلام رسولِ خدا کے قلبِ مبارک پر نازل فرما گئے اور یہ خدا کا نفسی قدیم کلام ہے اس کی صفت ہے اس کے ساتھ قائم ہے۔ حادث و مخلوق نہیں ہے البتہ وہ واقعات و مسائل مخلوق ہیں جن کے بارے میں قرآن اُترتا رہا۔ بظاہر عربی کے لغوی الفاظ حادث معلوم ہوتے ہیں مگر قرآنی کلمات و الفاظ پھر بھی قدیم ہیں۔ لغتیں اور بولیاں بعد میں پیدا ہوئیں۔ قدیم الفاظِ قرآنی کی ان سے مطابقت اور یکسانیت ظاہر ہو گئی۔ ہماری تلاوت کے الفاظ و لہجے حادث ہیں کہ ہمارا کسب اور خدا کی مخلوق ہیں۔

س ۲۹۶ : سنّی مذہب کے مطابق قرآن کہاں سے نازل ہوا ؟ حروفِ سبعہ سے کیا مراد ہے ؟

ج : لوحِ محفوظ سے ۔ آیت سورت بروج کا حوالہ گزر چکا ہے اور پہلی آیت اقرأ باسم ربک نازل ہوئی ۔ حروف سبعہ کی تشریح مختصراً سوال ۲۵۰ میں گزر چکی ہے ۔ مزید وضاحت یہ ہے کہ حروف کے اختلاف سے مراد قرأتوں کا اختلاف ہے اور سات حروف سے مراد اختلافِ قرأت کی سات نوعیتیں ہیں۔ متقدمین میں سب سے پہلے یہ قول امام مالکؒ المتوفی ۱۷۹ھ نے کیا۔ مفسرِ قرآن علامہ نظام الدین قمیؒ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں امام مالک کا یہ مذہب نقل کر کے مفرد و جمع، تذکیر و تانیث، وجوہ اعراب، ادواتِ نحو، لب و لہجہ میں اختلاف قرأۃ کی مثالیں دی ہیں۔

علامہ ابنِ قتیبہ، الشیخ عبد العظیم زرقانی، ابو الفضل رازی، محقق جزری، قاضی باقلانی وغیرہ اسی مذہب کے قائل ہیں کیونکہ اس میں حروف و قرأت کو جدا جدا چیزیں نہیں ماننا پڑتا اور سات حروف کے معنی بلا تکلف و تاویل درست ہو جاتے ہیں۔

(ماخوذ از علوم القرآن ص۱۱۰-۱۱۱ مؤلفہ مولانا محمد تقی عثمانی جسٹس وفاقی شرعی عدالت)

مطاعنِ صدیقی

س ۲۹۷: کیا دعوتِ ذوالعشیرہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ شریک تھے ؟

ج : اس دعوت کے متعلق ہم مفصّل کلام اور شیعی استدلال کا رد "تحفہ امامیہ" سوال ۳۰ کے تحت کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک کمزور تاریخی روایت ہے۔ سیرت و حدیث کا مستند واقعہ نہیں۔ پھر بنو عبدالمطلب کی تعداد ۴۰ تک پہنچی ہی نہ تھی نیز بصورتِ صحت یہ جہری تبلیغ کا واقعہ ہے۔ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ۔ نازل ہوئی تھی تو آپ نے تمام برادری کے غیر مسلم افراد کو بلا کر دعوتِ طعام دی، پھر توحید و رسالت کی تبلیغ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، چونکہ تین سال قبل، پہلے دن ہی اسلام قبول کر چکے تھے اس لیے اس خانگی بنو اعمام کی دعوت میں شرکت کا سوال نہ تھا۔

مولانا آزادؒ اور غلام رسول مہرؒ "رسولِ رحمتؐ" میں لکھتے ہیں :

(پہلی وحی اور نماز و وضو کی تعلیم کے بعد) ساتھ ہی پیغامِ حق کی تبلیغ شروع ہو گئی یہ سرّی تبلیغ کا دور تھا جو تین سال جاری رہا۔ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ (جن کی عمر صرف آٹھ سال تھی)، حضرت زیدؓ بن حارثہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہوئے۔ چند روز کے بعد بلال، عمروؓ بن عبسہ اور خالدؓ بن سعید بن عاص نے اسلام قبول کیا۔ (رسولِ رحمتؐ ص ۴۷)

س ۲۹۸ : اس دعوت پر رسولِ مقبولؐ نے کیا ارشاد فرمایا ؟

ج : جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا : کہ جو شے میں نے تمہارے سامنے پیش کی ہے کسی شخص نے بھی اس سے بہتر شے اپنی قوم کے سامنے پیش نہیں کی میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کی خیر لے کر آیا ہوں۔ (ابن اسحٰق و بیہقی ابن نعیم خصائص ص ۱۲۳ ج ۱، بحوالہ سیرتِ مصطفٰیؐ ص ۱۳۶) -

س ۲۹۹ : آپؐ کے پیغام کو کس کس نے قبول کیا ؟

ج : یہاں بالا کتب کی روشنی میں کسی نے قبول نہیں کیا۔ سیرت ابنِ ہشام میں اس دعوت و واقعہ کا کہیں ذکر نہیں ضعیف روایات کی روشنی میں یہاں شیعہ یہ کہلوانا چاہتے ہیں :

"کہ یہ دعوت تین دن تک ہوتی رہی۔ بنو عبدالمطلب برادری میں سے کسی نے حامی نہ بھری تو تیسرے دن حضرت علیؓ نے اس پر لبیک کہی حالانکہ آپ صغیر سن تھے۔ ابولہب مذاق اڑاتا تھا۔ غالباً دیگر حاضرین نے خلیفتی فی اھلی (میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ ہو گا۔) کے منصب کو اپنے شایان نہ جانا اور خاموش رہے۔ (حیات القلوب ص ۲۷۹ ج ۲ شیعی تفسیر مجمع البیان تفسیر قمی) تاریخ طبری ص ۳۲۰ ج ۲ میں یہ لفظ ہیں :

"کون اس شرط پر میری بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی ساتھی اور وارث بنے آپ نے تین مرتبہ یہ فقرہ دوہرایا جب کوئی نہ اٹھا تو میں سب سے چھوٹا تھا اٹھا تو آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا، تیسری مرتبہ میں نے بیعت کی پس اسی وجہ سے میں چچا کے بیٹے کا وارث (علمی) ہوں اور چچا کا نہیں ہوں۔"

روایت سے ثابت چھ باتیں شیعہ کے خلاف ہیں

یہاں سے چھ باتیں ثابت ہوئیں:

۱۔ صرف اپنی غیر مسلم برادری بنو عبدالمطلب کو دعوت تھی۔ حضرت ابوبکرؓ تیمی تو ۳ سال پہلے سے مسلمان تھے۔

۲۔ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب میں سے کسی نے بھی اسلام اور پیغمبرؐ کی حمایت نہ کی۔

۳۔ جناب ابوطالب کا بھی مومن و مسلمان نہ ہونا ثابت ہوا ورنہ ضرور لبیک کہتے۔

۴۔ حضرت علیؓ نے بھی اسلام و ایمان کا اظہار تین سال بعد اسی موقع پر کیا۔

۵۔ اس خلافت و وزارت کا مقصد برادری اور خانگی امور میں جانشین بنانا تھا۔

۶۔ انبیاء کی میراث علمی ہوتی ہے ورنہ علیؓ چچا کے بجائے چچازاد کے وارث نہ بنتے۔

س ۳۰۰ : کیا اس دعوت سے پہلے آپؐ نے عوام پر اظہارِ نبوت کیا ؟

ج : ہاں اپنے احباب اور خواص کو ضرور دعوتِ اسلام دی اور سابق، افراد کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمانؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف طلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زید، ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ یہ سات مبشر بالجنۃ،

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی دعوت اور تحریک سے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابوسلمہ عبدالاسد بن بلال عثمان بن مظعون، عامر بن فہیرہ ازدی، ارقم بن ابی الارقم، عمار بن یاسر، حضرت عباس کی اہلیہ ام الفضل، اسماء بنت ابی بکر، اسماء بنت عمیس، فاطمہ بنت خطاب (حضرت عمرؓ کی بہن) رضی اللہ تعالیٰ عنہم صادقین اوّلین کا یہ گروہ کسی گھاٹی میں جا کر نماز بھی پڑھا کرتا تھا۔ (رسولِ رحمتؐ ص۴۷ بحوالہ رحمت للعالمین ص۵۵)

سیرت ابنِ ہشام ص ۲۷۱ تا ۲۸۰ ج ۱ میں مذکورہ ناموں کے علاوہ ۳۲ مردوں، عورتوں کے اور نام نیز اسی طرح سیرت المصطفیٰؐ ص ۱۲۶ ج ۱ پر اور ذکر کیے ہیں۔

دونوں سیرت نگار اس کے بعد لکھتے ہیں: "کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو علانیہ تبلیغ کا حکم دیا اور تین سال چھپی تبلیغ کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئیں:

۱۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝ (پ۱۴ ع۶) — خدا کا حکم دو ٹوک سنائیں اور مشرکوں سے اعراض کریں۔

۲۔ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ (پ۱۹ ع۱۵) — اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔

س ۳۰۱: کیا اس دعوت سے پہلے حضورؐ نے کسی کو دعوتِ اسلام دی؟

ج: جی ہاں! خفیہ طور پر ضرور دی۔ تفصیل مذکور ہو چکی۔

س ۳۰۲: حضرت ابوبکرؓ دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر مکہ میں تھے یا نہ؟

ج: یقینی طور پر پتہ نہ چل سکا جب کہ غیر موجودگی سے ان کا نقصان بھی تھا کیونکہ وہ اس دعوتِ بنو عبدالمطلب سے تین سال پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور کافی لوگوں کو مسلمان کر چکے تھے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ سیرت النبیؐ ص ۲۰۰ ج ۱ پر رقم طراز ہیں: "حضرت ابوبکرؓ دولت مند ماہر انساب، صاحب الرائے اور فیاض تھے۔" ابنِ سعد نے لکھا ہے: "کہ جب وہ ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ (جو آپ نے تبلیغِ اسلام اور مسلمان غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر ڈالے) غرض ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں ان کا عام اثر تھا اور معززینِ شہر ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔" اربابِ روایت کا بیان ہے کہ "کبار صحابہؓ میں سے حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص

فاتحِ ایران، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم سب ان ہی کی ترغیب اور ہدایت سے اسلام لائے ان کی وجہ سے یہ چرچا چپکے چپکے اور لوگوں میں بھی پھیلا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا.... لیکن جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ محرمانِ خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔"

دعوتِ ذی العشیرہ تین برس کے بعد اعلانِ عام اور ۳ھ نبوت میں ہوئی اس میں صرف خاندانِ عبدالمطلب کے تمام افراد کو مدعو کیا گیا۔ حمزہؓ ابوطالب، عباسؓ سب شریک تھے (مگر حضرت علیؓ نوعمر لڑکے کے سوا کسی نے حضورؐ کا ساتھ دینے کا اعلان نہ کیا) مع ہذا تاریخ طبری ص ۱۱۷ ج ۲ اور تفسیر طبری ص ۶۸ ج ۱۹ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو کے واسطے سے اس کو روایت کیا ہے۔ پہلا راوی شیعی اور متروک ہے، دوسرا بدمذہب۔ اس روایت میں اور بھی وجوہ ضعف بلکہ وجوہ وضع ہیں تو نہ یہ شیعوں کو مفید ہے، نہ صدیقِ اکبرؓ کی غیر موجودگی کے لیے نقصان دہ ہے۔

شبِ ہجرت اور صدیقیؓ رفاقت

س ۳۰۳: ایسی حدیث صحیح بتائیں کہ رسولؐ اللہ نے ابوبکرؓ کو ہجرت کا ہمسفری بنایا ہو؟

ج: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امینؑ سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا۔ جبریل امینؑ نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صحیح غریب۔ مستدرک ص۵ ج۳ وزرقانی ص ۲۲۶ ج ۱)

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؐ عین دوپہر کے وقت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے عرض کی: "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں کیا اس ناچیز کو ہم رکاب ہونے کا شرف حاصل ہو سکے گا؟" آپؐ نے فرمایا: "ہاں!" (سیرت المصطفیٰ ص ۲۷۴ ج ۱) اور شیعہ کی تفسیر حسن عسکری میں ہے کہ "حضرت جبریل وحی لائے کہ ابوبکرؓ اگر اس سفر میں آپ کے رفیق اور مونس ہوں گے تو آپ کے مخلص دوست اور رفیقِ جنت (ہوں گے)۔"

س ۳۰۴: ابوبکرؓ کا قول بتائیں کہ شبِ ہجرت مجھے خصوصی طور پر حضورؐ نے بلایا کہ میں ان کے ساتھ جاؤں۔

ج: مذکور ہو گیا اور شیعہ کتاب حملہ حیدری میں ہے: پئے ہجرت نیز او آمادہ بود۔ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود۔ نبی بر درِ خانہ اش چوں رسید بگوشش ندائے سفر در رسید۔

چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد۔ زخانہ بروں رفت وہمراہ شد۔[۱] (سیرت المصطفیٰ ص ۲۹۱/۱۷۰)

س ۳۰۵ : توبہ کی آیت میں ابوبکرؓ کے لیے لفظ صاحبہ استعمال ہوا ہے۔ بتائیے اہلِ عرب یا صاحب الحمار کس کو کہتے ہیں؟

ج : صحابہؓ کے دشمن گدھوں کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو خر دماغ۔ صاحب الرسول میں رسول کی جگہ حمار اور حمار کی جگہ رسول بول کر دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ کفار تو کجا اس میں گدھے جتنی عقل بھی نہیں۔

تاریخ طبری کے شروع میں ہے کہ شیعۃ الشیاطین بہت پہلے سے ہیں۔ بتلائیے؟ شیعۃ الشیاطین اور شیعہ امامیہ میں کیا فرق ہے؟ لفظ "اہل النار" قرآن میں جگہ جگہ آیا ہے کیا اس سے تمہارے اہلِ خانہ تو مراد نہیں؟

س ۳۰۶ : حضرت یوسف علیہ السّلام نے کہا: یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ (قیدی ساتھیو!) اور قرآن پ۱۵ باغ والوں کے قصّہ میں ہے: قال لہ صاحبہ (اس سے دورانِ گفتگو اس کے ساتھی نے کہا) اگر اس لفظ میں خاص فضیلت ہے تو کفار کے لیے کیوں بولا گیا؟

ج : لفظ صاحب کے معنیٰ، ساتھ دینے والے اور تعلق رکھنے والے کے ہیں۔ قیدی قید سے تعلق رکھتے تھے اور یوسف علیہ السّلام کے ساتھی تھے۔ پھر تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ صاحبہ اس کافر کے پاس رہنے والا۔ اسے تبلیغ کر رہا تھا: "کیا تو نے خدا کا انکار کیا جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا" تو دونوں جگہ صاحب ایمان پر بولا گیا۔ جیسے قرآن میں "ما ضل صاحبکم وما غوٰی" آیا ہے کہ تمہارا ساتھی (پیغمبرؐ) نہ گمراہ ہے نہ بھٹکا ہے) اس سے پتہ چل گیا کہ لغۃً لفظ صاحب اپنے مضاف الیہ کے مطابق۔ گو اعلیٰ یا ادنیٰ مفہوم دے سکتا ہے مگر قرآن میں اور پیش کردہ مثالوں میں لفظ صاحب ادنیٰ چیزوں کی طرف نسبت کے باوجود اپنے اعلیٰ مفہوم سے گرا نہیں۔ لیکن اگر لفظ صاحب اشرف اور اعلیٰ کی طرف منسوب ہو تو پھر مضاف الیہ سے خیر اور مدح حاصل کرے گا۔ جیسے صاحب النبوۃ، صاحب القرآن، صاحب بیت اللہ، اہل ایمان، صاحب النبیؐ، اصحاب الجنۃ وغیرہ۔

[۱] ہجرت کے لیے ابوبکرؓ تیار تھے کیونکہ رسولؐ اللہ نے آپؓ کو خبر دے دی تھی خود حضورؐ ابوبکرؓ کے گھر گئے۔ جب ابوبکرؓ کو سفر کی اطلاع مل گئی تو ابوبکرؓ گھر سے نکل آئے اور آپ کے ساتھ چل پڑے۔

اور یہاں صاحبہ (صاحبِ نبی) تعریف کے علاوہ اس لقب خاص کے طور پر بولا گیا۔ جس سے آنحضورؐ صاحب ابوبکر۔ اور ابوبکر، صاحبِ محمد۔ عوام کی زبان پر معروف تھے کیونکہ ہم دم، ہم راز، ہم قدم، ہم دعوت، ہم خیال، ہم مشن اور ہم دین تھے۔ اس جوڑے جیسا تعلق کسی کا ان سے یا آپس میں نہ تھا۔

س ۳۰۷ : کیا غار میں ابوبکرؓ کا حزن (غم) اطاعتِ خدا و رسولؐ میں تھا یا نہیں؟

ج : رسولِؐ خدا کی محبّت میں تھا جو اطاعت سے بھی فائق ہے۔

س ۳۰۸ : اگر اطاعت میں تھا تو امرِ حق سے "لاتحزن" (غم نہ کھا) سے منع کیوں کیا؟

ج : یہ نہی عاشقِ صادق کو شفقۃً تھی جیسے شہداء اُحد پر حضورؐ کے غم کھانے کو منع کیا گیا ولا تحزن علیھم۔ (پ۱۴ ع ۲۲)

س ۳۰۹ : اگر یہ حزن ضعیف الاعتقادی اور خدا و رسولؐ پر یقینِ کامل کی کمی کا نتیجہ تھا تو پھر فضیلت کیسے ٹھہرا؟

ج : نہ ضعف اعتقادی تھا، نہ یقین کامل کی کمی۔ عشقِ صادق کا تقاضا تھا کہ دشمن معشوق کا سر کاٹنے دروازے پر آ چکے ہیں۔ بے سروسامان تنہا عاشق و خادم اس تصوّر سے ہی بے قرار تھا۔ اگر یہاں یار اور حبیب کا غم اور فکر پیدا نہ ہوتا تو مولانا آزاد کے الفاظ میں "عشق و محبت کی عدالت کا فیصلہ ابوبکرؓ کے خلاف ہوتا۔"

س ۳۱۰ : ارشادِ خداوندی ہے کہ اللہ کے ولیوں پر خوف و غم نہیں ہوتا، تو ابوبکرؓ اولیاء اللہ سے نہ ہوئے۔

ج : یہ آخرت سے متعلق بات ہے۔ دنیا میں اپنی ذات کا خوف اور اپنے پیاروں کا حزن و غم آتا رہتا ہے۔ آپکے امام بلکہ ہر شیعہ اور نوحہ خوانی کس چیز کی غمازی کرتے ہیں؟

س ۳۱۱ : غارِ ثور میں حضرت ابوبکرؓ کو سانپ نے کیوں ڈسا جبکہ خدا کو حفاظت منظور تھی؟

ج : حفاظت کا پروگرام کافر دشمنوں سے بچانے کا تھا۔ راستے کی تکالیف، روڑا کانٹا چبھنا، موذی جانور کا ڈس لینا اس وعدے کے خلاف نہیں۔ پھر اس تکلیف میں خادمِ خاص یارِ غار صدیقِ اکبرؓ کے عشق اور صبر کا بھی امتحان تھا کہ سانپ کے ڈسنے کے باوجود نہ حرکت

کی نہ آواز نکالی حتیٰ کہ آپؐ کی گود میں سونے والے حبیبِ کبریاؐ تب جاگے جب زہر آلود آنسو آپؐ کے چہرے پر پڑے پھر آپؐ نے لعاب مبارک پاؤں پر لگایا تو اسی وقت تکلیف رفع ہو گئی جیسے خیبر کے موقع پر حضرت علیؓ کی آنکھ دُکھن آپ کے لعاب سے جاتی رہی۔ یہ لطیفہ بھی ہو سکتا ہے کہ سانپ کے ڈسنے سے یہ اشارہ ہو۔ کہ بُغضِ صحابہ سے سر بھری ایک کالی قوم صحابہ کرامؓ اور یارانِ رسول کو ڈستی ہی رہے گی اور خدا ان کے زہرِ کفر کو پیغمبرؐ کے لعابِ سُنّت سے دفع کرتا رہے گا۔

س ۳۱۲: "ان اللہ معنا" (اللہ تعالیٰ یقیناً ہمارے ساتھ ہیں)، سے آپ کیا فضیلت لیتے ہیں؟

ج: یہ سند پکڑتے ہیں کہ حضرت پیغمبرؐ اور صدیق اکبرؓ متقی، مومن، نیکو کار، صابر (یعنی جنتی اور خدا کے محبوب)، ہیں کیونکہ بار بار ارشاد ہوتا ہے۔ ان اللہ مع المومنین۔ ان اللہ مع المحسنین، ان اللہ مع الصّٰبرین نیز ان اللہ معنا۔ جملہ اسمیہ مؤکد ہونے کی وجہ سے دوام اور ہمیشگی پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ کی معیّت اور نصرت و حمایت ہمیشہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی اور خدا ان سے جدا نہ ہو گا۔ چنانچہ جیسے مدنی زندگی میں عمر بھر حضرت پیغمبرؐ اور صدیقِ اکبرؓ کو خدا کی معیّت و نصرت حاصل رہی۔ اسی طرح خلافت راشدہ میں بھی خدا کی نصرت و معیّت صدیق کے شامل حال رہی اور تمام مرتدین منکرینِ زکوٰۃ، منافقین اور مسیلمہ کذاب وغیرہ پر مکمل نصرت حاصل ہُوئی۔

نیز خدا کی معیّت پیغمبرؐ و صدیقؓ کو ایک ہی مشترک حاصل ہے علیحدہ علیحدہ نہیں ہے۔ یہ معیّت اگر پیغمبرؐ کے لیے فضیلت ہے تو صدیقؓ کے لیے بھی یقیناً ہے۔

س ۳۱۳: کیا جمع کا صیغہ تعظیماً رسولؐ کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا ہے؟

ج: ایسا ثبوت مستند تفسیروں سے درکار ہے۔ لغۃً واحد و تثنیہ کے لیے جب الگ الگ صیغے وضع کیے گئے ہیں تو بلا دلیل و قرینہ محض ابوبکرؓ سے بغض کی بنا پر لغت اور قانون بدلنا۔ بڑا ہی ظلم ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی مثال نہیں۔ احادیث میں بھی صحابہؓ کو ساتھ ملا کر یہ لفظ بولا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے: انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔ (بخاری) "جب ہم کسی قوم پر حملہ کے لیے اسکے صحن میں

اترتے ہیں تو ایسے ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔)

س ۳۱۴: قرآن میں ہے تین آدمیوں کے مشورہ میں چوتھا خدا، پانچوں میں چھٹا خدا، اور کم و بیش میں بھی خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ معیّت کافروں، مشرکوں، مسلمانوں کے ساتھ یکساں ہے؟

ج: یہ تنہائی اور سرگوشی میں معیّتِ الٰہی اور حاضر و ناظر ہونا یکساں درجہ رکھتی ہے مگر مقامِ نصرت و حمایت میں جو ان لا تنصروہ فقد نصرہ اللہ (اگر تم پیغمبرؐ کی مدد نہ کرو گے تو خدا تو ان کی نصرت کر چکا ہے ..... الخ)۔ میں مذکور ہے۔ وہ صرف مومنوں، پرہیزگاروں، صالحین اور صابروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ آیاتِ بالا شاہد کافی ہیں۔

س ۳۱۵: فانزل اللہ سکینتہٗ۔ یہ الفاظ کس کے لیے خدا نے استعمال فرمائے؟

ج: تفسیریں دو طرح کی ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے پیغمبرؐ پر رحمت و تسلّی نازل فرمائی۔ اگلا جملہ اس کا مؤید ہے۔ دوم یہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحمت و تسلّی نازل فرمائی کہ وہ اس کے (محبوب کے غم و فکر) کی وجہ سے زیادہ حق دار تھے۔ پہلی صورت میں اوّلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تسلّی نازل ہُوئی پھر آپؐ کے توسط سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ خصائص کبریٰ ص۱۸۵ ج۱ اور بیہقی میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ابوبکرؓ کے لیے دُعا کی تو اللہ کی طرف سے ابوبکرؓ پر سکینت نازل ہُوئی۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ سکینۃ اہلِ ایمان کا خاصہ ہے۔ سورہ توبہ میں ہے: ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین "پھر اللہ نے اپنی تسلی حضرت رسولؐ اور مومنوں پر اتاری۔" دوسری تفسیر کے متعلق حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ علیہ کی ضمیر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے کیونکہ لفظ صاحبہ قریب ہے اور ضمیر قریب کی طرف لوٹانا زیادہ بہتر ہے نیز فانزل کی فا بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ "لا تحزن" پر تفریع ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (رسولِ خدا کے لیے) حزین و غمگین ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی سکینت اور طمانینت نازل کی تاکہ ان کے قلب کو سکون ہو جائے اور ان کا غم اور پریشانی دور ہو جائے۔ (دیکھو روح المعانی ص۸۷ ج۱۰

و زرقانی ص۳۳۶ ج۱)

اورامام رازی نے بھی تفسیر کبیر ص۴۵۱ ج۴ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل تفسیر کے نزدیک علیہ کی ضمیر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پہلے ہی سکون و اطمینان حاصل تھا...... بعض علماء نے "وایدہ" کی ضمیر بھی ابوبکرؓ کی طرف راجع کی ہے جس کی تائید حضرت انسؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا ابابکر ان اللہ انزل سکینتہٗ علیک وایدک۔ روح المعانی ص۹۸ ج۱۰ (سیرت المصطفیٰ ص۲۹ ج۱۲)

اے ابوبکرؓ تجھ پر اللہ نے اپنی سکینت اور تسلی نازل کی اور تجھ کو قوت اور مدد پہنچائی۔

بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضورؐ تو زیرِ حفاظت اور پرسکون تھے۔ بارِ دفاع وحفاظت صدیقِ اکبرؓ پر تھا۔ وہ بارہ مسلح کافروں کے مقابل نہتّے اور تنہا تھے اب قدرتی طور پر غم وفکر ان کو لاحق ہونا تھا۔ ان پر ہی خدا نے سکینت نازل کی اور فرشتوں کے مخفی لشکر پھیلا کر آپ کے مشن کی تائید وتقویت کی۔

س۳۱۶: یہاں ضمیر واحد مذکر کیوں استعمال ہوئی ہے؟

ج: دونوں تفسیریں منقول ہو چکی ہیں سکینت کی حاجت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھی تو ضمیر مفرد استعمال ہوئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بتاویل کل واحد (ہر ایک) کی طرف راجع ہو جیسے سورت فتح میں ہے:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ۔ (پ۲۶، فتح)

تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہر ایک کی تقویت اور تعظیم کرو۔

اور مائدہ کی آیت یھدی بہ اللہ من اتّبع رضوانہ (کہ اللہ نور اور کتاب مبین ہر ایک کے ذریعے اپنی رضا کے پیروکاروں کو ہدایت دیتا ہے) بھی ایک تفسیر پر اسی طرح ہے ورنہ اکثروں کے ہاں ضمیر کتاب کی طرف ہے اور عطف تفسیری ہے۔

س۳۱۷: آپ کے مذہب میں مہاجر کی تعریف کیا ہے؟

ج: قرآنِ حکیم نے یہ تعریف کی ہے "پس جن لوگوں نے گھر بار چھوڑا اور اپنے

گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور جنگیں کیں اور (یا) شہید ہوئے یقیناً میں ان کی برائیاں مٹا کر ان کو ضرور جنّات میں داخل کروں گا جن میں نہریں بہتی ہیں یہ ثواب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے پاس بڑا اچھا ثواب ہے۔ (آل عمران ع۲۴ پ۴)

۲۔ "مالِ فَے ان فقیر مہاجروں کا بھی حق ہے جن کو اپنے گھروں سے اور مالوں سے بے دخل کیا گیا وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔" (حشر ع۱ پ۲۸)

سابقونَ اوّلون کے طبقات

س۳۱۸: آپ سابقین سے کیا مراد لیتے ہیں؟

ج: قرآن نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ... الخ

سابق فی الاسلام مندرجہ ذیل طبقات میں منقسم ہیں:- ۱۔ حضرت خدیجہؓ، ابوبکرؓ علیؓ، زیدؓ۔ ۲۔ خفیہ سہ سالہ تبلیغ میں ایمان لانے والے جن کی تفصیل ابنِ ہشام سے مذکور ہو چکی۔ ۳۔ علانیہ تبلیغ اور تعذیب فی اللہ کے زمانے میں اسلام لانے والے جیسے حضرت حمزہؓ، عمرؓ، ابوذرؓ۔ ۴۔ دار الندوہ میں اسلام لانے والے کہ حضرت عمرؓ کی ترغیب اور کوشش سے مکّہ کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔ (مہاجرینؓ حبشہ ان چاروں میں سے ہیں۔) ۵۔ عقبہ اولیٰ کی بیعت کرنے والے ۱۱ افراد انصارؓ۔ ۶۔ عقبہ ثانیہ میں بیعت کرنے والے ستر انصار حضراتؓ۔ ۷۔ مہاجرینؓ مدینہ کا پہلا گروہ جو مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے بستی قبا میں ٹھہرے تھے اور مسجد قبا بنائی۔ ۸۔ اہلِ بدر۔ ۹۔ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کے درمیان۔ ہجرت کر کے آنے والے (اہل احد و خندق وغیرہ انہی میں ہیں)۔ ۱۰۔ بیعتِ رضوان والے۔ کہ فرمانِ نبویؐ ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ نیز فرمایا سب جنت میں جائیں گے۔ ۱۱۔ وہ مہاجر اور مسلمان جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان ایمان لائے ان میں سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ فاتح مصر عمرو بن العاص احفظ الصحابہ حضرت ابوہریرہ جیسے حضرات (رضی اللہ عنہم) بھی ہیں۔ یہ گیارہ طبقات درجہ بہ درجہ سابقون اوّلون میں شمار ہوتے ہیں۔ ان سب کے

متعلق اللہ کا فرمان ہے[1]: "ان کا درجہ فتح مکہؓ کے بعد والوں سے بہت بڑا ہے گو دونوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔" (پ۲۷، حدید ع ۱) - ۱۲۔ قریشِ مکہؓ کی وہ بڑی جماعت جو فتح مکہؓ یا اس کے بعد مسلمان ہوئی۔ عام قبائل عرب ان میں ہی شامل ہیں۔ جن کے ایمان واسلام کی خدا نے یوں بشارت دی: "جب اللہ کی مدد آجائے اور (مکہؓ) فتح ہو جائے تو تُو لوگوں کو فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوتا دیکھے گا۔ تو اس وقت اپنے رب کی تعریف وپاکی بیان کریں اور استغفار کریں۔ بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورت نصر پ۳۰) - ۱۳۔ وہ نو عمر اور چھوٹے بچے ہیں جو فتح مکہؓ اور حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ملے آپؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعا دی یا کچھ کھلایا۔

ان طبقات کی تشریح وتعیین (معمولی فرق کے ساتھ) امام حاکم نیشا پوریؒ م ۴۰۵ھ نے معرفۃ علوم الحدیث کے ساتویں نوع میں کی ہے۔

س ۳۱۹: حضرت ابوبکرؓ کے ختنے قبولِ اسلام کے کتنے دن بعد ہوئے؟

ج: ختنہ ملّتِ ابراہیمی کی سنّت ہے۔ عرب بچوں (بعض بچیوں تک کے) ختنے کرواتے تھے یہ بے ہودہ سوال ہے۔ کیا سائل ختنہ کے پیشہ سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ سوال کیا ہے؟

س ۳۲۰: جنگِ بدر میں کتنے کافر ابوبکرؓ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے؟

ج: آپ اکابر جرنیلوں سے اور خاص مشیر ومحافظ نبوی تھے۔ بالفعل جنگ میں قتل کرنا ضروری نہ تھا جیسے خود حضور علیہ السّلام سے کوئی کافر قتل نہیں ہوا۔ چند واقعات سے آپ کی بزرگی اور بہادری کا اندازہ لگائیں:

۱ــــ جب قریش کے مسلح ہو کر آنے کی حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو خبر ملی تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ پوچھا۔ تو سب سے پہلے ابوبکرؓ اُٹھے اور بہت اچھا کہا۔ پھر عمرؓ بن الخطاب اُٹھے اور بہت اچھا کہا پھر مقدادؓ بن اسود اٹھے تو کہا: اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اللہ نے آپ کو سجھایا ہو، کر گزریں ہم آپ کے ساتھ ہیں بخدا ہم وہ بات نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السّلام سے کہی "تو اور تیرا رب جا کر لڑے ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"

[1] اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى - الآیۃ۔

بلکہ ہم تو تمہارے ساتھ ہو کر لڑیں گے۔ خواہ آپ برک غماد (یمن کے نزدیک شہر) تک ہمیں لے جائیں.... الخ (سیرت ابن ہشام ص$\frac{۲۶۶}{ج۲}$)

۲ــــ میدانِ جنگ متعین کرنے کے لیے آپ بدر کے قریب اُترے۔ آپ سوار تھے ایک صحابی آپ کے ساتھ تھا۔ ابنِ ہشام کہتے ہیں وہ شخص ابوبکرؓ تھے۔ (جنگی مقامات کی تعیین جرنیلوں اور خاص بہادر لوگوں کا کام ہے۔) ایضاً ص۲۶۷

۳ــــ صفیں برابر کر کے جب آپ ایک خاص چھپر (کمانڈر روم) میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ بھی تھے آپ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ رسولِ خدا اپنے رب سے گڑگڑا کر مدد مانگتے تھے اور فرماتے تھے: "اے اللہ اگر تو نے اس جماعت کو آج ہلاک کر دیا تو تیری کبھی عبادت کوئی نہ کرے گا" اور ابوبکرؓ کہتے تھے۔ اے اللہ کے نبیؐ یہ گڑگڑاہٹ کم کریں آپؐ کا رب یقیناً آپؐ سے وعدہ (نصرت) پورا کرے گا۔ کچھ دیر حضورؐ کی آنکھ لگ گئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا اے ابوبکرؓ! خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد تیرے پاس آپہنچی۔ یہ جبریل اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑے ہیں۔ اس کے اگلے دانتوں پر غبار ہے۔ (سیرت ابنِ ہشام ص$\frac{۲۷۹}{ج۲}$)

۴ــــ یہ اکابر تو عوام کے بجائے اپنے خواص کو ٹھکانے لگانے کے زیادہ حریص تھے جیسے کفار نے پہلے مبارزہ میں اپنی برادری کے جوڑ مانگے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن المغیرہ کو بدر میں قتل کیا۔ (ابنِ ہشام ص$\frac{۲۸۹}{ج۲}$) اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو پکارا جب وہ اس دن (قبل اسلام) مشرکین کے ساتھ تھا۔ اے خبیث! ادھر آ۔ (ایضاً ص۲۹۱) - مگر وہ کنی کترا گیا۔ پھر بعد از اسلام ایک دن اس نے کہا: "اے باپ آپ میری زد میں تھے مگر میں نے باپ ہونے کا لحاظ کیا"۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، خدا کی قسم اگر تو میری زد میں آتا تو تجھے قتل کر دیتا۔

اب سب واقعات میں حضرت ابوبکرؓ رسولِ خداؐ کے ہمراہی اور شریک ہیں، اور غزوہ وجہاد کا ثواب بدستور آپ کو مل رہا ہے۔

روایت ۳ کو دیکھئے کہ قصہ غار کے برعکس۔ عریش بدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام انتہائی

متفکرؐ اور پریشان ہیں اور ابوبکرؓ تسلی دے رہے ہیں کیونکہ وہاں حفاظتِ رسولؐ کی ذمہ داری ابوبکرؓ پر تھی۔ یہاں لشکر لڑانے اور ہار جیت کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی ہر ایک کا ذمہ داری کو محسوس کر کے متفکر و حزین ہونا فطری اور دلیلِ ایمانی تھا۔ رہا قتلِ کافر کا ثبوت نہ ملنا۔ تو شان میں کمی نہیں کر سکتا کیونکہ کسی کافر کو کلمہ پڑھا دینا۔ ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے۔ حضرت وحشیؓ بن حرب (قاتلِ حمزہؓ) کا اسلام قبول کرتے وقت آپؐ نے فرمایا: دعوہ فلاسلام رجل واحد احب الی من قتل الف کافر۔" اسے زندہ رہنے دو۔ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے زیادہ پسند ہے۔" (سیرت المصطفیٰ صہ ۵۵۲/ج۱ از مولانا ادریس کاندھلویؒ)

چند صفحے پہلے سوال نمبر ۳۰۰ کا جواب پڑھیئے کہ ابوبکرؓ نے آغازِ اسلام میں کتنے لوگوں کو مسلمان کیا اور کرایا۔ وہ اسی وقت سے سب سے آگے بڑھ گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

س نمبر ۳۲۱: حضرت ابوبکرؓ کا اصل نام والدین نے کیا رکھا تھا؟

ج: آپ کا نام عبد اللہ رکھا گیا، عتیق لقب تھا کیونکہ آپ کا چہرہ حسین اور شریف تھا۔ آپ کے عتیق نام کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ ماں نے نذر مانی کہ اگر بچہ ہوا تو عبد الکعبہ نام رکھوں گی اور کثیر رقم بیت اللہ پر خرچ کروں گی۔ جب آپ بچ گئے اور جوان ہوئے تو عتیق نام رکھا گیا۔ گویا موت سے آزاد ہوئے۔ مسلمان ہونے تک یہ دونوں نام چلتے تھے تا آنکہ زمانہ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ عتیق کی وجہ یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ مسلمان ہوتے وقت آپؐ نے یہ بشارت دی تھی انت عتیق من النار۔" آپ آگ سے آزاد ہیں۔" (حاشیہ سیرت ابن ہشام صہ ۲۶۶/ج۱)

س نمبر ۳۲۲: مشرک ظالم ہے یا عادل؟

ج: بحالتِ شرک ظالم ہے جب توبہ تائب اور مسلمان ہو جائے تو عادل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ	ہاں جو توبہ کر کے اور مسلمان ہو کر اچھے اعمال کرے تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا (مریم پ ۱۶ ع ۷)	ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

بعد از اسلام جو کسی کو کافر و ظالم ہونے کا طعنہ دے وہ خود ظالم اور منکرِ قرآن ہے۔

س نمبر ۳۲۳: کیا ظالم خلیفہ ہو سکتا ہے؟ تو پھر لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (کہ ظالموں کو میرا عہدہ نہیں مل سکے گا) کی شرط کا کیا تدارک ہوگا؟

ج: مسلمان ہو کر جب ظالم نہ رہا۔ عادل بن گیا تو عہدۂ خلافت اسے مل جائے گا مگر آیت سے استدلال غیر تام ہے۔ کیونکہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی نبوت والی امامت و خلافت کی بات ہے۔ جس کے لیے مطلقاً معصومی شرط ہے۔ غیر نبی کی خلافت عین نبوت یا اس کا ہم مرتبہ اور افضل نہیں ہے تو پھر ایسی شرط لگانا ایجاد بندہ ہے۔ جبکہ صغر سنی کے باوجود شیعہ کے ممدوحین (قبل اسلام) ایسے افکار سے پاک ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ ابنِ اسحٰق کی مفصّل روایت ملاحظہ فرمائیں:

"بعثت سے اگلے روز حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ کا دین ہے۔ یہی دین لے کر پیغمبر دنیا میں آئے۔ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں کہ اس کی عبادت کرو اور لات اور عزّیٰ کا انکار کرو۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ بالکل ایک نئی چیز ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ جب تک میں اپنے باپ ابو طالب سے اس کا ذکر نہ کر لوں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپؐ پر یہ بات شاق گزری کہ آپؐ کا راز کسی پر فاش ہو۔ اس لیے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ! اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو اس کا کسی سے ذکر مت کرو۔ حضرت علیؓ خاموش ہو گئے۔ ایک رات گزرنے نہ پائی تھی کہ دل میں اسلام ڈال دیا گیا ...... صبح کو حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا اور عرصہ (ایک سال) تک اپنے اسلام کو ابو طالب سے مخفی رکھا۔" (البدایہ والنہایہ صہ ۲۴/ج۳)

تفسیر آیتِ مُباھلہ

س نمبر ۳۲۴: اگر حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ صدیق مانتے تھے تو مباہلہ میں ساتھ کیوں نہ لیا؟

ج: شیعوں کا مقصد کسی نہ کسی بہانے سے صدیقِ اکبرؓ پر طعن کرنا ہے۔ ورنہ مباہلہ

کاآپ کے مناقب یامطاعن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مباہلہ باقاعدہ ہوا نہ تھا اگر ہوتا تو آیت کے مطابق تینوں قسم کی جماعتیں مسلمانوں کی طرف سے اور تینوں نصاریٰ کی طرف سے ایک میدان میں جمع ہوتیں۔ ان میں یقیناً خلفاءِ راشدین رضؓ اور دیگر اکابر صحابہؓ متبعین رسول ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ
بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَ
نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ
اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى
الْكٰذِبِيْنَ ۝ (پ۳ ع ۱۴)

پس جو شخص تم سے عیسیٰؑ کے بارے میں حجت
کرے بعد اس کے کہ تمھارے پاس علم آچکا
ہے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں
اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو
بلائیں، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنے
نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ،
پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کی
لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔

اور یہ متبعین صحابہؓ مرد و عورتیں ہوتے کیونکہ عیسائیوں کے مقابل حضرت رسولؐ کے ہمراہ خدا کے آگے یہی چہرہ جھکائے ہوئے تھے تو مباہلہ میں شریک ہونا ان کا اوّلین حق تھا۔ اور خدا ان کے ایمان ولقین کی شہادت دے چکا تھا۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ
اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ
اتَّبَعَنِ ۔ (آل عمران ع ۲ پ۳)

پس اگر وہ تم سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے
اور میرے تابعین (پیروکاروں) نے خدا کے سامنے
(اطاعۃً) اپنا سر جھکا دیا ہے۔

روایات سے اگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حضراتِ حسنینؓ اور حضرت فاطمہؓ و علیؓ کو لے کر گئے تو یہ بھی امام جعفر صادقؒ اور حضرت امام باقرؒ سے ابنِ عساکر نے روایت کی ہے:

تعالوا ندع ابنآءنا۔ الآیہ
قال فجآء بابی بکر
وولدہ وبعمر وولدہ وبعثمان
وولدہ وبعلی وولدہ۔

کہ اس آیت کے جواب میں حضورؐ ابوبکرؓ اور
اس کے بیٹوںؓ کو، عمرؓ اور اس کے بیٹوںؓ کو،
عثمانؓ اور اس کے بیٹوںؓ کو، علیؓ اور اس
کے بیٹوںؓ کو لے کر آگئے۔

(درِ منثور صـ۳۹ ج۲، روح المعانی صـ۱۸۶ ج۱، تفسیر آیاتِ قرآنی صـ۲۴۲)

صحابہ کرامؓ کی طرف سے تیاریاں ہورہی تھیں اور حضورؐ نے اپنے گھر کے ننھے بچوںؓ اور صاحبزادیؓ کو بھی تیار کرلیا تھا۔ مگر فریقِ نصاریٰ نے انکار کردیا۔ ان کو بوڑھوں نے سمجھایا تھا کہ تم یقین سے جانتے ہو کہ محمدؐ آخر الزمان سچے پیغمبر ہیں۔ اگر مباہلہ کروگے تو تباہ ہو جاؤگے چنانچہ انھوں نے بطورِ جزیہ سالانہ دو ہزار جوڑے صفر میں اور ایک ہزار رجب میں دینا منظور کرلیا اور مباہلہ کی نوبت نہ آئی۔

چاروں اہلِ بیتؓ حضرات کو تیاری کے لیے گھر بلانے کے واقعہ سے شیعوں نے عجیب ناجائز کارروائیاں کی ہیں۔

آیت کے الفاظ میں تحریفِ معنوی کی۔ حضرت علیؓ کو نفسِ رسول کہہ کر آپ کے برابر بنا دیا۔ خلیفہ بلافصل بنایا، معصوم ثابت کیا۔ بناتؓ کا انکار کیا، دیگر صحابہؓ کو غیر مومن اور نااہل بتایا۔ جیسے اب مشاق نے کیا۔ وغیرہا من الخرافات۔ اس لیے ہم مختصراً آیت سے کسی قسم کے ناجائز استدلال کی خرابیاں بیان کرتے ہیں۔

۱۔۔۔ ان فاسد استدلالات کی بنیاد روایت پر ہے اور وہ بھی حدِ تواتر کو نہیں پہنچتی اور آیت سے تو ان کا کچھ ثبوت و ربط نہیں۔

۲۔۔۔ اکثر روایات میں حضرت علیؓ کا بلایا جانا مذکور نہیں ہے۔ تفسیر طبری صـ۱۹۲ ج۳ میں ہے:

ہم سے ابنِ حمید نے اس سے جریر نے ذکر کیا، جریر کہتا ہے کہ میں نے مغیرہ سے کہا کہ لوگ نجران کے قصّہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے تو انھوں نے کہا کہ شعبیؒ نے حضرت علیؓ کا ذکر نہیں کیا۔ اب میں نہیں جانتا کہ شعبیؒ نے اس وجہ سے ذکر نہیں کیا کہ بنوامیہ کا خیال حضرت علیؓ کے متعلق اچھا نہ تھا، یا دراصل واقعہ میں تھے ہی نہیں پھر اسی تفسیر میں ایک روایت قتادہؒ سے منقول ہے اس میں بھی حضرت علیؓ کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔۔۔ روایات سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو بلایا۔ باقی رہا یہ کہ

انفسنا سے مُراد علیؓ ہیں۔ ابناءنا سے مراد حسنینؓ اور نسآءنا سے مراد فاطمہؓ ہیں۔ یہ مضمون کسی روایت میں نہیں ہے جس نے مراد بیان کی ہے، اپنی رائے سے کی ہے لہٰذا اسے حدیثِ رسُولؐ کہنا کذب وافترا ہے۔

۴۔۔۔ معتبر مفسرین محققین، انفسنا سے حضرت علیؓ کی ذات مراد نہیں لیتے بلکہ حضورؐ کی ذات مراد لیتے ہیں۔ (طبری ص ۱۹۲ ج ۳) کہا گیا ہے کہ الفاظ اپنے عموم پر ہیں۔ تمام جماعت اہلِ دین مراد ہے۔ (معالم التنزیل)

کشاف میں ہے: یعنی ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنی ذات کو مباھلہ کی طرف بلائے اور تفسیر مدارک میں بھی بالکل کشاف کی نقل ہے۔

بیضاوی میں ہے: "یعنی ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے نفس کو اپنے عزیز گھر والوں کو بلائے۔

۵۔۔۔ ان الفاظ کی خاص خاص مراد جس نے بھی بیان کی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے خیال کیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان حضرات کو بلایا تھا تو ان الفاظ کا مصداق لامحالہ ان کو بنا دیا۔ حالانکہ یہ بنیاد ہی کچّی ہے۔ ہاں اگر اہلِ نجران مباہلہ منظور کر لیتے تو اس وقت دیکھا جاتا کہ حضورؐ کن کن لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر مباہلہ کی نوبت آتی تو اپنی ازواجِ مطہراتؓ کو ضرور ساتھ لے جاتے۔ کیونکہ نِسَآءَنَا سے اور کوئی مراد نہیں ہوسکتا۔ تفسیر بحرِ محیط ص ۴۷۹ ج ۱ میں ہے:

اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کے لیے آتے تو ضرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو حکم دیتے کہ اپنے اہل وعیال کو لے کر مباہلہ کے لیے آئیں۔

۶۔۔۔ انفسنا سے حضرت علیؓ اور نِسَآءَنَا سے حضرت فاطمہؓ اور ابناءنا سے حضرات حسنینؓ کا مراد لینا لغت عرب اور محاورہ قرآنی کے خلاف ہے۔

الفس، نفس کی جمع ہے ہر شخص کی اپنی ذات پر بولا جاتا ہے پھر لفظ جمع سے واحد مراد لینا ناجائز ہے۔ اِلّا مجازاً۔ قرآن میں بھی حضور کے لیے مِنْ اَنْفُسِهِمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ (تم میں سے ایک) آیا ہے۔ تو صرف حضرت علیؓ مراد لے کر

باقی سب حاضرین یا صحابہؓ کو خارج کرنا آیات کے خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹے تھے ہی نہیں۔ قرآن میں مردوں کے باپ ہونے کی آپؐ سے نفی کی گئی ہے۔ نواسے کو ابن البنت کہتے ہیں۔ لفظ نساء جمع ہے۔ جب کسی شخص کی طرف مضاف ہو تو اس کی بیویاں مراد ہوتی ہیں۔ جیسے یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ سے احزاب میں بار بار خطاب آپ کی بیویوں کو ہُوا ہے۔ لہٰذا نِسَآءَنَا سے صرف حضرت فاطمہؓ مراد لینا کسی طرح درست نہیں۔ ازواج کو پہلے اس لیے نہ بلایا تھا کہ وہ لفظ کا مصداقِ اصلی تھیں۔ ضرورت کے وقت فوراً بلائی جاسکتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کو تبعاً شامل کرنے کے لیے اہتمام کیا، جیسے کملی میں ان کو لے کر اہتمام سے اہلِ بیتؓ میں داخل کرایا اور ازواج کو داخل نہ کیا کہ وہ تو نصِ قرآنی سے اہلِ بیتؓ قرار پا ہی چکی تھیں۔

۷۔۔۔ فریقِ مخالف نے جس ذہانت سے ان تین لفظوں کا مصداق خلاف لغت و محاورہ قرآن ان چار حضرات کو بنایا۔ کیا ان کا کوئی مفہوم و مصداق اسی قسم کا، برابر کے فریق عیسائیوں کے لیے بھی تجویز کیا ہے؟ حالانکہ وہاں بھی تو لغوی معانی کے تحت عام نصاریٰ مرد و عورتیں، لڑکے آتے تو یہاں ان کو خارج کیوں سمجھا جاتا ہے۔

۸۔۔۔ بالفرض مانا بھی جائے کہ انفسنا سے حضرت علیؓ مراد ہیں تو خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حقیقۃً نفس ماننے سے شرک فی النبوت، ختمِ نبوت کا انکار اور فاطمہؓ سے نکاح ناجائز ہوگا۔ لامحالہ مجازاً انفس رسول ہوں گے تو پھر ان کا نہ معصوم ہونا ثابت ہوگا نہ افضل الصحابہؓ ہونا کیونکہ مجاز میں حقیقت کے تمام اوصاف کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ جیسے "زید شیر ہے" میں مشابہت صرف بہادری میں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کو صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا کہا ہے۔ پھر مباہلہ میں صدیقوں کو ہی لے جانا ضروری نہ تھا مومن اور تابعدار ہونا کافی تھا۔ پھر حضرات حسنینؓ تو صغر سنی کی وجہ سے دونوں صفتیں ابھی نہ رکھتے تھے۔ اگر وہ تبعاً للابوین شامل ہوسکتے ہیں تو متبعین صحابہؓ بدرجہ اولیٰ شریک ہوتے، اگر مباہلہ منعقد ہوجاتا۔

مباہلہ کے متعلق یہ اہم باتیں ہماری کسی کتاب میں نہیں۔ اس لیے اس کتاب میں

ذکر کر دی گئیں۔ ان کا ماخذ امامِ اہلِ سنّت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کا ایک مضمون ہے۔

ابوطالب عشاری اپنی مکمل سند کے ساتھ حضرت امام زین العابدینؒ سے روایت کرتے ہیں "کہ امام محمد باقرؒ کے والد حضرت علی بن حسینؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ابوبکرؓ کے متعلق بتائیے؟" زین العابدینؒ نے پوچھا کہ تو حضرت صدّیقؓ کے متعلق پوچھتا ہے؟ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ ابوبکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کرتے ہیں تو امام نے فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، صدیق کا لقب تو انھیں اس ذات نے عطا فرمایا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہاجرین اور انصارؓ سب نے ان کو یہ لقب دیا پھر امام نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ کو الصّدیق کے نام سے یاد نہ کرے۔ اللہ اس کی بات کو دونوں جہانوں میں سچّا نہ کرے۔" (فضائل ابی بکر الصدیق ص۹ بحوالہ رحماء بینھم ص۴۰۳ ج۱)

پتہ چلا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زین العابدینؒ تو حضرت ابوبکرؓ کو صدیق مانتے تھے۔ اب شیعہ نہ مانیں تو ان کی بدقسمتی ؟

س ۳۲۵: حضرت ابوبکرؓ کو حضرت علیؓ پر کس آیتِ قرآن سے فضیلت حاصل ہے؟

ج: درجن بھر آیتیں مع تفسیر ہم نے "تحفہ امامیہ" باب دوم حضرت ابوبکرؓ کے خصائص ص ۶۹ تا ۸۵ اور باب پنجم میں ذکر کر دی ہیں مراجعت کریں۔ ایک آیت یہ ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ	اور یقیناً وہ سب سے بڑا پرہیزگار آگ سے
يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى	بچایا جائے گا جو اپنا مال پاک ہونے کے لیے دیتا
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ	ہے کسی کا اس پر احسان نہیں کہ بدلہ دیا جائے۔
نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ	ہاں صرف سب سے بڑی شان والے پروردگار کی
الْاَعْلٰى۔ (سورت اللیل پ۳۰)	رضا چاہنے کے لیے (مال دیتا ہے)۔

شیعہ تفسیر مجمع البیان ج ۵ میں بھی ہے "کہ بلاشبہ یہ آیت ابوبکرؓ کی شان میں اُتری کیونکہ آپ نے ہی ان غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہوئے جیسے حضرت بلالؓ عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔

ملّا باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے کہ بلالؓ کو ابوبکرؓ نے دو غلاموں کے بدلے خریدا۔ (حیات القلوب ص۶۳۰ ج۲)

س ۳۲۶: کوئی ایسی متواتر مرفوع بتوثیق رواۃ حدیث پیش کریں جو یہ ثابت کرے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں؟

ج: تین ارشاداتِ نبوی پیشِ خدمت ہیں:

۱۔ میری صحبت و رفاقت اور مال خرچ کرنے میں مجھ پر سب لوگوں سے زیادہ احسان ابوبکرؓ کا ہے اور اگر میں کسی کو اللہ کے سوا خلیل (ہر وقت دل میں یاد رہنے والا) بناتا تو یقیناً ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اسلامی محبّت اور اخوّت باقی ہے مسجد میں سوائے ابوبکرؓ کی کھڑکی کے اور نہ چھوڑی جائے۔ (بخاری و مسلم) اس سے پتہ چلا کہ جب پیغمبرِ اسلام اور دین کی خدمات ابوبکرؓ کی سب سے زیادہ ہیں بعد از خدا وہی رسولِ خدا کے دل میں بستے ہیں تو وہی بشمول حضرت علیؓ سب سے افضل ہیں۔

۲۔ عمروؓ بن العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب لوگوں سے زیادہ پیارا آپ کو کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ، میں نے پوچھا مردوں سے کون؟ فرمایا اس کے باپ ابوبکرؓ، میں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر اور آدمیوں کے نام بھی گنے۔ میں چپ ہو گیا کہ شاید مجھے آخر میں ذکر کریں۔ (بخاری و مسلم)۔ خونی رشتے کے سوا اعمال کی حیثیت سے جو رسولِ خدا کو سب سے پیارا ہو وہی سب سے اتقیٰ اور افضل ہوا۔ اہلِ سنّت کے اتفاق سے بخاری و مسلم کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ راویوں کی پڑتال نہیں کی جاتی۔

۳۔ ابوداؤد ص۲۸۰ ج۲ باب التفضیل مرفوع حدیث تقریری ہے:

ابن عمرؓ فرماتے ہیں: کہ ہم سب صحابہؓ کہتے تھے جب کہ رسولِ خدا زندہ تھے۔ (اور سنا کرتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امّت کے سب سے افضل شخص حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں پھر عثمانؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنھم)۔ اس کے راوی چھ ہیں:۔

۱۔ احمد بن صالح: المصری ابوجعفر بن الطبری ثقۃ حافظ من العاشرۃ نسائی نے غلط فہمی اور اوہامِ قلیلہ کی وجہ سے کلام کیا ہے۔ تقریب

۲۔ عنبسہ: بن خالد بن یزید الاموی مولاھم الایلی صدوق من التاسعۃ مات ۱۹۸ھ

۳۔ یونس : بن سیف الکلاعی الحمصی مقبول من الرابعہ و وہم من سماہ یوسف۔

۴۔ ابن شہاب زہری : محمد بن مسلم بن عبیداللہ ابوبکر الزہری الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ و اتقانہ۔

۵۔ سالم بن عبداللہ بن عمر القرشی العدوی احد الفقہاء السبعۃ وکان ثبتا عادلاً فاضلاً کان یشبہ بابیہ فی الھدی والسمت من کبار الثالثۃ مات فی آخر ۱۰۶ھ

۶۔ عبداللہ بن عمر ابن الخطاب : جلیل القدر صحابی ہیں، کثیر الروایۃ یکے از عبادلہ اربعہ اور سب لوگوں سے زیادہ متبع سنّت تھے۔ ۷۳ھ میں (حجاج کے زہر سے) شہادت پائی۔

۴۔ حضرت علیؓ کا اپنا فیصلہ بھی یہی ہے۔ محمد بن حنفیہ بن علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا، امّت میں سے سب سے افضل کون ہیں؟ فرمایا: "ابوبکرؓ"۔ میں نے کہا، پھر کون؟ فرمایا: "عمرؓ"۔ میں نے کہا پھر آپ ہیں؟ فرمایا: "میں ایک مسلمان آدمی ہوں"۔ (بخاری)۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ اسّی سندوں سے مروی ہے۔

خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر	اس اُمّت کے سب سے بہتر نبیؐ کے بعد ابوبکرؓ ہیں
ثم عمر ولا یفضلنی احد علیھما	پھر عمرؓ ہیں۔ مجھے ان دونوں سے جو افضل
الا جلدتہ جلد المفتری۔	کہے گا میں اسے جھوٹے کی سزا کوڑے ماروں گا۔

س ۳۲۷ : ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے "سبّ الشیخین وقتلھما لیس بکفر" پھر شیعوں پر انکار فضیلت کی وجہ سے کیوں بے ہودہ فتوے لگاتے ہیں؟

ج : یہ قول مرجوح ہے۔ اس پر مفصّل بحث ہماری کتاب "عدالتِ صحابہؓ" ص ۲۴۶ تا ص ۲۵۱ دیکھئے کہ سابِ شیخین کی تکفیر پر دسیوں فتوے نقل کیے گئے ہیں۔ اس قول کی تاویل یہ ہے کہ ایک مسلمان کی مسلمان کے ساتھ یہ کارروائی کفر نہیں کیونکہ قتل مسلم اور اسے گالی دینا قریب الکفر گناہِ کبیرہ اور فسق ہے۔ لیکن۔ جب صحابیت۔ ایمان۔ خلافت۔ جمع قرآن۔ مرتدین و منکرین زکوٰۃ سے جنگ وغیرہ کارناموں کی نفی کی یا بغض کی وجہ سے ان کو بُرا بھلا کہا تو یقیناً کافر ہوگا خصوصاً جب کہ اس ساب کے دیگر شرکیہ کفریہ عقائد اپنی جگہ حقیقت ہیں۔

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ صرف حضرت علیؓ پر آپؓ کی افضلیّت کا انکار نہیں کرتے

بلکہ وہ آپ کو مومن سچّا مسلم اور محترم صحابی رسول بھی نہیں مانتے تو قرآن و حدیث کی دسیوں نصوص کے انکار کی وجہ سے کافر قرار پاتے ہیں۔

س ۳۲۸ : اللہ کی بنائی ہوئی شے اچھّی ہے یا بندوں کی؟

ج : مجہول سوال ہے۔ اللہ کی مخلوق اچھّی چیزیں بھی ہیں اور بُری (نقصان دہ) بھی۔ بندوں کے کام اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ اگر خلافتِ راشدہ پر طعن مقصود ہے تو ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ بھی خدا کی بنائی ہوئی تھی کہ قرآن میں مومنین صالحین سے خلافت اور اقتدارِ ارضی کا وعدہ تھا تمام مسلمانوں کی تائید سے اسے تمکین دینِ الٰہی نصیب ہوئی۔

جب کہ شیعہ کی فرضی امامت کو خدا کی بنائی ہوئی کہنا صریح جھوٹ ہے اور چار مسلمانوں کی بھی اسے تائید حاصل نہ ہو سکی۔ ہاں بعد میں اسے منوانے کے لیے قرآن، توحید، ختمِ نبوت تمام صحابہ کرامؓ اور امّت کو ایک متعہ مجسم ذاکر اور ظاہر الفسق مجتہد کے بنائے ہوئے امام باڑہ پر قربان کرنا پڑا۔

س ۳۲۹ : گنہگار و خاطی بہتر ہے یا بے گناہ و معصوم؟

ج : یہ بھی لایعنی سوال ہے۔ ہم خلفاء ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اس تفریق کے قائل ہی نہیں۔ سب کو یکساں نیک، عادل اور راشد مانتے ہیں۔ گنہگار یا معصوم کسی کو نہیں کہتے ہیں۔ تقاضائے بشریت سے کسی بات میں بھول یا خطا ممکن تصوّر کرتے ہیں۔

س ۳۳۰ : شجاع و عالم افضل ہوگا یا جاہل و بزدل

ج : خلفاء اربعہ راشدینؓ میں یہ تفریق بھی مسلم نہیں۔ سب بہادر عالم تھے۔ جہالت ان شیعوں کو نصیب ہو جو اپنے اقرار سے قرآن و سُنّتِ نبوی سے محروم ہیں۔ بُزدلی کا یونیفارم ان رافضیوں کو مبارک ہو جو شیرِ خدا کے ساتھ ہو کر ان کی جنگی ناکامیوں کا سبب بنے۔ (خطبات نہج البلاغہ) پھر تو کسی امام کا ساتھ نہ دیا۔ بارہویں تاجدار امامت اپنے شیعوں کے خوف سے ہی بارہ سو برس سے عراق کی ایک غار میں چھپے ہوئے ہیں اور ان کی امامت کا غاصب تیرھواں امام خمینی لاکھوں شیعوں کو کاٹ چکا ہے یا کٹوا چکا ہے۔ مگر امام العصر کو ان مظلوموں کی امداد کی توفیق یا جراٴت نہیں ہے۔ (ذٰلِکَ جَزَیْنٰھُمْ بِبَغْیِھِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۰)

س ۳۳۱ : اگر مستحق گھر میں ہو تو بیرونی حق داروں سے اس کا حق مقدم ہوگا یا نہیں ؟

ج : حقدار وہی ہوگا جس کو حق دینے والا حق ادا کرے خواہ وہ بروقت گھر نہ ہو تو اسے بلوا کر دے۔ جب مرض وفات میں آپ نماز نہ پڑھا سکتے تھے تو اتفاقاً حضرت ابوبکرؓ اس گھڑی موجود نہ تھے۔ آپؐ نے گھر والے علیؓ کو حکم نہیں دیا کہ تم میرے جانشین اور نائب بن کر نماز پڑھا دو سُنّی و شیعہ یا دُنیا کی کسی کتاب میں یہاں امامتِ علیؓ کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ سے لوگوں نے کہا نماز پڑھا دو (کہ ابوبکرؓ تو موجود نہیں) حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی تو حضورؐ نے آواز سن کر کہا :

این ابوبکر ! یابی اللہ ذٰلک والمسلمون ۔ (ریاض النضرہ صفحہ ۱۵۱ ج ۱ بلفظہٖ - بخاری، مسلم، ابوداؤد)

ابوبکرؓ کہاں ہیں ؟ (ان کو نماز پڑھانے کا کہو) خدا اور مسلمان ابوبکرؓ کے سوا (اب) کسی کو امام نہیں بناتے۔

چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ نماز پڑھائی - یہی حق دار کو حق دینا تھا۔ خود شیعہ کو بھی اعتراف ہے : " معمولی بیماری میں تو آپؐ خود نماز پڑھاتے تھے۔ جب مرض میں اضافہ ہوگیا تو حضورؐ نے ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے تو ابوبکرؓ نے اس کے بعد دو دن تک نمازیں پڑھائیں پھر حضورؐ نے رحلت فرمائی ۔" (درہ نجفیہ ص ۲۲۵ شرح نہج البلاغہ، ناسخ التواریخ ص ۵۴۷ ج ۱، طبری ص ۱۹۶ ج ۳)

س ۳۳۲ : حدیث چار یار (ترمذی ج ۲) میں ابوبکرؓ کا نام کیوں نہیں ہے ؟

ج : یہ مخالف سوچ ہی غلط ہے کہ کسی بزرگ کی فضیلت میں جو روایت مذکور ہو۔ تو اس روایت میں کسی اور بزرگ کا نام نہ پاکر اس پر عیب لگایا جائے کہ فلاں کا نام کیوں نہیں ؟ جب کہ اس کی فضیلت میں اس سے زائد اوصاف و کمالات دیگر روایات میں منقول ہوں اگر جُدا جُدا یہ فضائل مذکور نہ ہوں تو محدثین کو ہر ایک کے نام کے ساتھ الگ الگ باب کیوں باندھنے پڑیں۔ اب اس روایت میں حضرت حسنینؓ اور فاطمہؓ کا ذکر نہیں ہے کیا ان سے حضورؐ دشمنی رکھتے تھے یا ان سے محبّت نبوی حکم خدا کے برخلاف تھی ؟

جب اس قسم کی حدیث ترمذی ص ۲۴۳ ج ۲ " مناقب اہل بیتؓ " میں ہے : کہ جنت تین شخصوں کی مشتاق ہے۔ علیؓ، عمارؓ، سلمانؓ۔ بتایئے ابوذرؓ سے جنت کو کیوں دشمنی ہے ؟ اور وہ آپؐ کے ان چار یاروں سے کیوں خارج ہیں۔ حالانکہ ان کے متعلق حضورؐ کا یہ ارشاد ہے : " کہ ابوذرؓ سے زیادہ سچّے پر نہ آسمان نے سایہ کیا نہ اسے زمین نے اٹھایا۔" (ترمذی ص ۲۴۴ ج ۲)

تو کیا آپؐ کے باقی تین یار سچّے نہ تھے ؟ کاش شیعہ فضائل و کمالات کے باب میں اور احادیثِ نبویؐ میں امانت و دیانت سے دیکھتے۔ تو انہیں خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہؓ سمیت تمام بزرگوں کے مشترکہ اور جدا جدا فضائل نظر آجاتے پھر نہ وہ کسی کے شیعہ اور دھڑے باز بنتے نہ کسی کے منکر و دشمن ہوتے۔ حدیث کے ترجمہ میں " علیؓ، علیؓ، علیؓ " لکھ کر سائل نے خیانت کی اور مشرکانہ ذہنیت کا ثبوت دیا۔ صحیح ترجمہ یہ ہے : " پوچھا گیا یارسُول اللہ ! ان کے نام لیجئے تو فرمایا : علیؓ ان میں سے ہیں۔ یہ تین دفعہ فرمایا اور ابوذرؓ، مقدادؓ اور سلمانؓ .... الخ ۔

کراماتِ صدّیقیؓ

س ۳۳۳ : حضرت ابوبکرؓ کی کوئی کرامت یا معجزہ صحیح روایت سے بیان کریں ؟

ج : اہلِ سنّت شرک فی التوحید کی طرح شرک فی النبوّت بھی نہیں کرتے۔ معجزہ خاصہ نبوت ہے۔ غیر نبی کے خرقِ عادت اور حیران کن واقعات کو بصورتِ اسلام و اتباعِ سُنّت کرامات کہا جائے گا۔ ابوبکر صدّیقؓ کی کرامات کافی ہیں۔ ایک یہ کہ بنو تیم کے قلیل الافراد کمزور قبیلے سے ہو کر خدا و رسولؐ اور مومنینؓ کے انتخاب سے سب عربوں کے حاکم اور خلیفۂ نبی قرار پائے۔ یہ وہ بڑا اعزاز اور بزرگی ہے جس پر شیعہ جل رہے ہیں۔

دوم یہ کہ۔ منافقین، منکرینِ زکوٰۃ مرتدین اور جھوٹے متنبیوں نے۔ اسلام اور آپ کے خلاف جو طوفانِ بدتمیزی مچایا۔ سب امتحانات سے آپ ایسے کامیاب ہوئے کہ شر ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔ یہ دونوں واقعات معجزاتِ نبوت کی طرح آپ کی کرامت اور تائید ایزدی کا بیّن ثبوت ہیں۔

سوم۔ غابہ میں اپنے مال سے ۲۰ وسق حضرت عائشہؓ کو بخشش کی تھی پھر وفات ہونے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بیٹی اگر تو پہلے سے اس مال کی فصل اٹھا کر سنبھال لیتی تو تیرا تھا۔ اب تو وارثوں کا مال ہے جو تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں کتابُ اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابا جان میری بہن تو صرف ایک اسمأ ہے تو دوسری کون ہے ؟ فرمایا خارجہؓ کے پیٹ میں بچی ہے مجھے منجانب اللہ یہ

بات بتائی گئی ہے۔ چنانچہ (مدت کے بعد) امِ کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ (ریاض النضرۃ ص۱۶۸)

چہارم۔ وفاتِ رسول پر جب بنو طے بھی مرتد ہوگئے اور زکوٰۃ روک لی تو عدی بن حاتم بنو طے کی زکوٰۃ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو از خود سلام کیا تو عدی نے پوچھا: اے خلیفۂ رسول اللہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں تو عدی ہے۔ جب لوگوں نے کفر کیا تو ایمان پر رہا اور تو اسلام کی طرف آگیا جب انھوں نے پیٹھ پھیری۔ تو نے وفاداری کی جب دوسرے غدار نکلے۔ میں نے تجھے اور تیرے ساتھی زید کو پہچان لیا اور اگر میں تمھیں نہ پہچانتا تو خدا تو تم کو پہچانتا ہے۔ (ریاض النضرہ ص۱۶۸ ج۱ ذکر فراستہ وکراماتہ)

پنجم: اپنی وفات کی پیشین گوئی فرمائی پھر اسی منگل والی رات وصال فرمایا اور صبح سے پہلے دفن ہوئے۔ (ابویعلی از عائشہؓ۔ تاریخ الخلفاء ص۶۲)

ششم: آپ کی وفات پر مکہ معظمہ کانپا، تھرایا زمین کو صدمہ سے زلزلہ آگیا۔ والد نے پوچھا یہ زلزلہ کیسا؟ لوگوں نے کہا آپ کا بیٹا فوت ہوگیا۔ کہنے لگے بڑی سخت مصیبت آپڑی۔ (ابن سعد، تاریخ الخلفاء ص۶۲)

ہفتم: تھوڑا سا کھانا تھا، مہمان کھاتے تھے تو تین گنا اور بڑھ جاتا تھا حتی کہ رسولِ خدا کی طرف بھیجا اور آپ نے بھی کھایا۔ یہ مشکوٰۃ کے باب الکرامات ص۵۴۵ پر مذکور ہے۔

ہشتم: حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے درد سے شدید بیمار دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع کی ہی تھی کہ ابوبکر صدیقؓ تندرست ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا پہنچے اور کہا کہ آپؐ کے بعد فوراً جبریل امین علیہ السلام میرے پاس آئے مجھے ایک دوا سنگھائی۔ میں تندرست ہوکر آگیا ہوں۔ (ابن ابی الدنیا وابن عساکر قرۃ العینین ص۹۹)

نہم: امام باقرؒ کہتے ہیں کہ حضرت رسولؐ اور جبریلؑ کی سرگوشیاں حضرت ابوبکر صدیقؓ سنتے تھے مگر ان کو دیکھتے نہ تھے۔ (ابن ابی داؤد فی المصاحف وابن عساکر، کنز العمال ص۳۱۱ ج۶ بحوالہ کراماتِ صحابہؓ ص۱۵، س۱۶)

دہم: حدیبیہ کے موقع پر جو جواب حضرت عمرؓ کو رسولِ خدا نے دیا تھا، بلفظہٖ وہی جواب حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا یہ مطابقت ابوبکرؓ کی کرامت اور بزرگی کی دلیل شمار ہوتی ہے۔ (کتب سیر) اور جو مکارمِ اخلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضرت خدیجہؓ نے پہلی وحی کے دن بتائے تھے بلفظہٖ

مسئلہ وراثت انبیاء علیہم السلام

س ۳۲۴: کیا نحن معاشر الانبیاء والی حدیث صحیح ہے تو قرآن کے موافق دکھائیں؟

ج: جی ہاں! ہم نے تحفہ امامیہ باغِ فدک کی بحث میں ۱۰ صحابہؓ سے کتب اہلِ سنت سے اور ۱۰ احادیث کتبِ شیعہ سے اس مضمون کی نقل کردی ہیں مراجعت کریں۔ یہاں مختصراً کتاب اللہ سے موافقت پیش خدمت ہے۔ قرآن میں دسیوں انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ خیر اور کچھ کی وراثت کا ذکر بھی ہوا ہے مگر وراثتِ مالی کسی کی بھی مذکور نہیں ہے۔ سب کی علمی، کتابی اور معنوی وراثت کا ذکر ہے۔

۱۔ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ۔ (نمل ع۲) "اور سلیمانؑ داؤدؑ کا وارث ہوا تو کہا اے لوگو ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں۔" اگر وراثت مالی ہوتی تو دیگر ۱۷ بیٹوں کا بھی۔ (خواہ لفظ ابناء سے اجمالاً ذکر ملتا۔ پرندوں کی بولی کی تعلیم معجزہ نبوت اور وراثتِ معنوی ہے۔

۲۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ حضرت زکریا (نجار پیشہ مزدور علیہ السلام) بیٹا مانگ رہے ہیں۔ جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث بنے۔ (مریم ع۱)۔ دنیوی مال تو سوائے چند معمولی اوزاروں کے تھا نہیں۔ بنی اعمام نالائق اور پیغمبری کے اہل نہ تھے۔ خاندان سے منصب چھن جانے کا اندیشہ تھا۔ لائق و پسندیدہ بیٹا مانگا جو آپ کی پیغمبری اور باپ دادا سے وراثۃً منتقل شدہ نبوت کا وارث بنے۔ چنانچہ یحییٰ بیٹا ملا جس کو یہ حکم ملا يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ اے یحییٰ کتاب الٰہی مضبوطی سے تھامو اور ہم نے اسے حکمت و نبوت بچپن میں دے دی۔ اگر وراثت مالی مراد ہوتی۔ تو دعا کے جواب میں کتاب وحکمت کے بجائے مالی خزانوں کا ذکر ملتا۔

۳۔ سورت اعراف میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں کے ذکر میں ہے:
فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا۔ ان کے بعد ان کے جانشین جو ان سے کتاب کے وارث بنے۔ یہ

گھٹیا دُنیا لینے لگے اور کہتے تھے ہم بخشے جائیں گے۔

معلوم ہوا کہ پیغمبروں نے تو کتاب اور اپنی سنت وراثت میں چھوڑی تھی مگر پیغمبروں کی غیر پیغمبر نا اہل اولاد دنیا پرست نکلی۔

۴۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ (فاطر پ۲۲ ع ۱۶)

"پھر ہم نے کتاب (قرآن) کا وارث اپنے چنے ہوئے بندوں (امّت محمدیہ) کو بنایا۔"

اب یہ کتاب ان کو اپنے پیغمبر سے ہی بطور وراثت ملی جو تمام امّت محمدیہ کا حصّہ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وراثت مالی ہوتی تو اس کا کہیں ذکر ملتا۔ انبیاء سابقین کی طرح وراثت علمی و کتابی کا ذکر نہ ملتا جس کے دعویدار ائمہ شیعہ بھی ہیں اور سب احادیث "تحفہ امامیہ" میں مذکور ہیں۔

س ۳۳۵: اگر موافق نہ ہو سکے تو اس کے تین راوی بنو عبد المطلب سے بتائیں؟

ج: بخاری ص ۵۷۵/۲۔ ۹۹۶ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباس و علیؓ کا تولیت صدقات میں تنازعہ ختم کرانے کے لیے پوچھا تھا:

فاقبل عمر الى علي و عباس	پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے
فقال انشدكما بالله هل	اور فرمایا میں تم سے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں
تعلمان ان رسول الله صلى الله عليه	کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے یہ فرمایا (ہماری
وسلم قد قال ذلك (لا نورث ما	وراثت نہیں ہوتی جو چھوڑیں صدقہ ہوتا ہے) دونوں
تركنه صدقة) قالا نعم۔	نے فرمایا۔ جی ہاں۔

تیسرے راوی زبیرؓ بن عوام بھی ہیں جو عبد المطلب کے نواسے، حضرت علیؓ و رسول اللہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے (البدایہ ص ۲۸۷/۵)۔ اگر یہ تسلیم نہ ہوں تو حضرت جعفر صادقؒ، محمد باقرؒ کو گن لیں جن کی احادیث (نفی وراثت دنیوی از پیغمبرؐ) اصولِ کافی باب صفۃ العلم اور باب "ان الائمۃ ورثوا علم النبی و جمیع الانبیاء" میں مذکور ہیں۔

س ۳۳۶: اگر حدیث صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے یہ جائیدادِ مدینہ حضرت علیؓ و عباسؓ کو دے کر ابوبکرؓ کے قول و فعل کو عملاً کیوں باطل کر دکھایا؟

ج: حدیث صحیح ہے۔ جس کے مطابق یہ تمام صدقات اور جائیداد فقراء کے لیے وقف رہی۔ حضرت عمرؓ نے ان دو ہاشمی بزرگوں کو بطور وراثت و تملیک قبضہ نہ دیا تھا بلکہ مساکین پر خرچ کے لیے متولی وانچارج صدقات بنایا۔ روایت میں یہ سب تصریح ہے مگر صحابہؓ سے بغض اور شیعہ کی روایتی خیانت اس کارروائی پر آپ کو مجبور کرتی ہے اوپر والی حدیث اسی تنازعہ کہ حضرت علیؓ مساکین پر طبعًا فیاض تھے۔ حضرت عباسؓ فراخ دستی کے بجائے کفایت شعاری سے کام لیتے تو دونوں میں جھگڑا پڑ جاتا اور قضیہ حضرت عمرؓ تک پہنچا۔ اس کو ختم کرنے کے لیے آپ نے ان سے حدیث پوچھی۔ پھر تولیت ان سے لے کر اپنے ہاتھ میں کر لی۔

س ۳۳۷: بخاری سے ثابت کیجئے کہ سیّدہ فاطمہؓ ابوبکرؓ پر غضبناک نہ تھیں؟

ج: جب ہم سنی و شیعہ معتبر کتب سے رضامندی فاطمہؓ ثابت کر چکے ہیں (دیکھئے "تحفہ امامیہ" ص ۱۸۵ تا ص ۱۸۸) پھر خاص کتاب کے حوالہ پر اصرار بچوں یا معاندوں والی ضد ہے دانشمندی اور دین کی بات نہیں ہے جب کہ یہ حقیقت ہے کہ غضبت کا لفظ ابنِ شہاب راوی کا مدرج ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا قول۔ حضرت عائشہؓ راوی حدیث کا قول یا امام بخاری کا اپنا تبصرہ نہیں ہے۔ صرف بعض روایات میں قال کے بعد یہ الفاظ ہیں؟ کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑا۔ اور فدک مانگنے کے بارے میں تا وفات ابوبکرؓ سے بات نہ کی۔" الحدیث۔ پس راوی کا یہ اپنا تاثر ہے شیعہ نے اسے ناراضگی برابوبکر بنا کر ۱۴۰۰ سال سے سر آسمان پر اٹھا رکھا ہے۔ رضامندی کی اپنی احادیث بھی نہیں سنتے اور زاہدہ بتولؓ پر یہ الزام تراشی کرتے چلے آرہے ہیں "کہ وہ دنیا کے چند ٹکے غرباء کو دے دینے پر ابوبکر نانا پر اتنی ناراض ہوئیں کہ بات تک نہ کی۔"

ع جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

کیا خاتونِ جنت فاطمہؓ کی یہی شان ہے۔ معاذ اللہ۔ پھر جب فاطمہؓ کے بعد حضرت علیؓ فاطمہؓ کے جانشین تھے۔ جب وہ مشورہ نہ پوچھے جانے کی شکایت کے بعد راضی ہو گئے اور بیعت کر لی اور اس کی صراحت بخاری ص ۶۰۹/۲ پر موجود ہے تو گویا فاطمہؓ کی رضامندی بخاری سے ثابت ہو گئی۔ فعظم حق ابی بکر وحدث انہ لا یحملہ علی الذی

صنعه نفاسة علی ابی بکر ولا انکار اللذی فضله الله به .... الخ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے حق کو عظیم جانا اور بیان کیا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ ابوبکرؓ پر حسد یا اس کی فضیلت کے انکار کی وجہ سے نہیں کیا ہے بلکہ ہم اس کام اور مشورہ میں اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ لیکن ہماری شرکت کے بغیر ہوا تو ہم جی ہیں ناخوش ہو گئے تھے۔

س ۳۳۸ : صحیح بخاری کتاب الجهاد باب برکة الغازی فی ماله حیًا ومیتًا مع النبی صلی الله علیه وسلم وولاة الامر میں ہے کہ زبیرؓ کی کل جائیداد ۵ کروڑ دو لاکھ درہم کی ہوئی۔ زبیرؓ داماد ابوبکرؓ تھے اتنی دولت انھیں کیسے حاصل ہوئی؟

ج : چور وخائن دوسرے کو بھی اپنے جیسا سمجھتا ہے۔ خویش نواز اور دنیا پرست شیعہ حضرت ابوبکر و زبیرؓ پر یہ ناپاک بہتان کیوں نہ لگائیں۔ ورنہ خود مذکورہ بالا عبارتِ باب میں اس کا جواب آگیا کہ جہاد کے مالِ غنیمت میں برکت ہوتی ہے اور غازی کا مال مرنے کے بعد بھی بابرکت ہوتا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام وبن صفیہؓ بنت عبد المطلب مشہور مجاہدوں، غازیوں سے ہیں۔ عہدِ نبوت کے تمام غزوات میں شریک رہے اور غنیمت پاتے رہے۔ پھر تینوں خلافتوں میں اسلامی فتوحات میں نمایاں کردار سے شریک رہے اور وظیفہ وغنیمت پاتے رہے۔ خلافتِ رابعہ میں ایک ملعون بدبخت سبائی ابنِ جرموز نے نماز کی حالت میں صرف اس جرم میں شہید کیا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے بدلہ قتل کا مطالبہ حضرت علیؓ سے کیوں کیا۔ قاتل شیعہ علی کہلاتا تھا اور حضرت علیؓ نے اسے جہنم کی بشارت سنائی۔ (الاخبار الطوال لابی حنیفہ الدینوری) روایت میں تصریح ہے کہ میں مظلوماً شہید ہوں گا۔ حضرت زبیرؓ طبعاً فیاض تھے۔ نقدی سب فقراء پر خرچ کر دیتے تھے۔ پھر قرض لے کر بھی خرچ کر دیتے تھے اور جو امانت رکھتا اس سے اجازت لے کر قرض بنا کر خرچ کر دیتے اس کے علاوہ اس روایت میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت زبیرؓ نے دینار اور درہم کچھ نہ چھوڑا۔ صرف دو زمینیں اور کچھ مکانات چھوڑے قرضوں کی ادائیگی کے لیے حضرت عبد اللہؓ نے یہ جائیدادیں بیچ ڈالیں۔ اس دور میں جائیدادوں کی قیمت ۵ کروڑ ۲ لاکھ ہوئی۔ (بتائیے اس غازی اور سخی پر کیوں اعتراض کیا جائے؟)

س ۳۳۹ : تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کان ابوبکر سبابا او نسابا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ گالی بکنے والے تھے یا نسب جاننے والے تھے یہ عادت شیعوں کے لیے کیوں اعتراض بنائی جاتی ہے؟

ج : بکواس بازی اور گالیاں شیعوں کو مبارک ہوں۔ تاریخ الخلفاء میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے صریح جھوٹ ہے ان کے اعلم الصحابہؓ ہونے کے باب میں یہ لفظ ہیں؛ وکان ابوبکر الصدیق من انسب العرب۔ "کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب عربوں سے زیادہ نسب نامے جانتے تھے" شیعوں کو اعتراف ہے کہ وہ گالیاں بکتے ہیں تو یہ کام منافقوں، بداطواروں کا ہے شیعہ انہی عادات سے پہچانے جاتے ہیں۔ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ (پ ۲۶ ع ۸)

س ۳۴۰ : فُجَاۃ نامی مسلم شخص کو ابوبکرؓ نے کس جرم میں جلایا؟

ج : آپ کے ممدوح اور مسلمانوں کے دشمن فجاۃ کا حال تاریخ میں یوں لکھا ہے:

"ادھر مدینہ منورہ میں بنو سلیم کا ایک سردار الفجاۃ بن عبد یالیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ آلاتِ حرب سے مدد کریں۔ میں مرتدین کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو سامانِ حرب عطا کر کے مرتدین کے مقابلہ کو بھیجا۔ اس نے مدینہ سے نکل کر اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر دیا اور بنو سلیم اور بنو ہوازن کے ان لوگوں پر جو مسلمان ہو گئے تھے شب خون مارنے کو بڑھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حال سے آگاہ ہو کر فوراً عبد اللہ بن قیس کو روانہ کیا انھوں نے ان دھوکہ باز مرتدین کو راستہ ہی میں جا لیا۔ بعد مقابلہ ومقاتلہ الفجاۃ بن عبد یالیل گرفتار ہو کر صدیق اکبرؓ کے سامنے مدینہ میں حاضر کیا گیا اور مقتول ہوا۔" (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۲۳۹ ج ۱ بلفظہ (تاریخ طبری ص ۲۶۴ ج ۳، ص ۲۶۵)

سوال بناتے وقت اتنی بددیانتی نہ ہونی چاہیئے کہ ایک علانیہ مرتد کافر کو، ابوبکرؓ دشمنی میں مسلمان کہا جائے۔ شاید وہ شیعوں کا پیشوا ہو گا؟

س ۳۴۱ : ابوبکرؓ نے اپنی حکومت میں سادات کا خمس کیوں بند کر دیا؟ (بخاری، ابوداؤد)

ج : دو وجہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ قرابت کی وجہ سے ادائیگی عہدِ نبوی کے ساتھ خاص

سمجھتے تھے اور اس کی وجہ (واللہ اعلم) اس بات سے سمجھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی بنو عبد شمس اور بنو نوفل بھی تھے۔ حضور نے ان کو خمس نہ دیا صرف بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کو دیا۔ جب انھوں نے آکر یہ گزارش کی:

قرابتنا وقرابتهم منك واحدة

ہماری اور ان کی رشتہ داری تو آپ سے یکساں ہے۔

تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ میں اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت اور اسلام میں اکٹھے رہے ہیں اور ہم انگلیوں کی طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ (ابوداؤد ص۶۱)

تو حضرت ابوبکرؓ نے وفاتِ نبوی سے اس اصول میں کمی دیکھی تو خمس تو نہ دیا۔ لیکن ان کے اخراجات بیت المال سے ادا کرتے رہے چنانچہ ابوداؤد ص۵۸ پر ہے۔ وانما یاکل اٰل محمد فی ھٰذا المال یعنی اس اللہ کے مال سے آلِ محمد حسبِ ضرورت کھاتے رہیں گے۔

۲ حضرت ابوبکرؓ نے اموال کی تقسیم مساویانہ کی۔ قرابت۔ یا اسلام میں اوّلیت وغیرہ کا خیال نہ کیا کہ ان چیزوں کا بدل اللہ ان کو دے گا۔ رزق میں وہ سب مساوی ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر خمس کی خصوصی ادائیگی بند کی اور مالی امداد عمومی تبرعات سے یا اپنے مال سے خصوصی کرتے رہے۔ ابوداؤد ص۵۹ پر ہے کہ رسولِ خدا اپنے گھر والوں پر خرچ کے بعد بقیہ صدقہ کر دیتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ دو سال خلیفہ رہے تو اسی طرح کرتے رہے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ و عثمانؓ کی پالیسی اور اصول۔ قرابت۔ فضائل اور اولیتِ اسلام میں فرقِ مراتب کرنا تھا۔ چنانچہ انھوں نے ادائیگی جاری رکھی۔ اسی روایت میں صراحت ہے:

فكان عمر بن الخطاب يعطيهم منه وعثمان بعده۔

کہ حضرت عمرؓ اور پھر عثمانؓ بنو ہاشم کو خمس دیا کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اصول پرستی سے خمس نہ دیا تو ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھا۔ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے خمس جاری رکھا۔ یہ جواب روایت ماننے کی صورت میں ہے

اگر اسے صحیح نہ مانیں کیونکہ درجِ ذیل دو روایتیں اس کے خلاف ہیں تو جواب کی حاجت نہیں۔ دوسری روایت میں یہ صراحت ہے کہ خمس کے انچارج و متولی عہد نبوتؐ، صدیقیؓ اور فاروقیؓ میں حضرت علیؓ تھے۔ (اور اپنا حصّہ باقاعدہ لیا کرتے تھے) خود فرماتے ہیں:

ولانی رسول الله صلی الله علیه وسلم خمس الخمس فوضعته مواضعه حیوة ابی بکر وحیوة عمر فاتی بمال فدعانی فقال خذه فقلت لا اریده فقال خذه، فانتم احق به قلت قد استغنینا عنه۔ فجعله فی بیت المال۔ (ابوداؤد ص$\frac{61}{2ج}$)

مجھے رسول اللہ نے خمس الخمس کا متولی بنایا میں نے حضورؐ کی زندگی میں اس کے مواقع پر خرچ کیا اور ابوبکرؓ کی زندگی میں اور عمرؓ کی زندگی میں بھی اس کے مواقع پر خرچ کیا۔ پھر کچھ مال آیا مجھے بلایا کہ لے لو۔ میں نے کہا میں نہیں لینا چاہتا۔ عمرؓ کہنے لگے لے لو تم اس کے زیادہ حقدار ہو میں نے کہا اب ہم غنی ہو گئے ہیں تو حضرت عمرؓ نے بیت المال میں ڈال دیا۔

تیسری روایت میں یہ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں عباسؓ اور فاطمہؓ اور زیدؓ بن حارثہ رسول اللہ کے پاس گئے میں نے کہا: یا رسول اللہ اگر آپ کا خیال ہو کہ اس خمس کا کتاب اللہ کے مطابق مجھے متولی بنا دیں۔ تو اپنی زندگی میں تقسیم کر دیں تاکہ آپ کے بعد کوئی مجھ سے جھگڑا نہ کرے۔ حضورؐ نے ایسا کر دیا۔ تو میں نے رسول اللہ کی زندگی میں (اپنی برادری وغیرہ پر) خرچ کیا پھر مجھے ابوبکرؓ نے متولی بنایا۔ (تو میں یونہی تقسیم کرتا رہا) یہاں تک حضرت عمرؓ کا آخری سال تھا اور مال بہت آگیا تھا تو آپ نے ہمارا حق نکالا اور میری طرف بھیجا۔ میں نے کہا ہمیں ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کو ضرورت ہے تو ان کو تقسیم کر دیں چنانچہ انھوں نے تقسیم کر دیا۔ پھر عمرؓ کے بعد مجھے کسی نے نہ بلایا۔ (ابوداؤد ص$\frac{61}{2ج}$)

ان دو روایتوں سے معلوم ہوا کہ بنو ہاشم کو بدستور عہد نبوت کی طرح عہد صدیقیؓ اور فاروقیؓ میں خمس ملتا رہا۔ ان کی کوئی مالی حق تلفی نہیں ہوئی۔ جب وہ امیر ہو گئے تو خود چھوڑ دیا۔

س ۳۴۲: ابوبکرؓ نے سفیرِ قریش کو بت کی شرمگاہ چاٹنے کی گالی حضورؐ کے سامنے کیوں دی اور مذکر بُت کے لیے مونث بات کرنا کیسی تہذیب وعلم ہے؟

ج: سبحان اللہ! صاحبِ پیغمبر کی دشمنی میں اب کفارِ قریش کی حمایت وطرفداری کی جا رہی ہے آپ کی مسلمانی قابلِ داد ہے۔ کیا حضورؐ نے علی المرتضیٰؓ نے یارِ رضا وجنت کی سند پانے والے ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ نے بھی یہ اعتراض کیا تھا؟ خود قریشی سفیر کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں تو آپ کے سابق احسانات یاد کر کے خاموش ہو گیا۔ یہ گالی نہ تھی۔ کافر کی اشتعال انگیزی کا مناسب جواب تھا جیسے قرآن نے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ۔ الخ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ بت خواہ مذکر کے نام وشکل پر ہوں حقیقۃً مونث ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہے:

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا۔ (پ۵ ع ۱۵) مشرکین اللہ کے علاوہ صرف عورتوں کو پکارتے ہیں۔

نیز مشرکین لات ومنات اور عزیٰ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تو فرمایا "کیا تم نے لات، عزیٰ اور تیسری مناۃ کو دیکھا۔ تم تو بیٹے پسند کرو اور خدا کے لیے بیٹیاں ہوں یہ تو غیر منصفانہ تقسیم ہے۔" (النجم پ۲۷ ع ۵)

معترض ابوبکر صدیقؓ کی عربیت میں غلطی نہ پکڑے اپنے علم وتہذیب کا ماتم کرے۔

س ۳۴۳: صواعقِ محرقہ باب اوّل فصل ۵ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ ابوبکرؓ نے اپنی صاحبزادی کا وظیفہ ۱۰ ہزار درہم مقرر کیا۔ دخترِ رسولؐ کا باغ کیوں چھینا؟

ج: صواعقِ محرقہ فصل پنجم سب دیکھی اس میں ایسا کوئی بہتان نہیں ہے کہ اپنی صاحبزادی کا وظیفہ ۱۰ ہزار درہم مقرر کیا۔ باغ کا طعن ہم بار بار رد کر چکے ہیں۔ روضۃ الاحباب غیر معتبر کتاب ہے۔ خلفاءؓ نے باغ اگر فقراء کے نام قرآن شریف کے مطابق وقف کر دیا تو اہلِ بیتؓ کی ویسے بہت امداد کی۔ سیرت المصطفےٰ ص ۳۸۳/۲ پر ہے: "پھر ان مدعیان عصب کو یہ خیال نہیں آتا کہ خلفاء نے زمانہ خلافت میں فقیرانہ اور درویشانہ زندگی گزاری اور اہلِ بیتؓ کرام کو بیک وقت پچاس پچاس ہزار اور ساٹھ ہزار درہم و دینار دیا کرتے تھے۔ جس وقت شہر بانو

شہزادیٔ ایران خلیفہ برحق کے زمانہ خلافت سراپا شوکت وعظمت میں مقید ہو کر آئیں تو خلیفۂ وقت نے حضرت علیؓ اور حسنینؓ کو حصّہ غنیمت دینے کے بعد تینوں کو۔ تیس تیس ہزار درہم دیئے اور اس کے علاوہ خاص امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہر بانو مع ان کے زیور جواہرات کے عطا کی جس کا ہر جوہر اور موتی اتنا قیمتی تھا کہ ایک موتی کی قیمت سے کم از کم سو باغ فدک خریدے جا سکیں۔"

س ۳۴۴: جنگِ خندق میں حضرت ابوبکرؓ کا کردار و کارنامے سپردِ قلم کیجئے؟

ج: وہی کردار ہے جو حضرت رسولِ خدا اور تین ہزار صحابہ کرامؓ کا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھوکے پیاسے لمبی چوڑی دفاعی خندق کھود کر مہینہ بھر دشمن کے سامنے ڈٹے رہے خندق کے جس جس حصّے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ وغیرھم رضی اللہ عنھم کو متعین کیا تھا۔ وہاں سے دشمن کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ آج ان مقامات پر بطور یادگار مساجد راقم آثم نے خود دیکھی ہیں۔ حضرت علیؓ کے سامنے سے خندق کم چوڑی تھی۔ چار پہلوان خندق پار کر آئے حضرت علیؓ نے ایک جماعت کے ہمراہ ان پر حملہ کیا۔ ۹۰ سال کا پہلوان عمرو بن ود مارا گیا۔ شیعہ تفسیر قمی سورت احزاب میں قتل کا واقعہ یہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس سے داؤ کھیلا۔ تم اتنے بڑے پہلوان ہو پھر ساتھی لے کر مجھ سے لڑتے ہو اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضرت علیؓ نے اس کے پاؤں پر وار کیا اور دوسرا سر پر کیا تو جہنم رسید ہو گیا ہمیں حضرت علیؓ کی اس پانچ منٹ کی بہادری اور شیرِ خدا کے کارنامے کا اعتراف ہے مگر کیا آپ کو یہ تعلیم حضرت علیؓ نے دی کہ اس گھمنڈ میں باقی تین ہزار مہاجرین وانصارؓ کی پگڑیاں اچھالتے رہو اور نام لے لے کر پوچھو کہ فلاں فلاں کے کیا کارنامے ہیں کیا آپ اپنے تین یاروں حضرت ابوذر، مقداد اور عمار رضی اللہ عنھم کے کارنامے بھی اس جنگ میں بتا سکتے ہیں؟ معاف کیجئے فضیلت جتلانے کا یہ معیار انتہائی گھٹیا ہے۔ حضرت علیؓ بھی کل آپ کے خلاف اور مہاجرین کے حمایتی ہوں گے جب کہ دیگر جنگوں میں حضرت ابوبکرؓ کا قتل کرنا بھی ثابت ہے۔ مسلم شریف ص ۸۹/۲ پر ہے کہ غزوہ بنو فزارہ میں حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے امیر بنایا تھا... ثم شن الغارة فورد الماء فقتل من قتل علیه وسبی۔ کہ خوب حملہ کیا پانی پر اترے تو کتنے آدمی قتل کیے، کتنے قیدی بنائے۔

س ۳۴۵: شہداء احد کے متعلق حضورؐ نے فرمایا میں ان کا گواہ ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کیا ہم ان کے بھائی نہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معلوم نہیں میرے بعد تم کیا احداث کرو گے؟ تو ابوبکرؓ رونے لگے، بتائیے آپ صدیقؓ کے گواہ کیوں نہ ہوئے؟ (کشف المغطاعن الموطا صـ۳۰۱)

ج: یہ پوری جنس امّت کو خطاب ہے لیکن شخصی خطاب بنا کر طعن تراشا گیا ہے درحقیقت اس میں یہ جتلانا ہے کہ مدار خاتمہ بالخیر پر ہے جو حضورؐ کے سامنے شہید ہو گئے ان کا خاتمہ بالخیر اور آپ کی شہادت یقینی ہے مگر جو اُمّتی زندہ ہیں یا بعد میں آئیں گے اور فوت ہوں گے۔ ان کی وفات پر حضورؐ کی موجودگی یا گواہی نہ ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی گناہ و احداث میں مبتلا ہو تو حضورؐ یہ تنبیہہ فرما رہے ہیں کہ کئے ہوئے اعمالِ خیر پر ہی بھروسہ نہ کرو۔ خاتمہ بالخیر کا بھی فکر کرو تبھی تو صدیق اکبرؓ رونے لگے۔ کیونکہ کاملین کی یہی شان ہے: "ہر وقت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔" (پ۱۸ ع ۴) ورنہ حضرت ابوبکرؓ کو بار بار جنت کی بشارت ملی ہے۔ حضورؐ کو ان کے خاتمہ کا فکر نہ تھا۔ حضرت شعیب پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا۔ (اعراف پ۹ ع ۱)	کفر میں لوٹنا ہمارے لیے ممکن نہیں مگر یہ کہ ہمارا اللہ اور رب ہی یہ چاہے۔

یعنی اپنے مومن ساتھیوں کے خاتمہ بالخیر ہونے نہ ہونے کا حضرت شعیبؑ کو بھی فکر تھا۔ ۱۰۰ ار سوا سو نام بنام مبشر بالجنۃ صحابہ کرامؓ کے سوا باقیوں کے متعلق حضورؐ کو بھی یہی فکر تھا۔ شیعوں کو چونکہ دولتِ ایمان حاصل ہی نہیں تو ان ملنگوں کو اس کے چھن جانے کا کیا ڈر وہ تو شفاعت قہری والا کفار کا یہ عقیدہ اپنائے ہوئے ہیں کہ چونکہ ہم شیعہ علی کہلاتے علی ولی اللہ پڑھتے۔ ماتم و بین کرتے اور تعزیہ حسینی کی تعظیم کرتے ہیں تو "آخرت فاطمہؓ کے لال کے صدقے بنی ہوئی ہے۔" پر ہی نازاں اور خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب ایسے بدعمل بدعقیدہ بدعتی مشرکوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان کے فرضی شفعاء، شرکاء اور مشکل کشا ہستیاں ان سے تبرّا کریں گی۔ سچا قرآن

لہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب۔ (پیر مشرک مریدوں سے بری ہو جائیں گے مرید عذاب دیکھیں گے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ (پ۲ ع ۴)

فرماتا ہے:

"اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب ہی نہ دے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر بھی رہیں اور قیامت کے دن جب سب آدمی جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن بھی ہوں گے اور ان کی عبادت کے منکر بھی۔" (احقاف پ۲۶ ع ۱) ترجمہ مقبول صـ۱۰۶۔

حضرت علیؓ کے کلماتِ حکمت میں ہمیں یہ دو مقولے ملے ہیں:

۱۔۔۔ مجھ سے پانچ باتیں لے لو تم میں سے ہر شخص اپنے گناہ ہی سے ڈرے صرف اپنے رب سے امّید رکھے۔ نہ جاننے والا سیکھنے میں شرم نہ کرے اور عالم سے اگر وہ بات پوچھی جائے جو نہ جانتا ہو تو وہ یہ کہنے میں شرم نہ کرے۔ اللہ بہتر جانتا ہے، صبر ایمان کا سر ہے۔ صبر گیا تو ایمان ختم۔ جب سر کٹا تو بدن ختم۔

۲۔۔۔ پورا عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے انھیں گناہوں کی چھٹی نہ دے اور خدا کے عذاب سے بڈر نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء صـ۱۴۲) حضرت ابوبکرؓ کا یہ ڈر اور گریہ اسی حقیقت کی تصویر تھی۔

س ۳۴۶: "اگر علیؓ بیعت نہ کرے تو اس کا گھر جلا دو۔" حکم ابوبکرؓ۔ تاریخ ابوالفداء صـ۱۶۵ کیا خلیفہ برحق ایسے بیعت طلب کرتے ہیں؟

ج: ہمارے نزدیک بالکل غلط روایت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"اور جو کچھ قصّہ قنفذ اور دروازہ فاطمہؓ جلا دینے کا اور ان کے پہلو میں تلوار چبھونے کے معاملہ میں لکھا ہے۔ یہ سب جھوٹی باتیں اور افترا شیاطینِ کوفہ کے ہیں جو شیعہ اور رافضیوں کے پیشوا ہوئے ہیں۔ ہرگز کسی اہلِ سُنّت کی کتاب میں نہ صحیح طریق پر نہ ضعیف طریق پر موجود ہے۔" (تحفہ اثنا عشریہ اردو صـ۱۵۷)

حضرت علیؓ بروایت تاریخ طبری تین دن بھی بیعت سے الگ نہیں رہے۔ تو ایسی بات پیدا نہیں ہوئی۔

بالفرض والمحال ایسا اگر کہا ہو تو یہ صرف دھمکی ہے حقیقت نہیں ہے جیسے حضور

علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جمعہ سے الگ رہنے والوں یا نماز باجماعت نہ پڑھنے والے منافقوں کے متعلق یہ فرمایا: "میں ان کے گھر جلانا چاہتا ہوں مگر معصوم بچوں کے جلنے کا اندیشہ ہے۔" الحدیث

"عدلیہ" کے علمبردار ذرا انصاف سے دیکھیں خلیفۂ برحق سے منسوب یہ دھمکی سخت ہے یا قصاصِ عثمانؓ سے بیعت مشروط کرنے والوں پر چڑھائی کر کے، ستر ہزار مسلمانوں کا کٹ جانا۔ زیادہ سخت ہے ؟

س ۳۴۷ : ازالۃ الخفاء ص ۱۹۹ میں ہے کہ حضورؐ نے ابوبکرؓ سے کہا ثقلتک امّک ۔ یہ بد دعائیہ کلمہ آپؐ نے کیوں کہا ؟

ج : صحیح لفظ ثکلتک امک ہے۔ تیری ماں تجھے گم پائے۔ یہ کلمہ بددعائیہ نہیں۔ بلکہ عربوں کا عام محاورہ ہے۔ مخالف کو اس کی سوجھ کے خلاف جب بات بتانی ہو تو ایسا کہہ دیتے ہیں جیسے حضرت عمارؓ سے فرمایا:

ویحک یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ۔ (بخاری) اے عمار تجھ پر افسوس! تجھے باغی ٹولہ (قاتلِ عثمان) قتل کرے گا۔

یہاں بھی حضرت ابوبکرؓ کا خیال تھا کہ شرک صرف غیر اللہ کی عبادت کا نام ہے۔ حضورؐ نے اس کے خلاف فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ شرک خفی بھی ہوتا ہے جو ریا اور دکھلاوا ہے۔ چیونٹی کی چال سے بھی سست وہ مسلمانوں میں چلتا ہے۔

س ۳۴۸ : کیا حضرت علیؓ کسی بھی جنگ میں حضرت ابوبکرؓ کے ماتحت ہوئے ؟

ج : جب جنگ و جہاد سے بھی افضل عبادات، حج اور نماز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ادا کیں تو افضلیت ثابت ہو گئی۔ بخاری شریف میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے ابوبکرؓ نے اس حج (۹ ھ) میں ان منادیوں میں مقرر کر بھیجا جو منیٰ میں یہ اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا نہ ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرے گا حمید بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ بھی برأت کا اعلان کریں۔ (ابوہریرہؓ کہتے ہیں) چنانچہ ہمارے ساتھ علیؓ نے مل کر اہلِ منیٰ میں برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ حج کرے نہ بیت اللہ کا ننگے طواف کرے۔

یہاں سے صراحتہً پتہ چل گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضورؐ نے معزول نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مؤذن باقی مؤذنوں سمیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں بنا کر بھیجا۔ تاکہ عربوں کا یہ اصول پورا ہو جائے کہ عہد شکنی کے اعلان وغیرہا کو خود معاہد یا اس کا چچازاد بھی سرعام کرتے۔ (صواعقِ محرقہ ص ۳۳)

س ۳۴۹ : کیا حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں حضرت علیؓ نے کوئی جنگ لڑی ؟

ج : مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کو دوبارہ مسلمان بنانے کے لیے جو حضرت ابوبکرؓ نے گیارہ دستے مقرر فرمائے۔ ایک کی کمان خود سنبھالی" کہ بنو عبس اور بنو ذبیان کے مقابلے میں خود گئے اور انہیں زیر کیا۔" (تاریخ اسلام ص ۱۱۲) ۔ ایک کے کماندار حضرت علیؓ تھے۔ ملّا فتح اللہ کاشانی شرح نہج البلاغہ فارسی میں لکھتے ہیں۔ ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بہت سے عرب بدل گئے اور دین سے مرتد ہو گئے اور اصحابِؓ رسولؐ اس معاملہ میں عاجز و حیران رہ گئے۔ جب حضرت علیؓ نے یوں دیکھا تو صحابہ رسول کی دلداری کرتے ہوئے حیدری بازوؤں کے زور کے ساتھ مرتدوں کو جہنم میں بھیجا اور پھر دین کا انتظام ٹھیک ہو گیا۔ (ترجمہ شرح نہج البلاغہ تحت مکتوب امیر بسوئے اہالیانِ مصر بحوالہ رحماءُ بینھم حصّہ اول ص ۲۷۹) ۔

مگر اس ہنگامی دور کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ سے دیگر اہم شایانِ شان کام لیے اور جنگوں میں بھیجنا مناسب نہ جانا۔ اس کے لیے چھوٹے درجے کے نوجوان صحابہؓ بہترین جرنیل ثابت ہوتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے بھی جنگی خدمات لینے کی ضرورت نہ سمجھی اس میں علام الغیوب قادر مطلق نے یہ راز پنہاں رکھا تھا کہ شیعوں کا ایک فرقہ پیدا ہو گا جو عہدِ نبویؐ کے ۳۷ غزوات و سرایا میں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے درجن بھر کافر قتل ہونے کی وجہ سے ایسا طوفانِ بدتمیزی مچائے گا کہ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے تین چار چھوڑ کر سب پر کیچڑ اچھالے گا اور فخر کرے گا۔ اگر ایران، روم، افریقہ عجم و ترکستان (روس) کی فتوحات میں حضرت علیؓ کی جنگی خدمات کا ذرّہ بھی حصّہ پایا گیا۔ تو یہ زبان دراز ٹولہ انبیاء کرامؑ کی بھی پگڑیاں اچھالے گا۔ ہر مسلمان سے پوچھے گا۔ بتاؤ۔ موسٰی کا کیا کارنامہ ہے؟

ابراہیمؑ نے کیا فتوحات کیں ؟ سلیمانؑ نے کتنے کافر مارے ؟ (نقلِ کفر کفر نہ باشد، معاذاللہ) جیسے وہ اب بھی صحابہؓ کو گالیاں دینے کے علاوہ انبیاء علیہم السّلام کے متعلق یہ یقینی کفریہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ ہر خوبی اور کمال میں حضرت علیؓ سے گھٹیا تھے اور علیؓ فائق و افضل ہیں۔ بلکہ امامت نبوت سے افضل ہے۔ (معاذاللہ)

تو اللہ تعالیٰ نے کمالات کا توازن یوں برقرار رکھا کہ صحابیٔ رسولؐ کی حیثیت سے۔ جو شیعہ کے ہاں معیارِ فضیلت ہی نہیں علیؓ کو ایمان۔ عمل۔ علم۔ تقویٰ۔ شجاعت۔ شرافت ہر صفت سے نوازا اور اہلِ سُنّت کے ہاں بعد از پیغمبرؐ یہ پوزیشن بحال رہی مگر بعد از پیغمبرؐ شیعہ کے منصوص من اللہ امام کی حیثیت سے ایک وصف و کمال بھی باعترافِ شیعہ ظاہر نہ ہو سکا۔ کیا کوئی شیعہ مجتہد اس پر روشنی ڈال سکتا ہے ؟

س ۳۵۰ تا ۳۵۳ : غصب فدک کے متعلق ہے ہم دوبارہ یہ بحث نہیں چھیڑتے تحفہ امامیہ کے ۴۶ صفحات پر ہر قسم کی قیل وقال کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

س ۳۵۴ : کیا حضرت عمرؓ کا قول درست ہے کہ فدک خاص آنحضرتؐ کی ملکیت تھا؟

ج : لفظ ملکیت ایجادِ بندہ ہے وہاں نہیں البتہ یہ درست ہے کہ خالص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تصرف تھا۔ آپؐ جیسے چاہیں خرچ کریں۔ قرآن میں مذکور ۸ مصارف پر خرچ کریں کسی کو کم دیں یا زیادہ۔ کسی کو اعتراض کا حق نہ تھا۔ اگر ذاتی ملکیّت سمجھا جائے تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ ذاتی کمائی، ہبہ وغیرہ سے حاصل ہوا ہو۔ حالانکہ وہ منصب نبوت اور حاکمانہ رعب سے حاصل ہوا۔ تو خرچ بھی رفاہی مدّات میں ہوگا۔ دوم یہ کہ قرآن شریف نے ایسے مالِ فے کے آٹھ مصارف سورت حشر میں ذکر کیے ہیں تو وہ مشترکہ مال ہوا ذاتی ملکیت نہ ہوا ہاں آپ اپنی ذات پر۔ برادری پر یتامیٰ، مساکین، فقراء وغیرہ پر خرچ کرنے کے ایسے مجاز تھے کہ کسی کو چون وچرا کا حق نہ تھا۔

بخاری، ابوداؤد ص ۵۶ ج ۲ پر ہے " کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چیز مخصوص کی اور کسی کے لیے نہ کی . . . . تو رسولؐ اللہ اس مالِ مخصوصہ سے

سال بھر کا خرچ لے کر باقی مصارف (ثمانیہ[۸]) میں خرچ کر دیتے تھے۔

س ۳۵۵ تا ۳۵۷ : کیا رسُول اللہ نے اپنی اولاد کے لیے وصیّت فرمائی؟ تو کیا تھی؟ ورنہ کیا اہل خانہ کو امّت کے رحم وکرم پر چھوڑا ؟

ج : مالی سلسلے میں کوئی وصیّت نہیں فرمائی۔ یہی بات دلیل ہے کہ انبیاءؑ کا ورثہ نہ بٹتا ہے نہ وصیّت کے کام آتا ہے۔ بلکہ وہ عام صدقہ بیت المال کا حق قرار پاتا ہے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے زہد کا تقاضا یہی تھا کیونکہ آپؐ کو حکم تھا:

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ (ص، ع ۵، پ ۲۳)	آپ فرمایئے میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔

تو اگر بقولِ شیعہ نبوت اور حکومت کے رُعب سے ایک بڑی جائیداد حاصل کریں اور دولت سے انبار بھر دیں جو ورثاء میں بٹے یا وصیّت کی ضرورت پڑے تو یہ دنیا داروں کا سا بڑا تکلف ہوتا۔ اللہ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس حالت میں رخصت کیا کہ خالی ہاتھ تھے۔ زرہ ایک یہودی کے ہاں گروی رکھی گئی تھی۔

اولاد کا فکر نہ تھا کیونکہ اس وقت ایک صاحبزادی تھی جو شیرِ خدا جیسے طاقت ور اور کمائی والے کے گھر تھی۔ فکر ہو سکتا تھا تو ۹ بیواؤں کا، مگر ان کو بھی اللہ کے بھروسے پر چھوڑا کوئی جائیداد ان کے نام وقف نہیں کی۔ وصیّت فرمائی تو صرف تین باتوں کی۔ نماز، غلاموں اور ماتحتوں سے حسنِ سلوک، یہود ونصاریٰ کا جزیرۃ العرب سے اخراج۔ عہد نبوت کے بعد گھرانہ نبوی کے خرچ کا بندوبست یہ تھا کہ:

خیبر اور فدک کی جو زمینیں تھیں ان کا انتظام (بعد از ابی بکرؓ) حضرت عمرؓ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس طرح حضرت عمرؓ نے متروکہ زمینوں کو دو حصّوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک اموال بنی نضیر یعنی جائیداد مدینہ جس میں سے اہلِ بیتؓ اور ازواج مطہراتؓ کے سالانہ مصارف دیئے جاتے تھے۔ اس کا انتظام تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا۔ اس لیے کہ دونوں حضرات خواست گار تولیت ہوئے کہ وقفِ نبوی میں ذوی القربیٰ یعنی

اقربائے نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات ذوی القربیٰ کے احوال اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے۔ (سیرت المصطفیٰ صفحہ ۳۷۹ جلد ۳ از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

س ۳۵۸: قرآن مجید میں جو وصیت کا حکم آیا ہے وہ نقل فرما دیجئے؟

ج: كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ن الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ (پ۲، البقرہ ع ۲۲)

تم پر لکھا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر وہ مال چھوڑ کر مرا ہے تو اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے۔

واضح رہے کہ والدین، اولاد وغیرہ مقررہ حصص والے وارثوں کے لیے وصیت کا حکم منسوخ ہے۔ ناسخ يُوصِيكُمُ اللهُ فِي اَوْلَادِكُمْ (اللہ تم کو اولاد کے متعلق تاکیدی حکم دیتا ہے) آیت ہے۔ حصہ نہ پانے والے وارثوں کے لیے تہائی مال تک سے وصیت ہو سکتی ہے مگر یہ حکم استحبابی ہے واجبی نہیں۔ (کتب میراث)

س ۳۵۹: کیا رسولِ خدا عاملِ قرآن تھے؟

ج: جی ہاں! مگر آپ پر وصیت واجب نہ تھی کیونکہ قابلِ تقسیم ورثہ ترکہ ہی نہ تھا۔ ام المؤمنین جویریہؓ کے بھائی حضرت عمرو بن حارثؓ فرماتے ہیں:

ماترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهماً ولا ديناراً ولا عبداً ولا امة ولا شيئاً الا بغلته البيضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة۔ (بخاری ج ۲، کتاب الوصایا)

رسول اللہ نے اپنی موت کے وقت دینار، درہم، غلام، باندی وغیرہ کچھ بھی نہ چھوڑا صرف سفید خچر اور ہتھیار ترکہ تھے اور وہ زمین (مالِ فَے وغیرہ کی) جو صدقہ کر گئے تھے۔

س ۳۶۰: اگر نہیں تھے تو امت کو عمل قرآن کی تعلیم کیوں فرمائی؟

ج: عامل تھے۔ عمل کی تعلیم دینا آپ کے ذمے تھی کیونکہ کئی احکام آپ کے لیے خاص ہیں اور کئی آپ کی امت کے لیے اور کئی عام ہیں۔ آخر ہی دونوں کی یقیناً تعلیم دی، مگر صد افسوس کہ شیعہ نے اس قرآن کا انکار کر دیا جو آپ امت کو تعلیم دے گئے تھے۔

س ۳۶۱: جب سیدہؓ نے شیخینؓ سے قطع کلامی کی تو کیا حضرت علیؓ یا عباسؓ نے بی بی صاحبہؓ کو خطاوار ٹھہرایا ہے؟

ج: خطاوار ٹھہرانا دو طرح ہوتا ہے۔ (۱) زبانی طور پر کہنا یا روکنا۔ اس طرح تو ان کو ادب مانع رہا۔ (۲) دل میں ایسا سمجھ لینا۔ پھر عملاً تائید و نصرت نہ کرنا۔ دوسری صورت یقیناً پائی گئی۔ حضرت عباس و علیؓ نے کوئی تائید و نصرت نہ کی تبھی تو حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو بہت سخت سست کہا۔ "ہم سنی کیوں ہیں؟" صفحہ ۲۵ میں حق الیقین کی وہ عبادت ہم لکھ چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ لکھنے سے ادب مانع ہے اور یہ جواب شیعہ پروپیگنڈہ کا ہے۔ ورنہ ہمارے اعتقاد میں یہ رنجش بالکل وقتی تھی۔ جیسے والدین اور اولاد میں بھی ہو جاتی ہے۔ پھر ابو بکر صدیقؓ کے معذرت کرنے سے راضی ہو گئیں یا وجدت، (حزنت غمگین ہوئیں) کے معنوں میں ہے پھر ترکِ کلام تین دن سے زائد شرع میں منع ہے۔ ہم سیدہ پر یہ الزام نہیں لگا سکتے، جو شیعہ لگاتے ہیں کیونکہ یہ گناہ ہے۔

س ۳۶۲، ۳۶۳: بعد از وفات سیدہؓ حضرت علیؓ یا اولاد فاطمہؓ میں سے کسی نے اس اقدام کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا؟ تو نشاندہی کریں۔

ج: جب حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں بھی وہ ورثہ فاطمہؓ کو نہ دیا۔ نہ شیخینؓ کے عہد میں ان کو مالک بنایا نہ حسنؓ نے ایسا کیا۔ حالانکہ متولی خود تھے۔ تو یہ عملی کارروائی اس کا بین ثبوت ہے کہ اس اقدام کو انھوں نے غلط فہمی کا نتیجہ سمجھا۔ پھر وہ اکابر شیعہ مذہب نہ رکھتے تھے کہ کسی کی غلطی و خطا کو گاتے پھریں۔ ہم اہلِ سنت بھی ایسی جرأت و صراحت نہیں کرتے اور نہ کاملین کی لغزشوں کا ورد اور پھر مناظرہ بازی اچھی بات ہے۔ لہٰذا وقتی واقعہ کو وہ موضوعِ سخن نہ بناتے تھے۔ آخر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خطاوار ٹھہرانے کی بھی ان سے صراحت منقول نہیں ہے۔ حضرت زیدؓ کا ایسا قول ۳۶۸ میں آ رہا ہے۔

س ۳۶۴: حضرت ابو بکرؓ نے بی بی پاکؓ سے گواہ طلب کیے۔ کیوں؟

ج: ایسی روایت کو ہم مستند نہیں مانتے۔ رافضیوں کی بھرتی ہے۔ بالفرض کیے ہوں تو مدعی سے گواہ مانگنا قرآن کا حکم ہے۔ (پ۳، ع۷)

س ۳۶۵: کیا ابو بکرؓ نے حدیث لا نورث بیان کرتے وقت گواہ پیش کیے۔

ج: یہ حدیث حضرت ابو بکر کو ذاتی سماع از پیغمبرؐ سے حاصل تھی اس لیے گواہ کی حاجت نہ تھی۔ حکم پیغمبرؐ ہے۔ بلغوا عنی ولو ایۃ۔ ایک حدیث و آیت بھی یاد ہو تو تبلیغ کر دو۔

س ۳۶۶: کیا آپ اس اصول کو مانتے ہیں کہ قبضہ دلیلِ ملکیت ہوتا ہے؟

ج: دلیلِ تام نہیں ہوتا۔ نشانی اور قرینہ بن سکتا ہے۔ مگر یہ بھی اہلِ سنّت کی ہی دلیل ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو قبضہ حاصل نہ تھا۔ ورنہ زیرِ قبضہ چیز کے لیے دعوٰی کی کیا ضرورت؟ حضرت فاطمہؓ نے بیدخلی کا دعوٰی نہ کیا تھا وہ تو انتقالِ وراثت چاہتی تھیں۔

س ۳۶۷: اگر کوئی فریقِ مقدمہ اپنے خلاف مقدمہ کا خود ہی فیصلہ کر دے تو اس کی قانونی نقطۂ نگاہ سے کیا حیثیت ہوتی ہے؟

ج: یہ نرالا دستور شیعوں سے ہی معلوم ہوا کہ سیّدہ فاطمہؓ نے عقل و نقل کے خلاف مقدمہ مدعیٰ علیہ کی عدالت میں دائر کیا اور امام برحق علیؓ کی عدالت کو چھوڑ دیا۔ دو باتیں لازم ہیں یا تو سیّدہ معصومہؓ نے غلطی کی کہ ظالم کے پاس مقدمہ لے گئیں یا پھر امام اوّل برحق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے صدیقؓ کی خلافت پر حقانیت کی اور مذہبِ شیعہ کے غلط ہونے پر مہر لگا دی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ مدعیٰ علیہ یا فریقِ مقدمہ نہ تھے بلکہ قاضی و منصف تھے ہاں مدعیٰ علیہم فقراء اور مساکین تھے جن کا حق اس دعوٰی سے متاثر ہوتا تھا۔ آپ چونکہ ان کے والی اور نمائندے تھے اس لیے فرمانِ رسول کو ان کا مؤید تسلیم کر کے انتقال ارث کا فیصلہ نہ کیا بلکہ بحق فقراء وقف قرار دیا تو قانونی حیثیت سے مقدمہ کا فیصلہ مضبوط اور ٹائٹ ہے۔

س ۳۶۸: حضرت علیؓ اور حسنینؓ کے اقوال سے ثابت کریں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ مبنی برحق تھا پھر توثیق کریں تا کہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے؟

ج: خدا نے فیصلہ دیا کہ مالِ فدک و فئے ۸ قسم کے لوگوں کا حق ہے (پ ۲۸) شیعوں کا منہ بند نہ ہوا وہ صرف "قربیٰ" کا حق بتاتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ مصارف پر خرچ کر کے عملی فیصلہ دیا شیعہ مطمئن نہ ہوئے تنہا فاطمہؓ کو ہبہ کر دینے کی بات گھڑ لی۔ حضرت علیؓ و حسنؓ نے اپنے دورِ خلافت میں وہی فیصلہ برقرار رکھا جو حضرت نبیؐ اور صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔ مگر شیعوں کا منہ بند نہ ہوا۔ اب اگر اقوال سے بھی ثابت کر دیں تو کیا ضمانت ہے کہ شیعوں کا منہ بند ہو جائے گا۔ کیا قول عمل سے زیادہ وزنی ہوتا ہے؟ حضرت زید بن علی بن حسینؓ

فرماتے ہیں: اما انا لو کنت مکان ابی بکر لحکمت بما حکم به ابوبکر فی فدک "کہ اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ خلیفہ ہوتا تو فدک کا وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکرؓ نے کیا۔ (رواہ البیہقی بسند صحیح، البدایہ ص ۲۸۹ ج ۵، وصواعق محرقہ ص)

اب یہ پوتے کا قول داداؓ کا ترجمان ہے مگر شیعوں کا منہ اب بھی بند نہیں ہو گا۔ دراصل شیعوں کا منہ قبر کی مٹی اور جہنم کی آگ بھرے گی۔

س ۳۶۹: قرآن سے ایک نبی کی مثال دیں جس کے وارثوں کو محروم کیا گیا ہو؟

ج: سوال ۲۳۴ میں چار مثالیں اس قسم کی ہم نے دے دی ہیں مراجعت کریں۔

س ۳۷۰: کیا وفات سے پہلے سیّدہؓ سہواً اپنی خطا پر نادم ہوئی تھیں؟

ج: سیّدہؓ کے پُرعظمت مقام کا تو یہی تقاضا ہے کہ نانا سے فرمانِ رسولؐ سن کر لاعلمی سے یہ مطالبہ کرنے پر پشیمان ہوئی ہوں جیسے حضرت آدم اور نوح علیہما الصّلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوئی تھی۔ راویوں کی غلط فہمی سے قطع نظر کی جائے تو ان الفاظ سے اسی ندامت کا اظہار ہوتا ہے: "کہ ابوبکرؓ سے اس سلسلے میں کوئی بات نہ کی حتیٰ کہ فوت ہو گئیں"۔

مسندِ احمد ص ۴ ج ۱ (مسانید ابی بکرؓ) میں ہے کہ جب ابوبکرؓ نے حدیث سنائی تو فاطمہؓ نے کہا فانت وما سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم اعلم۔ کہ آپ جانیں اور فرمانِ رسولؐ (میں مطالبہ سے دستبردار ہوئی) کیونکہ آپ اسے خوب جانتے ہیں۔

س ۳۷۱: اگر بی بی پاک نے ایسا نہیں کیا تو یہ فعل آپ کی نظر میں کیسا ہے؟

ج: سکوت کیا۔ اور خاموشی نیم رضا ہوتی ہے۔

تمام صحابہؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی

س ۳۷۲: کیا عمِّ رسول حضرت عباسؓ بیعتِ ابوبکرؓ پر راضی ہوئے؟

ج: جی ہاں۔ یقیناً۔ تبھی تو شیعہ ان کو "ضعیف الایمان ذلیل النفس اور خوار" کے الفاظ سے گالیاں دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ حیات القلوب مجلسی ذکرِ عباسؓ، ج ۲۔

ہم نے تاریخوں کا بغور مطالعہ کیا۔ ہمیں طبری، تاریخ اسلام ندوی، نجیب آبادی وغیرہ میں حضرت عباسؓ کے اختلاف یا بیعت نہ کرنے کا کہیں تذکرہ نہیں ملا۔ جس کا معنیٰ

یہ ہے کہ ۳۳ ہزار بیعت کرنے والے مہاجرین و انصار اور قریش کے ساتھ آپ نے بھی بیعت کی اور برضا و رغبت کی۔

س ۳۷۳: اگر عشرہ مبشرہ میں سے کوئی بیعتِ ابوبکرؓ سے کنارہ کش رہا تو اس کی بشارت قائم رہے گی؟

ج: کوئی صحابی بھی بیعتِ ابوبکرؓ سے کنارہ کش نہ رہا سب نے کرلی۔

س ۳۷۴: اگر رہے گی تو پھر کیوں منکرِ خلافتِ ابوبکرؓ کو مستحق سزا سمجھا جائے؟

ج: منکرِ خلافت کوئی نہ تھا تو قطعی اجماعِ صحابہؓ قائم ہوگیا۔ اب اس کا منکر کافر ہوگا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ الۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهِ جَهَنَّمَ (پ۵ ع ۱۴)	جو مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راستے چلا ہم اسے جانے دیں گے جدھر وہ جاتا ہے پھر اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

س ۳۷۵: اگر بشارت نہیں رہے گی تو تمام عشرہ مبشرہ کی بیعت ثابت کیجئے؟

ج: عشرہ مبشرہ سمیت تمام صحابہؓ نے بیعت کی ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ یہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت بشیر بن سعد انصاری نے بیعت کی پھر تو یہ کیفیت پیدا ہوئی کہ چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے۔ یہ خبر باہر پہنچی اور لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے۔ غرض تمام مہاجرین و انصار نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بلا اختلاف متفقہ طور پر بیعت کرلی۔ (مہاجرین میں سب عشرہ مبشرہ داخل ہیں) انصار میں سے صرف حضرت سعد بن عبادہؓ نے اور مہاجرین میں سے ان لوگوں نے جو تجہیز و تکفین کے کام میں مصروف تھے اس وقت سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت نہیں کی حضرت سعدؓ نے تھوڑی دیر بعد اسی روز حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ باتیں سن کر فوراً شکایت واپس لی اور اگلے روز مسجدِ نبوی میں مجمع عام کے روبرو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (تاریخِ اسلام از اکبر شاہ ص ۲۳۸، ۲۳۹ ج ۱)

۲ تاریخ طبری ص ۲۲۲-۲۲۳ ج ۳ کے جملے یہ ہیں:

فاقبل الناس من کل جانب یبایعون ابابکر	لوگ ہر طرف سے ابوبکرؓ کی بیعت کرنے آگئے۔
۳ وتتابع القوم علی البیعۃ وبایع سعد۔	بیعتِ ابوبکرؓ پر قوم ٹوٹ پڑی اور سعد بن عبادہؓ نے بھی بیعت کی۔

۴ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہر جماعت میں ایسی محترم تھی کہ اس انتخاب پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ کی بیعت کے ساتھ مسلمان بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے...... اس کے دوسرے دن مسجدِ نبوی میں عام بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۲ھ میں حضرت ابوبکرؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ (تاریخِ اسلام ندوی ص ۱۰۹ ج ۱)

مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں: "امام طبری فرماتے ہیں کہ سعدؓ نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی۔" (سیرت المصطفیٰؐ ص ۳۶۶ ج ۲)

اور البدایہ والنہایہ ص ۲۴۷ ج ۵ پر ہے کہ "حضرت ابوبکرؓ نے سعدؓ سے پوچھا: تو جانتا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے امرِ خلافت کے قریش والی ہیں ان کے نیک نیکوں کے اور برے بُروں کے تابع ہیں تو سعدؓ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہم وزیر ہیں اور تم امیر و حاکم ہو۔"

۵ سقیفہ بنو ساعدہ والی مجلس چونکہ اچانک در پیش آئی تھی۔ اس میں حضرت زبیرؓ اور علیؓ شریک نہ ہوسکے تھے ان کو دوستانہ شکایت تھی کہ ہمیں شریکِ مشورہ کیوں نہ کیا گیا تو کچھ دیر تو انھوں نے توقف کیا پھر جب حضرت علیؓ کو ابوبکرؓ نے پوری صورتِ حال اور اختلاف کے اندیشہ سے ذمہ داری اٹھانے کی بات بتائی تو وہ مطمئن ہوگئے اور انھوں نے کہا: "ہم صرف اس لیے ناخوش ہوئے تھے کہ مشورہ میں شریک نہ کیے گئے، ورنہ حضرت ابوبکرؓ کو ہی ہم امامت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھتے ہیں کیونکہ وہ غار کے ساتھی ہیں ہم ان کی شرافت اور سب سے افضلیت کو پہچانتے ہیں رسول خدا نے اپنی زندگی میں ہی ان کو لوگوں کا امام نماز بنا دیا ہے۔" (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

۶ شیعہ کی سب سے مستند کتاب کافی کتاب الروضہ میں ہے:

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سوا تین آدمیوں کے سب مرتد ہوگئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) میں نے کہا تین کون ہیں فرمایا: مقداد بن اسودؓ، ابوذر

غفاری، سلمان فارسی اللہ کی ان پر رحمتیں اور برکتیں ہوں کچھ دیر کے بعد لوگوں کو پہچان ہوئی۔ امام باقرؒ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن پر چکی گھومی اور (ابوبکرؓ کی) بیعت سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ جب امیر المؤمنین علیہ السلام کو لے آئے تو آپ نے بیعت کی (پھر انہوں نے بیعت کی)۔ ان تمام تاریخی اور سنّی و شیعہ روایات سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ نے بیعت کی۔ عشرہ مبشرہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت علیؓ، ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ سبھی نے کی۔

اب شیعوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے امام کی پیروی کریں اختلاف چھوڑ دیں اور ابوبکرؓ کو امامِ اوّل مان لیں۔

س ۳۷۶: حدیث کل طویل احمق الا العمر سے حضرت ابوبکر مستثنیٰ کیوں نہیں؟

ج: یہ حدیث نہیں کسی کا مقولہ ہے۔ قضیہ مہملہ ہے محصورہ کلیہ نہیں تو استثنار کی ضرورت نہیں۔

س ۳۷۷: حضرت ابوبکرؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ کوئی شخص پُل صراط پار نہ کر سکے گا جب تک علیؓ اس کو راہداری نہ دیں۔ کیا راوی حدیث کو بھی ملے گا؟

ج: جی ہاں! یقیناً ملے گا کیونکہ اسی حدیث کے جواب میں حضرت علیؓ نے خوش ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ! کیا تجھے میں خوشخبری نہ سناؤں؟

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکتب الجواز الا لمن احب ابابکر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پُل صراط کی راہداری صرف اسے لکھی ہوئی ملے گی جو ابوبکرؓ سے محبت کرتا ہو۔

(ابن السمان ریاض النضرہ ص ۱۸۴/۱ج)

حدیث اگر صحیح ہے تو شیعہ اصول پر بھی ابوبکرؓ حضرت علیؓ کے دوست و مومن ثابت ہوئے یقیناً راہداری پاکر جنت میں جائیں گے۔ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے شیعہ اسی اصول پر راہداری سے محروم اور دوزخ میں جائیں گے۔

س ۳۷۸: کیا ابوبکرؓ نے دعویٰ کیا کہ میں علیؓ سے افضل ہوں؟

ج: مسلمانوں کے خلیفہ اوّل حضرت ابوبکرؓ شیعوں کی طرح خودستائی نہیں کرتے تھے انھوں نے خلیفہ منتخب ہوکر بھی پہلے خطبہ میں اس کی نفی کی۔ کیونکہ وہ ارشاد قرآنی فلا تزکوا انفسکم

(تم اپنی پاکی خود بیان نہ کرو) پر عامل تھے۔ حضرت علیؓ کی فضیلت میں بہت کچھ بیان کیا اور فرمایا مگر افضلیت پر بھی کوئی نص نہیں فرمائی۔ اہلِ سنّت کی روایات میں حضرت علیؓ نے بھی شیخینؓ کی افضلیّت میں بہت کچھ کہا روایات گزر چکی ہیں۔ مگر اپنے کو ان سے افضل نہیں بتایا مسئلہ افضلیت دراصل کسی بزرگ کے خود اپنے دعویٰ پر مبنی نہیں۔ بلکہ ظاہر قرآن، احادیثِ نبوی، اجماعِ اُمّت اور حضرت علیؓ جیسے قاضی کے فیصلہ پر مبنی ہے۔ اور ہم "تحفہ امامیہ" میں سوال ۴۷ میں مدلل بحث کر چکے ہیں۔

اور کمال اسی میں ہے کہ افضل خود کو افضل نہ جتلائے بلکہ معمولی مسلمان جانے، مگر خدا و رسولؐ اور اصحابؓ و امّت ان کو افضل کہیں۔ ثانی اثنین، رفیقِ غار، صاحبِ پیغمبرؐ بتائیں۔ مصلّیٰ پر امام نماز بنائیں۔ لوگوں کو ان کی پیروی کا ان سے مسئلہ پوچھنے کا حکم دیں اور سب لوگ ان کو افضل اتقیٰ، ایمان کی روح، قلب کی لذت، عمل کی مسرّت، آنکھوں کا نور، دل کا سرور اور واجب المحبّت جانیں اور اس میں کوئی کمال نہیں کہ اپنے اعلیٰ اور افضل ہونے کا جگہ جگہ اعلان کریں۔ کارنامے جتلائیں مگر دس آدمی بھی اسے قبول نہ کریں پھر اپنے حُب دار ہی دشمن بن جائیں اور سارے ائمہ تقیہ کی زندگی بسر کریں۔

س ۳۷۹: اگر کہا تو کوئی ان کا ایسا قول نقل کر دیجیئے؟

ج: ہمیں یہ نقل پسند تو نہیں تاہم مؤرخین نے لکھا ہے کہ بیعت کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے کچھ لوگوں کی تسلّی کے لیے یوں فرمایا "کہ اس امر (خلافت) کا مجھ سے زیادہ کون مستحق ہے۔ کیا میں وہ نہیں ہوں جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی کیا میں ایسا نہیں کہ سب سے پہلے مسلمان ہوا کیا میں ایسا نہیں ہوں؟ تو انھوں نے چند واقعات اور فضائل بیان کیے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارے تھے۔

(طبقات ابن سعد ص ۲۹/۳ج اردو تاریخ الخلفاء ص ۵۹، ریاض النضرہ ص ۱۶۱/۱ج)

س ۳۸۰: اگر نہیں کیا تو پھر آپ ابوبکرؓ کے علیؓ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیوں کرتے ہیں؟

ج۔ حضرت علیؓ کے ان فیصلوں کی وجہ سے کرتے ہیں:

۱ــــ لوگوں نے جب آپؓ سے کہا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے۔ حضرت علیؓ نے کہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا پس میں کیوں خلیفہ بناؤں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں کے ساتھ خیر کا ہوگا تو میرے بعد لوگوں کو کسی بہتر آدمی پر متفق اور مجتمع کر دے گا۔

کما جمعهم بعد نبيهم على خيرهم جیسے کہ ان کے نبی کے بعد ان کے سب سے بہتر فرد پر ان کو جمع کر دیا تھا۔

اخرجہ البیہقی واسنادہ جید (سیرۃ المصطفیٰ ص۳۷ ج۳، ریاض النضرہ ص۱۶۱ ج۱)

۲ــــ بروایتِ حسنؓ علیؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کے بعد امرِ خلافت میں ہم نے غور کیا تو یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو نماز میں آگے کر دیا تو ہم اپنی دُنیا کے لیے اس پر راضی ہو گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے لیے راضی تھے ہم نے ابوبکرؓ کو آگے کر دیا اور بالاتفاق خلیفہ مان لیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد ص۱۳۱)

۳ــــ بروایت محمد بن حنفیہ بخاری میں ہے کہ میں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابّا! حضورؐ کے بعد سب لوگوں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا عمرؓ! اور میں فکر میں پڑ گیا کہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو خود کہہ دیا پھر آپ ہیں؟ فرمانے لگے میں ایک مسلمان آدمی ہوں۔

۴ــــ احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

خير هذه الامة بعد نبيها ابوبكر وعمر۔ اس امّت کے سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ (پھر) عمرؓ ہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متواتر مروی ہے۔ اللہ رافضہ کو تباہ کرے کتنے بڑے جاہل ہیں۔

۵ــــ مجھے جو شخص بھی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہے گا میں اسے جھوٹے کی [illegible] لگاؤں گا۔ (تاریخ الخلفاء ص۴۲)

س ۳۸۱: اگر حکومت میں پہل افضلیت کی دلیل ہے تو یزید عمر بن عبدالعزیزؒ سے کیوں افضل نہیں؟

ج: خلفاء صحابہؓ کی پہل ایک اصول پر تھی کہ وہ افضل کو امام نماز اور امیر المومنین بناتے تھے لہٰذا وہ شریعت کے مطابق ترتیب وار خلیفہ بھی تھے اور سب حاضرین سے افضل بھی اور اس پر سب صحابہؓ و تابعینِ اہل سنّتؒ و ائمہ دینؒ کا اتفاق و اجماع ہے۔ یزید پر یہ اجماع نہیں عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی نیکی اور اصلاحاتِ خیر میں اپنے ماقبل یزید سے اور مابعد سب سے بڑھ گئے ہیں۔ فرحمه الله رحمة واسعة

س ۳۸۲: کشف المحجوب میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی زبان پکڑے کھینچ رہے ہیں اور فرماتے ہیں جس خرابی سے میں دوچار ہوا ہوں اسی کی وجہ سے ہوا ہوں وہ خرابی کیا تھی؟

ج: یہ بات موجبِ اعتراض نہیں بلکہ کاملین کی خشیّتِ الٰہی کا پتہ دیتی ہے کہ وہ اپنے خدا سے ڈر میں اپنے اعضاء و جوارح کو قصوروار بتاتے ہیں۔ حضرت زین العابدینؒ کی دعاؤں کا مجموعہ (صحیفہ کاملہ) ایسی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ذنوبي بلاءي فما حيلتي اذا كنت في الحشر حمالها

"میرے گناہ میری مصیبت ہیں میں کیا تدبیر کروں گا جب حشر میں ان کو اٹھا کر لاؤں گا۔"

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خدا کے آگے ایسی کسر نفسی گڑگڑاہٹ اور تضرع نصیب فرمائے واضح رہے کہ ان کاملین کے متعلق ہمارا عقیدہ راست بازی اور گناہوں سے حفاظت کا ہے مگر وہ خود ایسا اعتقاد اپنے حق میں نہ رکھ سکتے تھے کیونکہ یہ خوف و خشیت الٰہی کے برعکس خود ستائی اور تکبر کی بات بن جاتی ہے۔

س ۳۸۳: منہاج السنّۃ میں ہے کہ حضرت سعدؓ بیعتِ ابوبکرؓ کے منکر رہے۔ کیوں؟

ج: یہ حضرت سعد بن عبادہؓ انصاری اور بنو خزرج کے سردار ہیں۔ عشرہ میں سے نہیں۔ عشرہ میں سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریشی مہاجر ہیں۔ جن کی بیعت ابوبکرؓ مسلّم ہے۔ حضرت ابنِ عبادہؓ خود خواہش مند تھے مگر قوم نے بھی ساتھ نہ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ہو گئی۔ تو کچھ دیر علیحدہ رہے مگر پھر بیعت کر لی جیسے حوالہ جات سوال ۲۷۵ میں گزر چکے۔ اور مبسوط سرخسی جلد سوم میں بھی بیعت کرنا لکھا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ ان کے پُرعظمت مقام

کا تقاضا ہے۔ جو کچھ مؤرخین نے اس کے خلاف لکھا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ راوی لوط بن یحییٰ دروغ گو رافضی ہے۔ طبری میں اس کے بہت ہفوات مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو طبری ج۳ ص۲۲۲۔

س ۳۸۴: جس طریقہ سے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا کیا وہ مبنی بر خیر ہے؟

ج: ہم بارہا تفصیلاً کتابوں میں لکھ چکے ہیں کہ سقیفہ بنو ساعدہ۔ جو سعد بن عبادہؓ کے مکان کا چبوترہ تھا، میں انصار نے اجتماع کیا تھا۔ حضرت ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کو تو ایمرجنسی حالات کے تحت مجبوراً جانا پڑا۔ طبری سے ملاحظہ ہو:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (انصار کے اجتماع کی) خبر ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ابوبکرؓ اسی مکان میں تھے اور حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کفنِ پیغمبرؐ کی تیاری میں تھے۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ میری طرف نکل کر آؤ۔ حضرت ابوبکرؓ نے قاصد کو یہ جواب دے کر بھیجا: اِنِّیْ مُشْتَغِلٌ۔ میں تدفین کے بندوبست میں مشغول ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہلا بھیجا کہ ایک واقعہ درپیش آچکا ہے آپ کا ہونا ضروری ہے۔ تب حضرت ابوبکرؓ نکلے تو حضرت عمرؓ نے کہا آپ کو پتہ نہیں کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار جمع ہیں وہ سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں .... الخ"

اب یہ دونوں گئے راستے میں ابوعبیدہؓ بھی مل گئے، عاصم بن عدی اور عویم بن ساعدی سامنے سے ملے تو کہنے لگے تم واپس جاؤ تمہارا مقصد پورا نہ ہو سکے گا۔ یہ کہنے لگے ہم کچھ نہیں کریں گے ـــــ جاتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی آمد و برکت، انصار کی فضیلت ایسے بیان کی اور الائمۃ من قریش سنایا کہ انصار آپ کی طرف متوجہ ہو گئے ایک آواز منا امیر و منکم امیر کی بھی آئی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔" پھر بشیر بن سعدؓ انصاری نے مہاجرین کی تائید کی تو میدان صاف ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمرؓ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما میں سے جسے چاہو خلیفہ بنا لو تو ان دونوں نے فرمایا: "خدا کی قسم! ہم آپ کے مقابل خلیفہ نہیں بن سکتے۔ آپ سب مہاجرین سے افضل ہیں۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار ہیں۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور نماز سب دینِ اسلام سے افضل عمل ہے تو آپ سے

کون بڑھ سکتا ہے یا آپ پر خلیفہ ہو سکتا ہے؟ ہاتھ بڑھایئے ہم بیعت کریں۔ یہ بڑھے ہی تھے کہ بشیر بن سعدؓ انصاری نے لپک کر بیعت کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ و ابوعبیدہؓ کے بعد قبیلہ اوس نے، اسلم نے اور قبیلہ خزرج سب نے بیعت کر لی۔ پھر جوں جوں مہاجرین کو پتہ چلتا گیا سب آکر بیعت کرتے رہے صرف تکفین میں مشغول حضرات نے دوسرے دن کی۔

(انتہی مختصراً بلفظہ طبری ص۲۱۹ تا ص۲۲۲)

اب انصاف سے سوچیئے اس میں کیا خرابی کی بات ہوئی کس حکمت و دانش سے انصار کا پروگرام ختم ہوا پھر واقعی فضائل کی بنا پر ابوبکرؓ کی بیعت ہوئی ورنہ ان کا اپنا ارادہ اور پروگرام کوئی نہ تھا صرف اختلاف سے بچنے کی خاطر یہ ذمہ داری اٹھائی۔ اگر نہ اٹھاتے یا مہاجرین و علیؓ سے مشورہ کر کے کچھ لیٹ آتے تو انصار کا خلیفہ ہو جاتا اور گو مہاجرین للّٰہیت سے جھک بھی جاتے مگر باقی عرب اطاعت نہ کرتے اور انتشار و اختلاف برقرار رہتا۔

س ۳۸۵: اگر خیر ہے تو عمرؓ نے کیوں کہا ابوبکرؓ کی بیعت بلا سوچے ناگہانی طور پر واقع ہوئی تھی تو اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا آئندہ اگر کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کر دینا؟

ج: ایمرجنسی حالات و حادثات کسی ضابطے کے تحت نہیں آتے۔ انصار کے اجتماع اور پروگرام کے پیش نظر سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ تھا مگر یہ سوال تب اٹھایا جاتا کہ غیر مستحق خلیفہ بن جاتا۔ جب فوری سوچ اور حکمتِ عملی سے انتخاب بھی مستحق ترین کا ہوا اور ہنگامہ و نقصان مسئلہ کی نزاکت و اہمیت کے باوجود کچھ نہ ہوا، جبکہ آج ترقی یافتہ دور میں صدارت تو کیا معمولی ممبری کے انتخابات میں کتنے حادثات اور دشمنیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو اس معاملہ کے خیر بن جانے میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے "کہ تم میں سے ابوبکرؓ جیسا کون ہے؟ جس کی طرف (سفر کرنے کے لیے) اونٹوں کی گردنیں کاٹی جائیں۔"

(طبقات ابن سعد ج۳ ص۲۹ بروایت ابن عباسؓ)

تو حضرت عمرؓ کا یہ فرمانا بجا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے قبیلہ کو جمع کر کے فوری بیعت لے لے اور وہ اہل بھی نہ ہو، لوگ بھی متفق نہ ہوں تو وہ تفریق بین المسلمین پیدا کرنے کی وجہ سے مستحق قتل ہے۔

س ۳۸۶ : اگر حضرت ابوبکرؓ کی حکومت آئینی اور جمہوری تھی تو اسے فلتۃ کیوں کہا ؟

ج : لغت میں فلتۃ کا معنی "بغیر غور و فکر کا کام" ہے۔ خرج الرجل فلتۃ مرد اچانک نکل گیا۔ وحدث الامر فلتۃ۔ اچانک واقعہ ہوگیا۔ (مصباح اللغات ص ۶۴۴)

یہ ابتدائے واقعہ کے لحاظ سے فرمایا ہے کہ مہاجرین کا یا حضرت ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کا یہاں آتے وقت بھی کوئی ارادہ نہ تھا کہ ابوبکرؓ کی بیعت کریں جیسے راستہ میں دو انصاری صاحبوں کے جواب میں کہا تھا۔ ہم کچھ نہیں کریں گے۔ بلکہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی کبھی تمنا نہ کی نہ خدا سے دُعا کی۔ اقتدار و خلافت کرنے کا ان کے ذہن میں کبھی تصوّر بھی نہ آیا تھا۔ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی اور مستدرک حاکم سے تصحیح شدہ روایت ملاحظہ ہو: "حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے خطبہ دیا تو فرمایا: اللہ کی قسم! میں امارت کا کبھی ایک دن رات بھی امیدوار نہ تھا۔ نہ شوقین تھا، نہ خدا سے علانیہ یا پوشیدہ مانگی تھی لیکن میں نے تو فتنہ کے ڈر سے قبول کی ....." الخ (تاریخ الخلفاء ص ۵۸)

ہاں جب بیعت شروع ہوگئی اور مہاجرین و انصار سب نے کی جن دو مہاجروں نے شریک مشورہ نہ ہونے کے رنج میں بروقت تاخیر کی دو ایک دن بعد انھوں نے کرلی پھر حضرت ابوبکرؓ نے بیعت واپس بھی کی مگر کسی نے قبول نہ کی جیسے کنز العمال ص ۱۴۰ ج ۳ پر روایت ہے :

" اے لوگو! میں تمھاری بیعت واپس کرتا ہوں تم جس کی چاہو بیعت کرلو۔ ہر دفعہ حضرت علیؓ کھڑے ہوجاتے اور فرماتے اللہ کی قسم تیری بیعت واپس نہ لیں گے نہ خلافت سے معزول چاہیں گے کون ہے جو آپ کو پیچھے کرے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے آگے کیا ہے۔" ریاض النضرۃ ص ۲۲۹ ج ۱ پر مستقل یہ باب ہے پھر ۵ حدیثیں بالا مضمون کی ذکر کی ہیں۔

ان حقائق اور تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق کی روشنی میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے جمہوری اور آئینی ہونے میں کسی عقلمند اور مومن باللہ والرّسول کو شک و شبہ نہیں ہوسکتا ہے۔

س ۳۸۷ : اگر حکومت سازی کا یہ طریقہ اچھا ہے تو عمرؓ نے قتل کا حکم کیوں دیا ؟

ج : بس یار! اس تکّے کو بار بار مت چاٹو۔ آپ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ خلافت انصارؓ سے لے کر مہاجرینؓ کو پھر حضرت علیؓ کو پہنچائی۔ اگر

یہ حضرات بروقت مداخلت نہ کرتے تو حضرت علی و حسن رضی اللہ عنہما کو کبھی نہ ملتی۔ اب کیا ہُوا اگر انھوں نے قوم کی رضا سے اس دیگ سے اپنا مقدر حصّہ اوّلاً کھا لیا اور پھر سب دیگ حضرت علیؓ کے گھر آئی اور وہیں ختم ہُوئی۔

ذرا غور فرمائیے اگر مسئلہ امامت شیعہ کے ہاں اتنا اہم ہے کہ کلمہ کا جزو ہے منکر کافر ہے اور تمام اصحابؓ رسولؐ معاذ اللہ گردن زدنی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی سیاسی بصیرت اور بیدار مغزی سے کام لینا چاہیئے تھا۔ بعد از وفات اس کا اعلان کرتے لوگوں سے بیعت لیتے۔ جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین سے پہلے یہ سب کام کرلیے تھے۔ (جلاء العیون) آخر تکفین پیغمبرؐ اس میں رُکاوٹ تو نہ تھی جب ایسا نہ کیا اور انصار کو اپنے اجتماع و انتخاب کا موقع مل گیا، تو قاصد کو آپ کے پاس آنا چاہیئے تھا مگر وہ تو سب سے افضل اور ہر دلعزیز حضرت صدیق اکبر و عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تھا جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعلیم نبوی اور پیغمبرانہ برتاؤ کی وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ہی افضل، مستحق خلافت اور مشکل قضیئے نمٹانے والا جانتے تھے۔ پھر جب صورتِ حال کا جائزہ لینے حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کے مکان سے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے جیسے طبری ص ۲۱۹ ج ۳ کی صراحت گزر چکی، تو حضرت علیؓ بھی ساتھ ہوجاتے یا اپنا نمائندہ بھیج دیتے یا اتنا ہی کہلا بھیجتے ذرا صبر کرو میں بھی آرہا ہوں۔ یہ سب مواقع کھو دیئے اور انصار ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ہی متفق ہوگئے تو اگلے دن جب حضرت صدیق اکبرؓ بیعت واپس کرنا چاہتے تھے تو اقالہ منظور کرلیتے اور خود بیعت لیتے مگر سب تاریخیں متفق ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی معذرت اور اچانک صورتِ حال کو حضرت علیؓ نے قبول کیا مشورہ میں عدمِ شرکت کی شکایت کو نظر انداز کیا اور بیعت کرکے مسلمانوں کے ساتھ متفق و متحد ہوگئے۔ اب صدیوں بعد ایک نادان دوست فرقہ غصب امامت کا فرضی راگ الاپ رہا ہے کتابیں لکھ رہے ہیں ہزاروں روپے کی فیسوں پر مناظرے ہوتے ہیں تمام مومنین صحابۂ رسولؐ پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے مسلمانوں میں فرقہ واریت اور منافرت کا بُت سجایا جارہا ہے کیا آج کوئی عقلمند منصف اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد ان حرکات کو پسند یا مفید اسلام سمجھ سکتا ہے؟ ؎

اب پچھتائے کیا ہوت   جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

س ۳۸۸: حضرت رسالتمآب ﷺ کے سارے وعدے کس نے پورے کیے؟

ج: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیے ریاض النضرہ ص ۱۶۷/۱ پر باب ہے ذکر وفاہ بعدات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس بات کا ذکر کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کے وعدوں کو پورا فرمایا پھر دو واقعات ذکر کیے ہیں۔

س ۳۸۹: جناب ختمی مرتبت کے قرضے کون پورے کرتا رہا؟

ج: جو حکومت سے متعلقہ قرض تھے وہ ابوبکر رض نے پورے کیے خانگی ضرورت کے قرضے دکانداروں کو کوئی بھی ادا کر سکتا ہے اس کا خلافت سے تعلق نہیں۔

س ۳۹۰: حضور اکرم ﷺ نے تبرکات خاص کس کے حوالے کیے؟

ج: سب سے بڑا تبرک، مسجد نبوی کا مصلّٰی اور منبر پیغمبر ﷺ تھا وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہی حوالے کیا۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔ تمام نظام مالیات بھی آپ کے حصّے میں آیا اور بطور خلیفہ اس کی آپ نے شرعی تقسیم کی کیونکہ امام جعفر صادق کی حدیث ہے: "انفال (مال غنیمت یا فئے) وہ مال ہے جس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ سواریاں چلائیں یا جو کافروں نے بطور صلح دے دیا یا انھوں نے بخشش کر دیا اور ہر بنجر زمین اور وادیوں کے پیٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں ہوں گے اور آپ کے بعد خلیفہ و امام کے قبضہ و تصرف میں ہوں گے وہ جہاں چاہے خرچ کرے۔" (اصول کافی ص ۵۳۹/۱)

اسی اصول پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ترکہ پیغمبر ﷺ میں آپ کے حکم کے مطابق وراثت نہیں چلائی بلکہ فدک، اموال بنو نضیر، صدقات اہل مدینہ، خمس وغیرہ کو حسب شرع وصوابدید مساکین اور مستحقین پر خرچ کیا۔ حوالہ جات گزر چکے شیعوں کو بھی اس سے اختلاف نہیں۔ پروپیگنڈہ محض فرضی ہے۔

ہاں حضرت علی رض نے حضور ﷺ کا خچر، ہتھیار اور کپڑے لیے۔ یہ نہلانے والے رشتہ دار لے سکتے ہیں۔ ان تبرکات کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں۔

س ۳۹۱: کیا کتب اہل سنّت میں ایسی مرفوع صحیح حدیث موجود ہے؟ جس میں حضور ﷺ

نے ابوبکر رض کے لیے خلیفہ یا وصی کے الفاظ سے حاکم ہونے کا امّت کو حکم فرمایا ہو۔

ج: خلافت پر دلیل ایسے ہر قسم کے الفاظ کی حدیثیں ہیں جو تحفہ امامیہ سوال ۱۳ میں ص ۲۷۹ تا ص ۲۸۷ مذکور ہیں۔

مطلوبہ احادیث یہ ہیں: ۱۔ ابوالقاسم بغوی اپنی سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن عمرو رض سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا:

یکون خلفی اثنا عشرۃ خلیفۃ ابوبکر لا یلبث الا قلیلا۔ صدر ھذا الحدیث مجمع علی صحتہ وورد من طرق عدۃ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱)

میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے (پہلے خلیفے) ابوبکر رض تھوڑی زندگی خلافت کریں گے۔ اس حدیث کا شروع حصّہ بالاجماع صحیح ہے اس کی کئی سندیں ہیں۔

۲۔ ابن عساکر ابن عباس رض سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ایک عورت مسئلہ پوچھنے آئی آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر آنا۔ کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسول! اگر پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں یعنی آپ وفات پا جائیں؟ تو فرمایا اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے۔

فأتی ابابکر فانہ الخلیفۃ من بعدی۔   تو ابوبکر رض کے پاس آنا کیونکہ وہی میرا میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ (ایضاً)

۳۔ مسلم اور بخاری میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھے مرض موت میں فرمایا۔ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ایک نوشتہ لکھ دوں کیونکہ مجھے فکر ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہنے لگے میں زیادہ (خلافت کا) حقدار ہوں۔

ویأبی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔   خدا اور ایمان والے ابوبکر رض کے سوا اور کسی کو خلیفہ نہیں مانتے۔

۴۔ حضرت عائشہ رض سے پوچھا گیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ نامزد کرتے تو کسے کرتے؟ تو فرمایا ابوبکر رض کو پھر عمر رض کو (صحیحین) ان جیسی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر اشارات تو کر دیئے اور مصلّٰی کی امامت بھی دے دی۔ آخری وصایا کفن، دفن غسل، نماز وغیرہ کے متعلق ارشاد فرما کر وصی بھی بنا دیا۔ (ملاحظہ ہو جلاء العیون ص ۶۵ حیات القلوب ص ۶۹۵/۲) مگر مجمع عام بلا کر باقاعدہ خلیفہ ہونے کا اعلان نہ فرمایا تاکہ مسلمانوں کا حق انتخاب زائل نہ ہو اور نامزدگی

یا نص کے بجائے شورٰی تا قیامت اصولِ عام قرار پائے اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ نامزد خلیفہ اپنے آپ کو لوگوں کی باز پُرس سے پاک سمجھے گا۔ تو لوگوں کو شکایت ہوگی جب اپنا منتخب شدہ ہوگا تو لوگ شکایت کا ازالہ کرسکیں گے۔ پھر شارع کی طرف سے مقرر شدہ خلیفہ کی نافرمانی خدائی عذاب کو دعوت دیتی چنانچہ اس کی وجہ مسند بزار کی اس حدیث میں مذکور ہے۔

"حذیفہؓ فرماتے ہیں: لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں کرتے، تو آپ نے فرمایا اگر میں تم پر مقرر کر جاؤں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔

(اخرجہ الحاکم فی المستدرک، تاریخ الخلفاء، سیرت المصطفیٰ ص ۳۷۴/ج ۳)

س ۳۹۲: جنازۂ رسولؐ چھوڑ کر تدبیر حکومت کیوں ضروری ہوا؟

ج: جنازہ کسی نے نہیں چھوڑا۔ سلمان فارسیؓ سے سلیم بن قیس ہلالی روایت کرتے ہیں کہ دس آدمی مہاجرینؓ کے اور دس آدمی انصارؓ کے حجرہ مبارک میں داخل ہو کر نماز پڑھتے تھے پھر نکلتے تھے حتّٰی کہ مہاجرین وانصارؓ میں سے ایک بھی نہ بچا جس نے جنازہ نہ پڑھا ہو۔

(احتجاج طبرسی ص ۴۵ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ)

تھوڑی دیر کے لیے اختلاف رفع کرنے اکابر صحابہؓ گئے تھے۔ پھر واپس آگئے تدفین سے قبل انتخاب کی حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی شخصیت ضرور چاہیئے تھی جو دین کا بندوبست کرے اختلافات کو نمٹائے۔ دشمنوں، منافقوں کو شرارت کرنے سے روکے۔ لہٰذا خلیفہ کا انتخاب تدفین سے بھی قبل ضروری ہوا شیعہ اصول بھی یہی ہے اور یہی وجہ شرح مواقف ص ۲۹۷ پر لکھی ہے جسے شیعہ بد دیانتی سے بھیانک انداز میں پیش کیا کرتے ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: "حضرت ابوبکر و عمر اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عذر واضح تھا کہ انھوں نے بیعت میں جلدی مسلمانوں کی بڑی مصلحت جان کر کی۔ تاخیر میں جھگڑا اور اختلاف پڑتا تھا حتّٰی کہ تدفین بھی بیعت کے بعد کی۔ کیونکہ یہ اہم کام تھا تاکہ حضورؐ کے دفن، کفن، غسل، نماز وغیرہ میں اختلاف ہو تو خلیفہ فیصلہ کر سکے۔ (شرح مسلم نووی ص ۹۱/ج ۲)

س ۳۹۳، ۳۹۴: امکانِ سازش وحملہ کی صورت میں مرکز کی حفاظت ضروری ہے یا نہیں؟ یثرب کو خالی چھوڑ جانا حرصِ اقتدار کی ترکیب ہے یا حفاظتِ حکومتِ اسلامیہ؟

ج: آپ کی بد دیانتی اور مسلم دشمنی پر آفرین ہے۔ یہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روم پر روانگی پر طعن ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اور لشکر نہ نکل سکا تو آپ شیخین سمیت سب صحابہؓ کو ملعون بناتے رہے۔ (معاذ اللہ) اب جب خلیفۃ الرسول نے ناساعد حالات میں تاکیداتِ نبویؐ کی وجہ سے بھیج دیا اور وہ کامیابی سے فاتح ومنصور لوٹے تو آپ غصّے سے اس لشکر پر لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں قل موتوا بغیظکم۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی ہی مرکز کی حفاظت اور سازشوں کی کمی کا باعث بنی مورخین کا بیان ہے: "چالیس دن کے بعد یہ مہم اپنا کام پورا کر کے فاتحانہ مدینہ واپس آئی حضرت ابوبکرؓ نے شہر سے نکل کر اس کا استقبال کیا..... اس کا اثر نہایت اچھا پڑا۔ اس سے ایک طرف بیرونی طاقتوں کے دلوں پر خوف بیٹھ گیا۔ دوسری طرف انقلاب کرنے والوں کو اس کا یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی قوت کافی ہے۔ چونکہ مالِ غنیمت بھی خوب ہاتھ آگیا تھا۔ لہٰذا آئندہ سرکشوں کو درست کرنے اور ملک کے امن وامان کے بحال کرنے میں اس مالِ غنیمت سے مسلمانوں کو بڑی امداد ملی اور فوجی دستوں کی روانگی میں سامان سفر کی تیاریاں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہو سکیں"۔

(تاریخ اسلام ص ۱۱۱/ج ۱ ندوی واکبر آبادی ص ۲۳۲/ج ۱)

س ۳۹۵: ارشادِ خداوندی ہے: "وہ وقت قریب ہے کہ تم لوگ حاکم بن جاؤ گے ارضِ خدا پر فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتے منقطع کر لو گے ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے کانوں کو بہرا کر دیا ہے اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے"۔ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور آغاز فساد فی الارض اور انقطاع الارحام سے نہ ہوا؟

ج: مرتدوں، منافقوں علانیہ یا بتقیہ نبوت کے دعویداروں زکوٰۃ کے منکروں پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان سے جنگ عین شرعی جہاد ہے جس کی پیشین گوئی اور لڑنے والے خلیفہ کی حقانیّت قرآن نے بیان کر دی ہے۔

"اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا۔ (تو خدا کا کچھ نقصان نہیں)، خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہے اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں مومنوں کے لیے وہ رحمدل ہیں اور کافروں کے لیے سخت راہِ خدا میں جہاد

کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فضل خدا کا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدائے تعالیٰ صاحب وسعت و علم ہے۔" (ترجمہ مقبول ص۱۳۹ پ۶ ع۱۲)

سنی و شیعہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ بعد از پیغمبرؐ فتنہ ارتداد ہوا تھا۔ ان سے جنگ حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے لشکر نے کی جس کے ایک سپاہی علیؓ بھی تھے۔ یہی لشکر اس فضیلت کا مصداق ہے اور خلافتِ صدیقی پر زبردست برہان ہے۔

آیت بالا بے موقع نقل کر کے سائل۔ جو مرتدوں، منافقوں، منکرینِ زکوٰۃ کا حامی اور ایجنٹ ہے ۔۔۔ نے ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچائی۔ ہم تو "جواب آن غزل" کچھ نہیں دیتے مگر سبائیت کی دوسری شاخ خارجی اور ناصبی اوپر والی آیت۔ جنگ جمل و صفین اور نہروان کے ۷۰ ہزار مقتولوں کے متعلق پڑھ کر حضرت علیؓ پر معاذ اللہ فتویٰ لگایا کرتے ہیں۔ حقائق کی روشنی میں درست جواب ہمیں بھی سمجھا دیجئے تاکہ دشمن کے دانت کھٹے کر سکیں۔ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا۔

حضرت صدیقِ اکبرؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کی نظر میں

- حضرت ابوبکرؓ اپنی بزرگی اور اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین منتخب کر لیے گئے۔ آپؓ کی دانائی فراست اور اعتدال پسندی مسلّم تھی۔ ابوبکرؓ کے انتخاب کو حضرت علیؓ اور آنحضرتؐ کے خاندان نے تسلیم کر لیا۔ (تاریخ اسلام ص۴۲ جسٹس امیر علی شیعی مترجمہ باری علیگ)
- پیروانِ محمدؐ کو فتنہ سے بچانے کے لیے حضرت علیؓ نے فوراً ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ (سپرٹ آف اسلام / امیر علی ص۲۹۳)
- حضرت علیؓ نے فرمایا: ابوبکرؓ مجھ سے چار باتوں میں بڑھ گئے۔ حضورؐ کے ساتھ ہجرت، غار میں رفاقت، نماز کی امامت، اسلام کی اشاعت۔ وہ کھلم کھلا دین ظاہر کرتے میں چھپاتا تھا۔ قریش مجھے حقیر جانتے انکی عزت کرتے۔ اگر ابوبکرؓ لشکر کشی اور مرتدین کی سرکوبی سے درگزر کرتے تو دین میں پیچیدگیاں پڑ جاتیں اور لوگ اصحاب طالوت کی طرح بے غیرت ہو جاتے۔
- حق تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ جو شخص مجھے ابوبکرؓ پر فوقیت دے گا تو اس پر مفتری کی حد جاری کرونگا۔ (الموافقہ بین اہل البیت والصحابہؓ۔ بحوالہ ابوبکرؓ علیؓ کی نظر میں)

مطاعنِ فاروقی

س ۳۹۶: حضرت عمرؓ نے وفاتِ رسول کا انکار کر کے دھمکی کیوں دی؟

ج: وفات کے شدید غم اور صدمہ سے حواس بجا نہ رہے جیسے کبھی صدمہ کی خبر سننے سے بے ہوشی ہو جاتی ہے چونکہ اسی خبر سے بے قابو ہوئے تو سننے کی تاب نہ تھی لہٰذا دھمکی دی۔

س ۳۹۷: اگر فرطِ غم کا نتیجہ تھا تو تکفین و تدفین سے غیر حاضری کیوں ہوئی؟

ج: یہ ناپاک بہتان ہے بارہا تردید ہو چکی اور یہ حالت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جھڑکنے اور خطبہ دینے سے جاتی رہی یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جب خلافِ واقعہ بات کہتے اور دھمکی دیتے تھے تو علیؓ شیرِ خدا نے ان کو کیوں نہ روکا۔ اگر وہ بھی بیخود تھے تو عمرؓ پر اعتراض نہ رہا۔ اگر حضرت عمرؓ کو کنٹرول نہ کر سکتے تھے اور کوئی بھی نہ کر رہا تھا۔ صدیقِ اکبرؓ نے ہی آ کر کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ کی بزرگی، بہادری اور تدبّر نے ان کو ہی خلافتِ عظمیٰ کا حقدار ترین بنا دیا۔

س ۳۹۸: ازالۃ الخفاء میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟

ج: اہل سُنّت کے ہاں خلافت نبوت کی طرح عہدہ نہیں ہے کہ خود بھی ایمان لانا ضروری ہو بلکہ یہ تقویٰ اور ولایت کی طرح ہے۔ ولی و متقی اپنے آپ کو متقی اور ولی نہ جانے تو اچھا ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کمال تواضع، خدا خوفی اور کسرِ نفسی سے اپنے آپ کو کامل خلیفہ نہیں جانتے بلکہ بادشاہت کا فکر کھاتے ہیں تو یہ ان کے کمال کی دلیل ہے۔ جیسے شیعہ کی اصولِ کافی ص۴۲۵ج۲ میں ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی ہمیں اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگتا ہے حضورؐ نے فرمایا واقعی ایسا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا:

انه لصریح الایمان یہ تو عین ایمان کی دلیل ہے۔

چور اور ڈاکو سے وہی ڈرتا ہے جس کے پاس دولت ہوتی ہے۔ مشتاق سائل تقویٰ کی تعریف میں خود لکھتا ہے: "جس قدر خدا کی محبت و عظمت نگاہوں میں زیادہ ہوگی اتنا ہی اپنے افعال کی کوتاہیوں کا اندیشہ زیادہ ہوگا۔ بس یہی تقویٰ ہے۔" (فروع دین ص۵۵)

س ۳۹۹: حضرت عمرؓ کو سب سے پہلے امیر المومنین کس نے کہا؟

ج: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ کہا جاتا تھا۔ اب مجھے خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کہا جائے تو لمبا ہو جائے گا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں تو آپ امیر المومنین ہوئے۔

ریاض النضرہ ص۲۷۹ کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم اور لبید بن ربیعہ نے عراق سے آکر کہا کہ اے عمرو بن العاص، امیر المومنین سے ہمیں ملائیں۔ تو یہ لقب سب کو پسند آگیا اور اس دن سے لکھا جانے لگا۔

س ۴۰۰: روضۃ الاحباب میں ہے کہ آپ کو فاروق کا لقب اہل کتاب نے دیا۔ کیا زمانہ رسول مقبولؐ یا دور ابوبکرؓ میں آپ کو فاروق اعظمؓ کہا جاتا تھا؟

ج: روضۃ الاحباب ہمارے پاس نہیں ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب سے پڑھ کر بتایا ہوگا کہ حضرت عمرؓ کا لقب فاروق ہے کیونکہ تورات وغیرہ میں آپ کے خصائل بہت لکھے ہیں جبکہ قرآن شریف کی گواہی ہے: مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجيل۔ چنانچہ کعب احبار (سابق یہود کے بڑے عالم) کہتے ہیں کہ وہ شام میں عمرؓ سے ملے تو کہا انہی کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ ممالک جن کے باشندے بنی اسرائیل ہیں۔ ایک نیک آدمی کے ہاتھ پر فتح ہوں گے جو مومنوں پر مہربان ہوگا، کافروں پر سخت ہوگا اس کا باطن ظاہر کی طرح (پاک وصاف) ہوگا اس کی بات عمل کے مخالف نہ ہوگی۔ فیصلہ میں اپنا بیگانہ اس کے ہاں برابر ہوگا۔ اس کے تابعدار رات کے عبادت گزار اور دن میں (کفار سے لڑاکے) شیر ہونگے، آپس میں مہربان اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے۔ عمرؓ نے پوچھا کیا تو سچ کہتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! اللہ کی قسم جو میری بات سن رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سب تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں عزت، بزرگی، شرافت اور رحمت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عطا فرمائی۔ اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ (ریاض النضرہ ص۶ ج۲)

صالح بن کیسان کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم انبیاء کی احادیث میں یہ پڑھتے ہیں کہ حجاز کے یہودیوں کو ایک شخص جلاوطن کرے گا جس کی صفات عمرؓ والی صفات ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کو جلاوطن کیا۔ زہری نے تخریج کی ہے۔ (ریاض النضرہ ص۵۵ ج۲)

لقب فاروق آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ (اہل کتاب نے تو اپنی کتابوں سے دیکھ کر اس کی تائید ہی کی۔)

ایوبؒ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے حق کو عمرؓ کے قلب و زبان پر رکھ دیا ہے اور وہ فاروق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے حق و باطل میں فرق کردیا۔"

ابی عمر بن ذکوانؒ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت عمرؓ کا نام فاروق کس نے رکھا؟ تو انھوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے۔ (طبقات ابن سعد ص۶۹ ج۳)

اور عہد نبوت (و صدیقیؓ) میں بھی شیخینؓ کو القاب خاصہ سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب رجال کشی ص۲، عمار بن یاسرؓ کے حالات میں ہے کہ جب حضورؐ نے تین شخصوں کے مشتاق جنت ہونے کا ذکر فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ سے لوگوں نے کہا۔ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذ هما في الغار ہمیں نبی سے پوچھ کر بتائیں کہ وہ تین کون ہیں۔ پھر عمرؓ سے لوگوں نے کہا: انت الفاروق الذي ينطق الملك على لسانك (آپ وہ فاروق ہیں کہ فرشتہ آپ کی زبان سے بولتا ہے۔ ان تین شخصوں کا نام پوچھ کر بتائیں..... الخ

س ۴۰۱: مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے تورات حضورؐ کے سامنے پڑھی تو آپؐ کو ناگوار گزرا فرمایا: لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعي۔ (اگر موسیٰؑ بھی زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے۔)

ج: یہ چیز قابلِ طعن تب ہوتی کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ایسا کیا ہوتا۔ پہلے صریح منع تو نہ تھا۔ اتنی بات مشہور تھی کہ ان کی کتب محرف ہیں۔ نہ تصدیق کرو نہ تکذیب کرو۔ حضرت عمرؓ علم کے انتہائی شوقین تھے چاہا کہ تورات پڑھ کر حضورؐ سے صحیح باتوں کی تصدیق کرائیں تو علم میں اضافہ ہو جیسے قرآن بھی اپنا وصف مصدق لما بین یدیہ (پہلی کتابوں کو سچا بتانے والا) بیان کرتا ہے مگر اس غیر نصابی کتاب میں لگنے سے اپنی نصابی کتاب قرآن کے حقوق پر زد پڑ سکتی تھی۔ اس لیے آپ نے ٹوک دیا اور استاد کو یہ حق ہے کہ غیر نصابی کتب سے طلبہ کو منع کرے خواہ وہ کتنے اچھے جذبے سے مطالعہ کریں۔

س ۴۰۲: حضرت عمرؓ نے خدمتِ رسولؐ میں قلم دوات کیوں پیش نہ کرنے دیا؟

ج: کسی کو منع نہیں کیا صرف حضورؐ کے آرام کی خاطر مشورہ دیا کہ آپؐ کو تکلیف نہ دو ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ بعض علماء اس طلب نبویؐ کو امتحانی سوال بتاتے ہیں حضرت عمرؓ نے ٹھیک جواب دیا اور حضورؐ نے نہ لکھوا کر عملی تائید کی۔

س ۴۰۳: حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے متعلق ہذیان والا جملہ کیوں کہا؟

ج: بکواسِ محض ہے یہ استفہامیہ جملہ دوسروں نے کہا: اھجر رسول اللہ کیا حضورؐ ہم سے رخصت ہو چلے ہیں۔ آپ سے پوچھ لو۔ تفصیل تحفہ امامیہ سوال ۹ میں دیکھیں۔ لفظ ہجر، ہجرت اور جدائی سے بنا ہے اسے بکواس بنانا شیعوں کا عمل ہے۔

حضرت عمرؓ کی بہادری کے واقعات

س ۴۰۴: آپ کے ہاں حضرت عمرؓ بہادر اور جری مانے جاتے ہیں۔ جنگ بدر میں ان کے ہاتھ سے کتنے کفار مارے گئے یا زخمی ہوئے؟

ج: جنگِ بدر میں مشہور بہادر و موذیٔ رسول اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا۔ (ابنِ ہشام ص ۲۸۹ ج ۲)

اشد ھم فی امر اللہ عمر (اللہ کے قانون کے نفاذ میں حضرت عمرؓ سب سے سخت ہیں) کا مصداق آپ تے ہی بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا پھر تائید میں قرآنی آیات اتریں۔ (کتب سیرت و تفسیر)

حضرت عمرؓ یقیناً بہادر تھے چند واقعات سے اندازہ لگائیں:

۱۔ حالتِ کفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت کے لیے تنہا چلے تھے (معاذ اللہ) کسی اور کافر کو جرأت نہ ہوتی تھی۔

۲۔ پھر جب حضورؐ کی دعا: اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب۔ اے اللہ اسلام کو عمرؓ کے ذریعے غلبہ عطا فرما۔ (ابن سعد ص ۶۵ ج ۳) قبول ہوگئی اور مسلمان ہو گئے۔ آپ سے ۳ دن پہلے اگرچہ حضرت حمزہؓ بھی مسلمان ہو چکے تھے مگر مسلمان علانیہ کعبہ شریف میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تحریک اٹھائی اور حمزہؓ نے تائید کی تو ان دونوں پہلوانوں کی ہمت اور بہادری سے مسلمان علانیہ نماز پڑھنے لگے جو کافر مزاحمت کرتے حضرت عمرؓ تنہا لڑتے اور غالب رہتے تھے۔

۳۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد عمرؓ اسلام لائے حضرت عمرؓ کے اسلام لاتے ہی اسلام مکہ میں ظاہر ہوا صہیب بن سنانؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا اور علانیہ اس کی دعوت دی جانے لگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: جب سے حضرت عمرؓ اسلام لائے ہم لوگ برابر غالب رہے۔ محمد بن عبیدؒ نے کہا کہ ہمیں عمرؓ کے اسلام لانے تک بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہ تھی۔ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو انھوں نے لوگوں سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ انھوں نے ہمیں نماز کے لیے چھوڑ دیا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عمرؓ کا اسلام فتح تھی، ان کی ہجرت مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ ہم نے اپنی وہ حالت دیکھی ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے تک ہم لوگ بیت اللہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے جب عمرؓ اسلام لائے تو انھوں نے لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔
(طبقاتِ ابنِ سعد ص ۶۸ ج ۳)

۵۔ غزوہ سویق کے لیے مسلمان گھبراتے تھے کیونکہ ابو سفیانؓ کے کہنے پر نعیم بن مسعود نے مدینے آکر بڑی آب و تاب کے ساتھ قریش کی تیاریوں کا حال جا بجا بیان کرنا شروع کر دیا

تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کیا اور آنحضرت ؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ؐ خدا کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان ان خبروں کو سُن سُن کر کیوں گھبرا رہے ہیں۔ (تاریخ اسلام ص ۱۵۳/ج ۱ از نجیب آبادی)

۶۔۔۔ ہر کسی نے چھپ کر ہجرت کی۔ حضرت عمرؓ نے علانیہ کی۔ (کتبِ سیرت)

۷۔۔۔ غزوہ بنو المصطلق میں ابوبکرؓ علم بردار تھے۔ مقدمۃ الجیش حضرت عمرؓ تھے۔ قتال کے بعد خوب فتح ہوئی۔ حضرت جویریہؓ قید ہو کر آئی تھیں۔ (تاریخ اسلام اکبر شاہ ص ۱۵۵)

۸۔۔۔ ایک غنڈے کافر عمیر بن وہب کو صفوان بن امیہ سردار قریش نے حضورؐ کے قتل کے لیے مدینہ بھیجا وہ مسلح اُترا ہی تھا کہ حضرت عمرؓ نے نگاہوں اور تیور سے بھانپ لیا۔ تو اسے پکڑ کر دبوچ لیا اور حضورؐ کے سامنے پیش کیا۔ اس نے ارادہ قتل کا اظہار کر کے اسلام قبول کر لیا۔ یہ ۳ھ کا واقعہ ہے۔ (سیرت النبیؐ از شبلیؒ ص ۳۴۷/ج ۲)

۹۔۔۔ زید بن سعنہ یہودی تاجر تھا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے اس نے کچھ قرض لینا تھا وقت آنے سے پہلے اس نے اُجڈ پن سے حضورؐ کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچی سخت سُست کہا کہ تم عبد المطلب کے خاندان والو یونہی ہمیشہ حیلے حوالے کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے اسے پکڑ لیا۔ سزا دینا چاہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے حضورؐ نے مُسکرا کر فرمایا عمرؓ! ایسا نہ کرو میرا قرض ادا کر دو اور ۲۰ صاع کھجوریں زیادہ دو۔ (سیرت النبیؐ ص ۳۴۳/ج ۲)

۱۰۔۔۔ فتح مکہ کے بعد ابو سفیانؓ کو سابق جرائم کی پاداش میں حضرت عمرؓ نے قتل کرنا چاہا مگر حضورؐ نے منع فرما دیا اور اس کے گھر کو امن و امان کا حرم بنا دیا۔ ایسے واقعات میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عفو و درگزر کے ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اشداء علی الکفار اور بہادر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ پھر کسی جنگ میں کسی کو قتل کرنے یا زخمی ہونے کا علم ہمیں ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بالفعل شرکت اور ثابت قدمی بھی فضیلت کے لیے کافی ہے۔

اُحد میں حضرت عمرؓ کی خدمات

س ۴۰۵: جنگِ احد کے حالات میں کچھ کتابوں ..... میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ حضورؐ کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ وہ ثابت قدم کیوں نہ رہے؟

ج: یہ حوالہ جات میں کانٹ چھانٹ اور رافضی پروپیگنڈہ ہے ورنہ حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ کچھ اور مہاجرینؓ و انصارؓ کے ساتھ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔۔۔ "جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خوب زور و شور سے ہنگامہ کارزار گرم تھا۔ ایک شقی کے پتھر پھینکنے سے آپ کا ہونٹ زخمی اور نچلا دانت شہید ہوا۔ اسی حالت میں آپ کا پائے مبارک ایک گڑھے میں جا پڑا اور آپ ؐ گر گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ نے آپ ؐ کو اٹھا کر باہر نکالا۔ آپ کے گرد جب صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر جماعت فراہم ہو گئی اور لڑائی شدت سے جاری ہوئی تو کفار کے حملوں میں سستی پیدا ہونے لگی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار کو مار مار کر ہٹایا اس حالت میں آنحضرت ؐ نے پہاڑ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ پہاڑ کی ایک بلندی پر چڑھ گئے۔ مدعا اس سے یہ تھا کہ کفار کے نرغہ سے نکل کر پہاڑ کو پشت پر لے لیں اور لڑائی کا ایک محاذ قائم ہو جائے۔ چنانچہ یہ تدبیر یعنی لڑائی کے لیے بہترین مقام کو حاصل کرنا بہت مفید ثابت ہوا مسلمانوں کے بلند مقام پر چڑھ جانے کے بعد ابو سفیان نے بھی پہاڑ پر چڑھنا چاہا اور وہ کفار کی ایک جماعت کو لے کر دوسرے راستے سے زیادہ بلند مقام تک چڑھنا چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو اوپر چڑھنے سے باز رکھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چند ہمراہیوں کے ساتھ اس طرف روانہ ہوئے اور ابو سفیان کی جماعت کو نیچے دھکیل دیا۔ (تاریخ اسلام ص ۱۲۵/ج ۱ از اکبر شاہ)

نرغہ میں گھرنے کا پورا قصہ سامنے ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ثابت قدمی اور خدمات بھی واضح ہیں۔ جنگی حکمتِ عملی کے لیے پیچھے ہٹ کر پہاڑ پر چڑھنے کو رافضی مورخوں نے فرار بنا ڈالا ہے۔ حالانکہ حضورؐ نے بھی کفار کے نرغہ سے نکل کر پہاڑ کو پشت پناہ بنایا تھا۔ (خدا بد دیانتی اور بُغض سے بچائے)

۲۔۔۔ ابنِ اسحاق نے کہا: جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا تو حضورؐ کو اٹھا لے چلے اور آپ بھی ان کے ساتھ گھاٹی کی طرف چلے۔ آپ کے ساتھ ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور حارث بن صمہؓ اور مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ (ابن ہشام ص ۸۹ ج ۳)

۳ــــ ابنِ اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی پر تھے۔ آپ کے ساتھ مذکورہ بالا صحابہؓ کی جماعت تھی کہ قریش پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان کے کمانڈر خالد بن ولید تھے۔ ابنِ اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی اے اللہ یہ پہاڑ پر چڑھنے نہ پائیں۔

فقاتل عمر بن الخطاب ورهط معه من المهاجرين حتىٰ اهبطوهم من الجبل۔ (ابن ہشام ص ۹۱ ج ۳، طبری ص ۵۲۱ ج ۲)

حضرت عمرؓ نے اور مہاجرینؓ کی ایک جماعت نے اس دستہ کفار سے جنگ کی حتیٰ کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔

۴ــــ ابنِ سعد فرماتے ہیں کہ اس ہلچل اور اضطراب میں چودہ اصحاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ سات مہاجرینؓ اور سات انصارؓ ہیں سے ان میں سب سے اول حضرت ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کا نام گرامی ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ص ۵۵۷ ج ۱)

۵ــــ مشرکین کی فوج میں بھی حضورؐ کی شہادت کی خبر پھیل گئی تھی۔ ابوسفیان نے تصدیق کے لیے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی محمدؐ یہاں ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مسلمانوں کو جواب دینے سے منع کر دیا۔ ابوسفیان نے جواب نہ پاکر ابوبکرؓ و عمرؓ کو آواز دی اس پر بھی جب کوئی جواب نہ ملا اس وقت اس نے مسرّت میں نعرہ لگایا کہ سب مارے گئے (اسلام کا خاتمہ ہو گیا) حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بحکمِ پیغمبر بولے او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔ یہ سُن کر ابوسفیان نے اعل ھبل کا نعرہ لگایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب دیا: اللّٰه اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان نے کہا: لنا العزّٰى ولا عزّٰى لكم۔ صحابہؓ نے کہا: اللّٰه مولٰنا ولا مولىٰ لكم۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۳۷)

۶ــــ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا انس بن نضر، عمر بن الخطاب اور طلحہ بن عبید اللہ اور دیگر انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے کچھ افراد کے پاس پہنچے جب کہ انھوں نے جنگ سے ہاتھ گرا دیئے تھے تو پوچھا کیوں بیٹھ گئے ہو۔ کہنے لگے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ انسؓ نے کہا کہ پھر تم آپ کے بعد جی کر کیا کرو گے۔ اٹھو باعزت اسی طرح مر جاؤ

جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے۔ پھر انسؓ مشرکین کے سامنے آئے اور جنگ کی تا آنکہ شہید ہو گئے۔ (تاریخ طبری ص ۵۱۷ ج ۲)

یہاں سے پتہ چلا کہ یہ خاص بہادروں کا گروہ بھاگا نہ تھا۔ البتہ شہادت رسولؐ کی خبر سُن کر غمزدہ ہوا اور ہمت ہار بیٹھا۔ پھر جب حضورؐ کے زندہ ہونے کا اعلان ہُوا تو آپؐ کے ہمراہ ہو گیا اور مذکورہ بالا واقعات میں اہم کردار ادا کیا۔

س ۴۰۶: جنگِ خندق میں عمرو بن ود کی للکار میں عمرؓ نے کیا جواب دیا؟

ج: بہت تلاش کیا۔ مگر عمرو بن ود کا عمرؓ کو پکارنا اور مکالمہ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔ اتنا پتہ چلا کہ عمرو بن ود کو دعوتِ اسلام کے بعد حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ اس کے ایک ساتھی کو زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ ایک ڈر کے مارے خندق میں گر پڑا اور حضرت علیؓ نے اُتر کر گردن کاٹ لی۔

ضرار بن خطاب کے ہاتھ میں برچھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے تلوار کے ذریعے اسے مار بھگایا۔

حدیبیہ میں صحابہ کرامؓ کے اضطراب کی وجہ

س ۴۰۷: حضرت عمرؓ کو صلح حدیبیہ کے دن نبوت میں شک ہوا تھا؟

ج: یہ آپ کا جھوٹا قدیم طعن ہے اور بات کا بتنگڑ بنا کر ہی جھوٹے مذہب کی آب یاری کرتے ہیں۔ آپ کو بھی یقین ہے کہ یہ جھوٹا الزام ہے تبھی تو حوالہ نہیں دیا۔ بات اتنی ہے کہ حدیبیہ کی صلح انتہائی کمزور شرائط پر ہوئی تھی مستقبل میں اس کے فوائد و مصالح کا اللہ علام الغیوب کو علم تھا۔ آنحضورؐ بحکم وحی شرائط ماننے کے پابند تھے۔ ظاہر حالات میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اضطراب بے چینی اور ناخوشی تھی جن کے ترجمان و نمائندہ حضرت عمرؓ تھے اور آپ نے وہ گفتگو بے باکی کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کی جو کتبِ حدیث و سیرت میں مشہور ہے۔ اس بے چینی اور اضطراب کے دفعیہ کے لیے اللہ نے سورت فتح اتاری۔ آیتِ ہذا پر غور کیجئے:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا

اسی خدا نے سکینہ (تسلی) مومنوں کے دلوں میں اتارا تاکہ وہ اپنے ایمان پر ایمان کا اضافہ کریں

مَّعَ اِیۡمَانِہِمۡ وَلِلّٰہِ جُنُوۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ   اور آسمانوں زمینوں کے لشکر تو اللہ ہی کے ہیں
وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ہ (الفتح ع ا پ۲۶)   اور اللہ بڑے زبردست حکمت والے ہیں۔

دلوں میں اضطراب کے بدلے سکینہ اتارا اور افسردگی و مایوسی کے مقابل زیادتی ایمان کی نوید سُنائی۔ اب دشمنانِ صحابہ اس کیفیت کو شک فی النبوت وغیرہ سے تعبیر کریں تو کریں۔ چہرہ میں ان کو اپنا ہی آئینہ نظر آتا ہے۔ مگر اللہ کے ہاں وہ بدستور صاحبِ یقین و ایمان اور سکینت و اطمینان والے تھے۔

اس کی حسّی تجرباتی ایک وہ مثال ہے کہ جب حضرت حسنؓ نے معاویہؓ کے ہاتھ پر صلح و بیعت کی تو دو سال تک آپ کی پارٹی کا خلجان و اضطراب باقی رہا وہ شکایت کرتے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ ڈانٹ دیتے کہ میں نے تمہاری اور مسلمانوں کی حفاظت کی ہے۔ تاریخ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہلواتی ہے: "کہ میرا ناک کٹ جاتا تو اس سے بہتر تھا جو میرے بھائی نے کیا"۔ کیا حضرت حسینؓ، قیس بن سعد، سفیان بن ابی لیلیٰ وغیرہ کٹر شیعانِ حسن پر یہ فتویٰ شیعہ لگا سکتے ہیں۔ (دیدہ باید)۔ اور خود مشتاق رافضی نے ذکار الاذھان میں اس کا اقرار کیا ہے۔ اصحابِ حدیبیہ کے جذبات کو ایمان کی دلیل بنا کر شیعانِ حسنؓ کا دفاع کیا ہے۔

اس کی دوسری مثال۔ پاکستان بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کی صلح تاشقند بھی ہے کہ جب صدر ایوب مرحوم نے بڑی طاقتوں کے شر سے تحفّظ کی خاطر کمزور شرائط پر صلح کی کشمیر کا کافی مفتوحہ علاقہ واپس دے دیا تو فوج کے ایک حصّے کو کافی اضطراب ہوا۔ بغاوت تک کا خطرہ رہا، تو فوجیوں کی یہ کیفیت دراصل قوم و ملک سے دشمنی نہیں ہوتی بلکہ ملک و قوم کے مفاد کے بظاہر خلاف معاملات پر وہ اسی ناراضی اور بے چینی کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کا اظہار ہی ایمان اور وفاداری کی دلیل ہے۔

یہی کیفیت حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کی تھی جسے بد باطن رافضیوں نے شک فی النبوۃ بنا کر مشہور کیا ہے ورنہ حضرت عمرؓ نے کوئی شک نہیں کیا تھا بلکہ یقین سے ابوبکر صدیقؓ سے اسی مکالمہ میں کہا تھا:

قال عمر وانا اشھد انہ رسول اللہ۔   میں گواہی دیتا ہوں کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں۔
(طبری ص۶۳۴ ج۲)

س ۴۰۸: تذکرہ خواص الائمہ و سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک کا وثیقہ لکھ دیا تھا مگر عمرؓ نے لے کر پھاڑ دیا۔ اپنے امام کی توہین کیوں کی؟

ج: یہ دونوں کتابیں بباطن رافضیوں کی ساختہ پرداختہ ہیں۔ اہلِ سنّت پر حجت نہیں (تفصیل تحفہ امامیہ کے آخر میں دیکھیں) اگر شیعہ کا اس پر یقین ہے تو حضرت ابوبکرؓ سے تو دشمنی چھوڑیں ان سے تولا کریں۔ ان کو مومن و جنتی، حضرت فاطمہؓ کا ہمدرد اور محسن جانیں۔ اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ؟

بالفرض اس کی کچھ اصل ہو تو ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ کی حیثیت چیف جسٹس کی تھی اور عدلیہ کے عظیم مقام کا تقاضا ہے کہ چیف جسٹس اگر حاکم و خلیفہ کے کسی عمل سے اختلاف و نزاع کرنا چاہے تو کر سکے اور خلیفہ اس سے تعرض نہ کرے بلکہ تسلیم کر لے۔ اس مسئلہ میں چونکہ مفاد عامہ کا شخصی مفاد سے ٹکراؤ تھا تو موجودہ جمہوری اصول کہ مفاد عامہ کو مفاد خاص پر ترجیح ہے۔ کے مطابق حضرت عمرؓ کا کردار نادرست نہ ہوگا۔

س ۴۰۹: کیا حضرت عمرؓ نے خود کبھی نمازِ تراویح پڑھی تو کس کے پیچھے؟

ج: حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے ہی ہمیشہ پڑھی۔ کیا کہیں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نہ پڑھتے تھے؟ کیا مسجد کی انتظامیہ کا صدر کسی کو امام و خطیب مقرر کرے تو وہ خود اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتا؟ سوال بناتے وقت اتنی بے عقلی کا تو ثبوت نہ دینا چاہیے۔

س ۴۱۰: طلاقِ ثلاثہ کا رواج کب سے شروع ہوا؟ صحیح مسلم باب الطلاق دیکھیں۔

ج: مسلم شریف ص۴۶۳ ج۱ باب لا تحل المطلقۃ ثلثا لمطلقھا حتی تنکح زوجا غیرہ۔ سامنے کھلا ہے اس کی چھ ہم معنیٰ حدیثوں میں سے ایک یہ بھی ہے "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ اس سے دوسرے نے شادی کی۔ پھر اس نے دخول سے پہلے طلاق دے دی۔ پھر پہلا خاوند اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے کے لیے وہ حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرا خاوند وہ مزا نہ چکھے جو پہلے نے چکھا ہے"۔

اس حدیثِ صریح سے پتہ چلا کہ حضورؐ کے زمانے میں تین طلاقیں تین ہی سمجھی جاتی

تھیں اور وہ عورت دوسرے سے نکاح وجماع کے بغیر پہلے طلاق دھندہ خاوند کے لیے حلال نہ ہوسکتی تھی۔

مسلم ص۴۷۶ کی حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طلاق کا مسئلہ پوچھنے والے سے کہتے کہ اگر تو نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دی ہیں (تو رجوع کرلے) کیونکہ مجھے جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا۔

وان كنت طلقتها ثلاثاً فقد حرمت عليك حتى تنكح زوجاً غيرك وعصيت الله فيما امرك من طلاق امرأتك۔

اور اگر تو نے تین ہی دے دی ہیں تو وہ تجھ پر حرام ہوگئی تا آنکہ وہ کسی اور سے نکاح کرے اور تو نے بیوی کو تین طلاقیں دے کر خدا کی نافرمانی کی۔

اس سے پتہ چلا کہ تین طلاقیں معاً یا متفرق دے دینا اگرچہ خدا کی نافرمانی ہے مگر وہ لغو نہیں ہیں وہ نافذ اور مؤثر ہیں۔ بیوی حرام رہے گی جب تک اور خاوند نہ دیکھے۔

ان مفصل احادیث کی روشنی میں مسلم ص۴۷۷ کی ان مجمل احادیث کا مطلب اخذ کیا جائے گا جس سے سائل حضرت عمرؓ پر اعتراض جڑ رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تین کو ایک قرار دیتے تھے مگر عمرؓ نے تین کو تین قرار دے کر امّت پر تنگی پیدا کر دی جیسے اہلِ حدیث حضرات بھی اسی غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں۔ اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

۱۔ ابنِ عباسؓ کی یہ روایت مرفوع نہیں ہے بلکہ اپنا تاثر و تبصرہ ہے چونکہ عہدِ نبوت میں صغیر السّن تھے تو روایات بالا کے مقابل اسے آپ کی ناسمجھی پر محمول کیا جائے گا۔

۲۔ یہ قرآنی آیت کے برخلاف ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔ طلاق رجعی (ایک) یا دو مرتبہ ہے پھر یا تو رجوع کر کے گھر میں رکھو یا بالکل چھوڑ دو۔۔۔۔ اگر تیسری طلاق دی تو وہ خاوند اوّل کے لیے حلال نہیں حتیٰ کہ اور خاوند سے نکاح کرے۔ (البقرہ پ۲ ع۱۳)

تین الگ الگ لفظوں سے دے (قرآنی صورت) یا ایک کلمہ سے کہے میں نے تین طلاقیں دیں۔ تو ائمہ اربعہؒ اور جمہور علماء اسے مغلظہ ہی شمار کرتے ہیں۔ طاؤس۔ بعض اہلِ ظاہر اور رافضیوں کا اعتبار نہیں ہے۔

۳۔ اوپر والی حدیثوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کو تین ہی،

گناہ ہے تو ابنِ عباسؓ کی اس روایت پر عمل نہ ہوگا بلکہ تاویل کی جائے گی۔ تو امام نوویؒ نے تاویلی جوابات یہ دیئے ہیں۔

۴۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عہدِ نبوت میں کوئی انت طالق۔ انت طالق۔ انت طالق کہہ دیتا نہ تاکید کی نیّت کرتا۔ نہ علیحدہ گنتی کی تو ایک طلاق کا حکم دیا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت تین گننے کا رواج نہ پڑا تھا۔ تو غالب رواج کے تحت ایک کی تاکید سمجھی جاتی تھی۔ اب حضرت عمرؓ کے دور میں ارادۃً تین دی جاتی ہیں تو تین ہی نافذ کر دی گئیں۔

۵۔ حضورؐ کے عہد میں ایک طلاق کا رواج تھا۔ یعنی تین کا کام ایک سے ہی لیتے تو ایک سمجھی جاتی حضرت عمرؓ کے دور میں بیک دفعہ تین طلاقیں دینے لگے تو تین ہی نافذ کیں۔ گویا لوگوں کی عادت میں اختلاف کا بیان کیا گیا ہے مسئلہ کی تبدیلی کا حکم نہیں ہے۔

الحاصل۔ تین طلاقوں کو تین قرار دینا حضرت عمرؓ کی ایجاد اور بدعت نہیں ہے۔ قرآن، سُنّت نبویؐ اور ائمہ اربعہؒ جمہور علماء امّت کا یہی فیصلہ ہے ابنِ عباسؓ کے اثر کو غلط سمجھا گیا ہے۔

س ۱۱۲: بخاری مناقب عمرؓ میں ہے کہ آپ نے شراب نبیذ پی لی۔ کیا شراب جائز سمجھتے تھے؟

ج: متعہ باز اور شراب نوش ذاکر و مجتہد صاحبان حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ ناپاک بہتان اگر نہ لگائیں تو پھر شیعہ کیسے بنیں؟ نبیذ کی حقیقت یہ ہے کہ رات کو کھجوریں پانی میں بھگو دیں اور صبح کو وہ میٹھا شربت بنا ہوگا پی لیں۔ اسے کسی نے بھی شراب نہیں کہا۔ یہ شربت کھجور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی پیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو بھی قاتلانہ حملہ کے بعد یہ شربت نبیذ پھر دودھ پلایا گیا۔ مگر دونوں پیٹ سے نکل آئے۔ شراب کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا شیرہ خالص ہو۔ پھر وہ کئی دن بند رکھنے سے متعفن اور بدبودار ہو جائے۔ جھاگ چھوڑے اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو حرام ہے۔ اگر یہ حالت پیدا نہ ہو تو لیموں، مالٹا، گنا، انگور، کھجور ہر چیز کا تازہ رس پینا جائز اور پاک ہے۔ افسوس کہ شیعہ عمداً بزعمِ خود بھی یہ جھوٹا الزام لگا کر مسلمانوں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔ جبکہ شیعوں کے ہاں نشہ کی بدبو دینے والی شرابیں حرام نہیں ہیں۔[1]

۲۔ مسئلہ کے رلوبات: اور شرابیں حرام نہیں ہیں اگرچہ ان سے نشے کی بُو آتی ہو۔

[1] خمینی کی تحریر الوسیلہ ص۲۷۸/ج۲ پر ہے "والعصیر الزبیبی والتمری لایلحق بالمسکر حرمۃ ولا حداً" منقی اور کھجوروں کی نچوڑی ہوئی شراب، حرمت اور حد میں نشہ آور کے ساتھ نہیں ملائی جائیں گی۔ (نہ یہ حرام ہیں نہ ان پر حد ہے۔)

شیرہ میں اسلاف[۱]۔ مکروہ ہے جو شخص دو تہائی خشک ہونے سے پہلے مشروب خمر کو حلال سمجھتا ہو۔ اسے پکانے کا امن دینا مکروہ ہے۔ (مختصر النافع للحلی ص ۲۵۶)

س ۴۱۲-۴۱۳: کیا حضرت عمرؓ کو آیت تیمم معلوم تھی؟ اگر تھی تو انھوں نے یہ فتویٰ جاری کیوں کر دیا کہ پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھو (مسلم، بخاری)

ج: جھوٹ بولنے اور بہتان تراشی میں آپ کو ذرا حیا نہیں آتی۔ حضرت عمرؓ نے ایسا فتویٰ کہاں دیا تھا؟ بلکہ تیمم کی آیت نازل ہونے یا طریقہ تیمم معلوم ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ و عمارؓ ایک سفر میں تھے جنبی ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے تو نماز نہ پڑھی۔ حضرت عمارؓ مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گئے۔ جب عمارؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آکر بتلایا تو آپ نے پھر تیمم کا طریقہ سمجھایا کہ چہرے اور ہاتھوں پر مٹی والا ہاتھ پھونک جھاڑ کر مل دینا کافی ہے پھر حضرت عمرؓ یہی فتویٰ دیتے تھے۔ چنانچہ دوسری روایت میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابزیٰؓ صحابی کو مسئلہ پوچھنے پر یہی بتایا۔ تفل فیھما۔ یعنی دونوں ہاتھوں پر پھونک مارو (کہ زائد مٹی اُڑ جائے)۔ بخاری ص ۴۸/۱ج۔

س ۴۱۴: جامع ترمذی کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وطی فی الدُّبر کی تو آیت نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ نازل ہوئی۔ حضرت صاحب کو اُلٹی راہیں کیوں پسند تھیں؟

ج: آیت کا مطلب ہے "کہ عورتیں تمھاری کھیتی ہیں تو اپنی کھیتی میں آؤ جس طرح چاہو" (البقرہ پ ۲ ع ۱۲)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ بہتان ہے ورنہ وہ تو یہ کہتے تھے کہ جماع کا مقام تو ایک ہے مگر لیٹے بیٹھے، اگلی سمت سے یا پچھلی سمت سے جیسے چاہو وطی کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ کے فعل کی تائید ہی میں یہ آیت نازل ہوئی۔ معترض کو حضرت عمرؓ اور خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس نے فطرتِ سیئہ کے مطابق حضرت عمرؓ پر وطی در دُبر کا ناپاک الزام لگا دیا ورنہ حدیث شریف میں صراحت ہے۔

فأتوا حرثکم انّٰی شِئْتُمْ اقبل کہ جیسے چاہو کھیتوں میں آؤ۔ آگے سے یا پیچھے

---

[۱] مصباح اللغات ص ۳۹۱ پر ہے: السلاف و السلافہ نچوڑنے سے پہلے جو خود بخود بہے (یہ بہترین شراب ہے)

وادبر واتق الدبر والحیضۃ (ترمذی ص ۱۴۳/۲ج) سے مقامِ پاخانہ اور حالتِ حیض سے بچو۔

س ۴۱۵: بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ وطی فی الدبر کے ہمیشہ قائل رہے؟

ج: یہ بھی ناپاک بہتان ہے۔ ورنہ نافع کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ عمرؓ سے پوچھا کہ یہ کس مسئلہ میں نازل ہوئی فرمایا۔ اس۔ اس مسئلہ میں نازل ہوئی۔

دوسری روایت میں یہ ہے "یاتیھا فی" کہ عورت کے پاس اس طریقے سے آئے۔

دراصل ابنِ عمرؓ نے شدتِ حیار سے اشارۃً بتایا کہ آیت کے مطابق عورت کے پاس آگے اور پیچھے کی سمت سے جماع ہو سکتا ہے۔ مگر غلطی سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ وطی فی الدبر کے قائل تھے۔ جیسے مشاق اس کا مشاق بن چکا ہے۔ بعض نے ابنِ عمرؓ کا وہم قرار دیا مگر سب سے صحیح بات وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ اور جمہور اہلِ سنّت نے کہی ہے کہ وطی فی الدبر حرام ہے اور ابنِ عمرؓ کی بات کا مطلب یہ ہے کہ مقامِ جماع میں پیچھے کی طرف سے بھی جماع ہو سکتا اور یہی اَنّٰی شِئْتُمْ کی تفسیر ہے (قسطلانی، بحوالہ بخاری ص ۶۴۹/۲ج۔ حاشیہ۔

س ۴۱۶: موجودگی آب میں ڈھیلے، پتھر سے استنجا کا جواز قرآن سے دکھایئے؟

ج: یہودیت کا چربہ مذہبِ شیعہ اب طہارت کے متعلق بھی وہی اعتراضات مسلمانوں پر کر رہا ہے جو یہودی کیا کرتے تھے۔ پانی ہر وقت پاس نہیں ہوتا اور نہ ہر براز کی جگہ ملتا ہے تو کیا ڈھیلے وغیرہ سے گندگی صاف نہ کرے۔ یہی شیعہ تہذیب ہے؟ پس جب وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اور پلیدی دُور کیجیے) کا حکم قرآنی ہے تو اس فعل پر اعتراض کیوں؟ سورت توبہ کی آیت جو مسجد قبا والوں کی شان میں اُتری۔

فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔ (پ ۱۱ ع ۲) اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان کی تعریف اس لیے کی گئی ہے کہ وہ پہلے ڈھیلے سے استنجا کرتے تھے پھر پانی سے بھی کرتے تھے تو جمع بین الطریقین کی وجہ سے ممدوح ہوئے۔ یہاں بابِ تفعل کا صیغہ تَطَهُّرْ استعمال ہوا ہے جو بتکلف کوشش اور مبالغہ پر دلالت کرتا ہے تو پتہ چلا کہ ڈھیلے وغیرہ سے۔ جب وہ مخرج سے درہم بھر پھیلا ہوا نہ ہو

طہارت تو حاصل ہو جاتی تھی مگر خوب پاکی استنجا بالماء سے بھی کرتے تھے۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر ابتداءً ہی پانی سے استنجا کیا جائے تو قطرہ بول رسنے سے استنجا صحیح نہ ہو گا خصوصاً بوڑھے کمزوروں کو قطرہ خشک کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین طریقہ وٹوانی اور ڈھیلے کا استعمال ہے۔

س ۴۱۷: کسی مرفوع حدیث سے اس طریقہ کا سنّتِ نبویؐ ہونا ثابت کریں؟

ج: بخاری شریف میں "باب الاستنجار بالحجارۃ" میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حاجت کیلیے نکلے ہیں (ابو ہریرہؓ) آپ کے قریب گیا تو مجھ سے فرمایا ڈھیلے وغیرہ تلاش کر لا، تاکہ میں صفائی حاصل کروں۔ ہڈی اور گوبر نہ لانا۔ میں نے پتھر لا کر آپؐ کے پہلو میں رکھ دیئے اور دُور چلا گیا۔ آپؐ نے قضاءِ حاجت کے بعد ان کو استعمال کیا۔ (بخاری صـ $\frac{27}{1}$)

س ۴۱۸: حضرت عمرؓ نے پیشاب کے بعد ذکر کو دیوار سے کیوں رگڑا؟

ج: قطرات خشک کرنے کے لیے ڈھیلا وغیرہ نہ مل سکا ہو گا۔

س ۴۱۹: صاحب السرّ حضرت حذیفہؓ سے عمرؓ اپنے بارے کیا پوچھتے تھے؟

ج: منافقوں کی تعیین کراتے تھے پھر ان کے شر سے بچتے تھے۔ کمال تقویٰ و خشوع سے اپنے متعلق ایک دفعہ وہم ہوا تو پوچھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نفی میں جواب دیا تو خدا کا شکر بجالائے۔ اگر حضرت حذیفہؓ کی رازداریٔ رسولؐ پر شیعہ کو اعتماد ہے اور حضرت عمرؓ کو انھوں نے مومنوں میں شمار کر دیا۔ تو اب عمرؓ دشمنی اور نفاق کا ناپاک بہتان ختم ہو جانا چاہیئے۔ مگر شیعہ خود ایمان سے محروم اور کٹر منافق ہیں۔ اپنی ادائیں کیوں چھوڑیں؟

س ۴۲۰: تاریخ واقدی اور مسلم میں ہے۔ روم و فارس کے خزانوں کی فتوحات کی خبر دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تم باہم حسد و نفسانیت اور بغض رکھو گے بتائیے اس وقت حاکم مسلمین کون تھا؟

ج: اس سوال میں سائل واقعی دھوکہ باز اور ۴۲۰ نکلا اور یہ مثل اسی موقع کے لیے بولی گئی ہے "خصم نانی کرے تا وان نواسوں پر پڑے"۔ بغض و حسد تو وہ کریں جو دولت پا کر عیاش بن جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم کو شہید کریں پھر

چوتھی خلافت میں خانہ جنگی جاری رکھیں۔ اور قصوروار عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرار پائیں؟ جو معمولی کھانا کھاتے، معمولی پھٹا پرانا لباس پہنتے اور زاہد ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ اس حدیث میں نہ فاتح اسلام خلیفہ مسلمین عمرؓ پر طعن مقصود ہے۔ نہ غازی مجاہد صحابہؓ پر طنز و اعتراض ہے صرف دولت کا نقصان وہ پہلو بتلانا اور اس سے خبردار کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو تحریک یہودی سازش سے نومسلم یہود و مجوس نے چلائی وہ اسی دولت کی حرص اور باہمی بغض و عناد کی وجہ سے پیدا ہوئی اور مسلمانوں کے وقار کو زبردست نقصان پہنچا۔ فرمانِ رسولؐ سچ ثابت ہوا۔ اب جب آپ نے اس حدیث کو چھیڑ لیا ہے تو ہم بتاتے ہیں کہ یہی حدیث خلافتِ راشدہؓ کی حقانیت اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ایمان اور رسالت مآب کے نمائندہ ترجمان ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ کتب شیعہ، تاریخ اور حدیث میں یہ واقعہ متواتر ہے کہ غزوہ خندق میں ایک چٹان نمودار ہوئی تھی جو کسی سے نہ ٹوٹی بالآخر حضورؐ کی تین ضربوں سے پاش پاش ہوئی۔ ہر دفعہ نور چمکا اور محلات دکھائی دیئے۔ پہلی کے وقت فرمایا مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں، دوسری کے وقت فرمایا مجھے کسریٰ کی چابیاں دی گئیں، تیسری میں فرمایا: مجھے قیصر روم کی فتوحات عطا کی گئیں۔ (بخاری مسلم۔ ابوداؤد، سیرت ابنِ ہشام صـ $\frac{224}{ج2}$ ابنِ سعد، تاریخ طبری صـ $\frac{569}{ج2}$۔ شیعہ کی حیات القلوب، جلاء العیون، روضہ کافی وغیرہ)

یمن تو آپؐ کے ہاتھ مبارک پر فتح ہوا اور روم و کسریٰ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ کی فتوحات سے قلمروِ اسلام میں آئے۔ آپ نے ان کو اپنی فتح اور امّت کی فتح قرار دیا ہے معلوم ہوا کہ خلافتِ راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ تھی اب ان خلفاء کا منکر دراصل منکرِ رسول منکرِ اسلام اور خارج از ایمان ہے۔

س ۴۲۱: صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر میں حدیثِ رسول ہے کہ خدا دینِ اسلام کی فاجر شخص سے تائید کرے گا۔ اس پر تبصرہ کیجئے۔

ج: اس سے اتنا پتہ تو چل گیا کہ حضرت عمرؓ کی فتوحات اور اسلامی ترقیات آپ کے اعتقاد میں بھی سب دین کا غلبہ اور تائید تھیں۔ لہٰذا جو کچھ آپ نے اپنے رسالوں میں

عمری فتوحات اور لشکر اسلام پر ہرزہ سرائی کی ہے۔ وہ عمداً جھوٹ اور ڈھیٹ پن ہے۔ خود آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کرتا ہوگا۔ رہا اس حدیث سے فسقِ عمرؓ کا استدلال تو یہ آپ کے بُغض کا کرشمہ ہے ورنہ حضورؐ نے یا کسی اور صحابی و محدث نے اسے حضرت عمرؓ پر چسپاں نہیں کیا ہے بلکہ اس منافق کے متعلق ہے جس نے اُحد میں غالباً نو قتل کیے تھے پھر خودکشی کر کے دوزخی بنا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور پورا واقعہ اسی حدیث بخاری ص ۴۳۱ ج ۱ پر ہے۔ یہیں سے ہم آپ کو خبردار کرتے ہیں کہ آپ جو بار بار اکابر صحابہ کے متعلق گستاخانہ پوچھتے ہیں۔ فلاں نے کتنے کتنے کافر قتل کیے۔ نہ پوچھا کریں کیونکہ قتلِ کفار کی کثرت بھی ایمان پر قطعی دلیل نہیں ہے۔ جب تک باقی اعمال و عقائد درست نہ ہوں۔ اگر آپ حضرت عمرؓ کی قربانیوں اور کمالات کو اس حدیث سے ناجائز مجروح کرتے ہیں تو اگر کوئی آپ کا خارجی بھائی حضرت علیؓ پر چسپاں کرنے لگے تو کیا تبصرہ ہوگا؟

س ۴۲۲: مشکوٰۃ کتاب الامارۃ میں ہے تم امارات حکومت پر زیادہ لالچی ہو جاؤ گے مگر قیامت کے دن پچھتاؤ گے۔ کیا یہ پیشین گوئی رسول پوری نہیں ہوگئی تھی؟

ج: یہ جنس امّت کو خطاب ہے صحابہؓ کے بعد والی کچھ حکومتیں اس کا مصداق ہیں۔ صحابہ کرام مصداق نہیں۔ ہم بارہا دلائل سے عرض کر چکے ہیں کہ شیخینؓ کو وفاتِ نبویؐ کے دن خلافت کا تصور بھی نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نامزد کیا تھا۔ خود کوئی کوشش نہ کی تھی۔ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما ایک کمیٹی میں نامزد ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پیشین گوئی تھی "جب تو حاکم بن جائے تو تقویٰ اور عدل اختیار کرنا تو ان کو امید لگ گئی تھی۔" اور پھر حالات و مقدر نے بتائید خداوندی اس عہدۂ جلیلہ پر پہنچا دیا۔

س ۴۲۳: بخاری کتاب المغازی ص ۹ ج ۲ میں ہے کہ حضرت علیؓ قیامت کے دن اللہ کے سامنے دوزانو اپنے خصم سے حق جوئی کریں گے۔ کس چیز کا مطالبہ کریں گے؟

ج: آپ کی پُرخیانت قلم کاری اور مکارانہ استدلال کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا۔ کیونکہ یہ خصم و عمل آیتِ کریمہ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ۔ (پ ۱۷) یہ

دو گروہ ہیں۔ انھوں نے اپنے رب کی توحید کے متعلق ایک دوسرے سے جھگڑا کیا" کی تفسیر میں قیس بن عباد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں۔ جب کہ جنگِ بدر میں حضرت حمزہ، علی اور ابوعبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے بالترتیب اپنے دشمنوں شیبہ، ولید بن عتبہ اور عتبہ کو قتل کیا تھا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرما رہے ہیں۔ میں اپنے دو ساتھیوں سے بھی پہلے۔ اپنے دشمن ولید بن عتبہ سے رحمٰن کے سامنے جھگڑوں گا۔ کہ وہ کیوں صرف خدا کو ہی وحدہٗ لاشریک، قادر، مشکل کشا، عالم الغیب، فریادرس، مالک الکائنات و مالک الجنۃ والنار اور دعا و پکار، نذر و نیاز کے لائق اپنا مالک و مہربان نہ مانتا تھا اور حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، ود، یغوث، یعوق، سواع، نسر، لات، منات جیسے نیک بزرگوں اور ان کے یادگاری بتوں کو ہی مذکورہ بالا صفات میں خدا کا شریک اور شفیع عنداللہ کیوں مانتا تھا؟ شیعہ چونکہ آج حضرت علیؓ کے توحیدی مذہب کا کٹر منکر و دشمن ہے اور ولید وغیرہ کفار مشرکین کے بلا مبالغہ ۹۵ فی صدی مذہب کا قائل ہے۔ اس لیے وہ ولید کو اپنا یا حضرت علیؓ کا دشمن نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ دھوکہ سے حضرت علیؓ کا دشمن، حضرت امیر معاویہؓ، طلحہؓ و زبیرؓ جیسے اکابر صحابہ کرامؓ کو باور کرانا چاہتا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

س ۴۲۴: کیا جناب حذیفہؓ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا؟

ج: یقیناً کیا۔ تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع میں آپ بھی شامل ہیں کیا کسی نے انکا استثنا کیا ہے اور کیا حدیثِ ارتداد میں (بجز تین کے) آپ نے بھی استثنار کیا ہے؟ ایسا مجہول مطالبہ تو یوں ہوگا کہ کوئی کہے بتاؤ ۵ جمادی الثانی ۱۴ ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی؟ صریح ثبوت نہ ہو تو ترکِ نماز کا فتویٰ لگا دے۔ واضح رہے کہ حضرت حذیفہؓ، حضرت عمرؓ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے۔ (جیسے سلمان فارسیؓ رہے تھے) اور یہ عہدہ بغیر بیعت کے اور خلیفہ تسلیم کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ طبقات ابنِ سعد ص ۱۰۲ ج ۴ اردو میں ہے:

"حسنؓ سے مروی ہے حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو لکھا کہ لوگوں کو ان کی عطائیں اور تنخواہیں دے دو انھوں نے یہ لکھا کہ ہم نے یہ کر دیا ہے اور بہت کچھ بچ گیا ہے

انہیں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ وہ غنیمت جو اللہ نے عطا فرمائی نہ عمرؓ کی ہے نہ آلِ عمر کی اسے بھی انہی میں تقسیم کردو"۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرؓ سے کمال تعلق و محبت اس روایت سے بھی واضح ہے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں: ہم عمرؓ کے دربار میں بیٹھے تھے۔ آپ نے ایسے فتنوں کے بارے میں پوچھا جو سمندر کی لہروں جیسے ہوں گے۔ حذیفہؓ نے کہا: "اے امیر المومنین! آپ ان سے نہ ڈریں آپ کے اور ان کے درمیان بند دروازہ ہے"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا وہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟ حذیفہؓ نے کہا توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ پھر کبھی بند نہ ہوگا۔ (وہ دروازہ حضرت عمرؓ کی شہادت تھی)۔ (بخاری ص۱۰۵۱ ج۲)

س ۴۲۵: حضرت حذیفہؓ سے حضورؐ نے فرمایا تھا کہ عنقریب ایسے امام ہوں گے کہ میری سنت و ہدایت پر نہ چلیں گے۔ اگر تو ان کا زمانہ پائے تو ان کی اطاعت نہ کرنا، اگرچہ تیرا مال لوٹ لیا جائے اور پشت زخمی کردی جائے۔ (متفق علیہ) کیا یہ خلافتِ ثلاثہ کو باطل نہیں کرتی؟

ج: اس حدیث کی تلاش میں ہم نے خوب وقت اٹھائی۔ کیونکہ سائل نے حوالے دینے کے باوجود کسی حدیث کے پورے الفاظ نقل نہیں کیے۔ ایک حدیث سے کچھ نقل کیے تو ان میں بھی امر ونہی کی الٹ خیانت کردی۔ گویا یہ صاحب۔ دروغ گوئی اور خیانت میں اپنے سب بڑے مصنفین سے بازی لے گئے۔

مسلم شریف کتاب الامارۃ کے اس باب "فتنوں کے وقت مسلمانوں کے ساتھ متحد رہنا واجب ہے اور ہر حال میں جماعت سے علیحدگی اور فرمانبرداری سے انکار حرام ہے" کی یہ حدیث ہے جس کے محولہ خیانت شدہ اصل الفاظ یہ ہیں:-

قال قلت کیف اصنع یا رسول الله ان ادرکت ذلك قال تسمع وتطیع وان ضرب ظهرك واخذ مالك

حذیفہؓ کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ حضورؐ نے فرمایا: تو ان کی بات سننا اور فرمانبرداری کرنا۔ اگرچہ تیری پیٹھ ماری جائے اور تیرا مال چھینا جائے

فاسمع واطع۔ (مسلم ص۱۲۷ ج۲) واللفظ لہ

تب بھی ان کی بات ماننا اور فرمانبرداری کرنا۔

وفی البخاری ص۵۰۹ ج۱ تلزم جماعة المسلمين وامامهم

بخاری کے لفظ یہ ہیں: مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام و حاکم کی لازمی تابعداری کرنا۔

بظاہر ایک صحابی سے خطاب ہے مگر دراصل مستقبل کی پیشین گوئی ہے اور اس وقت کے عام لوگوں کو ہدایت کی تعلیم ہے کہ ایسا کریں۔ گویا خطاب جنس مسلمان کو ہے۔ جیسے قرآن و حدیث کے بہت سے خطابات اسی نوع کے ہیں اور بعد والے مسلمان مصداق ہیں۔ تو یہ ضروری نہیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ضرور ہی وہ زمانہ پائیں۔ کیونکہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تا زندگی نہ کسی نے مارا نہ ان کا مال چھینا۔ تو خلفاء ثلاثہؓ کی خلافتوں کے بطلان پر رافضی کا ملعون استدلال خود باطل ہوا۔ اب رہی یہ بات کہ اس سے کون سا دور مراد ہے۔ تو ہم رافضیوں کے خارجی بھائیوں والا استدلال کرکے حضرت علیؓ کی خلافت کے واقعات کو مصداق نہیں بناتے۔ بلکہ علماء کی تصریح کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ کے بعد بنوامیہ یا بنوعباس کے حکام مراد ہیں۔ مگر جائز کاموں میں ان کی اطاعت لازم اور بغاوت حرام ہے۔ شارح مسلم امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

"قاضی عیاض فرماتے ہیں: شر کے بعد ایام خیر سے مراد عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ ہے"۔ قولہٗ (اس کے بعد کئی باتوں کو اچھا اور کئی باتوں کو برا دیکھو گے) اس سے مراد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد والے حاکم مراد ہیں۔ قولہٗ (میری ہدایت اور سیرت کے برخلاف چلیں گے) علماء کہتے ہیں یہ وہ امراء ہیں جو لوگوں کو بدعت اور گمراہی کی طرف بلاتے تھے جیسے کہ خارجی، قرامطہ (اسماعیلی اور فاطمی شیعے) اور فسادی لوگ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کی تابعداری لازم ہے۔ اگرچہ فی ذاتہ وہ گنہگار ہو اور لوگوں کے مال چھیننے کی نافرمانی وغیرہ کرے تو اس کی غیر گناہ کے کام میں تابعداری لازم ہے (شرح مسلم نووی ص۱۲۷ ج۲)

اس تفصیل سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ شیعہ کیسے پر خیانت استدلال کیا کرتے ہیں۔

س ۴۲۶ تا ۴۲۸: کیا عمرؓ کو عشرہ مبشرہ والی بشارت جنت پر یقین تھا؟ اگر تھا تو حذیفہؓ سے کیوں راز اگلواتے تھے؟ کیا یہ چور کی داڑھی میں تنکا تو نہیں؟

ج: سوال ۳۹۸ میں اس کا جواب ہو چکا ہے پھر مختصر یہ کہ بشارت جنت پر یقین کے باوجود ان کو کمال للّٰہیت اور خدا خوفی سے خاتمہ بالخیر کا تو فکر رہتا تھا اور یہی خوف اور امید کے درمیان کامل ایمان کا درجہ ہے جیسے آپ سے ہی یہ مروی ہے کہ اگر قیامت کے دن خدا صرف ایک آدمی کے جنت میں جانے کا فیصلہ کرے تو مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا اور اگر اسکے برعکس صرف ایک کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ کرے تو مجھے فکر ہوگا کہ شاید میں ہی وہ نہ ہوں۔

فکرِ آخرت سے محروم شیعہ بھائی چور کی ڈاڑھی میں تنکے نہ دکھائے بلکہ یہ "کمترین" فرمانِ مرتضویؓ سے اپنی غلطی دُور کر دے۔ جلاء العیون ص۱۸۱ میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے شیعہ علی ابن ملجم شقی کے ہاتھوں حضرت علیؓ کو شہادت کی اطلاع دی:

"حضرت امیر پرسید آیا آنحالت باسلامتی دین من خواہد بود؟ — تو حضرت علیؓ نے پوچھا کیا اس حالت میں میرا دین سلامت ہوگا؟

اب حضرت علیؓ جیسے امام مبشر بالجنۃ سے پوچھیے کہ آپ کو اپنے انجام خیر میں کیوں شک پڑ گیا؟

عہدِ نبوتؐ میں حضرت عمرؓ کی سالارانہ خدمات

س ۴۲۹: عہد نبویؐ میں حضرت عمرؓ کو کس کس جنگ میں امیر لشکر مقرر کیا گیا؟

ج: ۱۔ تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی ص۱۷۴ ج۱ میں ہے:

"خیبر سے مدینہ واپس پہنچ کر آپ نے ان تمام قبائل کی طرف جو مسلمانوں کی بیخ کنی کی کوششوں میں اور سازشوں میں لگے ہوئے تھے، ایک ایک دستہ فوج ادب آموزی اور رعب قائم کرنے کے لیے روانہ کیا تاکہ کوئی بڑی بغاوت اور خطرناک سازش سرزد نہ ہونے پائے چنانچہ نجد کے قبیلہ فزارہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ سلمہ بن الاکوعؓ اور دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ روانہ کیے گئے۔ قوم ہوازن کی طرف حضرت عمر فاروقؓ کو تیس سواروں کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تیس شتر سواروں کے ہمراہ بشیر بن دارام یہودی کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا......
... یہ تمام فوجی دستے کامیاب و فتح مند واپس ہوئے اور ہر جگہ مسلمانوں کو فتح و کامیابی

نصیب ہوئی۔"

۲۔ تاریخ اسلام ندوی ص۶۵ ج۱ میں ہے: "اس کے علاوہ ۶ھ میں سریہ عکاشہ بن محصن، وسریہ علیؓ بن ابی طالب ۶ھ میں، سریہ عمرؓ بن خطاب ۶ھ میں، سریہ کعب بن عمر و چھوٹے چھوٹے سرایا مختلف سمتوں میں دشمنوں کی خبر سن کر بھیجے گئے۔ (جو کامیاب واپس آئے)

۳۔ تاریخ اسلام نجیب آبادی فتح مکہ کے حال میں ص۱۸۳ میں ہے "ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو ایک دستہ فوج دے کر طلایہ گردی پر مامور فرمایا تھا کہ دشمن شب خون نہ مار سکے۔"

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ میں صدقہ اور زکوٰۃ کے محصّل مقرر فرمائے۔ عموماً ہر قبیلہ کے سردار کو یہ منصب سپرد ہوتا تھا۔ پھر ۲۴ افسروں کی فہرست میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے جو مرکز اسلام مدینہ والوں کے ڈپٹی کلکٹر اور محصل زکوٰۃ تھے۔

(تاریخ اسلام ندوی ص۸۱ ج۱)

۵۔ غزوہ بنو المصطلق کا واقعہ گزر چکا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقدمۃ الجیش تھے خوب فتح ہوئی۔

۶۔ خیبر کی جنگ میں امیر لشکر بنائے جانے کا سائل نے خود ذکر کیا ہے۔ طبری ص۱۲ ج۳ میں ہے:

"کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر میں اترنے تو آدھے سر کے درد میں بیمار ہوئے لوگوں کے پاس نہ آئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لے کر اٹھے فقاتل قتالا شدیدا۔ خوب جنگ کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لیا تو انھوں نے بھی پہلی جنگ سے زیادہ سخت جنگ لڑی پھر واپس آئے۔"

فتح و نصرت تو مقدر سے ہے غالب — مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

۷۔ شیعہ کی حیات القلوب ص۴۴۷ ج۲ میں ہے کہ غزوہ ذات السلاسل میں چار ہزار مہاجرین و انصار پر حضرت ابوبکرؓ کو پھر حضرت عمرؓ کو امیر بنایا۔ طبری ص۳۲، ۳۱ ج۳ پر اس کا ذکر ہے۔

س ۴۳۰: کیا کبھی حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ کے ماتحت حضورؐ نے کیا؟

ج: اس سوال سے تکبر اور نفاق کی بو آتی ہے جیسے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی

سپہ سالاری اور پھر آخر حیات نبوی میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سپہ سالاری پر کچھ لوگوں کو اعتراض تھا آپ نے ان کو سرزنش فرمائی اسی طرح اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سردار مانا جائے تو شیعہ طعن کریں گے۔ حالانکہ اصحابؓ رسول اللہ ایک دوسرے پر مہربان اور بھائی بھائی تھے۔ حکمِ رسولؐ سے کوئی کسی کی ماتحتی میں آنے کو عار اور ذلّت نہ جانتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اور ابوعبیدۃ بن الجراحؓ کی ماتحتی میں شیخینؓ بھی روانہ کیے گئے ہمیں تو کبھی طعن نہ سُوجھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں سب مسلمانوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج کیا۔ مرضِ وفاتِ پیغمبرؐ میں حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ پھر حضرت عمرؓ کے ماتحت شوریٰ کے ممبر، عدلیہ کے قاضی اور کبھی نائب خلیفہ رہے۔ اب اگر کسی جنگ میں صریح ماتحتی کا ذکر نہ ملے تو شیخینؓ سے افضلیت کی یا ان کے نااہل ہونے کی کیا دلیل بن جائے گی؟

س ۴۳۱ تا ۴۳۴: صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے (معاذاللہ) حضرت ابوبکر و عمرؓ کو آثم، خائن، غادر اور کاذب جانا۔ کیا حیدر کرارؓ پر آپ کو اعتبار ہے؟

ج: یقیناً اعتبار ہے لیکن کیا حضرت علیؓ۔ باپ کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم خُسر اور قدیم ساتھیوں کو گالیاں دیتے تھے؟ حدیث کا مطلب بالکل غلط سمجھا گیا ہے اور جملہ استفہامیہ کو خبر بنا کر شیعوں نے حضرت علیؓ پر بہتان باندھا اور دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ پہلے اصل حدیث ملاحظہ فرمالیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو حضرت عمرؓ نے صدقاتِ مدینہ، فدک و مالِ فے کا متولی بنا دیا تھا کہ غرباء اور بنو ہاشم وغیرہ مدّات میں تقسیم کریں۔ اختلافِ مزاج کی وجہ سے ان کا اختلاف ہوا اور حضرت عمرؓ سے تقسیم چاہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ تم نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ انھوں نے تقسیم نہ کی۔ پھر میں والی ہُوا میں بھی تقسیم نہیں کرتا۔ مگر تم اصرار کرتے ہو۔ کیا تم نے ابوبکرؓ کو کاذب، آثم، غادر اور خائن جانا؟ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ وہ یقیناً سچے، نیک، خیر خواہ اور حق کے تابعدار تھے۔ ابوبکرؓ کی وفات کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین بنا۔ کیا تم نے مجھے کاذب، آثم، غادر، خائن خیال کیا حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں یقیناً سچا،

نیک، خیر خواہ اور حق کا تابعدار ہوں۔ میں نے تم کو متولی بنایا۔ پھر تم دونوں ایک پروگرام بنا کر آگئے اور کہتے تھے کہ ہمارے حوالے کردو۔ میں نے کہا اگر تم چاہو تو میں اس شرط پر حوالے کرتا ہوں کہ تم خدا کا وعدہ دے کر کہو کہ تم ان میں وہی عمل کروگے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے تم نے وعدہ کیا۔ کیا ایسا ہی ہے؟ تو دونوں نے کہا "جی ہاں"۔ ... الخ (مسلم ص ۹۱ ج ۲)

اس کا جواب یہ ہے: ۱۔ کہ حرف استفہام محذوف ہے افرءیتما۔ (کیا تم نے خیال کیا، یعنی ایسا خیال تو تم ابوبکرؓ اور میرے بارے نہیں سوچ سکتے تو پھر ہمارے فیصلے اور تولیّت پر راضی کیوں نہیں؟ یہ حذف عربوں کا محاورہ ہے۔ جیسے سورت انعام میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قصّے میں تین دفعہ آیا ہے اور استفہام محذوف ہے۔ ھٰذا رَبِّی۔ یہ میرا رب ہے؟ یعنی تمھارے خیال میں یہ سورج، چاند، ستارہ میرا رب ہے۔ شیعہ ترجمہ مقبول یہ ہے: "کیا میرا پروردگار یہی ہے؟ آیا یہ میرا رب ہے؟ آیا یہ میرا پروردگار ہے؟"

جیسے یہاں حذف ماننے سے کلام صحیح ہوگا اسی طرح حدیث میں ہمزۂ سوالیہ حذف ماننے سے کلام سچّا ثابت ہوگا۔ تمہارے عقیدہ میں میں اور ابوبکرؓ کاذب، آثم، غادر اور خائن تو نہیں ہیں؟

۲۔۔۔ استفہام کبھی ادات استعمال کرنے سے ہوتا ہے کبھی انداز کلام اور لب و لہجہ کے اونچ نیچ سے ہوتا ہے۔ مخاطب سمجھ جاتا ہے مگر دوسرے کو محسوس نہیں ہوتا اور کتابت میں تو بالکل نہیں آتا اور اردو میں اس کی کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص باپ سے جھگڑے تو دیکھنے والا کہتا ہے۔ باپ کا یہ ادب ہے؟ یعنی کیا باپ کا یہی احترام ہوتا ہے؟ تو اسی طرح مثالِ بالا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کیا تم مجھے اور ابوبکرؓ کو ایسا ویسا سمجھتے ہو؟ جو مطلق نہیں ہوتے۔ اس کی مثال یوں بھی سمجھو کہ اپنے روزمرّہ کے دوکاندار سے دو تین بار کہو کہ اچھی چیز دو تو وہ جھلا کر کہے تم مجھے دھوکہ باز اور خائن جانتے ہو۔ یعنی ایسا ہرگز نہ جانو مجھ پر اعتماد کرو۔

۳۔۔۔ بعض دفعہ مبالغۃً بظاہر ایسے لفظ بول دیتے ہیں۔ حقیقۃً اعتقاد ایسا نہیں ہوتا جیسے اقارب اور احباب سے جب کوئی بے اعتنائی ظہور میں آتی ہے تو مبالغۃً یہ کہہ دیا کرتے ہیں

کیاتم مجھ کو اپنا بھائی یا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ دل میں ان کی محبت مرکوز ہوتی ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کلام سے صدیق اکبرؓ سے رنج اور آزردگی کی بُو آتی ہے تو حضرت عمرؓ نے بطورِ شکوہ محبانہ اور مخلصانہ عتاب آمیز لہجہ میں مبالغۃً یہ فرمایا کہ کیا تم دونوں ابوبکرؓ کو (اور مجھے) کاذب و خائن وغیرہ سمجھتے ہو۔ واللہ ابوبکرؓ تو بار راشد اور تابع حق تھے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کو یقین تھا کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ کے دل میں حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی محبّت ایسی پختہ اور راسخ ہے کہ کسی طرح بھی نکالے نہیں نکل سکتی۔ اس لیے زبان سے ایسے کلمات کا نکالنا جن سے رنج اور آزردگی مرشح ہوتی ہے محبِّ صادق کی شان کے مناسب نہیں۔ (از افادات مولانا ادریس کاندھلویؒ)

حاصل جواب یہ نکلا کہ حضرت عمرؓ کا عتاب کے رنگ میں سوالیہ کلام ہے۔ اس بات کی خبر نہیں ہے کہ واقعی حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ نے شیخینؓ کو ایسا جانا۔ جب حضرت علیؓ و عباسؓ نے ایک دفعہ بھی ایسا کبھی نہ کہا تو اب ان الفاظ کو بہانہ بنا کر حضرت علیؓ کا مقولہ بنا لینا اور شیخینؓ کو گالیاں دینا کسی مسلمان کی شان نہیں ہے۔

س ۴۳۵: حضرت عمرؓ نے بنوہاشم کے کس فرد کو کلیدی عہدہ دیا؟

ج: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرکز میں وزیر اوقاف و مالیات بنایا۔ (بخاری، مسلم) مشیرِ خاص بنایا۔ (کنز العمال ص ۱۳۴ ج ۳) قاضی اور مفتی بھی بنایا۔ (الفاروقؓ ص ۲۴۳) غیر موجودگی میں نائب خلیفہ بنایا۔ (فتوح البلدان ص ۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا خاص مشیر بنایا۔ دلیل وہ مشہور روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ، ابنِ عباسؓ کو مجلس شوریٰ میں اپنے قریب ترین بٹھلاتے تھے تو بعض صحابہؓ کے وجہ پوچھنے پر حضرت ابنِ عباسؓ سے سورت النصر کی تفسیر پوچھی تو صحابہؓ مطمئن ہو گئے۔ (کتبِ صحاح)

س ۴۳۶: انصارؓ میں سے کن کن اصحاب کو گورنر بنایا؟

ج: اس سوال کا آپ کو حق نہیں۔ کیونکہ آپ انصارؓ کو مانتے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کے پہلے اجتماع ہی سے شیعہ کی فرضی امامت دفن ہو گئی تھی۔ تو پھر ان کے عہدہ

پانے سے آپ کیسے خوش ہونگے بجز اس کے کہ عہدہ دینے نہ دینے، دونوں صورتوں میں حضرت عمرؓ پر طعن و تشنیع کر کے نامۂ اعمال سیاہ کریں۔ چند حضرات کے نام یہ ہیں:۔

۱ــــ حضرت معاذ بن جبلؓ (اعلم الامۃ بالحلال والحرام)، حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ کے بعد شام کے گورنر تھے۔ ۱۸ھ میں طاعون عمواس میں شہادت پائی۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے۔ اگر میں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ پاتا تو اپنے بعد خلیفہ بناتا۔ (طبقات ابن سعد ص ۲۳۴ ج ۴)

۲ــــ سعدؓ بن عبید النعمان (جو سعدؓ قاری کے نام سے مشہور انصاری ہیں) کے بیٹے عمیر بن سعدؓ کو شام کے ایک حصّے کا والی بنایا تھا۔ (طبقات ابنِ سعد ص ۴۲ ج ۴)

۳ــــ ابوعبس بن جبیر بن عمرو بن زید۔ ان کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عامل صدقات بناتے تھے۔ (ابن سعد ص ۳۷ ج ۴)

۴ــــ حضرت اُبیؓ بن کعب نے ایک دفعہ گورنری کا عہدہ مانگا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "میں تمہارے دین کو آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا۔" یہی نبوی پالیسی تھی کہ حنین وغیرہ کے کثیر غنائم مؤلفۃ القلوب کو دیئے مگر انصارؓ کو نہ دیئے۔ یہی مزاج انصار کا بن گیا تھا۔ چنانچہ ایک انصاریؓ نے حضرت عمرؓ سے حاجت طلب کی تو سفید معزز لباس میں پاس بیٹھے ہوئے حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: "دُنیا میں ہماری کفایت اور آخرت تک ہمارا توشہ وہ اعمال ہیں جن کی ہمیں آخرت میں جزاء دی جائے گی۔ اس نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا یہ سیّد المسلمین حضرت ابی بن کعبؓ ہیں۔ انصار کا یہی وہ ذہن ہے اور ان کے بزرگوں کی پالیسی ہے جس کی وجہ سے انصارؓ نے عہدے کم پائے۔ (ابن سعد ج ۴)

۵ــــ خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو انصاری کو حضرت عمرؓ نے یمن کا عامل بنایا تھا۔ (طبقات ابن سعد ص ۹۱ ج ۴)

۶ــــ حضرت سہلؓ بن حنیف جن کا حضرت علیؓ سے عقد مواخات ہوا تھا اور دورِ مرتضویؓ کے گورنر تھے۔ حضرت عمرؓ کے مشیر تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے میرے لیے سہل بے غم (رضی اللہ عنہ) کو بلاؤ۔ (طبقاتِ ابن سعد)

س ۴۳۷: سوال ۳۹۵ میں ہم نے سورت محمدؐ کی دو آیات نقل کی ہیں۔ ان کو پھر دیکھ کر اس حدیث کا مطلب سمجھائیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ابوبکر و عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا:

اِنَّ ھٰذَانِ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ (ترمذی) کہ یہ دونوں (میری) شنوائی اور بینائی ہیں۔

کیا یہ حدیث قرآن کے مطابق ہے یا مخالف؟

ج: سورت محمدؐ کی محولہ آیات کا تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں دیگر آیات میں شیخینؓ کی فضیلت اور خلافت کا ثبوت موجود ہے تو یہ حدیث مطابق قرآن ہے اس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں ان کے مشوروں سے کسی صورت میں مستغنی نہیں جیسے کوئی شخص اپنے کانوں اور آنکھوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ آپ کی سب زندگی ان کو مقرب، مشیر اور وزیر بنانے اور ان کے مشوروں اور تجاویز پر عمل پیرا ہونے کے واقعات سے پُر ہے۔ جنگ اُحد میں شہر میں مورچہ بند ہو کر لڑنے کا مشورہ انھوں نے دیا تھا۔ آپ کو بھی پسند آیا مگر بدر میں غیر حاضر بعض نوجوانوں کے اصرار سے کھلے میدان میں جنگ لڑی گئی جنگِ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑنے کا مشورہ حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا۔ عمل اس پر ہوا مگر حضرت عمرؓ نے قتل و تشدد کا جو مشورہ دیا تھا۔ انفال کی آیات کریمہ اس کے حق میں نازل ہوئیں۔

س ۴۳۸: تاریخ الخلفاء ص۹۲ میں ہے: اگر علیؓ بن ابی طالب موجود نہ ہوتے اور پیچیدہ معاملات درپیش آتے تو حضرت عمرؓ ہمیشہ گھبرایا کرتے تھے۔ کیسے فاروقؓ تھے؟

ج: حوالہ اور مضمون دونوں غلط ہیں۔ تاریخ الخلفاء ص۱۳۱ حضرت علیؓ کے فضائل والی احادیث میں حضرت عمرؓ کے متعلق لکھا ہے "کہ وہ ایسے مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتے تھے۔ جس کے لیے ابوالحسن نہ ہوں" اور دوسری روایت یہ ہے "کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: علیؓ ہمارے سب سے اچھے قاضی ہیں" مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کی فہم و فراست نیک نیتی سے حکومتی کاموں میں تعاون اور بہترین خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور آپ کی اہمیّت اور فضیلت نمایاں کر رہے ہیں جیسے خود حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے فضائل اور خدمات کا اقرار کرتے تھے۔ کئی احادیث گزر چکیں اور کچھ بعد میں آئیں گی۔ دراصل یہ سب بھائی بھائی تھے، ہر بھائی دوسرے کو اپنے سے اچھا جتلاتا تھا، یہ شاگردانِ محمدؐ آپس میں کوئی حسد و بغض نہ رکھتے تھے بلکہ بنصِ قرآنی خلیق، مہربان اور ایک دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اور یہی کمال تقوٰی ہے۔ اب ایک رافضی کا گھٹیا ذہن سے حضرت عمرؓ کی اس عقیدت مندی کو تنقیصِ عمرؓ

اور افضلیّت علیؓ کے لیے استعمال کرنا۔ یا حضرت علیؓ کی طرف، حضرت عمرؓ کی عقیدت مندی منسوب کرنے کے بجائے۔ گالیوں اور بہتانات کی نسبت کرنا۔ اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اور حضرت علیؓ کو انسانیّت اور شرافت سے عاری جتلانا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۴۳۹: "حضرت علیؓ ہم سب سے زیادہ معاملہ فہم ہیں۔" کیا ہم سب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامل نہیں؟

ج: اس کا جواب بھی سابقہ تحریر سے ہوگیا کہ حضرت علیؓ و عمرؓ تو ایک دوسرے کے رفیقِ کار، معاملہ فہم اور پاسبانِ شریعت ہیں۔ مگر ان میں دشمنی جتلانے والا رافضی اپنی حسد کی لگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے۔

بحث نکاحِ اُمِّ کلثومؓ

س ۴۴۰: شیعہ حوالہ سے بتائیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو حضرت اُمِّ کلثومؓ کس تاریخ اور سن ہجری میں بیاہ دی؟ نکاح کس نے پڑھایا؟

ج: شیعہ کی مستند کتاب فروع کافی ص۳۴۶ ج۵ مطبوعہ جدید ایران پر باب ہے۔ باب تزویجِ اُمِّ کلثومؓ: "مولانا علی اکبر الغفاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علیہ السّلام کی بیٹی ہیں اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ نے ان کا رشتہ مانگا تھا تو لے دے کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کو اس کام کا وکیل بنا دیا تو حضرت عباسؓ نے علانیہ عند الناس حضرت عمرؓ کو نکاح کر کے دے دی۔ نکاح کی تاریخ تمام مؤرخین نے ذیقعدہ ۱۷ھ لکھی ہے۔ جب اصل نکاح اہم کتبِ شیعہ سے ثابت ہوگیا تو تاریخ کے تعین میں عام مؤرخین پر اعتماد کافی ہے۔ مسئلہ ہذا پر شیعہ کے تفصیلی حوالہ جات "رحماء بینھم" ص۲۱۲ تا ۲۵۴ ج۲۔ مصنفہ مولانا محمد نافع ملاحظہ فرمائیں۔

س ۴۴۱: زوجہ عمرؓ اُمِّ کلثومؓ کی وفات کس سن ہجری میں ہوئی؟

ج: حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے اوائل (۴۱ھ تا ۴۲ھ) میں ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ذہبی ص۵۰۰ ج۳ در تذکرہ اُمِّ کلثومؓ بنت علیؓ)

س ۴۴۲: نکاح کے وقت زوجین کی عمریں کیا کیا تھیں؟

ج: حضرت عمرؓ کی عمر ۵۶ سال اور حضرت اُمِّ کلثومؓ کی ۱۴ سال تھی۔ کیونکہ

جلاء العیون ص۱۶۷ پر یہ بھی ہے "کہ حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر امّ کلثومؓ روضہ اطہر پر آکر روئیں کہ ہم پر آپؐ کی مصیبت پھر تازہ ہوگئی۔" معلوم ہوا کہ وہ ۱۱ھ میں اچھی خاصی سمجھدار تھیں کم از کم آٹھ برس کی ہوں گی۔ تو تاریخ نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ (الفاروقؓ ص۱۶۱) میں چودہ برس کی ہوئیں۔

س ۴۴۳: جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے تو بی بی صاحبہؓ کی عمر کتنی تھی ؟

ج: ۲۰ - ۲۱ سال تھی۔ پھر عون بن جعفرؓ بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔

س ۴۴۴: حضرت عمرؓ نے اس نکاح کی غرض و غایت کیا بیان کی ہے ؟

ج: یہ بتلایا ہے کہ اس عمر میں شادی شوق سے نہیں کی۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ مصاہرت اور دامادگی قائم ہونے کی غرض سے کی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سُنا ہے۔ آپ فرماتے تھے:

کل نسب وصھر منقطع الانسبی وصھری۔	کہ ہر خاندانی اور سسرالی رشتہ قیامت کے دن بے کار ہوگا مگر جس کا میرے ساتھ یہ رشتہ ہوگا۔ (کار آمد ہوگا)
(ریاض النضرہ ج۲ ص۸)	

اور اسی اعزاز میں مہر چالیس ہزار درہم مقرر کیا تھا۔ (تاریخ اسلام ج۱ ص۱۶۳ ندوی)

س ۴۴۵: نکاح کے وقت حضرت عمرؓ کی کتنی بیویاں اور لونڈیاں ... ؟

ج: تین بیویاں تھیں۔ ۱۔ زینب بنت مظعون۔ اس سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن اکبرؓ پیدا ہوئے۔

۲۔ جمیلہ بنت عاصم (امّ کلثومؓ) اسی کا نام حضورؐ نے عاصیہ سے بدل کر جمیلہؓ رکھا اسی سے حضرت عاصمؓ جیسے عالم فاضل پیدا ہوئے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ آپ کے نواسے ہیں۔

۳۔ ملیکہ بنت جرول خزاعیہ۔ دارقطنی امّ کلثومؓ نام بتاتے ہیں۔ شاید یہ کنیت ہو۔ اسی سے عبیداللہ بن عمرؓ (جس نے درپردہ قاتل عمر ہرمزان مجوسی کو قتل کیا تھا) اور زید اصغر پیدا ہوئے۔

باندی ایک تھی جس کا نام لھیہ تھا۔ (تفصیل ریاض النضرہ ج۲ ص۱۰۸ پر دیکھیں)

س ۴۴۶: جب کوئی نانا نواسی سے عقد کرے تو آپ کیا کہیں گے ؟

ج: اب تو حضرت عمرؓ نانا بن گئے۔ (سبحان اللہ) مگر کیا جب سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے معاذاللہ اہلِ بیتؓ کے نانا جی کو تبرّے بکتے ہو۔ اس وقت اہلِ بیتؓ کا احترام بھول جاتے ہو۔ بے شک نانا بنتے تھے مگر سگے نہ تھے۔ تو جیسے حضور علیہ السّلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھائی کہہ کر ان کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (بھتیجی) سے نکاح کر لیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ چچازاد بھائی کو اپنی بیٹیؓ (علیؓ کی بھتیجی) دے دی۔ اسی طرح سوتیلی نواسی سے حضرت عمرؓ نے نکاح کر لیا۔

س ۴۴۷: مستدرک حاکم میں ہے کہ رشتہ مانگنے کے جواب میں حضرت علیؓ نے کہا "میں نے یہ ابنِ جعفر (بھتیجے) کے لیے بٹھا رکھی ہے" عمرؓ نے کہا "مجھ سے زیادہ اعزاز کا کوئی حق دار نہیں"۔ تو عمرؓ نے ہاشمی رشتہ دار کا رشتہ کیوں تڑوایا ؟

ج: رشتہ تڑوانے کی یا ایک کی منگنی پر چڑھائی کی بات تب ہوتی اگر حضرت جعفرؓ کے لڑکے نے رشتہ پوچھا ہوتا اور منگنی ہو چکی ہوتی۔ ابھی تک حضرت علیؓ کا اپنا خیال ایسا تھا۔ جیسے والدین کا بچپن میں ہی کسی کی طرف خیال لگ جاتا ہے تو اس طرح کا رشتہ پوچھنا یا لینے پر اصرار کرنا شرع میں ممنوع نہیں ہوتا۔

س ۴۴۸: حضرت علیؓ نے بھتیجے کے جذبات کو ٹھیس کیوں پہنچائی؟ اور ضعیف العمر کو نابالغ لڑکی کیوں دی؟ اخلاقی ضوابط کی روشنی میں جواب دیں۔

ج: قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں میں رشتوں میں عمر کا تفاوت پایا جاتا تھا۔ یہ کوئی ضابطہ اخلاق کے خلاف نہ تھا۔ آخر حضرت فاطمہؓ کے بعد آٹھ رشتے یکے بعد دیگرے تا وفات حضرت علیؓ نے کیے۔ کیا وہ سب ازواج اپنی ہم عمر تھیں؟ اور پھر حضرت ابنِ جعفر طیارؓ کے جذبات کو ٹھیس کی بات فرضی ہے اثبوت نہیں۔ باپ کو حق حاصل ہے کہ جبتک کسی سے پکّی بات نہ کی ہو۔ اپنے سابق ارادہ کے خلاف کسی اور کو حسبِ مصلحت رشتہ دے دے۔

س ۴۴۹: حاکم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مبارک

طلب کی۔ یعنی اُمِّ کلثومؓ بنتِ علیؓ و بنتِ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی ؛ اس میں کیا مصلحت تھی ؟

ج : بڑے خاندان میں رشتہ ہونے پر فخر کرنا دُنیوی عرف ہے۔ حضرت عمرؓ کو چونکہ بہت خوشی حاصل ہُوئی تھی۔ تو نسبت الی الرسُول میں اپنا اعزاز سمجھتے تھے۔

س ۴۵۰، ۴۵۱ : کیا حضرت عمرؓ نے فاطمۃ الزہرؓا کا رشتہ طلب کیا تھا ؟ تو کیا جواب ملا ؟

ج : مکمل تفصیل "ہم سنّی کیوں ہیں ؟" میں دیکھیے۔ (بحث ہٰذا)

س ۴۵۲ : حضرت عمرؓ نے اپنی ساری زندگی میں کتنی شادیاں کیں ؟

ج : کل پانچ کیں۔ تین کا ذکر ہو چکا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا پانچویں عاتکہ بنت زیدؓ تھیں۔

س ۴۵۳ : حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرؓا کی وفات کس سن میں ہُوئی ؟

ج : رمضان ۱۱ھ میں۔ کیونکہ حضورؐ سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ (تقریب)

س ۴۵۴ : اس وقت ان کی اولاد اور عمریں کیا کیا تھیں ؟

ج : محرم یا صفر ۲ھ میں حضرت علیؓ سے نکاح ہُوا تھا۔ پہلی لڑکی امّ کلثومؓ تھیں۔ ان کی عمر نو یا آٹھ سال تھی۔ حضرت حسنؓ، حسینؓ (جو بالترتیب رمضان ۳ھ اور شعبان ۴ھ میں طبری سے مولانا کاندھلوی کی تحقیق کے مطابق پیدا ہوئے تھے) جو آٹھ، سات سال کے تھے۔

جلاء العیون مجلسی میں ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ روٹھ کر آئی تھیں تو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو دائیں بائیں کندھے پر بٹھایا تھا اور امّ کلثومؓ کا ہاتھ پکڑ کر باپ کے گھر آئی تھیں۔ (قصّہ ناراضگی فاطمہؓ بر علیؓ)۔ اس سے پتہ چلا کہ امِّ کلثومؓ بھائیوں سے بڑی تھیں۔

س ۴۵۵ : کتاب المعارف لابن ابی قتیبہ میں ہے کہ حضرت علیؓ کی تمام لڑکیوں کی شادی اولادِ عقیلؓ اور اولادِ عباسؓ سے ہُوئی۔ تو عمرؓ کا استثنا کیوں نہیں ؟

ج : ابنِ قتیبہ درپردہ شیعہ ہے۔ اس کی کتاب میں مشاجرات کے بناوٹی قصّے اسی پر دال ہیں اور یہ تفصیل اکثری لحاظ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت امّ کلثومؓ کا نکاح بیوگی کے بعد حضرت عون بن جعفرؓ سے پھر محمد بن جعفرؓ سے پھر عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا جب

اس نے آپ کی بہن زینبؓ کو (جس نے کربلا میں شرکت کی تھی) طلاق دے دی تھی۔

(جمہرۃ الانساب لابن حزم اُندلسی تحت اولادِ علیؓ)

مگر یہ آپ کا سوال بالکل جھوٹا ہے کیونکہ معارفِ ابنِ قتیبہ میں ہے :

واما ام کلثوم الکبریٰ رضی اللہ عنہا وھی بنت فاطمۃ فکانت عند عمر بن الخطاب وولدت لہ ولدًا قد ذکرناھم۔

رہیں امِّ کلثوم کبریٰؓ (تو سب سے بڑی اولاد ثابت ہوئیں) تو فاطمہؓ کی بیٹی ہیں حضرت عمر بن خطابؓ کے نکاح میں تھیں ان سے لڑکا پیدا ہوا جس کا ہم ذکر کر چکے۔

(المعارف ص ۹۲ تحت بنات علی المرتضیٰ بحوالہ رحماءُ بینھم ص ۲۲۶/۲)

س ۴۵۶ : مولوی محمد انشار اللہ حنفی چشتی "سر المختوم فی تحقیق عقد ام کلثوم" میں لکھتے ہیں کہ راوی اوّل زبیر بن بکار کذاب مفتری نے یہ عقد گھڑا ہے ؟

ج : اہل سنّت کے روپ میں رافضیوں کو ہم نہیں مانتے۔ شیعہ کی ۴ کتب اصُول کی ۹ روایتیں ہمارے سامنے ہیں کسی میں امامِ معصوم سے راوی زبیر بن بکار نہیں ہے۔ بلکہ کافی میں چار روایات ہیں: ۱۔ ہشام بن سالم ابوعبداللہ سے اور ۲۔ حماد از زرارہ ابوعبداللہ سے ۳۔ معاویۃ بن عمار ابوعبداللہ سے اور ۴۔ سلیمان بن خالد ابوعبداللہ سے روایت کرتے ہیں الاستبصار میں بھی سلیمان بن خالد اور معاویہ بن عبداللہ امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتے ہیں۔

س ۴۵۷ : اس افسانے کے راوی زبیر بن بکار کو کتب رجال سے معتبر بتائیے ؟

ج : ہماری معتبر و متداول رجال کی کتاب تقریب التہذیب (خلاصہ تہذیب التہذیب) از علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ میں ہے کہ ابنِ ماجہ کے راوی :

الزبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر الاسدی الکوفی مدینہ کے قاضی اور ثقہ ہیں سلیمانی نے ان کی تضعیف کر کے غلطی کی ہے دسویں طبقے کے چھوٹوں میں سے ہیں ۲۵۰ھ میں وفات پائی۔

س ۴۵۸ : صحیحین میں سے زبیر بن بکار کی کوئی اور حدیث نکال دیجیے ؟

ج : اس کی روایت صرف ابن ماجہ نے لی ہے ۔ بخاری و مسلم کا معاصر تھا ان کو لینے کی ضرورت نہ پڑی ۔

س ۴۵۹ : جب علمائے شیعہ زبیر بن بکار کو دشمن اہل بیت اور مفتری بتاتے ہیں سُنیہ میں بھی یہی درجہ ہے تو شیعوں کو اس کی روایت ماننے پر کیوں مجبور کر سکتے ہیں ؟

ج : ہمارے ہاں تو ثقہ ہے ۔ کتب شیعہ میں تنہا یہ راوی نہیں بکثرت اور ہیں اور وہ ثقہ ہیں ۔ عقد کی روایات متعدد طرق سے مستند، مشہور بلکہ متواتر فی المعنیٰ ہیں ۔ لہذا اصول حدیث کی رُو سے شیعوں کو مجبوراً اپنی احادیث ماننی ہوں گی ورنہ لٹریچر کے جھوٹے ہونے کا اعلان کریں ۔ پھر یہ دعویٰ کہ علمائے شیعہ کے ہاں یہ مفتری اور دشمن اہل بیت ہے ۔ بالکل جھوٹ اور افترا ہے ۔ شیعہ رجال میں جامع و معتبر کتاب تنقیح المقال للمامقانی ص ۴۳۷/۱ میں زبیر بن بکار بن عبداللہ کے ترجمہ میں ہے " کہ یہ کثیر العلم غزیر الفہم اور قریش کے اخبار و انساب کو سب لوگوں سے زیادہ جانتا تھا ۔ ایسی روایات بھی اس سے مروی ہیں جو سنی مذہب کو غلط اور شیعہ کو برحق بتاتی ہیں پھر مامقانی کہتا ہے کہ ابن ندیم کا بیان اسے امامی اور حسن راویوں میں شمار کرتا ہے " ؟

س ۴۶۰ : کشف المحجوب میں ہے کہ حضرت عمرؓ قرآن اس لیے اونچا پڑھتے تھے کہ شیطان بھاگے جبکہ آپ کے ہاں حدیث ہے کہ شیطان اس راہ پر نہیں آتا جس پر عمرؓ ہو ۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیسے بھگاتے تھے ؟

ج : حدیث بالکل درست ہے جیسے شیطان خود دیکھ کر عمرؓ والا راستہ چھوڑ دیتا تھا اسی طرح آواز سن کر بھی دور بھاگ جاتا تھا تو آواز سے بھگانا ۔ دیکھنے سے بھی زیادہ موثر تھا ۔

س ۴۶۱ : حضرت عمرؓ سے حضورؐ نے فرمایا : اے عمرؓ تو ابوبکرؓ کی تمام نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ اوّل میں کہا ہے کہ مجھ پر شیطان مسلط ہے تو پھر کیا وہ افضل نہ ہو گا جس سے شیطان دُور رہے ؟

ج : قدرتی ہیبت اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسی دی تھی کہ شیطان اور اس کے ایجنٹ رافضی مراثی آپ سے دُور بھاگتے تھے جیسے کہ حدیث کے شانِ

نزول سے واضح ہے کہ ڈھول بجانے والی عورت نے حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی ڈھول چھپا دیا اور دبک کر بیٹھ گئی مگر اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر افضلیت لازم نہیں آتی کیونکہ چور ڈاکو تھانیدار، ایس ۔ پی سے زیادہ بھاگتے ہیں، بادشاہ سے اتنا نہیں بھاگتے ۔

حضرت ابوبکرؓ کی کسر نفسی پر دلیل اس جملہ کا یہ ترجمہ بالکل غلط کیا ہے ۔ (شیطان مجھ پر مسلّط ہے) بلکہ ترجمہ یہ ہے اعتراہ امرٌ (لاحق ہونا) مصباح اللغات ص ۵۴۸ یعنی شیطان مجھے بھی درپیش ہے اور چھیڑتا ہے ۔ لہٰذا میں سیدھا چلوں تو ساتھ دو اور اگر ٹیڑھا چلوں تو سیدھی راہ پر لگاؤ ۔ معصوم تو صرف پیغمبر پاکؐ تھے جن پر وحی آتی تھی اس خطبہ سے حضرت ابوبکرؓ کا کمال تقویٰ اور احساسِ ذمہ داری نمایاں ہوتا ہے ۔ جیسے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ نے فرمایا تھا : " مجھے ٹھیک اور حق بات بتانے سے نہ رکنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالا نہیں ہوں ۔" (کافی کتاب الروضہ ص ۳۵۷ و نہج البلاغہ ص ۴۳۶/۱)

س ۴۶۲ : حدیثِ بالا سے حضرت عمرؓ افضل قرار پاتے ہیں ۔ کیا آپ ان کو افضل مانتے ہیں ؟

ج : آپ حضرت عمرؓ کو ہی افضل مان لیں ہم خوش ہو جائیں گے ۔ مگر اہل سنت بالاتفاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو افضل الناس بعد الانبیاءؑ مانتے ہیں ۔

س ۴۶۳ : حضرت عمرؓ کو اگر افضل نہیں مانتے تو پھر ابوبکرؓ کے اقرار تسلط شیطان کا کیا بنے گا حالانکہ اللہ کے خاص بندوں پر شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا ؟

ج : تسلّطِ شیطان کا اقرار نہیں ہے ۔ کسر نفسی سے شیطان کا مقابلے پر آنا اور چھیڑنا مراد ہے ۔ تفصیلی اور الزامی جواب گزر چکا ۔

س ۴۶۴ : رخصتی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو نازیبا اور ناگفتہ بہ سلوک حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے کیا ۔ کیا وہ صحیح ہے ؟

ج : جب میاں بیوی بن چکے تو اب خانگی معاملات میں ہمیں دخل دینے کی کیا ضرورت ؟ ہم اسے دشمن کی ساخت اور پروپیگنڈہ کہیں گے ۔ بالفرض کوئی بات ہو تو معقول وجہ یہ ہے کہ طبعی طور پر ابتداءً دلہنوں کو کراہت اور نفرت ہوتی ہے اس لیے

روتی ہیں۔ کچھ عرصہ دل نہیں لگتا۔ یہی تلخ اور ناگفتہ بہ حقائق حضرت فاطمہؓ کی زبان سے جلاء العیون میں حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کے قصہ میں دیکھ لیجئے۔

س ۴۶۵: حضرت عمرؓ کی وفات سے بی بی امّ کلثومؓ کو کیا حصّہ میراث ملا؟

ج: دیگر بیواؤں کے ساتھ ۱/۸ حصّہ ملا جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ درویش منش تھے مالدار نہ تھے تو تفصیل کیا ملے؟ ہاں اگر بالکل حصّہ نہ ملتا تو نفی کا ذکر ضرور ملتا۔ جیسے آپ کا صاحبزادہ زید بن عمر اور ام کلثومؓ ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے اور تقدیم و تاخیر کا فیصلہ نہ ہو سکنے کی وجہ سے کسی کو بھی ایک دوسرے کا وارث نہ قرار دیا گیا شیعہ کی تہذیب الاحکام آخری جلد کتاب المیراث صـ۳۸۰ طـ قدیم میں ہے:

عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحدة لا یدری ایهما هلک قبل فلم یورث احدهما من الاخر وصلی علیهما معًا۔

کہ دونوں ایک ہی گھڑی میں فوت ہوئے کوئی کسی کا وارث نہ بن سکا اور ماں بیٹے کا جنازہ بھی اکٹھا پڑھا گیا۔

س ۴۶۶ تا ۴۶۸: کیا حضرت علیؓ وفاتِ عمرؓ کے وقت مدینہ میں تھے؟ تو جنازہ میں شرکت کا ثبوت دیں؟

ج: جی ہاں مدینہ میں تھے اور اپنے داماد کا جنازہ پڑھا معتبر ثبوت یہ ہے:

فلما مات عمر رضی اللہ عنہ واحضرت جنازتہ تبادرا الیها علی وعثمان ایهما یصلی علیہ فقال لهما عبد الرحمن بن عوف لستما من هذا فی شیٔ انما هذا الی صهیب الذی امرہ عمر ان یصلی بالناس فتقدم صهیب فصلی علیہ۔ (البدایہ صـ۱۴۵ ج۷ طـ بیروت)	جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور جنازہ حاضر ہو گیا تو حضرت علیؓ و عثمانؓ جنازہ پڑھانے کے لیے لپکے تو عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا تم دونوں نہیں پڑھا سکتے یہ صرف حضرت صہیبؓ کا حق ہے جسے خود حضرت عمرؓ نے (بطور وصیّت) حکم دیا ہے کہ وہ نماز پڑھائے چنانچہ حضرت صہیبؓ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

س ۴۶۹؟ کا بھی جواب ہو گیا کہ داماد کے جنازہ سے محروم نہ رہے بلکہ خوب خراجِ عقیدت بھی پیش کیا۔ بخاری صـ۵۲۰ ج۱ مسلم کتاب المناقب میں ہے:

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا جنازہ رکھا ہوا تھا لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ دعائیں دیتے اور صلوٰۃ بھیجتے تھے میں بھی ان میں تھا۔ مجھے ایک شخص نے اچانک ڈرا دیا جب اس نے میرا کندھا پکڑا تو وہ حضرت علیؓ تھے جو حضرت عمرؓ پر دعائے رحمت بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ نے اپنے بعد ایسا کوئی شخص نہیں چھوڑا جو آپ جیسے اعمال لے کر اپنے اللہ سے ملے اور مجھے سب سے زیادہ پسند ہو۔ (یعنی آپ کے بعد کوئی اور آپ سے افضل نہیں) اللہ کی قسم میں یقیناً یہ گمان رکھتا تھا کہ اللہ آپ کو اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ (قبروں میں اور جنت میں) اکٹھا کرے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے بہت دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے سُن رکھا ہے آپ فرماتے تھے میں چلا اور ابوبکرؓ و عمرؓ چلے۔ میں داخل ہوا ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوئے میں نکلا اور ابوبکرؓ و عمرؓ نکلے۔ (یعنی نبی سے غیر مخصوص افعالِ عامہ میں شیخینؓ کی حضورؐ کے ساتھ کمال شرکت تھی، تو اب برزخ میں بھی شریک رہیں گے۔ گویا حضرت علیؓ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تدفین کا مشورہ دیا۔

س ۴۷۰: جب شوریٰ منعقد ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنے کی شرط نامنظور کر کے حکومت کیوں ٹھکرا دی؟

ج ۱: بالکل جھوٹ ہے حضرت علیؓ نے شرط نامنظور نہیں کی بلکہ یہ کہہ کر منظور فرمائی ارجوا ان افعل واعمل بمبلغ علمی وطاقتی کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اپنی طاقت اور علم کی مقدار (سنتِ رسولؐ اور سنّتِ شیخینؓ پر عمل کروں گا۔) طبری صـ۲۳۳ ج۴

۲: شیخینؓ کی سیرت کا انکار نہ تھا ورنہ آگے پیچھے اتنی تعریفیں کیوں کیں؟ دراصل وہ سنّتِ شیخینؓ کو رسولِ خدا کی سنّت سے جدا اور مستقل قابلِ ذکر نہ جانتے تھے۔ بلکہ سنتِ رسولؐ میں مدغم سمجھتے تھے۔ دلیل نہج البلاغہ کا یہ فرمان ہے:

للہ بلاد فلان فقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنّة وخلف الفتنة	فلاں (عمرؓ بن الخطاب) کو آفرین ہے اس نے کجی کو درست کیا۔ خرابی کا علاج کیا۔ سنّت قائم

ذھب نقی الثوب قلیل العیب۔	کی فتنہ دور کیا۔ پاکدامن اور بے عیب رخصت ہوا۔

(نہج البلاغہ مع شرح ابنِ ابی الحدید ص ۹۲ ج ۳)

اور پھر اس کی وضاحت طبری سے بھی ہوتی ہے:۔

کہ ربیعہ بن شداد نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو کتاب اللہ اور سنّتِ رسُول اللہ کے بعد سنتِ ابی بکرؓ اور عمرؓ کا بھی ذکر کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

لوان ابابکر وعمر عملا بغیر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ لم یکونا علی شیٔ من الحق فبایعہ۔ (طبری ص ۳۵ ج ۵ دار المعارف مصر)	اگر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ کے خلاف عمل کیا ہوتا تو وہ کسی بات میں حق پر نہ ہوتے۔ پھر اسے بیعت کر لیا۔

اور اگر تاریخ کی یہ بات تسلیم کی جائے کہ ایک ساتھی نے آپ کو ایسا مشورہ دیا تھا، وہ عثمانؓ کے انتخاب کو پسند کرتا تھا۔ اگر یہ مشورہ نہ ہوتا تو آپ سیرتِ شیخینؓ کا مستقل ذکر کر دیتے اور خلیفہ سوم بن جاتے۔ کیونکہ آپؓ کے اخص ساتھی بھی آپ سے یہ تعلیم پا چکے تھے چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی خیرخواہی میں کہا کہ آپ ابوبکرؓ وعمرؓ کی سیرت و پالیسی پر ہی چلیے تاکہ آپ پر کوئی اعتراض نہ کرے۔ (مجالس المومنین ص ۲۲ ج ۱)

س ۴۷۱: حسبنا کتاب اللہ کہ کر حدیث و سنّت کا انکارِ اوّلین کس نے کیا؟

ج: یہ جملہ قرآن کی تکمیل و فضیلت پر دلیل ہے۔ انکارِ حدیث محض شیعی بہتان ہے۔ کیونکہ آپ قرآن کے بعد حدیث سے تمسک کیا کرتے تھے اور یہ قول نص قرآنی پر مبنی ہے:

اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ۔ (پ ۲۱ ع ۱)	کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

س ۴۷۲: تاریخ فقہ اسلامی میں حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے۔

"احادیث کی روایت کر کے تلاوت قرآن میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن پڑھیں کرو" پرویز بھی اتباعِ عمرؓ کرتا ہے وہ قصوروار کیوں؟

ج: لوگوں میں قرآن شریف کی تدریس و تعلیم عام کرنے کے لیے اور تلاوت قرآن کو رواج دینے کے لیے ایسا فرمایا اور اس وقت اس کی ضرورت تھی۔ ورنہ حدیثیں قرآن میں

ایسے گڈمڈ اور مخلوط ہو جاتیں جیسے انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اور دیگر حواریوں کا کلام بھرا پڑا ہے ہاں احادیث سے فقہاء، علماء اور خود آپ اور آپکی شوریٰ کے اصحاب استدلال کرتے اور قانون سازی کر رہے تھے۔

گویا عوام کو روایت حدیث سے روکنا ایک خاص مصلحت تھی۔ جیسے موجودہ دور میں کئی خبروں کو سنسر کر دیا جاتا ہے پھر بعد میں کبھی اشاعت کر دی جاتی ہے۔

پرویز کا استدلال غلط ہے وہ تو انکارِ سنّت میں شیعوں کا مقلد ہے کیونکہ جیسے شیعہ قرآن اور امامت کو ثقلین مانتے ہیں۔ اہلِ سنّتِ نبی ہونے کے بجائے امامیہ اور "ملتِ جعفریہ" کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح پرویز بھی دو ثقلین مانتا ہے۔ "قرآن اور مرکزِ ملت" اور یہ بات اس کی کتابوں میں عام ملتی ہے۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔

س ۴۷۳: کا جواب بھی ہو گیا کہ روایتِ حدیث کی اس وقت ممانعت قرآن کی حفاظت اور اسے احادیثِ رسُولؐ سے خالص اور پاک رکھنے کے لیے تھی تاکہ ہر حرف اور ہر جملہ کے متعلق یقین ہو کہ اللہ ہی کا کلام ہے۔ حضرت رسولؐ کا کلام نہیں۔

س ۴۷۴: اگر حضرت عمرؓ کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط احادیث منسوب نہ کر دیں لہٰذا ممانعت کر دی تو سارے صحابہؓ عادل کیسے ہوئے؟

ج: یہ خدشہ ایک عقلی تقاضا ہے جو صحابہؓ کی عدالت کے خلاف نہیں کیونکہ حافظہ کی کمی یا سہو و وہم سے روایت میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ صحابہؓ عمداً حضورؐ کی طرف غلط نسبت کرنے سے اور کلامِ رسولؐ میں تحریف و بددیانتی کرنے سے پاک تھے۔ پھر اس معاشرہ میں نصف بھر تابعین بھی پیدا ہو چکے تھے تو اہتمام قرآن اور تصحیح احادیث کا تقاضا یہی تھا کہ عوام الناس پر کچھ نہ کچھ پابندی لگائی جائے۔ جیسے اسی لیے خود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تھا: "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنا لے"۔

جیسے شیعوں نے احادیثِ رسولؐ کو صحابہؓ سے تو قبول نہ کیا۔ ڈیڑھ صدی بعد ایک تابعی بزرگ کی طرف روایات کا انبار منسوب کر کے اسے ہی شریعت بنا ڈالا اور بالا حدیث کا مصداق بن گئے۔

س ۴۷۵: کیا حضرت عمرؓ کے دَور میں قرآن کتابی شکل میں رائج تھا؟

ج: کتابی شکل میں مرتب اور محفوظ بیت المال میں تھا۔ لوگوں کے گھروں میں نہ تھا حافظِ قرآن بکثرت تھے۔ زبانی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و نقل ہوتی تھی اسی لیے روایتِ احادیث پر شرائط عائد کی گئیں تاکہ قرآن سے مخلوط نہ ہوں۔

س ۴۷۶: رائج ہوگیا تھا تو پھر ردّ و بدل کر کے عثمانؓ نے عمرؓ کی مخالفت کیوں کی؟

ج: تفصیلی ابحاث گزر چکی ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی ردّ و بدل نہ کیا بلکہ اسی کی مزید نقلیں اور کتابتیں کروا کر مملکت اسلامیہ کے تمام صوبوں میں پھیلا دیں اور اشاعت قرآن کا زبردست کارنامہ سرانجام دیا۔

س ۴۷۷: اگر کتابی شکل میں رائج نہ تھی تو پھر وہ نامکمل کتاب کافی کیسے ہوئی؟

ج: ذہن و حافظہ میں مکمل و مرتب کتاب کی طرح تھا۔ باقاعدہ تعلیم و تعلم کے ذریعے سب لوگوں کے لیے کافی تھا۔

س ۴۷۸: اگر حضرت عمرؓ اقوالِ رسول کو ضروری اور جزوِ دین سمجھتے تھے تو انھوں نے مخلص صحابہؓ کی جماعت مقرر کر کے احادیثِ رسولؐ کی جامع کتاب کیوں مدوّن نہ کی؟

ج: یہ سوال حضرت عمرؓ کے بجائے خود صاحبِ احادیث رسول پاکؐ سے کرنا چاہیے کہ اپنی احادیث کو کیوں کتابی شکل میں مدون نہ فرمایا؟

مگر اصل وجہ اور جواب یہ ہے کہ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر ہوا کرتا ہے۔ کتابی شکل میں تدوینِ شریعت اُمّت کی ذمہ داری تھی۔ سب سے پہلا نمبر قرآن کریم کا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مخلص صحابہؓ کی کمیٹی مقرر کر کے قرآن کی تدوین کردی مگر افسوس کہ منکر شیعوں نے اسے بھی قبول نہ کیا۔ بالفرض حضرت عمرؓ قبل از وقت حدیث کی تدوین کر بھی دیتے تو کیا ضمانت تھی کہ شیعہ قبول کرتے وہ بدستور کتب حدیث پر اعتراض کرتے جیسے قرآن پر کرتے ہیں پھر خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۰۱ھ نے یہ کام کر بھی دیا اور احادیث جمع کر کے چھوٹی بڑی کتب لکھی گئیں جو پھر جامع شکل میں مدون اور منقح ہو کر صحاح ستّہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ میں منضم اور مکتوب ہوگئیں لیکن شیعوں نے ان کتب اور احادیث

رسولؐ کو ہرگز تسلیم نہ کیا۔ بدستور سب امّت کو منافق و کافر کہ کر ڈیڑھ اینٹ کا امام باڑہ الگ بناتے چلے آرہے ہیں۔

س ۴۷۹: "الفاروق" میں حضرت عمرؓ اور ابنِ عباسؓ کا مکالمہ درج ہے کہ اہلِ بیت مغضوب و محسود ہیں۔ وجہ تحریر کریں؟

ج: یہ جھوٹا قصّہ ہے۔ سند و عقل کی رُو سے تردید تحفۃ الاخیار سوال ۸ میں دیکھیں۔

س ۴۸۰: اہلِ سُنّت معتزلی علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے کہا حضورؐ نے مرضِ موت میں علیؓ کے نام کی تصریح کر دینی چاہی۔ مگر میں نے اس سے آپؐ کو روک دیا۔ یہ رُکنے کا مشورہ و مکالمہ کسی معتبر کتاب سے نقل کر دیں۔

ج: ابن ابی الحدید سُنّی نہیں بلکہ معتزلی ہیں یعنی عقائد و اصول میں شیعہ ہیں فروع میں نہیں۔ چنانچہ وہ بھی حضرت علیؓ کی منصوص خلافت کے قائل ہیں۔

جیسے کتاب ہٰذا ص ۱۱۵/ج ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی زبانی علیؓ کی تعریف سے بھی خلافت کے منصوص ہونے کا نتیجہ نکالا ہے۔ اس لیے ان کی عبارت سے ہم پر الزام درست نہیں۔

۲۔ بخاری میں اس کے خلاف فرمانِ رسولؐ ہے: و یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔

۳۔ علی سبیل التنزل و التسلیم وجہ یہ بتاتی ہے؟ کہ قریش کا آپ پر اجتماع کبھی نہ ہوگا۔ اگر حاکم بن جائیں تو عرب چاروں طرف سے آپ کے برخلاف ہو جائیں گے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا کہ عمرؓ نے میرے ارادے کو بھانپ لیا ہے چنانچہ آپ رُک گئے اور اللہ نے بھی اپنی تقدیر نافذ کرنے کے سوا کچھ نہ مانا۔

یہ واقعہ و مکالمہ حضرت عمرؓ کی سیاسی بصیرت اور فراست کا ہے۔ علامہ نے بھی اسی ضمن میں نقل کیا ہے۔ شیعہ کا ضمیر اور حضرت امیر کے اپنے عہد خلافت کے اوقات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ پر اعتراض کیوں؟

اگر یہ مشورہ اتنا ہی ناجائز تھا تو حضورؐ کو تسلیم نہ کرنا چاہیے تھا۔

س ۴۸۱: تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ عمرؓ نے کہا۔ اے ابنِ عباسؓ! جناب

رسولِ خدا کا یہی ارادہ تھا کہ خلافت علیؓ کو ملے لیکن جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نہ چاہا کہ خلافت علیؓ کو ملے۔" آخر خدا کو حضرت علیؓ میں کیا نقص نظر آگیا تھا؟ وہ کونسی آیت ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواہش سے باز رکھا ہو؟

ج: ہم بتلا چکے ہیں کہ معتزلی کی یہ روایات ہم اہلِ سنّت پر حجّت نہیں۔ پھر یہ بخاریؒ مسلم اور عام کتبِ تاریخ کے خلاف ہیں۔ حضرت علیؓ میں کچھ نقص نہ تھا۔ مگر خلافت خدا نے اپنے وقت پر ان کو عطا کی پہلے راگ الاپنے والے خدا پر بھی الزام واتہام لگاتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مختارِ کل نہ تھے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ اسی پر دلیل ہے۔ نیز سورت تحریم کی آیت وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا (اور جب نبیؐ نے ایک خفیہ بات اپنی ایک بیوی کو بتائی) میں جب حضورؐ نے منجانب اللہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی بشارت سنا دی۔ (تفسیر قمی سورت تحریم جلد۲) تو خدا اور رسولؐ کی مشیئت میں اتفاق ہوگیا۔ شیعہ کی سوالی تقریر غلط ہے۔ وہ بھی خدا اور رسولؐ کے ساتھ اتفاق کریں۔ مطابقی جواب یہ ہے کہ شیعہ کی تفسیر الفرات صـ۲۰ پر لکھا ہے کہ حضورؐ نے اللہ سے دُعا کی کہ میرے بعد علیؓ کو خلیفہ بنانا مگر اللہ نے انکار کیا۔ کہ علیؓ خلیفہ نہیں بنے گا۔

س ۴۸۲: کیا آپ حضرت عمرؓ کو عاشقِ رسول مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں! وہ آپ کے محب اور متبع صادق تھے۔

س ۴۸۳: کوئی ایسا عاشق ہے جس نے خواہش معشوق کا احترام نہ کیا ہو؟

ج: نام نہاد شیعہ عاشقانِ اہلِ بیتؓ واقعی ایسے ہیں۔

س ۴۸۴: اگر نہیں تو پھر حضرت عمرؓ معیارِ عشق پر کیسے اترے؟

ج: حسبِ تصریح سابق وہ روایت ہی مسلّم نہیں جو مدارِ طعن ہے۔

س ۴۸۵: کیا جو شخص حضرت علیؓ پر ظلم کرے وہ ظالم ہوگا؟

ج: حضرت علیؓ پر ظلم کا تصور ہی غلط ہے کیونکہ آپ طاقت ور اور غالب تھے ظلم کمزور اور مغلوب پر ہوتا ہے۔ البتہ جو شخص حضرت علیؓ کا حُبّ دار کہلا کر بات بات

پر نافرمانی کرے۔ وہی ظالم اور بناوٹی شیعہ ہوگا۔

س ۴۸۶: رسولِ مقبولؐ کو اسلام زیادہ عزیز تھا یا حضرت عمرؓ کو؟

ج: دونوں کو عزیز تھا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ کے لیے آپ نے دُعا مانگی: "اے اللہ عمرؓ کے ذریعے اسلام کو عزّت عطا فرما۔" (احتجاج طبرسی)

س ۴۸۷: کنز العمال میں ہے: سیکون بعدی فتنة فاذا کان ذٰلك فالزموا علی بن ابی طالب فانه الفاروق بین الحق والباطل۔ حضرت عمرؓ کے حوالے کیوں نہ کیا؟

ج: ۱: روایت بے سند اور جعلی ہے۔

۲: بفرضِ تسلیم حضرت علیؓ کے دورِ خلافت کے متعلق ہے۔ اس وقت عمرؓ نہ تھے۔

۳: ایک شخص کے حق میں تعریفی کلمہ دوسرے سے اس صفت کی نفی نہیں کرتا۔ جبکہ حضرت عمرؓ کو حضورؐ نے فاروق کا لقب دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان اور دل پر رکھ دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

س ۴۸۸: پھر حضرت علیؓ کو اس لقب سے کیوں سرفراز فرمایا؟

ج: اپنے دور میں ان کے خلیفہ برحق ہونے کی نشاندہی کی۔

س ۴۸۹: سیکون مستقبل قریب کے لیے ہے۔ قریبی دورِ فتن کون سا تھا؟

ج: ایسے الفاظ میں زمانے کے چھوٹے بڑے ہونے کا بڑا ابہام ہوتا ہے تو دورِ علوی کی خانہ جنگیاں اور خارجیوں سے لڑائی بھی دورِ قریبی کا مصداق ہے۔

س ۴۹۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو شوریٰ کمیٹی بنائی اس میں اختلاف کی صورت میں قتل کرنے کی شرط کیوں عائد کی؟

ج: تاکہ مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد برقرار رہے۔ ملّی فوائد پر شخصی فائدہ کو قربان کیا جاسکتا ہے اور مسلم میں حدیث نبوی ہے کہ تم جب کسی پر متفق ہو جاؤ اور کوئی شخص آکر اس اتفاق کو توڑنا اور نئی بیعت لینا چاہے تو اُسے قتل کر دو خواہ کوئی ہو تو یہ ایک ضابطہ اور دستور ہے۔ خاص شخص سے دشمنی نہیں۔ ہر حکومت میں ایسے ضابطے ہوتے ہیں۔

س ۴۹۱: امورِ شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں سے ہے۔ (الفاروق) لیکن اول من قاس ابلیس بھی علماء کا قول ہے۔ حضورؐ اور ابوبکرؓ نے قیاس کیوں نہ مانا؟

ج: اس کی تشریح و تفصیل تحفہ امامیہ میں گزر چکی ہے۔ قیاس ایک شرعی اصطلاح ہے کہ جو مسائل نئے درپیش ہوں۔ قرآن و سُنّت اور اجماع مسلمین میں اس کا تذکرہ نہ ملے تو اسی جیسی صورت و شکل والا مسئلہ قرآن و سُنّت اور امت کے فیصلوں میں سے تلاش کیا جائے جب مل جائے تو خاص شرائط سے اسے بنیاد اور مقیس علیہ بنایا جائے اور نئے مسئلے کا جائز ناجائز ہونا ظاہر کیا جائے اسے ہی اجتہاد کہتے ہیں سنی و شیعہ تمام علماء اس قیاس و اجتہاد کے قائل ہیں خود حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے اَجْتَہِدُ بِرَأْیِیْ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ سن کر دُعا دی تھی۔ (مشکوٰۃ)

تو قیاس عمرؓ کی ایجاد نہیں۔ ہاں بطورِ اصول و قانون نفاذ حضرت عمرؓ کا کارنامہ ہے کیونکہ اس وقت اسلامی فتوحات اور ترقیات سے لاتعداد نئے مسائل پیدا ہو رہے تھے تو ان کا حل اسی طرح ممکن تھا۔ ابلیسی قیاس حکمِ خدا کے مخالف تھا۔ جیسے شیعہ اپنا مذہب بنائے پھرتے ہیں اور رسالت کے بجائے امامت ایجاد کر کے قرآن کو گم شدہ اور سنّتِ نبیؐ کو منسوخ مانتے ہیں تو اہلِ سنت کے قیاسِ شرعی اور شیعہ کے قیاسِ ابلیسی میں بڑا عظیم فرق ہے۔

س ۴۹۲: رسُولِ خدا زیادہ عاقل تھے یا حضرت عمرؓ؟

ج: رسُولِ خدا سب سے پہلے اور زیادہ عالم و عاقل تھے۔ آپ ہی نے تو حضرت عمرؓ کو علم اور عقل کی تعلیم دی تھی۔

س ۴۹۳: اگر عمرؓ زیادہ تھے تو ان کو ہی نبی کیوں نہیں مان لیتے؟

ج: حضرت عمرؓ بڑے عقل مند اور صاحبِ علم تھے مگر حضورؐ سے زیادہ نہ تھے نبوت حضورؐ پر ختم ہے۔ تو نبی ماننے کا تصوّر نہیں ہو سکتا۔ ہاں اہلیت و لیاقت ضرور تھی۔ فرمانِ نبویؐ ہے: لو کان لبعدی نبی لکان عمر "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (ترمذی)

س ۴۹۴: اگر حضورؐ زیادہ عاقل و عالم تھے تو پھر حضرت عمرؓ نے آپؐ کی شریعت میں کیوں ردوبدل کیا؟ "الفاروق" میں اولیات کا مطالعہ کر کے مفصّل جواب دیجئے۔

ج: "الفاروق" ص ۶۱۲-۶۱۳ سامنے کھلی ہے۔ اسلامی نظام کی عملی تدوین اور امتِ مسلمہ کی تعمیر و ترقی کے لیے حضرت عمرؓ نے جو نئی اصلاحات اور اصلاحی سکیمیں رائج فرمائیں ان کو مورخین اولیات کہتے ہیں۔ ۴۵ عدد یہاں لکھی ہیں۔ ان میں سے قیاس۔ عدل۔ الصّلوٰۃ خیر من النوم، نماز تراویح، معًا تین طلاقوں کا بائن و نافذ ہونا، نماز جنازہ پر چار تکبیروں کا اجماع آپ زیادہ موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ ان سب کی حقیقت ہم "تحفہ امامیہ" اور "ہم سنّی کیوں ہیں؟" میں مفصّل ذکر کر چکے ہیں۔

ان چھ باتوں کے علاوہ باقی سب چیزیں مملکت کے بہترین نظام سے متعلق ہیں جو حضرت عمرؓ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تعلیم و تربیت کے فیضان سے اور کمال عقل و دانش سے ایجاد کی ہیں۔ شیعہ اسے "شریعت میں ردّوبدل" بتائیں تو ان کی سوچ ہے کیونکہ ان کو تو صرف متعہ خانے اور امام باڑہ کی تعمیر و ترقی کا ہی فکر ہے دینِ اسلام اور امتِ محمدیہ کی مصالح سے ان کو کیا واسطہ؟ مگر تمام دُنیائے انسانیت پر حضرت عمرؓ کا یہ احسان ہے کہ آپ نے بنی نوعِ انسان کو نظامِ سیاست اصولِ عدالت اور امن و امان کے زریں قواعد سکھائے اور مسلم، غیر مسلم ہر حکومت اور معاشرہ کے لیے وہی سنگِ بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ چینی، فرانسیسی، انگریز، امریکن، مسلمان سبھی حضرت عمرؓ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور ان کی ایجادات سے دُنیا و دین آباد کیے ہُوئے ہیں۔ عقل و دانش سے محروم صرف شیعہ کا ایک فرقہ ایسا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بازی ہار کر آپ کی کردار کشی پر تلا ہُوا ہے۔ ورنہ ہم ہر عقل مند سے پوچھتے ہیں: کہ کیا بیت المال و خزانہ کا قیام، عدلیہ کا اجراء، قاضیوں کا تقرر، تاریخ و سن کا نفاذ، امیرالمومنین کا لقب، فوجی دفتر، والنیٹروں کی تنخواہیں، دفتر مال، پیمائش، مردم شماری، نہریں کھدوانا، شہر آباد کرنا، ممالک کو صوبوں میں تقسیم کرنا، اموالِ تجارت پر چونگی لگانا، جیل خانے بنانا، پولیس قائم کرنا، چھاؤنیاں بنانا، پرچہ نویس رکھنا، مسافروں کے آرام کے لیے سڑکیں، مکانات، سرائیں بنانا، بچوں کے وظیفے لگانا، مکاتب و مدارس قائم کرنا، معلموں اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر کرنا، قرآن

کی ایک جلد میں کتابت کرانا، شراب کی حد اسّی دُرے لگانا، تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگانا، وقف و ٹرسٹ کا محکمہ بنانا، مساجد میں وعظ کروانا اور روشنی کا انتظام کرانا، ہجواسی شاعروں کو سزا دینا، غزلیہ اشعار میں عورتوں کے نام پر پابندی لگانا وغیرھا اصلاحات اور ایجادات سے . . . . جو "الفاروق" کے چار صفحات پر مذکور ہیں۔ شریعت میں ردّ و بدل ہُوا ۔ یا شیعوں نے ان باتوں کو غلط کہہ کر اپنے دین، مذہب اور عقل و فراست کا خاتمہ کر دیا۔ شیعو! تم سے خدا سمجھے۔

کوڑھ مغزی کی یہ انتہا ہے کہ غیر مسلموں کی کچھ ایجادات پر تو ہم فخر کریں اور ان کا نام تاریخ میں روشن رہے مگر مسلمانوں کے محسنِ سوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسلام کے "نظامِ امن و عمل" کو عملاً نصف دُنیا پر رائج کر دکھائیں اور اس سورج کی کرنیں تمام دنیا پر جگمگائیں، تو ایک چمگادڑ صفت مسلم نما گروہ ان کا احسان شناس ہونے کے بجائے عمر بھر ان پر کیچڑ اچھالتا رہے۔

؎ چشم حسود بر کندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

ع راست خواہی ہزار چشم چناں — کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

خلافتِ فاروقیؓ حضرت علیؓ کی نظر میں

خدا کی فلاں پر رحمت ہو اس نے کجی کو درست کیا، جہالت کا علاج کیا، سنّتِ رسولؐ قائم کی۔ بدعت کو پس پشت ڈالا، دنیا سے پاکدامن اور کم عیب ہو کر گزر گیا۔ خوبی کو پالیا اور شر و فساد سے بچ نکلا۔ خدا کی بندگی کا حق ادا کیا اور کما حقہ تقویٰ اختیار کیا۔ وہ جب فوت ہو گیا تو لوگ پیچ در پیچ راستوں میں پڑ گئے کہ گمراہ کو راستہ نہیں ملتا راہ پانے والوں کو یقین نہیں آتا۔

(نہج البلاغہ قسم دوم ص۲۲۲ ط بیروت)

؎ ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں — بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

مطاعنِ عُثمانیؓ

س ۴۹۵ : حضرت عثمان بعثت کے کون سے سن میں مسلمان ہُوئے؟

ج : پہلے ہی سال حضرت ابوبکرؓ کی ترغیب پر مسلمان ہوئے۔ (تاریخ اسلام ندوی)

س ۴۹۶ : حضرت عمرؓ پہلے اسلام لائے یا حضرت عثمانؓ پہلے مسلمان ہُوئے؟

ج : پہلے حضرت عثمانؓ اسلام لائے۔

س ۴۹۷ : دونوں میں قبولِ اسلام کا درمیانی وقفہ کتنی مدّت تھا؟

ج : تقریباً ۵ سال۔

س ۴۹۸ : دونوں میں سے کس کا درجہ اسلام اولیٰ تھا؟

ج : قبولیتِ اسلام میں حضرت عثمانؓ کا درجہ اولیٰ تھا۔ مگر خصوصیات اور کمالات ہر کسی کے جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ زندگی کے تمام اعمال کی گنتی اور ترتیب سے حضرت عمرؓ کو باجماعِ اُمّت حضرت عثمانؓ پر فضیلت حاصل ہے۔

س ۴۹۹ : باعثِ امتیاز درجات اور کیا وجوہ ہیں؟

ج : عمرؓ مرادِ رسولؐ تھے۔ مسلمان ہوتے ہی تمام مسلمانوں کو تقویت نصیب ہُوئی اور وہ خانہ کعبہ میں علانیہ نماز پڑھنے لگے۔ فراست و شجاعت میں یکتا تھے۔ خلافت کے کارنامے اور اس میں امن و امان کی فراوانی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

س ۵۰۰ : حضرت عمرؓ قبل از اسلام کون سے کسبِ معاش سے وابستہ تھے؟

ج : تجارت۔ تاریخ اسلام ندوی ص۱۹۶ پر ہے: حضرت عمرؓ کا اصل ذریعہ معاش تجارت

تھا۔ اسلام کے قبل سے ان کا یہ مشغلہ تھا اور اسلام کے بعد بھی قائم رہا۔

س ۵۰۱ : حضرت عثمان کا اسلام سے پہلے کیا کاروبار تھا؟ جائیداد اور معاشی دولت کا گوشوارہ مرتب فرما دیجئے۔

ج : کاروبار تو تجارت تھا، نوعمر تھے۔ اس وقت آپ کی خاص دولت مندی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار ہو گئے۔ اپنے چچا حکم بن ابی العاص نے رسی میں باندھا صفوں میں لپیٹ کر دھواں دیا۔ نیا دین چھوڑنے پر مجبور کیا۔ مگر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم یہ دین کبھی نہ چھوڑوں گا۔ بالآخر حبشہ کو ہجرت کی پھر مدینہ کو کی۔ (ابنِ سعد ص ۳۸ ج ۳)

س ۵۰۲ : قبولِ اسلام کے وقت کتنی دولت بارگاہِ نبویؐ میں نذر کی؟

ج : آپ اس وقت بھی ہر جمعہ غلام آزاد کرتے تھے "جب سے میں مسلمان ہوا ایک جمعہ بھی نہ گزرا کہ غلام آزاد نہ کیا ہو بجز اس کے میرے پاس کبھی مال نہ ہوا تو بعد میں آزاد کر لیا" (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵) اس وقت اسلام کو افراد کی ضرورت تھی۔ مالی چندہ کی نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ و عثمانؓ اپنے اثر و رسوخ سے لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ رہے تھے اور غریب غلاموں کو کافروں سے خرید کر آزاد کر دیتے تھے چنانچہ حضرت بلالؓ ابو فکیہؓ، عامر بن فہیرہؓ زہرہؓ نہدیہؓ، نہدیہ کی بیٹیؓ، لبینہؓ، مؤملیہؓ اور امّ عبیسؓ ان سب کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہی خرید کر آزاد کیا۔ (اصابہ ص ۴۷۵ ج ۴) اس طرح ابوبکرؓ نے ۴۰ ہزار درہم کا سرمایہ تیرہ سال میں مکّہ میں اسلام پر خرچ کیا۔ (سیرت المصطفٰے ص ۱۷۵ ج ۱) اگر شیعہ حضرت ابوبکرؓ کے اس مالی ایثار کو خراجِ عقیدت نہیں پیش کر سکتے تو عثمانؓ کی قدر کیا کریں گے جو ایسے سوال کرتے ہیں۔

س ۵۰۳ : حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی دولت اور جناب عثمانؓ کی دولت کا تقابلی گوشوارہ مرتب فرمائیے۔

ج : آپ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں جناب ابوطالب یا کسی ہاشمی کا ذکر کرتے تو بات مناسب تھی۔ سیّدہ حضرت خدیجہؓ سے شیعہ رافضہ کو کیا تعلق؟ وہ تو آپ کو اہل بیتِ رسولؐ ہی نہیں مانتے۔ بسترِ پیغمبرؐ پر پیدا ہونے والی آپ کی تین بیٹیوںؓ کو پیغمبرؐ سے نفی نسب کی گالی دے کر حضرت خدیجہؓ پر ناپاک حملہ کرتے ہیں۔ ان کے کسی کمال اور بزرگی پر کوئی تقریب و مجلس نہیں مناتے

صرف والدۂ فاطمہؓ اور خوشدامنِ مرتضیٰؓ ہونے کے لحاظ سے وہ بدگوئی نہیں کر سکتے جو دیگر ازواجِ مطہراتؓ کی کرتے رہتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ مالدار تھیں۔ نکاح کے بعد اس سے حضور علیہ السلام نے فائدہ اٹھایا اور وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ (خدا نے تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا) خدا نے سچ کر دیا اور بچوں کی تربیت خوش حالی سے کی۔ حضرت ابوطالب کا مالی لحاظ سے احسان مند نہ ہونے دیا تو حضرت خدیجہؓ کے قدردان ہم اہلِ سنت ہی ہیں۔ آپؐ کی خانگی ضروریات پر مال خدیجہؓ صرف ہوا یا حضرت عثمانؓ کا ہو۔ بہرصورت ہم دونوں بزرگوں کے عقیدت کیش ہیں اور شیعوں کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔

س ۵۰۴ : انتقال کے وقت حضرت خدیجہؓ کی مالی پوزیشن کیا تھی؟

ج : اس وقت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ کیونکہ دعویٰ نبوت کے بعد حضورؐ کی سرگرمیاں تبلیغ کے لیے وقف ہو گئیں۔ کفار کی دشمنی اور مخالفت نے معمر اور خانہ نشین خدیجہؓ کو اتنا موقع فراہم نہ کیا کہ وہ اپنے وکلاء اور مضاربوں کے ذریعے تجارتی سلسلہ کو بحال رکھتیں۔

س ۵۰۵ : بی بی صاحبہ کی کتنی رقم حضورؐ نے اسلامی مدّات میں خرچ فرمائی؟

ج : نکاح کے بعد اب بی بی صاحبہ کی الگ دولت نہ رہی، گھر کا مشترکہ سرمایہ تھا جو اولاد کی تربیت اور خانگی اخراجات میں صرف ہوا۔

مکّی زندگی میں ایسی اسلامی ضروریات اور مدّات پیدا نہ ہوئی تھیں جو مدینہ میں جا کر پیدا ہوئیں کیونکہ ابھی تک جہاد، صدقات واجبہ اور مسلم معاشرہ کی وسعت سامنے نہ آئی تھی جن پر خرچ کیا جاتا۔

س ۵۰۶ : کیا کسی روایت میں حضورؐ نے یہ اقرار کیا ہے کہ ان کے ذمہ بی بی معظمہؓ کا اتنا قرض ہے۔

ج : نہیں۔

س ۵۰۷، ۵۰۸ : وہ قرض کتنا تھا اور ادائیگی کس طرح فرمائی؟

ج : نہ قرض تھا، نہ ادائیگی کا سوال تھا۔

س ۵۰۹ : ہجرتِ رسولؐ کے وقت عثمانؓ مکّہ میں تھے یا نہ؟

ج : مکہ میں نہ تھے۔ حبشہ میں دوسری مرتبہ اپنی بیوی سیّدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر گئے تھے۔ تمام سنی شیعہ سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے۔

س ۵۱۰ : اگر مکہ میں تھے تو مالی حالت کیسی تھی ؟

ج : مکہؓ میں تھے ہی نہیں ۔

س ۵۱۱ : مکہ سے مدینہ کوچ کرتے وقت کتنا مالی نقصان اٹھانا پڑا ؟

ج : جب حبشہ کو دو مرتبہ ہجرت کی تو سب کاروبار ختم ہو گیا۔

س ۵۱۲ : بوقت ہجرت کتنی رقم یا اثاثے حضورؐ کو دیئے ؟

ج : حضورؐ کو تو اس وقت رقم کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔ مسافر ہجرت کو زادِ سفر چاہیئے تھا تو حکمِ رسولؐ کے تحت کچھ مال ساتھ لے گئے ۔

س ۵۱۳ : مدینہ جا کر کون سا دھندہ شروع کیا ؟

ج : حبشہ پہنچ کر یا پھر مدینہ آکر تجارت مبرور کو پیشہ بنایا ۔

س ۵۱۴ : حضرت رقیہؓ کے انتقال کے وقت عثمانؓ کی بیویاں کتنی تھیں ؟

ج : سیّدہ رقیہؓ بنت النبیؐ ہی آپ کی پہلی بیوی تھیں ۔ ان پر سوکن کوئی نہ تھی ۔ تاریخ طبری ص ۴۲۰ ج ۴ پر رقیہؓ وامِّ کلثومؓ بناتِ رسولؐ کو سب سے پہلے ازواج میں لکھا ہے ۔ پھر فاختہ بنت غزوان بن جابر کا ذکر ہے جن سے عبداللہ اصغر پیدا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ عبداللہ اکبر اس سے پہلے حضرت سیّدہ رقیہؓ سے ہوا تھا تو وہی پہلی بیوی تھیں ۔

س ۵۱۵ : جب امِّ کلثومؓ سے نکاح ہوا تو کتنی ازواج کے شوہر تھے ؟

ج : کوئی نہ تھیں ۔ حضرت رقیہؓ کی وفات پر حضرت عثمانؓ کی حسنِ دامادگی کے پیشِ نظر حضورؐ کو آپؓ پر ترس آیا اور امِّ کلثومؓ از خود بیاہ دی اور حضرت عمرؓ جو اپنی بیٹی حفصہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کرنا چاہتے تھے ، اسے خود بیاہ لیا ۔ چنانچہ رشتوں میں تبدیلی کے وقت فرمایا ! "میں عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر بیوی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر دیتا ہوں ۔ (کتب حدیث)

س ۵۱۶ : حضرت رقیہؓ کا نکاح عثمانؓ سے کب ہُوا ، بی بی کی عمر کتنی تھی ؟

ج : ۴ سنہ نبوت میں ہُوا ۔ بی بی کنواری تھیں ، تیرہ برس کی عمر تھی کیونکہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ جب اعلانِ نبوت کے تین سال بعد وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہُوئی تو چچا ابولہب نے بیٹوں سے حضورؐ کی بیٹیوں کے رشتے ، منگنیاں تڑوا دیں ۔ پھر

باقاعدہ نکاح و رخصتی حضرت عثمانؓ کے گھر ہوئی اور ۵ نبوت میں پہلی ہجرت حبشہ ہوئی ان میں سرِ فہرست حضرت عثمانؓ اور رقیہؓ بنت النبیؐ کا تذکرہ باقر علی مجلسی جیسے متعصب شیعہ نے بھی کیا ہے ۔

(حیات القلوب ص ۳۰۵ ج ۲ ، منتہی الآمال ص ۱۰۸ ج ۱)

س ۵۱۷ : فرزند ابولہب سے نکاح ہوا تو کتنا عرصہ شوہر کے گھر رہیں ؟

ج : رخصتی ہونے سے پہلے اس نے چھوڑ دیا تھا ۔

س ۵۱۸ : جب حضرت رقیہؓ کا پہلا نکاح ہوا تو کتنی عمر تھی ؟

ج : وہ بعثت سے قبل صغر سنی میں بطور نسبت و منگنی تھا ۔ رقیہؓ کی پیدائش بعثت سے دس سال پہلے ہوئی تو اس وقت سات آٹھ برس کی ہوں گی ۔

س ۵۱۹ : جنگ بدر میں حضرت عثمانؓ نے کتنے کافر مارے ؟

ج : آپ ضد اور عناد سے تجاہلِ عارفانہ کر رہے ہیں ورنہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت رقیہؓ شدید بیمار تھیں ۔ بدر کو جاتے وقت حضورؐ عثمانؓ کو حکماً حضرت رقیہؓ کی تیمار داری کے لیے چھوڑ گئے اور فرمایا : تمہیں غازیوں کا ثواب اور غنیمت کا حصہ پورا ہمیں ملے گا ۔ چنانچہ جب حضورؐ جنگ بدر جیت کر واپس آئے تو حضرت عثمانؓ سیّدہ رقیہؓ کو دفنا چکے تھے ۔ آپؐ نے اشک بارانہ قبر پر دعا فرمائی ۔

س ۵۲۰ : جنگ اُحد میں حضرت عثمانؓ شامل تھے یا نہیں ؟ ثابت قدمی دکھائیں ۔

ج : شامل تھے اور ثابت قدم بھی رہے ۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ایک صحابیؓ کی ثابت قدمی کی صراحت ہم تک بھی پہنچے ۔ جن ۱۴ یا کم و بیش ثابت قدم صحابہ کرامؓ کے نام خاص موقع پر مؤرخین نے لکھے ہیں ان میں عثمانؓ کا نام نہ ہونے سے فرار کا بلا ثبوت الزام و گمان درست نہ ہوگا ۔ جنگی حکمتِ عملی کے تحت مجاہدین آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں ۔ ثابت قدمی کی کئی روایات میں حضرت علیؓ کا ذکر بھی نہیں خصوصاً ابن قمیئہ کے سخت قاتلانہ حملہ کے وقت جب حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے ہاتھ کٹوا کر وار روکا ۔

بالفرض اگر ایسا ہوا اور بنص قرآنی ایک جماعت کے قدم ڈگمگا گئے تو خود قرآن کریم ہی نے وَلَقَدْ عَفَا عَنْهُمْ فرما کر ان کو معاف کر دیا ۔ پیغمبرؐ کو بھی معاف کرنے کا اور ان سے

بدستور مشورے لینے کا حکم دیا اور آپؐ نے اس پر عمل فرمایا۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ (پ۴ ع۷)۔

اب جو شخص خدا کا حکم، قرآنی فیصلہ اور سُنّتِ پیغمبرؐ کو نہ مانے اور حضرت عثمانؓ یا دیگر صحابہؓ پر فرار کا طعن کستا رہے وہ ملعون پکا کافر ہوگا، یا سبائی مسلمان؟ وضاحت کریں۔

س ۵۲۱ : کیا حضورؐ معاہدہ کے پابند تھے یا عہد شکن بھی تھے؟

ج : تکمیل معاہدہ کے بعد پابند ہوتے تھے، قبل تکمیل پابندی ضروری نہیں۔

س ۵۲۲ : اگر حضورؐ بات کے پکے تھے تو صلح حدیبیہ کا شرائط نامہ نقل کیجئے؟

ج : تاریخ اسلام ندوی ص۴۵ اور نجیب آبادی ص۱۶۸/ج۱ پر شرائط نامہ یہ لکھا ہے:

۱۔ مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں گے آئندہ سال آکر کریں گے۔

۲۔ اگلے سال آئیں گے تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔

۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں گے صرف تلواریں بانیام ساتھ ہوں گی۔

۴۔ اگر قریش میں سے کوئی شخص بلا اجازت اپنے ولی کے مسلمانوں کے پاس چلا جائے گا تو قریش کی طرف واپس کیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس آجائے گا تو وہ واپس نہ کیا جائے گا۔

۵۔ صلح کی میعاد دس سال ہوگی۔ کوئی فریق دوسرے کے جان و مال سے تعرض نہ کرے گا۔

۶۔ عرب کا ہر قبیلہ آزاد ہوگا۔ وہ فریقین میں سے جس کا چاہے حلیف بن جائے۔

س ۵۲۳ : کیا صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ اگر کوئی کفار کا آدمی مدینہ آئے گا تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان مکہ میں پکڑا جائے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا؟

ج : یہ شرط ۴ تھی جو بالا مذکور ہے۔ مگر اپنے اسلاف مشرکین، جن کی نمائندگی آپ اب کر رہے ہیں سے سیکھی ہوئی آپ کی بدعہدی اور خیانت کو آفرین ہے کہ شرط نقل کرنے میں کتنی غداری کی۔ خط کشیدہ جملہ، کس عربی فارسی لفظ کا ترجمہ ہے۔ صرف عثمانؓ کی فضیلت کا انکار کرنے کے لیے یہ جھوٹا جملہ آپ نے تراشا ہے ورنہ اس شرط کا تقاضا و مفاد یہ ہے کہ کفار کا آدمی (مسلمان ہو کر) مدینہ آجائے تو مسلمان واپس کر دیں گے جیسے سہیل کے لڑکے ابو جندلؓ مظلوم

مسلمان کو کفار کتابتِ معاہدہ سے قبل ہی شرط کی بنا پر واپس چھڑا لے گئے۔

اور اگر کوئی مسلمان (معاذ اللہ مرتد ہو کر) مکہ چلا جائے تو کافر اسے واپس نہ کریں گے۔

یہ دو طرفہ شرط مسلمانوں کے خلاف اور اشتعال انگیز تھی تبھی تو حضورؐ اور خاص صحابہؓ نے بے چین مسلمانوں کو وجہ حکمت یہ سمجھائی کہ جو مرتد ہو گیا ہمیں اس سے کیا غرض وہ کافروں کے ہاں ہی رہے اور جو مسلمان ہو جائے وہ کافروں میں رہ کر بھی اپنی تبلیغ کرتا رہے گا۔

حضرت عثمانؓ نہ مرتد ہوئے تھے نہ وہاں رہائش کرنے گئے تھے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص سفیر اور نمائندے بن کر گئے تھے۔ سائل شیعہ کی خیانت نے یہ دوہرا ظلم کیا کہ اس شرط ارتداد و لحاق کا مصداق معاذ اللہ حضرت عثمانؓ کو بنا ڈالا۔ حالانکہ دنیا کے کسی بھی دستور میں سفیر کے ساتھ بدسلوکی و زیادتی ناقابل معافی جُرم ہے۔

س ۵۲۴ : اگر شرط مسلمہ تھی تو عثمانؓ کی گرفتاری پر رسولؐ معاہدہ سے کیسے پھر سکتے تھے؟

ج : آپ کو جہالت بھی مبارک ہو۔ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر جب بھیجا وہ عمرہ کی اجازت لینے گئے تھے ابھی تک کوئی شرائط اور معاہدہ طے نہ ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر سُن کر حضورؐ کا اور مسلمانوں کا مشتعل ہونا، کسی معاہدہ سے انحراف نہ تھا۔ کتب تاریخ غور سے دیکھیں۔

س ۵۲۵ : کفار مکہ نے کون سی خلاف ورزی کی تھی؟

ج : حرم کعبہ جو ہر شخص کی پناہ گاہ ہے وہاں مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت نہ دی اُلٹا ان کے سفیر حضرت عثمانؓ کو زد و کوب کیا اور دو تین مرتبہ مسلمانوں پر شبخون مارا۔ (کتب تاریخ)

س ۵۲۶ : کیا خدا بھی وعدہ و عہدہ کا پاس نہ کرتا؟

ج : وعدہ کا پاس کیا تبھی تو غداروں کے خلاف بیعتِ رضوان منعقد کرائی جس سے شیعہ ناراض ہیں۔

س ۵۲۷ : اگر کرتا تو "بیعتِ شجرہ" کو ایک غیر آئینی اور خلاف عہد وجہ کی بنا پر منعقد کرنے کا حکم کیوں دیتا، کیونکہ بیعتِ رضوان بقولِ شما عثمانؓ کے لیے تھی۔

ج : رافضی کی دراز زبان، حضرت عثمانؓ و حضورؐ سے بڑھ کر رحمٰن تک جا پہنچی:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا۔

(اس کی مثال کتے جیسی ہے تو اس پر حملہ کرے تو بھی بھونکے، نہ کرے تو بھی بھونکے، یہی بھونک ان لوگوں کی بھی ہے جو ہماری آیات کے منکر ہیں۔)

واقعی خدا نے بیعتِ رضوان حضرت عثمانؓ کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے کرائی اور سورت فتح میں اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور بیعت کرنے والوں کو اپنی رضا اور جنت کی بشارت سنائی ہے۔ یہ ایک آئینی اور بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی ہو جانے پر منعقد کرائی۔ پندرہ سو صحابہ کرامؓ تو اس بیعت سے جنت کے وارث بن گئے۔ مگر اب ۱۴ سو سال بعد مشاق جیسے مسلمانوں کے دشمن اور کفار کے ایجنٹ خود خدا پر بھی سیخ پا ہو رہے ہیں۔ کفار کی نمک حلالی کا واقعی حق ادا کر دیا ہے۔

س ۵۲۸: قتل عثمانؓ کی افواہ جھوٹی تھی۔ خدا کو اس کا علم تھا تو پھر ایک جھوٹی افواہ کے باعث اتنا اہتمام کیوں کیا گیا؟

ج: صحابہ کرامؓ کی عثمانؓ سے محبت اور جذبہ فدائیت و جان نثاری کا امتحان لینا تھا۔ خدا سے پوچھیے کہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح نہ کرانا تھا تو حضرت ابراہیمؑ سے یہ ڈرامہ کیوں کرایا اور قرآن میں ذکر کا اہتمام کر کے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا درجہ کیوں بڑھایا؟

س ۵۲۹: جب معلوم ہوا کہ عثمانؓ زندہ ہیں تو پھر یہ اقدام کیوں نہ روک دیا؟

ج: بالا کافی ہے۔ نیز شیعہ علمائے نے شہادتِ حسینؓ کے واقعہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت حسینؓ شہید ہو گئے تھے تو خدا نے فرشتوں کی جماعت نصرت کے لیے بھیجی، کیوں؟

س ۵۳۰: اگر بیعتِ رضوان کا باعث حضرت عثمانؓ کا واقعہ مانا جائے تو خدا کے علم کی نفی، رسولؐ کی امانت و صداقت کا انکار اور وحی مصنوعہ جیسے رکیک امور جنم لیتے ہیں کیا یہ صداقتِ دین پر کاری ضرب نہیں ہے؟

ج: اگر قرآنی واقعہ شانِ نزول کا آپ انکار کر دیں تو کوئی اور واقعہ تراش کر خدا کے علم، رسولؐ کی امانت و صداقت کو بچالیں اور خیالی دین سجا کر دکھائیں۔ مسلمانوں کے ہاں تو خدا، قرآن، رسولؐ، صحابہؓ کا جذبۂ شہادت، بیعتِ رضوان اور عثمانؓ کی خبر شہادت پر یہ اشتعالِ اہل ایمان سب برحق امور ہیں۔

نوٹ: ۵۳۱ سے ۵۴۷ تک سوالات غزوہ حنین سے متعلق ہیں۔ ان کے جوابات "ہم سنی کیوں ہیں؟" میں ہم دے چکے ہیں۔ یہاں مختصراً اشارات کافی ہوں گے۔

س ۵۳۲،۵۳۱: جن لوگوں نے بیعتِ رضوان توڑی کیا وہ فضیلت کے مستحق ہیں؟

ج: بیعتِ رضوان حضرت عثمانؓ کے قصاص کی خاطر تھی "مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے قصاص کے لیے صحابہؓ سے جانبازی کی بیعت لی۔ (بخاری کتاب الشروط، تاریخ اسلام ندوی ص ۴۷۹)

تو عہد نبوت میں نہ عثمانؓ شہید ہوئے نہ عہد شکنی کا موقعہ آیا۔ البتہ جب بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا اور کچھ لوگوں نے قصاص لینے میں عمداً رکاوٹ ڈالی اور طالبینِ قصاص کو اپنا دشمن جان کر جنگ کی۔ وہ عہد شکنی کا مصداق ہیں مگر بحمداللہ بیعتِ رضوان والے صحابہؓ قصاص میں کوتاہی اور عہد شکنی سے پاک ہیں۔

س ۵۳۳: قرآن سے جنگ حنین سے متعلق آیات کا صرف ترجمہ لکھیے؟

ج: "بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سی جنگوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی کی جب تم کو اپنی کثرت پر ناز آ گیا تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آیا اور باوجود کشادگی کے زمین تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر ہٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسلی اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اتاری اور وہ لشکر اتارا جو تم نے نہ دیکھا اور کافروں کو خوب سزا دی۔ کافروں کا بدلہ یہی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ رحمت متوجہ کرتا ہے جس پر چاہے اور اللہ بڑے بخشنے والے مہربان ہیں۔" (توبہ ع ۴ پ ۱۰)

نوٹ: آیات کا ترجمہ بلا تفسیر حاضر ہے شیعہ کا طعن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ شکست پائی کا سبب، کثرت پر ناز کرنا بتایا ہے۔ بزدلی یا نفاق نہیں اور یہ اتفاقی سبب اور درسِ حکمت تھا جو نکث بیعت کا مصداق نہ ہو گا کیونکہ وقتی پسپائی کے بعد مسلمانوں نے تائید ایزدی سے ایسے ڈٹ کر حملہ کیا کہ سب سے عظیم فتح اور مال غنیمت کی کثرت یہاں حاصل ہوئی۔

پھر ثابت قدم نہ رہنے والوں پر اپنی توجہ و توبہ کا ذکر خیر فرمایا اور معافی کا پروانہ دے دیا۔ خدا کا یہ انعام و فضل، صحابہؓ کے دشمن سبائیوں کو جلانے کے لیے کافی ہے ان کو چاہیئے کہ کالا لباس پہن کر ماتم کریں اور حسد و کینہ کی آگ میں جل مریں۔ ذٰلِکَ جَزَآءُ الْکٰفِرِیْنَ۔

س ۵۳۴، ۵۳۵: حنین میں حضرت عثمانؓ کی شجاعت کی کوئی مثال صحیح حدیث سے نقل کریں آپ کے ہاتھ سے صرف ایک مقتول کا نام لکھیں؟

ج: مسلمانوں کا لشکر بارہ ہزار تھا۔ فتح مکہ کے دو ہزار نومسلموں کے اوّلاً قدم ڈگمگائے اور وہ بھاگے تو دوسروں کو بھی سراسیمہ و متزلزل کر دیا۔ مگر آنحضورؐ کی ہمت اور انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ (میں نبی ہوں جھوٹ نہیں، عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔) کے رجز نے اور حضرت عباسؓ کی آواز نے سب کو پھر اکٹھا کر دیا اور وہ ایسے جم کر لڑے کہ ہزاروں کفار کو قتل کر کے، چھ ہزار قیدی بنا لیے۔ چالیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص۱۸۸)

اب ہر مجاہد کی تفصیلی شجاعت اور کارروائی سامنے نہیں آسکتی تا کہ کسی خاص صحابی پر طعن کیا جائے۔ آخر شیعہ جن چار اصحاب حضرت سلمانؓ، ابوذرؓ، عمارؓ و مقدادؓ کو مانتے ہیں۔ ان کی بھی ایسی مثال اور مقتولوں کے نام دکھا سکتے ہیں؟

اگر وہاں جرأت نہیں تو کیا ذوالنورینؓ دامادِ پیغمبران سے کم رتبہ ہیں کہ انکی یاوہ گوئی کر رہے ہیں۔

س ۵۳۶: اگر کہا جائے کہ عثمانؓ مدینہ میں نہ تھے تو ثبوت درکار ہے؟

ج: دشمن اصحابؓ رسولؐ رافضی کو یہ علم نہیں کہ حنین کی جنگ مدینہ کے پاس نہ تھی بلکہ مکہ کے مشرق میں طائف کی طرف قبائل ہوازن اور ثقیف، جو بڑے جنگجو، تیر انداز تھے کے درمیان ہوئی تھی۔ مسلمان ابھی وادی کے پیچ در پیچ راستوں سے صبح کاذب کی تاریکی میں نیچے اتر رہے تھے کہ مورچہ بند تیار کفار نے یکدم تیروں کی بارش کر دی اور ابتداءً مسلمان سنبھل نہ سکے۔ ہوا جو کچھ ہوا۔ پھر جب ڈٹ کر مسلمانوں نے حملہ کیا تو جنگ کا نقشہ بدل گیا اور عظیم فتح حاصل ہوئی۔ صد افسوس ہے کہ دشمنِ اسلام رافضی پورا واقعہ سامنے نہیں لاتا۔ صرف وقتی بھگدڑ پر مطاعن کے قلعے تعمیر کرتا ہے۔

س ۵۳۷: جن لوگوں نے بیعتِ شجرہ کے بعد عہد شکنی کی ان کی مذمت کرنا آپ صحیح جانتے ہیں یا نہیں؟

ج: جب ہم عہد شکنی تسلیم ہی نہیں کرتے تو مذمّت کیسے کریں؟

س ۵۳۸: اگر نہیں سمجھتے تو قرآن میں یہ مذمّت کیوں آئی؟

ج: قرآن پر یہ ناپاک بہتان ہے کوئی مذمّت نہیں آئی ہے صرف ایک جملہ میں صورت واقعہ کا ذکر کر کے، مسلمانوں کو اپنی نصرت، سکینت اور غفران و رحمت سے نوازا گیا ہے۔ اور کافروں کے عذاب و جزا پانے کی مذمّت مذکور ہے۔ (پ۱۰، ع ۱)

س ۵۳۹: اگر مذمّت صحیح سمجھتے ہیں تو شیعوں کے خیال کو ناگوار کیوں خیال کرتے ہیں؟

ج: جب قرآن میں مذمّت ہے ہی نہیں، شیعوں نے اصحابِ رسول کے بغض میں مشہور کر رکھی ہے پھر اگر وہ اسے مطابق واقعہ جانتے ہیں تو غیبت اور حرام ہے وہ درندے بن کر اپنے بزرگ بھائیوں کا گوشت نوچ رہے ہیں اور اگر مذمّت کی وجہ ہی نہیں ہے، پھر ڈھٹائی سے تقریریں کرتے رسائل چھاپتے، مناظروں کے چیلنج دیتے اور اصحابِ رسول پر بہتان تراشتے ہیں تو یہ بہتان بازی بڑا جرم ہے ہم ان کے الزام کو ناگوار ہی نہیں بلکہ خود ان کو اسلام و ایمان سے محروم جانتے ہیں۔

س ۵۴۰، ۵۴۱: کیا کسی کتاب میں ہے کہ حضرت علیؓ جنگِ حنین میں بھاگے ہوں؟ حوالہ و عبارت لکھیں۔

ج: اگر کہیں ہو بھی تو ہم اس کی تلاش میں ایمان ضائع نہ کریں گے۔ نہ ایسی روایت سے فرار کا نتیجہ نکالیں گے جہاں حضرت علیؓ کا ذکر نہ ملے کیونکہ حضرت علیؓ سمیت تمام مسلمان مہاجروں اور انصارؓ کی ہم عزّت ہی کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے فرار کی صراحت کہیں نہیں ہے۔

س ۵۴۲: اگر نہیں ہو سکتی تو مکمل اتفاق ہوا کہ حضرت امیرؓ نے عہد نہیں توڑا۔ اب بتائیں کہ ایک شخص کے عہد نہ توڑنے کا ۱۰۰ ٪ یقین ہو۔ دوسروں کے متعلق متضاد گواہیاں ہوں تو یقینی بریٔ الذمّہ کون ہوگا؟

ج: ہمارے ہاں کسی نے عہد نہ توڑا شیعوں کے ہاں کچھ صحابہؓ نے اور خارجیوں کے ہاں مختلف واقعات کی بنا پر حضرت علیؓ نے توڑا۔ مگر یہ دونوں مذہب غلط اور صحابہؓ دشمنی کا آئینہ ہیں اور تمام صحابہ کرامؓ اس اتہام سے بریٔ الذمّہ ہیں ہم اس میں بحث و کرید مُہلک ایمان جانتے ہیں۔

س ۵۴۳ تا ۵۴۵: جن کتب میں حنین میں اصحاب کے فرار کا تذکرہ ہے کیا وہ

اہلِ سنّت کی نہیں ہیں اگر شیعوں کی ہیں تو آپ کے ہاں کیوں رائج ہیں جب کہ شیعہ سے روایت لینا آپ جائز نہیں سمجھتے مگر شمر کی روایت نقل کر لیتے ہیں ؟ صحابہؓ سے تبرّا پر شیعہ مجرم کیوں ؟

ج :۔ ان کتب کے نام اور پھر اہلِ سنّت کے ہاں معتبر نہ ہونا بباطن رافضیوں کی تصانیف ہونا۔ ہم "ہم سُنّی کیوں ہیں ؟" میں وضاحت کر چکے ہیں۔ مراجعت کریں۔

علانیہ شیعوں سے روایت تو ہم نہیں لیتے مگر قرونِ اولیٰ میں شیعہ موجودہ دور کی طرح مسلمانوں سے الگ تھلگ اپنا مذہب اور قومی وجود نہ رکھتے تھے۔ تقیہ کرنے میں بہت ہوشیار تھے۔ ہمارے بہت سے علماء نے ان کی ظاہری عدالت و شکل پر اعتبار کر لیا اور روایتیں لے لیں۔ وقت گزرنے پر پتہ چلا کہ وہ اپنا زہر اور بغض اصحاب کا گندہ مواد ہماری کتب میں بھی چھوڑ گئے ہیں تو اب ہم "کتاب اللہ، حدیث نبویؐ، اجماع صحابہؓ اور اصول شرعیہ" پر ایسی روایات کو پرکھتے ہیں اور روایتی جرح کر کے شیعوں کی موضوع و دخیل روایات کو بیخ دیتے ہیں یہاں کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے صرف کلیہ کا ذکر کافی ہے۔ شمر کی روایات بھی نہیں لیتے۔ تقریب التہذیب میں جس شمر کا ذکر ہے وہ اور شخص ہے چھٹے طبقے کا صدوق ہے وفات دوسری صدی کے نصف آخر میں ہوئی۔ بھلا وہ شمر کیسے ہو سکتا ہے جو ۳۷ھ میں حضرت علیؓ کا خاص شیعہ تھا، پھر حضرت حسینؓ کا قاتل بنا۔ ان شیعوں سے خدا بیزار ہے۔

س ۵۴۶ : اگر آپ کے خیال میں چند افراد نے ایسا نہ کیا تھا تو جنگِ حنین کے متعلق ان کے کارنامے تلاش کر کے شیعوں کا منہ بند کیوں نہیں کر دیتے ؟

ج : کتب تاریخ میں ہے "مسلمان وادی کی شاخ در شاخ اور پیچیدہ گزرگاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اُترنے لگے تھے۔ اور صبح کاذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمنوں کی فوجوں نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیر اندازی اور شدید حملے شروع کر دیئے۔ اس اچانک آپڑنے والی مصیبت اور بالکل غیر متوقع حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان سراسیمہ ہو گئے اور اہلِ مکہ کے دو ہزار آدمی سب سے پہلے حواس باختہ ہو کر بھاگے ان کو دیکھ کر اور مسلمان بھی جدھر جس کو موقع ملا منتشر ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وادی کے داہنی جانب تھے آپؐ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت

فضلؓ بن حیان، ابوسفیانؓ الحارث اور ایک مختصر سی جماعت صحابہ کرامؓ کی رہ گئی۔"

(تاریخ اسلام از نجیب آبادی ص ۱۸۷ ج ۱، سیرت ابن ہشام ص ۸۵ ج ۴)

اس بھگدڑ کو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بھی معاف کر دیا۔

سیرت ابنِ ہشام ص ۸۹ ج ۴ میں ہے کہ امّ سلیمؓ نے حضورؐ سے کہا: "آپؐ ان لوگوں کو قتل کریں جو آپ سے بھاگے۔ جیسے جنگ کرنے والوں کو آپؐ قتل کرتے ہیں۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: "اے امّ سلیمؓ! کیا اللہ کافی نہیں ہے ؟" ایک روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے کفایت کی ہے اور اچھا کیا ہے۔"

یہاں سیرت کے حاشیہ پر ہے کہ حضورؐ کے امّ سلیمؓ کو تردیدی جواب سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ حنین کے دن مسلمانوں کا فرار کبیرہ گناہوں سے نہ تھا۔ علمائے نے صرف بدر کے دن فرار کو کبائر میں گنا ہے کہ اللہ نے فرمایا: "اور اس دن جو پیٹھ پھیرے گا ... الخ"۔ اُحد میں فرار کرنے والوں کو معاف کر دیا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اور حنین والوں کے متعلق بھی معافی اُتری۔

(و یوم حنین .. الیٰ .. غفور رحیم)

شیخین اور دیگر صحابہ کرامؓ کی ثابت قدمی واضح اور بزرگی کی دلیل ہے لیکن کیا یہ حضرت علیؓ کی تعلیم ہے کہ باقی سب صحابہؓ پر کیچڑ اچھالتے رہو۔ محل و موقعہ کی نزاکت، بے بسی اور خدا و رسولؐ کی معافی اور ان کے دیگر کارناموں کو بالکل نظر انداز کر دو اور کافروں سے بھی بڑھ کر کمینہ پن کا ثبوت دو پھر یہ جنگ جو عظیم الشان فتح سے آبدار ہوئی، کیا صحابہؓ ہی کے تیروں تلواروں اور نیزوں کی رہینِ منت نہ تھی ؟ کیا کسی رافضی نے بھی یہاں تیر چلایا تھا یا آپ کے ۳، یاروں نے بھی کوئی کمال دکھایا تو سامنے لائیے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے مقتولوں کی فہرست بنائیے۔ سیرتِ ابنِ ہشام سے تو ایک مقتول نہیں ملتا۔ ایک کے اونٹ کی ٹانگیں حضرت علیؓ نے کاٹیں وہ گرا تو انصاری ساتھی نے اسے قتل کیا۔ (ابن ہشام ص ۸۸ ج ۴)۔ اس کے سوا باقی ہزاروں کفار صحابہ کرامؓ کی تلواروں سے ہی جہنم رسید نہیں ہوئے ؟ حضرت ابوقتادہؓ نے ۲۰، کو قتل کیا اور ہتھیار لیے۔ (ابن ہشام ص ۹۱ ج ۴)۔ ابوعامرؓ نے ۹، مشرکوں کو قتل کیا۔ (ایضاً ص ۹۹ ج ۴) کیا حقائق کو جھٹلانا اور "خیرِ اُمّت"، کی کردار کشی کر کے رسولِ خداؐ کا بھی دل دکھانا کسی مسلمان

ـــــــ

ــہ یہ بطور شرط و کلیہ کے ہے ورنہ تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ جنگِ بدر میں ایک مسلمان بھی نہیں بھاگا۔

کی شان ہے ؟

س ۵۴۷ : اگر آپ ایسے شواہد پیش کرتے ہیں مگر شیعہ ہٹ دھرمی سے آپ کی بات کا اعتبار نہیں کرتے تو ایسی مثال دیں جسے شیعوں نے نامعقول جرح کر کے جھٹلایا ہو ؟

ج : عہد نبویؐ کے ۳۷ غزوات وسرایا صحابہ کرامؓ کی بہادری اور عظیم فتوحات سے لبریز ہیں کسی میں شکست یا پسپائی نہ ہوئی صرف دو جنگوں میں وقتی پسپائی ہوئی اور اس کا سبب بھی قرآن نے خود یہ بتایا کہ احد میں امیر کی حکم عدولی تھی اور حنین میں اپنی کثرت پر ناز تھا۔ بطور درس حکمت اللہ نے قدم ڈگمگا کر یہ مسئلہ بتایا کہ فتح و شکست میرے قبضے میں ہے۔ کثرت اور جنگی مہارت سے صرف وابستہ نہیں ہے پھر احد و حنین میں بھی دل شکنی کے باوجود دوبارہ جرأت مندانہ حملے۔ ثابت قدمی، میدان جیت لینا، متعلقہ مباحث میں کتب تاریخ سے ہم نقل کرتے آ رہے ہیں لیکن وہ کون سی مثال ہے جسے شیعہ نے انصاف سے مان لیا اور نامعقول جرح نہ کی اور حقیقت کو نہ جھٹلایا۔ دراصل شیعوں نے قرآن کو، مشنِ نبوت کو، صحابہ کرامؓ کے ایمان و کردار کو جھٹلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی وہ تاریخی صحیح واقعات کو کہاں مانتے ہیں؟ ان کا مقصد صرف حضرت علیؓ کو مافوق البشر (خدا) اور نبی سے بھی افضل باور کرانا ہے۔ باقی تمام صحابہ کرامؓ کی تکذیب اور کردارکشی کرنا ہے۔ شیعہ مقرروں کا ایک ایک جملہ، مصنفوں کا ایک ایک پیراگراف مشتاق دنیا کا ایک ایک سوال یہی بتاتا ہے کہ نامعقول ہفوات سے شیعوں نے ہر حقیقت کو جھٹلایا ہے۔ ان ۷۰۰ سوالوں میں بھی یہی تکذیب ہے اس لیے ہم دیانتہً یہ لکھنے کو مجبور ہیں کہ شیعوں کا اس اسلام سے رائی برابر بھی تعلق نہیں جو رسولِ خدا نے ۲۳ سال میں اپنی اُمّت کو پڑھایا سکھایا اور ان کو نمونہ ہدایت بنا کر اپنی یادگار چھوڑا۔ وہ قرآن، سنّتِ رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کے قطعی منکر و مکذّب ہیں ذرّہ بھی خوفِ خدا، رسولُ اللہ سے رشتہ کا پاس اور اسلام سے محبّت ہوتی تو یہ ژاژہ خائی کبھی نہ کرتے جو کوئی ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی مورخ بھی نہیں کر سکتا۔

اللّٰھم اخذل الشیعۃ واھلکھم ودمر دیارھم وشتّت شملھم کما اھلکت عاداً وثمودا واھلکت الایرانیین المتشیعین من ایدی العراق۔ اللّٰھم خذ ھم اخذ عزیز مقتدر۔

س ۵۴۸، ۵۴۹ : کیا آپ کے عقیدے میں فرشتے بے حیار ہو سکتے ہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو ایسے تین فرشتوں کا تعارف کرائیے۔

ج : وہ شیعہ نہیں کہ بے حیا بن کر مسلمانوں کی پردہ دری کریں بلکہ مسلمان اور باحیار ہیں۔ کسی کے عیب تلاش نہیں کرتے۔ تین کے عیب تلاش کرنے والا گروہ ایمان، اسلام، صداقت تینوں سے محروم ہے۔

س ۵۵۰ : اگر فرشتے معصوم اور حیادار ہیں تو حضرت عثمانؓ سے کون سی خصوصی حیار کرتے ہیں ؟

ج : حیا اس فطری وصفِ خیر کا نام ہے جو کسی میں کچھ کمی کوتاہی یا مکروہ حالت دیکھ کر اسے چھپانے اور رسوا نہ کرنے پر صاحب حیار کو آمادہ کرتا ہے مثلاً احیاناً کسی کا ستر دیکھ لیا یا بدن کا عیب نظر آگیا یا توقع کے خلاف ناپسند بات دیکھ لی تو اگر دیکھنے والے نے شرم سے خاموشی اختیار کر لی تو کہا جائے گا اس نے شرم و حیائ سے کام لیا۔ مگر جس نے اسے مشہور کیا تو کہا جائے گا کہ اس نے بے حیائی سے کام لیا۔ حیار کا ایک مفہوم کسی کا عملی احترام ہے۔ اور یہ جذبہ شرم و حیا، شخصیات کے اعتبار سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے اور محاورہ میں کسی شخص سے شرم و حیار کرنا، اس کی خاص بزرگی اور احترام کا اقرار ہوتا ہے، مثلاً ہم بے تکلّف بول چال کر رہے ہوں اچانک استاد یا والدین یا اور کوئی خاص بزرگ سامنے آجائے تو ہم شرم و حیائ سے بالکل چُپ سادھ لیں گے دبک بیٹھیں گے۔ فرشتوں کا حضرت عثمانؓ سے حیار کرنا، اسی دوسرے مفہوم کے اعتبار سے ہے کہ وہ ان کو دیکھ کر ہی سرتاپا احترام بن جاتے ہیں جیسے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے پنڈلی پر کپڑا برابر کر کے عثمانؓ کے اسی احترام و حیار کا اظہار کیا تھا۔ اس لحاظ سے فرشتوں کو دوسروں کے حق میں بے حیار نہ کہا جائے گا بلکہ حضرت عثمانؓ کی کمال بزرگی کی دلیل و فضیلت سمجھا جائے گا یعنی فرشتے جتنا احترام اور پاس و لحاظ حضرت عثمانؓ کا کرتے ہیں اوروں کا نہیں کرتے، تعجب ہے کہ معترض تو زرے بے حیار ہی نکلے کہ وہ مفہوم اوّل کے اعتبار سے بھی، حضرت عثمانؓ کی اپنے خیال میں، کمی اور کوتاہی کو چھپاتے نہیں بلکہ وقاحت و بے حیائی سے دنیائے عالم میں رسوا کرتے رہتے ہیں۔ واقعی فرشتے باحیا ہیں، شیعہ محروم از حیار ہیں۔

س ۵۵۱ : اگر حضرت عثمانؓ "ذوالنورینؓ" تھے تو پھر ابولہب کو دو نوروں کا باپ کیوں نہ مان لیا جائے کہ وہ ان کا والد نسبتی تھا۔

ج : بے حیائی اور گستاخی کی حد کر دی کہ "دو نوروں کا باپ" حضورؐ کا وصف اور خاصہ تھا اس نے ابولہب کٹر کافر کو یہ وصف الاٹ کر دیا۔ جب ابولہب نے دشمنی رسول میں آپکی بیٹیاں لینے ہی سے انکار کر دیا تو وہ ان کا خسر اور نسبتی باپ کیسے بنا ؟

س ۵۵۲ : اس فضیلت میں ابولہب کو خاص مقام فضیلت حاصل ہو جاتا ہے ؟

ج : ہرگز نہیں۔ اس کی بدبختی اجاگر ہوتی ہے کہ اس نے نبوتؐ کے ان معصوم نوروں کو گھر نہ آنے دیا۔ ابولہب کی فضیلت شیعہ کے ہاں ہو گی جو کفر و شرک میں شیعہ کا ہاشمی پیشوا تھا اور بناتِ رسولؐ کا دشمن اور منکرِ فضیلت تھا۔

س ۵۵۳ : رسولِ مقبولؐ کی صحیح مرفوع حدیث پیش کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ان ربیبہ بیٹیوں کو نور فرمایا ؟

ج : ہمیں کیا ضرورت ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ کی "نورِ چشم" تب تسلیم کریں کہ ایسا فرمانِ رسولؐ ملے ورنہ نہیں۔ رشتۂ اولاد ظاہر ہونے کے لیے کسی بھی محاورہ اور لفظ کا استعمال کافی ہوتا ہے۔ خواہ باپ کرے یا کوئی اور۔ نورِ چشم۔ نورِ عین بیٹی کے لیے عربی، اردو، فارسی میں کثیر الاستعمال لفظ ہے۔ اسی محاورہ سے ان دو صاحبزادیوں کو آپ کے دو نور کہا جاتا ہے اور عثمانؓ ذوالنورین سے ملقب ہیں۔ اور حدیث صحیح مرفوع بھی موجود ہے :

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی دو آنکھوں (نورِ چشم بیٹیوں) کو عثمانؓ سے بیاہ دوں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (ریاض النضرہ ص ۱۱۴/ ج ۲ ط مصر)

کریمان لغت (مصباح اللغات ص ۷۴۶) میں دو آنکھوں کو کہتے ہیں۔ نور و لطافت میں بیٹی کو آنکھ سے تشبیہہ دی جاتی ہے اور نورِ چشم کا بیٹی پر اطلاق اسی وجہ سے ہے۔

س ۵۵۴ : حدیبیہ کے موقع پر عثمانؓ کیوں سفیر بنائے گئے ؟ عمرؓ نے ذمہ داری کیوں قبول نہ کی ؟

ج : یہ طعن مطاعنِ فاروقی میں کرنا چاہیئے تھا۔ عثمانؓ کے لیے تو یہ سفارت باعثِ صد فضیلت ہے اولاً حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ہی چنا تھا پتہ چلا کہ وہ کامل مومن اور پیغمبرؐ و مومنین

کے نمائندہ تھے لیکن وجہ معقول خود یہ عرض کی کہ میرا جانا بار آور ثابت نہ ہو گا کیونکہ میرا مزاج تیز ہے قریش کو میرے ساتھ دشمنی ہے وہ مجھے چھیڑ کر جنگ کریں گے۔ میری برادری بھی وہاں نہیں ہے تو صلح کے بجائے حالات اور کشیدہ ہو جائیں گے۔

لیکن اگر آپ عثمانؓ کو بھیجیں گے تو مفید رہے گا۔ کیونکہ یہ بردبار ہیں ان کی برادری اور حمایتی بھی مکہ میں ہیں۔ ان کو اگر چھیڑا بھی گیا تو برداشت کر لیں گے یا پھر قوم اپنے تحفظ میں لے لے گی اور سفارت کا مفید نتیجہ سامنے آجائے گا۔ حضورؐ نے اس مشورہ پر عمل کیا۔

بہر حال دونوں بزرگوں کا ایمان، نبیؐ کا ان پر اعتماد اور نمائندہ اہلِ اسلام ہونا ثابت ہوا جس کے شیعہ منکر ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ہاتھ دوسرے پر رکھ کر بیعت کی اور فرمایا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا کام کرنے گئے ہیں تو حضورؐ کا ہاتھ عثمانؓ کے لیے لوگوں کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸)

س ۵۵۵ : حضرت ابوبکرؓ کے دور میں عثمانؓ کیا ریاستی ذمہ داری رکھتے تھے ؟

ج : مدینہ کے مفتی، کابینہ خاص اور شوریٰ کے ممبر تھے اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔ صدیقؓ کا آخری وصیت نامہ اور حضرت عمرؓ کی نامزدگی حضرت عثمانؓ نے ہی لکھی اور تصدیق ابوبکرؓ نے کی۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۱۲۱/ ج ۱) تفصیل تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۲۶۸ پر دیکھیں۔

س ۵۵۶ : حضرت عثمانؓ نے مروان کو افریقہ کا خمس معاف کر دیا اور رشتہ داروں کو کافی مال دیا۔ کیا یہ قومی اثاثہ تھا یا ذاتی ملکیت تھا ؟

ج : بخشش کی بات غلط ہے مروان نے ۵ لاکھ میں افریقہ کا خمس خرید لیا تھا۔

(ابن خلدون ص ۱۲۹/ ج ۲)

تاریخ اسلام ندوی ص ۲۲۲ پر ہے "بیت المال میں تصرف کے سلسلے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں، وہ نہایت مسخ شدہ شکل میں ہیں۔ اصلی شکل میں وہ قابل اعتراض نہیں مثلاً مروان کو طرابلس کے مالِ غنیمت کا کوئی حصہ آپ نے عطا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ۵ لاکھ میں خریدا تھا"

رشتہ داروں کو عطایا ذاتی مال سے دیتے تھے خود اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کو دیتا لیتا ہوں لیکن میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں کیا بلکہ میں ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں۔ جو کچھ میں ان کو دیتا ہوں میں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں نہ کسی دوسرے کے لیے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانے میں بھی اپنے ذاتی مال سے ان کو بڑی بڑی رقمیں دیتا تھا حالانکہ اس زمانہ میں مَیں بخیل و حریص تھا اور اب جبکہ خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔ زندگی ختم کے قریب ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل وعیال کے سپرد کر دیا ہے تو ملحدین ایسی باتیں مشہور کرتے ہیں۔" (تاریخ طبری ص ۲۹۵۲ و ندوی ص ۲۲۲)

س ۵۵۷: تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے لوگوں کی جاگیریں مقرر کیں۔ تو اسلام میں سب سے پہلے جاگیرداری کا بانی کون ہُوا؟

ج: کچھ لوگوں کو خدماتِ دینیہ کے صلے میں زمین الاٹ کر دینا فی نفسہٖ گناہ نہیں۔ بلکہ سنّتِ نبویؐ سے ثابت ہے۔ خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ایک قطعہ اراضی ثمغ نامی مرحمت فرمایا تھا۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۱۹۶)

نیز اسلام کا قانون من احیا ارض الموات فھی لہ۔ جو بنجر زمین آباد کر کے قابل کاشت بنائے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ بہت سی عراقی زمینیں اس طرح آباد ہو کر جاگیریں بنیں۔ وہ جاگیردارانہ نظام مذموم ہے جس میں ظلم تعدی کی خاطر اپنے ٹوڈیوں کو زمینیں دے دی جائیں اور وہ عوام کے حقوق کا استحصال کریں جیسے انگریزوں کے دور میں کئی شیعہ رئیس جاگیر دار بنائے گئے۔

س ۵۵۸: جمعہ کی اذان اوّل کب رائج ہوئی؟ دورِ رسالت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانوں میں اس اذان کا رواج کیوں نہ تھا؟

ج: عہدِ نبوتؐ میں اور شیخینؓ میں، حضرت عثمانؓ کے زمانے کی بہ نسبت، مسلم آبادی محدود تھی، شہر اتنا بڑا اور ترقی یافتہ نہ تھا۔ پہلی اذان کے وقت لوگ عموماً موجود ہوتے اور خطبہ معاً شروع ہو جاتا۔ عہدِ عثمانی میں تمدنی وُسعت ہُوئی۔ کاروبار میں انہماک ہوا۔ اذان پر لوگ جمع ہوتے ہوتے خطبہ سے محروم ہو جاتے تو دوسری اذان کے اضافہ سے مکمل خطبہ

سننے میں سہولت پیدا ہوگئی۔ حضرت عثمانؓ خلیفہ راشد ہیں۔ اس کا اضافہ آپ کے لیے درست تھا۔ حضورؐ کا فرمان ہے "لوگو! تم میری سنّت پر چلو اور میرے خلفاء راشدینؓ کے طریقہ پر چلو۔"

(ترمذی، ابوداؤد، احمد)

س ۵۵۹: نمازِ عید سے قبل کس بادشاہ نے خطبہ خلافِ سُنّت پڑھا؟

ج: سیوطیؒ نے اولیاتِ عثمانؓ میں یہ بات لکھی ہے مگر دیگر مورخین اسے مروان یا عبدالملک کی طرف نسبت کرتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی طرف نسبت نہیں کرتے بالفرض اگر کبھی ایسا ہوا تو یہ اصطلاحی خطبہ نہ تھا۔ بلکہ بطور وعظ و تذکیر خطاب تھا۔ جیسے ہم آج کل عید و جمعہ سے پہلے تقریریں کرتے ہیں۔

س ۵۶۰: عثمانؓ نے ولید شرابی کو کوفہ کا گورنر کیوں بنایا؟

ج: ولید میں انتظامی لیاقت کافی تھی اور اس کی شراب نوشی بعد میں ظاہر ہُوئی۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے متلون مزاج کوفی شاکی تھے۔ لہٰذا ان کے بجائے ولید کو مقرر کیا۔ پھر طبری کی تحقیق میں الزام شراب نوشی جھوٹا تھا۔ چونکہ اس پر گواہیاں چل گئیں تو احادیث میں بطور واقعہ ذکر آگیا اور ولید پر حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں شراب نوشی کی حد جاری کرائی اور وہ پاک ہو گئے تو کسی پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

س ۵۶۱: عمرو بن العاصؓ نے حضرت عثمانؓ کی بہن کو طلاق کیوں دی؟

ج: خانگی معاملات میں دخل دینا ذلیل لوگوں کا کام ہے نکاح و طلاق کے واقعات ہر خاندان میں ہوتے رہتے ہیں۔ بتائیے خواہرِ حسینؓ زینبؓ کو ان کے خاوند ابنِ جعفر نے کیوں طلاق دی تھی؟ تاریخ میں وجہ حضرت عمروؓ کی مصر سے معزولی لکھی ہے۔

س ۵۶۲: تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ حضرت عمّار کو عثمانؓ نے اتنا پٹوایا کہ مرضِ فتق ہو گیا۔ کیوں، کیا سب صحابہؓ عادل ہیں؟

ج: اعثم کوفی رافضی ہے۔ روایت حجّت نہیں۔ سب صحابہؓ عادل ہیں۔ اگر غلط فہمی سے کسی صحابی نے ایسی بات کی جو قابلِ مواخذہ تھی جیسے عمارؓ سبائیوں کی بغاوت و انتشار پسندی سے متاثر ہو رہے تھے اگر عثمانؓ نے کچھ سزا دی ہو تو بحیثیت خلیفہ و حاکم ایسا حق رکھتے تھے

حضرت عمرؓ اور علیؓ نے بھی سیاسی مصالح کی بنا پر عمال کو علانیہ سزا دی تھی تاریخ طبری ص۳۹۹ ج۴ پر ہے۔ کہ عمارؓ اور عباس بن عتیبہ بن ابی لہب کے درمیان جھگڑا اور گالی گلوچ ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے دونوں کو تادیباً مارا، تو اس سے آلِ عمار اور آلِ عتیبہ میں دشمنی ہو گئی۔ عثمانؓ سے بھی یہی ناراضگی بنی۔

س ۵۶۳: حضرت ابوذرؓ کو عثمانؓ نے ملک بدر کیوں کیا؟

ج: جھوٹا طعن ہے۔ حضرت ابوذرؓ از خود ربذہ میں جا ٹھہرے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوذرؓ جائز سرمایہ داری کے بھی خلاف تھے۔ ان کے مشرب میں کل کے لیے کچھ اٹھا رکھنا جائز نہ تھا وہ شام میں سرمایہ داری کے خلاف وعظ کہتے پھرتے تھے۔ (جو بولتا ڈنڈا دے مارتے تھے) اس سے بدامنی پھیلنے کا اندیشہ تھا اس لیے امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجا کہ ان کو شام سے بلا لیجیے۔ حضرت عثمانؓ نے امنِ عامہ کے خیال سے اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا کہ آپ میرے پاس رہیے۔ آپ کی کفالت میں کروں گا لیکن وہ ایک بے نیاز بزرگ تھے جواب دیا مجھے تمھاری دنیا کی ضرورت نہیں ہے اور خود مدینہ کے قریب ایک ویرانہ ربذہ میں سکونت اختیار کر لی۔ (ابن سعد ج ۱ قسم اوّل ص۱۶۷، تاریخِ اسلام ندوی ص۲۲۱، تاریخ اسلام نجیب آبادی ص۲۴۶)۔

س ۵۶۴: صحیح بخاری کتاب المناسک میں حضرت علیؓ کا قول ہے: "میں حضورؐ کی حدیث کو کسی کے قول سے نہیں چھوڑ سکتا"۔ ایسا کیوں فرمایا؟

ج: یہ ایک فقہی مسئلہ میں مستحب اور افضل ہونے نہ ہونے کے بارے میں اختلاف کا ذکر ہے۔ حضرت عثمانؓ مفرد حج کو افضل سمجھتے تھے۔ کیونکہ اس میں براہ راست احرام حج ہی کے لیے ہوتا ہے تو حجِ تمتع اور حجِ قرآن سے تنزیہاً منع کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کو اختلاف تھا کہ سنّتِ رسولؐ تمتع اور قران کی موجود ہے۔ لہٰذا میں اسے نہیں چھوڑتا۔ (بخاری ص۲۱۲ ج۱)۔

س ۵۶۵: اذانِ جمعہ کا اجراء؟

ج: جواب گذر چکا ہے۔

س ۵۶۶: حضرت عثمانؓ نے ایام حج منیٰ میں قصر نہ کی ۴ رکعت پڑھائیں۔ کیوں؟

ج: حضرت عثمانؓ نے قیام کی نیت کر لی تھی۔ نیّتِ قیام سے بحکم نبویؐ نماز پوری پڑھی جاتی ہے چنانچہ خود لوگوں کے جواب میں یہی وجہ بیان فرمائی۔ (مسند احمد بن حنبل ص۶۲ ج۱)۔

س ۵۶۷: مروان بن حکم کو مدینہ واپس کیوں بلایا۔ فدک کی جاگیر اسے کیوں دی؟

ج: مروان شیخینؓ کا کچھ نہ لگتا تھا نہ انھیں اس کی ضرورت تھی، مگر مروان حضرت عثمانؓ کا چچازاد بھائی تھا۔ مجرم اور دربدر شدہ اس کا باپ تھا مروان نہ تھا وہ تو صغیر السِّن ہونے کی وجہ سے باپ کے ساتھ تبعاً دربدر ہوا تھا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے حضورؐ سے ان کے لیے معافی طلب کر لی تھی اور آپ کو مل گئی تھی جس کا دوسروں کو پتہ نہ تھا۔ اب حضرت عثمانؓ نے سابق اجازت اور صلہ رحمی سے بے قصور مروان کو بلا لیا اور اس کی لیاقت و ہوشیاری سے کام لیا۔ یہ کوئی شرعاً گناہ نہیں ہے۔ مروان کو فدک کی ادائیگی غلط الزام ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مروان فدک کا والی اپنے دور میں ہوا۔ اور عہد عثمانی میں فدک کا فائدہ بدستور بنو ہاشم اور فقراء اٹھاتے رہے۔

س ۵۶۸: کیا یہ درست نہیں کہ عہدِ عثمانی میں ان کے سوا کسی کا تجارتی بیڑہ سمندر میں نہ چلتا تھا؟

ج: ہماری نظر سے یہ تاریخی بات نہیں گذری۔ اگر ہو بھی تو دوسرا کوئی اتنا مالدار نہ ہو گا کہ وہ بیڑا بنا کر سمندر میں چلا سکے۔ اجارہ داری کا طعن تب ہو کہ حضرت عثمانؓ نے صراحۃً اوروں کو تجارتی جہاز چلانے سے منع کر دیا ہو۔ آپ عہدِ نبوّت سے مالدار ترین تھے۔ بیک دفعہ لاکھوں ہزاروں دراہم و دینار راہِ خدا میں خرچ کرتے تھے اور خدا دیتا بھی بے حساب تھا۔ یہ طعن تو ان کے مال و نعمت پر حسد کی پیداوار ہے۔

س ۵۶۹: تاریخ اسلام علامہ عباسی ص۱۴۵ ج۳ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عوام الناس کو بارش کے پانی تک سے محروم کر دیا اور رشتہ دار فائدہ اٹھاتے رہے۔

ج۔ اصل کتاب ہمارے سامنے نہیں۔ ورنہ سائل کا دروغ ظاہر ہو جاتا۔ حضرت عثمانؓ نے یہود سے منہ مانگی قیمت پر کنوئیں خرید کر وقف کر دیئے صرف ایک پیالہ پانی اپنا حق سمجھا۔ بیت المال سے کبھی کھانا نہ کھایا۔ جو سامان ہوتا ہر کسی کو بقدرِ حصص تقسیم کر دیتے۔ ان پر بارش

ایک غلام تیار کیا۔ بیت المال کی اونٹنی پر اکراس کے حوالے کی اور ابن ابی سرح کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کا خط اسے دے کر اپنے لشکر سے آگے پیچھے ایسے گذارا کہ وہ مشکوک ہو کر پکڑا جائے اور یہ دوبارہ فتنہ کھڑا کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہو گیا اور مختلف سمتوں کی طرف جانے والے بیک وقت مدینہ لوٹ آئے۔ تاریخی شہادتیں ملاحظہ ہوں ۔

"مصری حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ اپنا مطلب بتایا تو حضرت علیؓ نے ان کو چیخ کر دھتکار دیا اور فرمایا نیک لوگ جانتے ہیں کہ مروہ اور ذُخشب والے لشکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے لعنتی ہیں۔ دفع ہو جاؤ خدا تمہارا ساتھ نہ دے۔ بصری حضرت طلحہؓ کے پاس آئے آپ نے بھی ان کو یہی جواب دیا۔ کوفی حضرت زبیرؓ کے پاس آئے۔ آپ نے بھی ان کو یہی جواب دیا۔ پھر یہ لوگ باہر نکلے اور یوں دکھلایا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ تو مقام خشب اور عواص سے سرک کر اپنے لشکروں تک جا پہنچے جو تین کوس کے فاصلے پر ٹھہرے ہوئے تھے تاکہ مدینہ والے منتشر ہو جائیں۔ پھر یہ دوبارہ لوٹ کر آ جائیں۔ چنانچہ اہل مدینہ تو ان کے نکلنے کی وجہ سے منتشر ہو گئے۔

جب یہ بلوائی اپنے لشکروں تک پہنچے تو ان کو ساتھ لے کر اچانک مدینہ پہنچ گئے اور مدینہ والوں کو تب پتہ چلا جب شہر کے آس پاس تکبیریں بلند ہو رہی تھیں۔ یہ لشکر گاہوں میں اُتر پڑے۔ حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کر لیا اور کہا امن اسے ملے گا جو ہاتھ بند رکھے گا۔

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو چند دن نمازیں پڑھائیں۔ لوگ گھروں میں دبک بیٹھے اور کسی کو بات سے نہ روکا۔ لوگ بلوائیوں سے گفتگو کرنے آئے جن میں علیؓ بھی تھے تو آپؓ نے پوچھا: تمھیں واپس جانے کے بعد کس چیز نے پروگرام بدل کر لوٹایا؟ کہنے لگے ہم نے ڈاکیے سے خط پکڑا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم ہے۔ طلحہؓ آئے تو بصریوں نے یہی کہا۔ زبیرؓ آئے تو کوفیوں نے یہی کہا۔ پھر کوفیوں اور بصریوں نے کہا ہم اپنے (مصری) بھائیوں کی مدد کرنے اور دفاع کرنے آئے ہیں۔ گویا وہ پہلے سے ایک وقت اور پروگرام طے کر چکے تھے۔

تو حضرت علیؓ نے کہا: اے کوفیو، اور اے بصریو، تمھیں کیسے پتہ چلا کہ مصر والوں نے خط پکڑا ہے حالانکہ تم کئی کوس جا چکے تھے۔ پھر ہماری طرف لوٹ آئے۔

هذا او الله امر ابرم بالمدينة قالوا فضعوه على ما شئتم لا حاجة لنا في هذا الرجل ليعتزلنا (طبری ص ۳۴۹ تا ص ۳۵۱ /۴)

خدا کی قسم یہ سازش تو مدینہ میں تیار کی گئی ہے بلوائی کہنے لگے تم جیسے چاہو سمجھو ہمیں اس شخص کی ضرورت نہیں۔ ہم سے الگ ہو جائے (خلافت چھوڑ دے)۔

پھر جب حضرت عثمانؓ سے پوچھا گیا تھا۔ کہ اونٹ بیت المال کا ہے؟ غلام تمھارا ہے؟ خط تمھارے نام سے لکھا گیا ہے اور مُہر تمھاری لگی ہے؟ تو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا تھا: دو باتیں مانو: یا تو دو گواہ میرے خلاف پیش کرو یا میری قسم پر اعتبار کرو۔ کہ خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود نہیں، نہ میں نے لکھا، نہ لکھوایا، نہ مجھے اس کا علم ہے۔ نیز کیا تم جانتے ہو ایک خط دوسرے کی زبان اور نام سے لکھا جا سکتا ہے۔ جعلی مُہر بنائی جا سکتی ہے؟ بلوائی کہنے لگے، خدا نے تیرا خون حلال کر دیا تو نے وعدہ توڑا۔ چنانچہ بلوائیوں نے آپؓ کا محاصرہ کر لیا۔ (طبری ص ۳۵۶/۴)۔

تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۳۶۲ میں ان سب واقعات کے علاوہ یہ بھی ہے کہ بلوائیوں نے کہا، اے علیؓ آپ ہماری مدد کریں؟ حضرت علیؓ نے انکار کیا تو انھوں نے کہا، آپ نے ہمیں لکھا کیوں تھا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا۔

کیا اس تفصیل سے یہ واضح نہ ہو گیا کہ یہ بدبخت سبائی حضرت عثمانؓ کو شہید کر کے حضرت علیؓ وصی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ خط وغیرہ کا ڈرامہ خود بنا کر آپ کے قتل کا بہانہ بنایا تھا اور حضرت علیؓ کو بھی ملوث کرنا چاہتے تھے۔

س ۵۷۴: محمد بن ابی بکر نے طلحہؓ، زبیرؓ اور علیؓ سے کیا شکایت کی تھی؟

ج: اپنا ہی جعلی خط دکھا کر حکمِ قتل کا الزام عثمانؓ پر لگایا تھا۔

س ۵۷۵: جب اصحابؓ نے اصل مجرم مروان طلب کیا تو انھوں نے اسے کیوں پناہ دی؟

ج: سابق تفصیل کے مطابق جب مروان بھی خط کا کاتب اور مجرم ثابت نہیں ہوتا تو کیسے بے قصور شخص کو غنڈوں کے حوالے کر کے قتل کرا دیتے؟

س ۵۷۶: اہل مدینہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف داری کو کیوں پسند نہ کیا؟

ج : وہ حضرت عثمانؓ کو قتل سے بچانا چاہتے تھے، خیر خواہ تھے، مروان کی سپردگی اور قتل سے گو حضرت عثمانؓ بچ جاتے اور اہلِ مدینہ خوش ہو جاتے۔ مگر قتل کرانے کا داغ حضرت عثمانؓ پر رہ جاتا۔ لہٰذا آپ نے اپنی جان مظلومانہ ان کے حوالے کر دی مگر ناحق قتل نہ ہونے دیا۔ اس عزیمت اور جرأت کی مثال انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی۔

س ۵۷۷ : جب بلوائیوں نے مان لیا کہ حضرت عثمانؓ سے ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے اگر وہ مروان کو حوالے کر دیں تو پھر آپ نے ایسا کیوں نہ کیا ؟

ج : دروغ گو کبھی سچ کہہ ہی دیتا ہے۔ جب آپ مان رہے ہیں کہ آپ کے سبائی اسلاف کو بھی حضرت عثمانؓ سے جھگڑا نہ تھا۔ وہ ان کے ہاں بھی بے قصور اور الزامات سے پاک تھے تو پھر چودہ سو سال سے حضرت عثمانؓ کے خلاف بدگوئی بند کیوں نہیں کرتے۔ مطاعن والزامات کی بارش خود مفسد بلوائیوں پر کیوں نہیں برساتے۔ مروان اور اشتر نخعی شیطان اور حکیم بن جبلہ ڈاکو اور ابن سبا یہودی کو تمام حادثات کا ذمہ دار قرار دے کر سُنّی شیعہ نزاع کی جڑ، بحث مشاجرات کو ختم کیوں نہیں کرتے اور صحابہ کرامؓ سے حسنِ ظنّ قائم کر کے مصالحت کی باتیں کیوں تسلیم نہیں کرتے ؟ مروان کے سپرد نہ کرنے کی وجہ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عثمانؓ مظلوم شہید تھے۔

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ ارشاداتِ نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ ذکر کر دیں جن میں حضرت عثمانؓ کو جنتی اور شہیدِ مظلوم فرمایا گیا ہے اور اہلِ فتنہ باغیوں کا بر باطل ہونا واضح ہے :

۱۔ کعبؓ بن عجرہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہؐ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اس کی نزدیکی اور بڑھائی ذکر کی۔ ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے پاس سے گذرا۔ آپؐ نے فرمایا، اس دن یہ حق پر ہوگا۔ میں نے اُٹھ کر اس کا پلّو پکڑا اور کہا یا رسُولؐ اللہ ! یہ شخص ؟ (فرمایا : ہاں) تو وہ عثمان بن عفانؓ تھے۔ (احمد بن حنبل، ترمذی وقال حسن صحیح) ۔

۲۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایک مرتبہ عثمانؓ سے فرمایا کہ اللہ تجھے ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ منافقین اتروانا چاہیں گے تو ہرگز نہ اتارنا، تو ہرگز نہ اُتارنا۔

۳۔ ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا تو فرمایا اس میں عثمانؓ مظلوم ہو کر شہید کیا جائے گا۔ (ترمذی)

۴۔ حضرت عثمانؓ نے محاصرہ والے دن فرمایا کہ رسُولؐ اللہ نے مجھ سے عہد لیا ہے۔ میں اس پر ڈٹا ہُوا ہوں۔ (یعنی منافقوں کے کہنے پر خلافت نہیں چھوڑ سکتا۔) (ترمذی)

۵۔ ایک مرتبہ کوہِ اُحد پر حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کھڑے تھے وہ ہیبت سے کانپنے لگا تو آپؐ نے فرمایا، ٹھہر جا ! تجھ پر ایک نبیؐ، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے میرے پاس سے عثمانؓ گذرے۔ میرے پاس ایک فرشتہ (غالباً جبریلؑ) موجود تھا۔ کہنے لگا یہ شہید ہے اسے قوم قتل کرے گی۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔ اخرجہ ابن عساکر (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۹)

۷۔ حضرت عثمانؓ نے محاصرہ کے دن اتمام حجّت کے لیے فرمایا تھا : اے اصحابِؓ نبیؐ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ رسُولؐ اللہ نے فرمایا۔ جس نے عسرت والے لشکر کو تیار کیا وہ جنتی ہے جو رومہ کا کنواں کھدوا دے وہ جنتی ہے تو لشکر کو میں نے ساز و سامان سے تیار کیا اور کنواں کھدوایا۔ تمام صحابہؓ نے تصدیق کی۔ (بخاری)

۸۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، لوگو ! تم جانتے ہو کہ رسُولؐ اللہ ثبیر مکہ (ایک پہاڑی) پر تھے ابوبکرؓ، عمرؓ اور میںؓ ساتھ تھے۔ وہ حرکت میں آگیا اور پتھر پستی کو گرنے لگے تو آپ نے فرمایا ثبیر ٹھہر جا، تجھ پر نبیؐ، صدیقؓ اور شہیدؓ کھڑے ہیں۔ سب نے کہا جی ہاں، اللہ گواہ ہے۔ تب عثمانؓ نے نعرہ تکبیر کہا۔ اللہ کی قسم انھوں نے بھی گواہی دے دی ہے کہ رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں، شہید ہوں، شہید ہوں۔ (ترمذی، نسائی، دارقطنی، مشکوٰۃ ص ۵۶۲)

۹۔ ابوسہلہ، عثمانؓ کے آزاد کردہ کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمانؓ سے پوشیدہ باتیں کر رہے تھے۔ آپ کا رنگ بدلتا جاتا تھا۔ جب محاصرہ کا دن آیا تو ہم نے کہا کہ کیا ہم لوگوں سے جنگ نہ کریں ؟ تو فرمایا نہیں، مجھ سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا، میں اس پر خوب پکا ہوں۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۲)

۱۰۔ ابوہریرہؓ محاصرہ کے دن، عثمانؓ کے پاس آئے تو خدا اور رسولؐ کی تعریف کے بعد فرمایا: میں نے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے: تم جلدی میرے بعد ایک فتنہ دیکھو گے اور اختلاف یا فرمایا اختلاف اور فتنہ دیکھو گے۔ ایک شخص نے کہا یا رسولؐ اللہ ہمارا امیر کون ہوگا؟ یا ہمیں کس کی اتباع کا حکم دیتے ہو تو آپؐ نے فرمایا:

علیکم بالامیر واصحابہ وھو یشیر الی عثمان بذٰلک۔ (رواھما البیہقی فی دلائل النبوۃ) مشکوٰۃ ص ۵۶۳

تم پر لازم ہے کہ امیر المؤمنین اور اس کے ساتھیوں کی حمایت کرنا۔ اشارہ عثمانؓ کی طرف کیا۔

۱۱۔ بخاری ومسلم کی ایک طویل حدیث میں ہے:

کہ حضورؐ ایک باغ میں تھے۔ ایک شخص نے دروازہ کھلوایا۔ آپ نے فرمایا: کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دو۔ اس مصیبت عظیمہ پر بھی جو اسے پہنچے گی۔ وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں (ابوموسیٰ الاشعریؓ) نے حضور علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی عثمانؓ کو بتائی تو انھوں نے الحمد للہ کہا اور فرمایا اللہ ہی مستعان ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶۳)

آثارِ صحابہؓ

۱۲۔ امام باقرؒ سے مروی ہے کہ عثمانؓ مکان میں محصور تھے انھوں نے علیؓ کو بلوایا تو منافقین علیؓ سے لپٹ گئے اور انھیں آنے سے روکا۔ علیؓ نے اپنے سر کے عمامہ کے پیچ کھول ڈالے اور کہا اے اللہ میں ان کے قتل سے خوش نہیں ہوں اور نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں۔

(طبقاتِ ابنِ سعد ص $\frac{19}{3\ ج}$ اردو)

مگر آج کا شیعہ علی قتلِ عثمانؓ پر خوش بھی ہے اور قاتلوں کا طرف دار بھی۔

۱۳۔ ابن عباسؓ نے فرمایا اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قومِ لوط کی طرح ان پر پتھر برستے۔

۱۴۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا لوگو! اگر تمھاری بداعمالی کی سزا میں کوہِ احد تم پر پھٹ پڑے تو بھی بجا ہے۔

۱۵۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے وہ رخنہ پیدا ہو گیا ہے جسے پہاڑ بھی بند نہیں کر سکتا۔

۱۶۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا۔ آج عرب کی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۷۔ ثمامہؓ بن عدی نے رو کر فرمایا آج رسول اللہؐ کی جانشینی کا خاتمہ ہو گیا۔ اب بادشاہت کا دور شروع ہوگا۔

۱۸۔ حضرت ابوہریرہؓ حادثہ کا ذکر کر کے بار بار روتے تھے۔ زیدؓ بن ثابت کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

۱۹۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں عثمانؓ دھلے ہوئے کپڑے کی مانند پاک وصاف گئے۔

۲۰۔ حضرت عمارؓ بن یاسر حضرت عثمانؓ کے مخالفین سے کہتے تھے کہ ہم نے ابنِ عفانؓ کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی اور ان سے راضی تھے تم لوگوں نے ان کو شہید کیوں کیا۔ (تاریخ اسلام ندوی ص ۲۳۳)

۲۱۔ حضرت نائلہؓ زوجہ عثمانؓ نے کہا۔ ربِّ کعبہ کی قسم چور دشمنو! تم نے عثمانؓ کو قتل کر کے بہت بڑا گناہ کیا ہے دیکھو تم نے اسے قتل کیا جو بڑے روزہ دار، بڑے نمازی تھے۔ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ص $\frac{196}{3\ ج}$)

۲۲۔ عبدالرحمٰن مہدیؒ (مشہور محدث) نے کہا، اللہ کی قسم عثمانؓ مظلوم شہید کیے گئے۔

۲۳۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تھا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو اللہ کی قسم پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے۔ (ابنِ سعد ص $\frac{47}{3\ ج}$)

س ۵۷۸: جب حضرت عثمانؓ کو قتل کیا گیا تو موقعہ کا گواہ کون تھا؟

ج: حضرت علیؓ کا پروردہ محمد بن ابی بکر تھا۔ کیونکہ یہی سب سے پہلے تیرہ مصری غنڈوں کا جتھہ لے کر حملہ آور ہوا، ڈاڑھی پکڑ لی۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا، بھتیجے تیرا باپ تو میری ڈاڑھی نہ پکڑتا پھر شرما کر پیچھے ہٹ گیا۔ کنانہ بن بشر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرو بن الحمق جو اس کے ساتھ گئے تھے۔ انھوں نے آپ کو شہید کیا۔ (طبری ص $\frac{393}{4\ ج}$، ص ۳۷۲)۔ دوسری نائلہؓ زوجہ عثمانؓ تھیں۔ جن کا ہاتھ کٹ گیا۔ تیسرا گواہ حضرت عمرؓ کا آزاد کردہ غلام وثاب تھا جسے دفاع میں دو زخم آئے تھے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے عثمانؓ کے کہنے پر اشتر نخعی کو بلایا تھا، تو حضرت عثمانؓ نے اسے کہا تھا: اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو کبھی متحد نہ رہو گے، کبھی اکٹھے نماز نہ پڑھو گے، کبھی میرے بعد کفار دشمنوں سے متحدہ جنگ نہ کرو گے۔ (طبری ص $\frac{372}{4\ ج}$)

ے ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

معلوم ہوا کہ اشتر نخعی سب قاتلوں کا لیڈر اور موقعہ کا گواہ تھا۔

سوڈان بن حمران نے خود قتل عثمانؓ کا اقرار کیا۔ قد قتلنا ابن عفان۔ (طبری ص ۳۷۹)

مناسب ہے کہ شہادت کا حادثہ اور لوگوں کے امداد نہ کرنے کی وجوہ پیش کی جائیں۔

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت

تاریخ اسلام ندوی ص ۲۳۱، ص ۲۳۲ پر ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عثمانؓ کو اپنی شہادت کا پورا یقین تھا اور آپ صبر و استقامت کے ساتھ ہر وقت اس کے منتظر تھے۔ اس لیے باغیوں کی سرگرمی دیکھ کر آپ نے شہادت کی تیاری شروع کر دی۔ جمعہ کے دن سے روزہ رکھا۔ ایک پاجامہ جسے آپ نے پہلے کبھی نہ پہنا تھا، زیب تن کیا۔ غلام آزاد کیے اور کلام اللہ کھول کر اس کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت تک قصرِ خلافت کے پھاٹک پر حضرت امام حسن، حسین، عبداللہ بن زبیر، محمد بن طلحہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے صاحبزادے باغیوں کو روکے ہوئے تھے کچھ معمولی سا کشت و خون بھی ہوا جب انھیں اندر داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انھوں نے پھاٹک میں آگ لگا دی اور کچھ لوگ قصرِ خلافت کے متصل دوسرے مکانوں کے ذریعے سے اُوپر چڑھ کر اندر داخل ہو گئے جہاں صرف آپؓ کی بیوی نائلہؓ پاس تھیں اور آپ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔"

پہلی گستاخی تو محمد بن ابی بکر نے کی۔ مگر وہ باپ کا حوالہ سُن کر شرمایا اور پیچھے ہٹا پھر بدمعاشوں کا ایک گروہ اندر آیا جن کا سرغنہ عبدالرحمٰن بن عدیس، کنانہ بن بشیر، عمرو بن حمق، عمیر بن ضابی، سودان بن حمران، غافقی بن حرب تھے، غافقی بڑھ کر حملہ آور ہوا اور قرآن پاک کو پاؤں سے ٹھکرا کر پھینک دیا۔ کنانہ بن بشیر نے آتے ہی حضرت عثمان غنیؓ پر تلوار چلائی۔ ان کی بیوی نائلہؓ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا۔ ان کی انگلیاں کٹ کر الگ جا پڑیں۔ دوسرے وار سے حضرت عثمانؓ کی زبان سے "بسم اللہ توکلت علی اللہ" نکلا اور خون کا فوارہ کلام اللہ پر جاری ہو گیا۔ اس کے بعد ہی عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر برچھے سے ۹ وار کیے۔ سودان بن

حمران نے لپک کر شہید کر دیا۔ عمیر بن ضابی نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ ہر ٹھوکر لگا کر کہتا تھا کیوں تم نے میرے باپ کو (کسی فوجداری جرم میں) قید کیا تھا جو قید میں ہی مرا۔

خون کے قطرات قرآن شریف کی اس آیت پر گرے:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (پ ۱، ع ۱۶) ان کو اللہ تیری طرف سے کافی ہے وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

گھر کے اندر یہ قیامت برپا ہو گئی کہ قائم اللیل، صائم الدہر، جامع القرآن، قاری الکتاب، خادم اسلام و کاتب الوحی، کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کو بھوک و پیاس میں چالیس دن محاصرہ کے بعد اوباش غنڈوں نے بزور بلوا انتہائی شقاوت اور دردناکی سے شہید کر دیا مگر کوٹھے پر موجود لوگوں کو پتہ نہ چلا۔ بلوائیوں نے گھر کا سامان بھی لوٹ لیا۔ یہ حادثہ ۱۸ ذی الحجہ جمعہ کے دن ۳۵ھ کو رونما ہوا۔ جو اسلام کا سب سے اندوہناک اور سنگین حادثہ تھا۔ اس کے بعد امتِ مسلمہ سُنّی، شیعہ، خارجی، ناصبی وغیرہ فرقوں اور فتنوں میں ایسے بٹی کہ تا حال متحد نہ ہو سکی اور حضرت عثمانؓ، عبداللہ بن سلامؓ، ابوہریرہؓ کی پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں۔

زوجہ عثمانؓ بنت الفرافصہ سے مروی ہے کہ عثمانؓ کسی قدر سو گئے، بیدار ہوئے تو کہا کہ یہ قوم مجھے قتل کرے گی۔ میں نے کہا امیر المومنین ہرگز نہیں، فرمایا کہ میں نے رسولؐ اللہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کو خواب میں دیکھا، انھوں نے فرمایا کہ تم آج شام کو روزہ ہمارے پاس افطار کرنا یا یہ فرمایا کہ تم آج روزہ ہمارے پاس افطار کرو گے (چنانچہ عصر کے وقت شہید ہو گئے۔) طبقات ابن سعد ص ۱۹۷/۳

سب لوگوں کو اپنی مدد سے روک دیا

حضرت عثمانؓ اگر اپنا دفاع چاہتے تو بآسانی اہل مدینہ کے تعاون سے ۵۰۰، ۱۰۰۰ باغیوں کو ختم کرا سکتے تھے مگر جوارِ رسولؐ میں قتل و قتال جائز نہ سمجھا، جان دے دی، مگر کلمہ گو، گو منافق ہی تھے، لوگوں پر تلوار نہ چلائی/ اپنے سب اصحاب، اہلِ مدینہ اور غلاموں کو منع کر دیا حضرت معاویہؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ اپنے گورنروں کی امدادی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ مولانا معین الدین ندوی نے کیا خوب لکھا ہے، آپ کے خلاف کتنا طوفان بپا ہوا۔ مخالفین نے رُو در رُو

گستاخیاں کیں لیکن اس پیکرِ حلم نے سوائے صبر و تحمل کے کوئی جواب نہ دیا اگر آپ چاہتے تو باغیوں کے خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ لیکن آپ نے جان دے دی مگر صبر و حلم کے جادہ مستقیم سے نہ ہٹے۔" (تاریخ اسلام ص ۲۴۳ ج ۱)

مختصراً چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ اے مدینہ والو! تمھیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تمھیں اللہ اچھی خلافت دے اور اہل مدینہ کو لوٹ جانے کا حکم دیا اور دفاعی جنگ نہ لڑنے پر ان سے قسم لی اور تو سب واپس ہوگئے مگر حسنؓ، محمد، ابن زبیرؓ اور ان جیسے نوجوان اپنے آبا کے حکم سے دروازے کی پاسبانی کرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ گھر میں نظر بند ہو کر بیٹھ گئے۔ (طبری ص ۳۸۵ ج ۴)

۲۔ بلوائیوں سے کہا تھا، میں سر دے دوں گا لیکن خدا کی بخشی ہوئی خلافت کو نہ چھوڑوں گا۔ تم کو کسی سے مقابلہ اور جنگ کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں کسی کو تم سے لڑنے کی اجازت نہ دوں گا جو ایسا کرے گا وہ میرے حکم کے خلاف کرے گا۔ اگر میں جنگ ہی کرنا چاہتا تو میرے حکم پر ہر طرف سے فوجوں کا ہجوم ہو جاتا یا میں خود کسی مقام پر چلا جاتا۔ (طبری ص ۳۷۷ ج ۴)

یہاں سے پتہ چلا کہ طبری میں جو یہ روایت ہے کہ عثمانؓ خفیہ طور پر جنگ کی تیاری میں تھے۔ فوجیں بلوا بھیجی تھیں۔ دشمنوں کی بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔ اہل مدینہ آپکی مدد کو کافی تھے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عثمان غنیؓ کے دروازے پر موجود رہ کر بلوائیوں کا مقابلہ کیا لیکن ان کو حضرت عثمانؓ نے امیر الحاج بنا کر باصرار مکہ روانہ کیا۔

۴۔ حسن بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ، سعید بن العاصؓ نے دروازہ کھولنے سے بلوائیوں کو روکا اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹا دیا لیکن حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو قسمیں دے کر لڑنے سے روکا اور گھر کے اندر بلا لیا۔

۵۔ جب بلوائی اندر گھس آئے تھے تو اپنے غلاموں وغیرہ حاضرین سے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد مجھ سے لیا ہے میں اس عہد پر قائم ہوں، تم ہرگز ان بلوائیوں کا مقابلہ اور ان سے قتال بالکل نہ کرو۔ مغیرہ بن الاخنسؓ یہ حالت دیکھ کر تاب نہ لا سکے۔ چند ہمراہیوں کو لے کر مقابلہ پر آئے اور لڑ کر شہید ہوئے اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ بھی یہ کہتے

ہوئے یٰقَوْمِ مَا لِیٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیٓ اِلَی النَّارِ۔ بلوائیوں پر ٹوٹ پڑے مگر حضرت عثمانؓ نے باصرار ابو ہریرہؓ کو واپس بلوایا اور لڑائی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ نجیب آبادی ص ۳۶۵ ج ۱)

۶۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے مدد دینا چاہی۔ انصار نے آکر کہا۔ ہم آج دوبارہ آپ کے لیے انصارؓ بنتے ہیں مگر سب کو حضرت عثمانؓ نے روک دیا۔ اپنے غلاموں کو بھی قسمیہ روک دیا از خود لڑ کر ایک شہید ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا قصر خلافت میں ہم لوگوں کی خاصی تعداد ہے۔ اجازت ہو تو میں جانبازی کے جوہر دکھاؤں فرمایا خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ میرے لیے خونریزی نہ کی جائے۔ (ابن سعد ص ۴۹ ج ۳)

س ۵۷۹ : کیا مقدمہ قتلِ عثمان خلیفہ وقت کی عدالت میں وارثوں نے پیش کیا ؟

ج : خلیفۂ وقت اور سربراہ مملکت کے قتل کا وارث و دعویدار، اس کا جانشین اور حاکم مملکت ہی ہوتا ہے۔ جمہوری حکومتوں کا اصول یہی ہے۔ صرف وارث و اقارب ہی دعویدار نہیں ہوتے۔ یہاں اشتر نخعی جیسے مفسد کی قیادت میں آپ کے وارثوں اور اموی رشتہ داروں کو تشدد اور دھمکیوں سے مدینہ سے دربدر کر دیا گیا تھا۔ عملاً راج بلوائیوں کا تھا۔ کوئی وارث کس طرح آزادانہ بلوائیوں کے خلاف مقدمہ پیش کر سکتا تھا کہ اس کی جان محفوظ رہ سکتی۔ حضرت طلحہؓ، زبیرؓ اور دیگر شرفاء مدینہ نے حضرت علیؓ سے اجراء حدود اور قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا جو تم کہتے ہو میں اس سے غافل نہیں مگر مجھے قوت کہاں ہے کہ قصاص لوں، وہ ہمارے مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم ان کے مالک نہیں ہیں۔ ان کے غلام بھی ان کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہیں جو تم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ (نہج البلاغہ و تاریخ طبری ص ۴۳۷ ج ۴)

تاہم حضرت نائلہؓ نے حضرت علیؓ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اب اس پر عمل درآمد کرنا یا نہ کر سکنا حکومت وقت کی ذمہ داری تھی۔

تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۲۴ کا بیان ملاحظہ ہو :

مروان اور حضرت عثمانؓ کی اولاد تو بھاگ گئی تھی۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا عثمانؓ کو کس نے قتل کیا۔ اس نے کہا میں یقینی نہیں جانتی۔ دو

شخص اندر آئے جن کو میں نہیں جانتی تھی ۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ پھر اس نے تفصیلی واقعہ شہادت ذکر کیا جو کچھ محمد بن ابی بکر اور قاتلوں نے کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے محمد کو بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم عورت نے جھوٹ نہیں کہا۔ میں قتل کے ارادے سے ہی اندر گیا تھا۔ عثمانؓ نے میرے باپؓ کا نام لیا میں ہٹ آیا اور اللہ کے سامنے رجوع کرتا ہوں۔ بخدا میں نے نہ قتل کیا، نہ قتل سے روکا۔ نائلہؓ نے کہا اس نے سچ کہا ہے، لیکن اسی نے ان کو اندر داخل کیا تھا۔ اب جب حضرت نائلہؓ کی شہادت اور محمد کے اقرار سے اس کا شریکِ قتل ہونا معلوم ہو چکا، تو بلّی محمد ہی کے تھیلے میں تھی۔ تمام قاتلوں کو وہ بخوبی جانتا تھا۔ حضرت علیؓ کا معتمد اور پروردہ بھی تھا۔ اسی سے سب کچھ پوچھا جا سکتا تھا۔

س ۵۸۰ : اگر مقدمہ پیش ہوا تو حکومت نے کیا قدم اٹھایا ؟

ج : رشتہ دار تو مقدمہ اور گواہی پیش کر کے بری ہو گئے ۔ اب تحقیق اور قاتلوں کی گرفتاری حکومت کا ہی کام تھا ہم اہلِ سنّت تو مہر بلب ہیں ۔

ع رموزِ مملکت خسرواں ہی دانند

س ۵۸۱ : کیا کوئی ضعیف سی شہادت بھی ملی کہ کس نے عثمانؓ کے خون سے ہاتھ رنگے ؟

ج : س ۵۷۸ کے تحت حادثہ قتل، مجرموں کی کارروائی ان کا اقرار ہم کتب تاریخ سے لکھ چکے ہیں یہاں محمد اقرار کر رہا ہے اور نائلہؓ کی تکذیب نہیں کرتا، تصدیق کر رہا ہے تو خون سے ہاتھ رنگوانے والا جب مِل گیا، تو رنگنے والے ہاتھ بھی یہی ملائے گا۔ بشرطیکہ اس سے حکومتِ وقت کے مشیر پوچھیں ۔

س ۵۸۲ : کیا کسی تاریخ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے عثمانؓ کو قتل کیا ؟

ج : چور کی ڈاڑھی میں تنکا، خود ہی اپنے خیال میں مجرم کو اقرار کرانے سامنے لا رہے ہیں۔ اگرچہ کتبِ تاریخ میں محمد کا عثمانؓ کی ڈاڑھی پکڑنا، پھر شرمانا اور واپس ہو جانا لکھا ہے تاہم جن تیرہ غنڈوں کو لے کر آیا تھا اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کو بیدردی سے شہید کیا ان کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں اور چھ نام ہم لکھ چکے ہیں ۔ ۱۔ عبدالرحمٰن بن عدیس، ۲۔ کنانہ بن بشر، ۳۔ عمرو بن حمق، ۴۔ عُمیر بن ضابی، ۵۔ سودان بن حمران، ۶۔ غافقی بن حرب،

۷۔ ایک کا نام ابن النباغ تھا۔ (طبری)۔ رومان بن سرحان، جبلۃ بن الایہم، اسود تجیبی، یسار بن عیاض کا نام قاتلوں میں (ریاض النضرہ ص ۱۷۲ ج ۲) پر لکھا ہے ۔ محمد بن ابی بکر کو سب معلوم تھے۔ اگر وہ دراصل حضرت علیؓ کا ذرہ بھی ہمدرد و خیر خواہ ہوتا اور اس سے تحقیق کی جاتی تو وہ ان چھ لوگوں کے نام بتا کر گرفتار کرا دیتا تو حضرت علیؓ کی حکومت مستحکم ہو جاتی اور تمام مصائب کے پہاڑ ٹل جاتے لیکن ۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

تاریخ طبری ص ۳۷۲ ج ۲ میں ہے وجاء محمد بن ابی بکر وثلاثۃ عشر حتی انتھی الی عثمانؓ فاخذ بلحیتہٖ ۔ کہ محمد بن ابی بکر ۱۳ غنڈے لے کر حضرت عثمانؓ تک آ پہنچا اور ڈاڑھی پکڑ لی اور کہنے لگا۔ تجھے معاویہؓ، ابن عامر اور تیرے لشکر کچھ کام نہ آئے۔ عثمانؓ نے کہا بھتیجے میری ڈاڑھی چھوڑ دے ۔ راوی (وثاب مولیٰ عمرؓ) کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ اس نے حملہ آوروں سے ایک خاص آدمی کو بلایا۔ اس نے تلوار حضرت عثمانؓ کے سر پر ماری میں نے کہا ٹھہرو، اس نے کہا اس پر جھپٹو۔ تا آنکہ حضرت عثمانؓ کو انھوں نے شہید کر دیا۔ (پہلے گزر چکا ہے کہ اس راوی کو بھی دو زخم آئے تھے۔)

اشتر نخعی کی حضرت عثمانؓ سے گستاخانہ گفتگو اور محمد بن ابی بکر کا ۱۳ افراد کو لانا اور ان کا آپؓ کو شہید کرنا ۔ (طبقات ابن سعد ص ۱۹۴ ج ۳ اردو پر بھی دیکھیے ۔)

س ۵۸۳ : کیا حضرت عثمانؓ کا قتل اجتہادی غلطی نہیں ہو سکتی ؟

ج : نہیں، کیونکہ وہ تو طلب صواب میں چوک جانے کا نام ہے۔ یہاں تو ابنِ سبا یہودی کی مستقل سازش تھی کہ مسلمانوں سے ایک گروہ تیار کر کے عثمانؓ کو شہید کر دیا جائے اور وہ آپس میں لڑتے رہیں۔ پھر اسی گروہ نے جمل وصفین برپا کرا کر طلحہؓ و زبیرؓ کو شہید کیا۔ اسی نے خارجی بن کر حضرت علیؓ سے جنگ کی پھر اسی گروہ والے ابنِ ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا پھر اسی نے حضرت حسنؓ کی مصالحت با معاویہؓ کو ناپسند کر کے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا ۔ پھر اسی نے یزید کی حکومت اُلٹنے کے لیے حضرت امام حسینؓ کو جھوٹے خطوط لکھ کر بلایا ۔ پھر غداری سے شہید کر دیا۔ اگر آپ قتلِ عثمانؓ کو اجتہادی غلطی کہتے ہیں تو ان تمام ہستیوں کے قتل کو بھی اجتہادی خطا مانیے ۔ ہم تو ان سب بزرگوں کے قاتلوں کو ایک ہی شیعہ [illegible] گروہ،

اللہ کا دشمن، مسلمانوں کا دشمن اور منافق سمجھتے ہیں۔ (لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔)

س ۵۸۴: موجود اصحابِ عشرہ مبشرہؓ میں سے ایک نام بتائیں جو عثمانؓ سے متفق رہا ہو اور اس کا حضرت صاحبؓ سے تنازعہ کسی وقت نہ ہوا ہو۔

ج: یہ مخالفانہ افواہیں دشمنوں کی پیداوار ہیں کوئی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن عوفؓ مخالف ہوتے تو وہی کابینہ کو بھر بلا کر معزولی کا فیصلہ کرتے۔ حضرت علیؓ دشمن ہوتے تو امداد نہ کرتے اور پھر قتل سے برأت نہ کرتے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور سعید بن زیدؓ کی طرف تو تنازعہ کی نسبت ہی نہیں ہے بلکہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لوگوں کو امداد کے لیے ابھارا۔ (طبری ص $\frac{۳۷۷}{ج ۴}$) حضرت طلحہؓ و زبیرؓ مخالف ہوتے تو بیٹوں سے پہرہ نہ دلاتے۔

اگر ہم آپ سے پوچھیں کہ حضرت علیؓ کی بیعت کن کن لوگوں نے کی تھی اور پھر آخر تک کون کون ساتھ رہا تو اس کا جواب آپ کو مہنگا پڑے گا۔ خاموشی ہی بہتر ہے۔

س ۵۸۵: بلوائیوں کا مطالبہ کیا تھا؟

ج: خلافت سے دستبرداری یا شہادت۔ دوسرا مطالبہ پورا کر دیا۔

س ۵۸۶: سوا مہینہ کے محاصرہ میں معاویہؓ نے کیا امداد کی؟

ج: اوّلاً۔ لشکر بھیجنے کو کہا، مگر حضرت عثمانؓ نے منظور نہ کیا۔ ساتھ لے جانے کو کہا مگر آپ نے جوارِ رسولؐ کو نہ چھوڑا۔ پھر از خود لشکر بھیجا تھا۔ مگر اس کے پہنچنے سے قبل ہی آپ شہید کیے جا چکے تھے۔ طبری ص $\frac{۳۶۸}{ج ۴}$ پر ہے: کہ معاویہؓ نے یزید بن اسد بن کرز اور دیگر اہل شام کو لکھا... کہ امداد کر سکتے ہو تو جلدی کرو کیونکہ قوم کو جلدی ضرورت ہے یزید بن اسد نے خطبہ پڑھا خدا کی حمد و ثنا کے بعد حضرت عثمانؓ کا تذکرہ کیا۔ بڑا حق جانا اور مدد پر لوگوں کو ابھارا اور چلنے کا حکم دیا تو بہت سے لوگ تابعدار ہو کر چل پڑے۔ جب وادی القریٰ تک پہنچے تھے تو ان کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملی، تو واپس پلٹ آئے۔

س ۵۸۷: بی بی عائشہؓ نے کیوں فرمایا کہ عثمانؓ کافر ہو گیا ہے۔

ج: ایسی کوئی عبارت مسند احمد میں نہیں ہے۔ بہتانِ محض ہے۔

س ۵۸۸: حضرت عثمانؓ نے مکان کے روشندان سے امدادِ علیؓ کیوں طلب

کی جب کہ علیؓ موجود نہیں تھے اور علیؓ سے مدد مانگنا آپ گناہ سمجھتے ہیں۔

ج: حضرت علیؓ آتے جاتے تھے تو ایک دوست دوسرے کی ہمدردی میں جو کر گزرتا تھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ پانی طلب کیا (کیونکہ چالیس دن کے محاصرہ میں بلوائیوں نے پانی بند کر دیا تھا) تو حضرت علیؓ مشکیزے بھر کر لائے تو بلوائیوں نے آگے نہ پہنچنے دیا ناکام واپس آ گئے۔ حاضر شخص سے یا غائب سے بواسطہ قاصد و خط ایسے اسباب کے تحت امداد و نصرت مانگنا گناہ نہیں بلکہ شرعًا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے تحت درست ہے۔ ہاں غائبانہ بلا اسباب ظاہری ان کو مدد کے لیے پکارنا جیسے شیعہ اٹھتے بیٹھتے "یا علی مشکل کشا" و "مدد" کہتے ہیں۔ گناہ اور شرک ہے۔ اور ابنِ سبا یہودی نے ایجاد کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے ایسے ۷۰ افراد کو جلا دیا تھا۔

س ۵۸۹: عثمانؓ کی پیاس کس نے بجھائی؟

ج: دیگر مومنین کی طرح حضرت علیؓ نے بھی پانی اندر پہنچایا۔

س ۵۹۰: امام حسنؓ کس کی حفاظت میں زخمی ہوئے؟

ج: اپنے محترم خسر امیر المومنین عثمانؓ کے دفاع میں، ذرا غور فرمائیں، یہی دونوں باتیں حضرت عثمانؓ کو برحق۔ بلوائیوں کو برباطل اور شیعہ مذہب کو جھوٹا بتاتی ہیں۔

س ۵۹۱: حضرت عثمانؓ کی لاش کو کس نے غسل دیا؟

ج: شہید تھے، شہید کا غسل و کفن اسلام میں نہیں ہوتا۔ شاید شیعہ مذہب میں ہو۔

س ۵۹۲: جنازہ کس صحابی نے پڑھایا، کہاں پڑھا گیا، کتنے شرکاء تھے؟

ج: حضرت جبیر بن مطعمؓ یا حضرت زبیر بن العوامؓ نے پڑھا۔ جنت البقیع میں عشاء کے وقت ۱۷ افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ طبقاتِ ابن سعد ص $\frac{۱۹۹}{ج ۳}$ پر ہے کہ جبیر بن مطعمؓ نے عثمانؓ پر سولہ آدمیوں کے ہمراہ نماز پڑھی جو مع جبیرؓ سترہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے وہ لوگ جنازہ لے کر بقیع پہنچے، جبیر بن مطعمؓ نے نماز پڑھائی۔ ان کے پیچھے حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم الاسلمی (وغیرہ مرد) اور عثمانؓ کی دو بیویاں نائیلہ بنت الفرافصہ اور ام البنین بنت عینیہ تھیں۔ قبر میں نیار بن مکرم، ابوجہم بن حذیفہ اور جبیر بن مطعم اترے۔ حکیم بن حزام، ام البنین اور نائلہؓ لوگوں کو قبر کا راستہ بتا رہی تھیں۔ انہوں نے لحد بنائی اور

آپ کو دفنا دیا۔ زیارت کے بعد سب متفرق ہوگئے۔ (ابنِ سعد ص۱۹۹ ج۳)

س ۵۹۳: حضرت عثمانؓ کو کہاں دفن کیا گیا؟

ج: جنت البقیع کے حصہ، حش کوکب میں۔

س ۵۹۴: قتل کے کتنے دن بعد دفن ہوئے، کیا لاش صحیح وسالم تھی؟

ج: نیار بن مکرم کا بیان ہے کہ ہم نے (قتل کے دن) شب شنبہ مغرب وعشار کے درمیان جنازہ اٹھایا تھا۔ تدفین اسی رات کو ہوئی تھی۔ بالفرض لیٹ بھی ہوتی تو لاش کو کچھ خطرہ نہ تھا۔ شہدار کے اجسام قبور میں بھی صحیح وسالم ہوتے ہیں۔

س ۵۹۵: حش کوکب کیا مقام تھا وہ کس مقصد کے لیے مشہور تھا؟

ج: حش کا معنیٰ باغ اور کوکب ایک انصاری کا نام تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس سے یہ باغ خرید کر جنت البقیع میں شامل کر دیا۔ سب سے پہلی قبر آپ کی ہی اسی میں بنی۔

(ریاض النضرہ ص۱۷۳ ج۲)

مالک بن ابی عامر کہتے ہیں لوگ آرزو کرتے کہ ان کی میتیں حش کوکب میں دفن کی جائیں عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک مرد صالح وفات پائے گا، یہاں دفن کیا جائے گا لوگ اس کی پیروی کریں گے۔ (ابنِ سعد ص۱۹۸ ج۳)

حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو حضرت علیؓ نے فرمایا

(اے عثمانؓ!) میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس کی تمہیں خبر نہ ہو، نہ ایسی بات بتاتا ہوں جو آپؓ جانتے ہوں۔ حق جیسے ہم نے دیکھا تم نے بھی دیکھا۔ جیسے ہم نے سنا تم نے بھی سنا۔ جیسے ہم نے رسول اللہؐ کی صحابیت کا شرف پایا تم نے بھی پایا۔ حق پر عمل کرنے کی ذمہ داری حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ پر تم سے زیادہ نہ تھی۔ تم رشتہ داری اور محرم ہونے میں ان سے زیادہ رسول اللہؐ کے قریبی ہو۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا وہ شرف پایا ہے جو وہ نہ پا سکے۔ (نہج البلاغہ ص۴۹۴ مترجم)

مطاعنِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

س ۵۹۶: آپ کے دو دوستوں میں سے معتمد کون ہے؟ ایک غیر جانبدار ہے، والہانہ محبت کرتا ہے، مگر دشمنوں کو بھی بہ دل وجان چاہتا ہے۔ اختلافات کے موقع پر خاموش رہتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا حقیقی محبت کا دعویٰ دار ہے۔ آپ کے دوستوں کو دوست اور دشمنوں کو دشمن سمجھتا ہے اور تمام رشتے منقطع کرتا ہے؟

ج: بقول آپ کے "فرض کریں" ایک فرضی غیر واقعی مثال ہے۔ حقیقۃً حضرت علیؓ واہلبیتؓ کے ایسے کوئی دشمن نہ تھے اور نہ ایسے دوستوں کا دعویٰ محبت معتبر ہے جو عین موقع پر توغداری کریں بددعائیں لیں۔ بین وماتم اور فسق ومعصیت ان کے مقدر میں آجائے۔ مگر جب آخری امام ان کے ہی خوف سے، ۳۱۳ مومنوں کی انتظار میں، غارِ سر من رای کے ویٹنگ روم میں چلا جائے، تو یہ فرضی عشق ومحبت کے دعوے دار بجز اپنے سب اہل اسلام کو اہل بیتؓ کا دشمن سمجھیں اور اہل بیتؓ کو سب مسلمانوں کا دشمن سمجھیں پھر ہر مسلمان سے تبرّا کریں اور رشتے منقطع کرلیں۔ تفصیل کسی موقع پر آجائے گی۔ ہم تو اسی کو معتمد سمجھتے ہیں جو خود کو ان کا ادنیٰ خادم سمجھتا ہے۔ عملاً اتباع کرتا ہے ان کی شخصیّت کے محاسن اور شریفانہ کمالات بیان کرتا ہے اور اس خاندان وگروہ کے ذاتی معاملات میں دخل دے کر ایک کو اچھّا اور دوسرے کو بُرا نہیں بتاتا۔ تو اہلِ سنت کی مثال یوں سمجھیے کہ پانچ بھائیوں کو وہ انتہائی معزز شریف جانتے ہیں ان کے باہمی اختلافات میں فریق نہیں بنتے جب کہ ایک گروہ کہتا پھرتا ہے پانچ میں سے صرف ایک حلالی شریف اور معزز ہے باقی چار معاذ اللہ حرامی اور بُرے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان پانچ بھائیوں کا باپ پہلے ہی گروہ کو اپنا اور بیٹوں کا دوست وخیر خواہ سمجھے گا اور دوسرے گروہ کو اپنا اور اپنے خاندان کا بدترین دشمن سمجھے گا کیونکہ صرف ایک کو حلالی اور اچھا ماننا سب خاندان کی عزت پر بدترین حملہ ہے۔

س ۵۹۷ : آپ کا یہ دوست آپ کے محبوب اعزّہ سے دشمنی رکھتا ہے تو ایسے شخص کی محبت کا کیا معیار ہے جو آپ ہی کے خون اور خاندان کا عدوِ مطلق ہے؟

ج : بحمداللہ اہلِ سُنّت یا ان کے اکابر صحابہؓ حضرت رسُولؐ اور خاندانِ رسُولؐ کے تابعدار دوست تھے شیعوں کی طرح فرضی عاشق نہ تھے کہ آپ کی تمام روحانی اولاد کو کافر مُرتد بنا کر ان سے دشمنی رکھیں۔ فرضی دشمن بنا کر خاندان کو ان سے جا لڑائیں پھر ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں۔ خاندان کے ہزاروں لاکھوں افراد میں سے صرف تیرہ سے محبت کا دعوٰی کریں باقی تمام اقاربِ رسُولؐ سے، اور اپنے محبوبوں کے بھائیوں، رشتہ داروں، دوستوں، بزرگوں سبھی سے دشمنی اور تبرّے کریں، پہلے کا معیارِ محبّت درست ہے۔ دوسرے کا خالص معاندانہ اور بظاہر منافقانہ ہے۔

س ۵۹۸ : کیا دشمنِ اہلِ بیتؓ رسُولؐ پاک باز صحابی ہو سکتا ہے؟

ج : ہم صحابی اور پاک باز کہتے ہی اسے ہیں جو پورے اسلام کو ماننے کے ساتھ خاندانِ رسُولؐ سے بھی عقیدت و محبت رکھے ان کے واقعی مرتبے اور کمالات کا منکر نہ ہو۔

س ۵۹۹ : اگر ہو سکتا ہے تو پھر کیوں کہتے ہو جو اہلِ بیتؓ کا دشمن ہو وہ سُنّی نہیں؟

ج : ہم سچ کہتے ہیں جو تمام اہلِ بیتِؓ نبوتؐ یا خاندانِ رسالتؐ کا منکر یا مبغض ہے وہ سنّی نہیں نہ مسلمان ہے ہم اسی وجہ سے تو شیعوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۶۰۰ : اگر نہیں ہو سکتا تو پھر معاویہ بن ابوسفیانؓ مخلص صحابی کیسے ہُوا؟ کیا اس نے حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت نہیں کی؟ امام حسنؓ کو قتل نہیں کروایا؟

ج : اب آپ اصل روپ میں سامنے آئے ہیں، غور سے بسمع انصاف سنیے : حضرت امیر معاویہؓ اور آپ کے والد وغیرہ ۷ھ یا ۸ھ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ اسلام پہلی دشمنی اور گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ۔ (الفرقان) تاریخ بتاتی ہے کہ حضورؐ نے اس خاندان کا نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اعتماد کر کے کئی عہدے بھی سونپے اسی سنّتِ نبویؐ کے تحت حضرت ابوبکرؓ نے پھر عمرؓ نے پھر عثمانؓ نے ان کو عہدوں پر برقرار رکھا اور ان کی سیاسی بصیرت، خدمات و لیاقت سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ اگر کبھی بنو ہاشم کو غیروں

کے مقابل اپنی تائید و حمایت کی ضرورت پڑی تو ابوسفیانؓ نے، آپ کے بیٹوں نے اسی طرح حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے علیؓ و بنو ہاشم کی تائید کی۔ ذرا اس ذہن سے تاریخ کو کھنگالیے۔ یہاں میں ایک ایک لاکھ روپیہ محرم کی فیس لے کر مجلسیں پڑھنے والے اور متعہ خانے آباد رکھنے والے فربہ بطن جغادری مجتہد صاحبان سے یہ پوچھتا ہوں کہ وہ ۸ھ سے ۳۵ھ تک کسی تاریخ سے کوئی حوالہ تو نکال کر دکھائیں کہ معاویہؓ وغیرہ نے اہلِ بیتؓ سے یہ دشمنی کی، یہ نقصان پہنچایا۔ یہ ان کی کردارکشی کی وغیرہ۔

اگر ایسا کچھ بھی نہیں مل سکتا تو پھر میں باادب ہو کر یہ پوچھنے کی جسارت کرتا ہوں کہ سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قلمدانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی حضرت امیر معاویہؓ اور دیگر عمالانِ عثمانی کو، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، ابنِ عباسؓ، حضرت حسنؓ وغیرہ کے مشوروں کے خلاف کیوں معزول کر دیا۔ آخر ان کے جرائم یا عوامی شکایات وغیرہ کیا تھیں؟ تاریخ سے کچھ تو نشاندہی کیجئے، بجز اس کے کہ بنو ہاشم و بنو امیہؓ کی اسلام سے پہلے جاہلی دشمنی تھی۔ اسلام نے اسے مٹا کر بھائی بھائی بنا دیا۔ حضورؐ نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں کو دیں اور ان کے ہر فرد کا دیگر قبائل کی طرح ایمان و اسلام قبول کیا۔ اب ابنِ سبا یہودی نے اس مندمل زخم کو پھر چھیڑا رقابت بنا کر ہاشمی و اموی دو دھڑے بنا دیئے۔ انقلاب و شورش کے ذریعے حضرت عثمانؓ اموی کو مظلومانہ شہید کیا حتیٰ کہ ان کے تمام افسران و عمالان بلا جرم بلیک لسٹ میں آ گئے۔

اب ہم جب تاریخ کو کھولتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قاتلینِ عثمانؓ تو دندناتے پھرتے ہیں وہ اہلِ مدینہ کے بڑے بڑے شرفاء کو تلواروں کے سائے میں گھسیٹ کر لاتے اور جبراً بیعت[1] کرا رہے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو معزول نہ کرنے کے ہر مشورہ کو حضرت شیرِ خدا ردّ کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اس کے لیے تلوار کے سوا میرے پاس کچھ نہیں ہے اور شام پر حملہ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ خلاصہ ہے، تاریخ کے ان حوالہ جات کا جن کا جمع کرنا، ہم بے ادبی اور موجبِ طوالت سمجھتے ہیں۔ جو چاہے وہ طبری ج ۴، ص ۴۴۱، ۴۴۰، ۴۲۹، ۴۳۵، ۴۳۷۔ اور تاریخ اسلام ندوی ج ۱، ص ۲۴۷، ۲۴۸۔ اور تاریخِ اسلام نجیب آبادی ج ۱، ص ۳۷۵، ص ۳۸۱ سے ص ۳۸۷ کو پڑھ دیکھے۔

---

[1] یہ چند حضرات کا بیعت سے کترانا بلوائیوں کے عمل و دخل کی وجہ سے تھا ورنہ وہ اگر اپنے شہروں کو واپس ہو جاتے یا غیر جانبدار رہتے یا حضرت علیؓ کے قابو میں آ جاتے تو کوئی مسلمان حضرت علیؓ سے اختلاف نہ کرتا سب برضا بیعت کر لیتے۔

اب آپ سوچیے ! ایک شخص کا چچازاد بھائی بے دردی سے شہید ہو چکا ہے۔ تمام ورثاء جان بچا کر اس کے پاس آ چھپے ہیں وہ بدستور خلیفہ مرحوم کا مقررہ عامل اور اہل شام کا محبوب حاکم ہے اب اس پر حملہ ہونے والا ہے۔ قاتلوں کی مفسدانہ طاقت اور حضرت علیؓ کی بے بسی اس کے سامنے ہے وہ اگر معزولی کا خط قبول نہیں کرتا بلکہ یہ شرط لگا دیتا ہے کہ تب بیعت اور تعمیل حکم کروں گا کہ قاتلوں سے بدلہ لو، خود نہیں لے سکتے تو ہمارے حوالے کرو، ہم خود لے لیں گے۔ (طبری و کتب تاریخ)۔ کیا شریعت میں ولی الدم کو اس مطالبہ کا حق نہیں؟ خدا کا فرمان ہے:

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا۔ (پ۱۵۔ القرآن) — جو مظلوماً مارا جائے اس کے ولی کو غلبہ پانے کا حق حاصل ہے۔

اگر حق ہے مگر حق ملنے کے بجائے اس پر چڑھائی ہوتی ہے تو کیا وہ دفاع کا حق نہیں رکھتا پھر اس مجبوراً اپنے ہی مفتوحہ صوبہ اور گھر میں دفاعی اقدام کو بغاوتِ شرعی کیسے کہہ دیا جائے۔ حالانکہ وہ بیعت کر چکنے کے بعد باطل مقصد کے لیے خلیفہ وقت پر چڑھائی کا نام ہے۔ جو خارجی سبائیوں نے کی۔

بس یہی وہ اشکال ہے جس کی وجہ سے ہم حضرت علیؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کو بھی اپنے دفاعی اقدام میں مجبور و معذور اور صاحب دلیل مانتے ہیں۔ ہمارے بعض علماء نے اس پر گو بغاوت کا لفظ بولا ہے مگر درحقیقت اس کا ترجمہ طلب قصاص عثمانؓ ہی کرنا ہوگا کیونکہ بغا یبغی کا معنیٰ طلب و خواہش کرنا ہے۔ اور یہی اجتہاد تھا جسے خطاء تو کہا جا سکتا ہے مگر معصیت اور باطل پرستی نہیں ہے اور اسی بناء پر ہم اہلِ سنّت مشاجراتِ صحابہؓ میں بحکم نبویؐ خاموش ہیں۔ اگر سائل اس جواب سے مطمئن نہیں تو ہم مناظرانہ رنگ میں کہتے ہیں: کہ حضرت علیؓ نے عمالانِ عثمانی اور امیر معاویہؓ کے خلاف یہ تیزی اور چڑھائی کیا امویوں کے خلاف ہاشمی جذبۂ دشمنی سے کی؟ تو یہ بالکل غلط اور حضرت علیؓ کے تقویٰ و ایمان کے خلاف ہے مگر شیعہ یہی باور کراتے ہیں، یا بلوائیوں کے زور اور خواہش کے دباؤ میں آ کر کی جیسے تاریخ میں صراحت ہے کہ وہ شور مچا کر کہتے ہم سب قاتلِ عثمانؓ ہیں، معاویہؓ بدلہ لے لے اور اسی میں ان کا تحفظ تھا تو حضرت معاویہؓ کو یہ حکم نہ ماننا اور خود تیاری کرنا مناسب اور عقلی تقاضا تھا۔ حضرت حسنؓ کو قتل کرانے کا الزام بالکل جھوٹ ہے۔ زہر خورانی کا اضافہ سب سے پہلے چوتھی صدی کے شیعہ مؤرخ مسعودی نے گھڑ کر لکھا ہے

بعد کے مؤرخین نے اندھادھند نقل شروع کر دی۔ ورنہ امیر معاویہؓ کی حضرت حسنؓ نے بیعت کی تھی۔ سالانہ دورے پر دمشق آتے تو لاکھوں دراہم عطایا وصول کر کے لے جاتے۔ (یہ حوالہ جات ہمارے بے نظیر رسالہ "شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات" ص۴۰ پر دیکھئے) اور احتجاج طبرسی ص۲۹۸ ج۲) اپنے محسن و دوست کو زہر کون دیتا ہے۔ پھر بیعت شکنی اور مخالفت پر تو پہلے ایک دو سال شیعانِ کوفہ اکساتے تھے تو اس وقت زہر دی جاتی۔ ۹ سال (۴۹ھ) تک انتظار کیسی؟ دراصل حضرت حسنؓ ۴۰ دن مریض رہ کر طبعی موت سے واصل بحق ہوئے۔

بالفرض زہر اگر دی گئی تو وہی دے سکتے ہیں جن کی اس بیعت اور مصالحت با معاویہؓ سے ناک کٹ گئی۔ سفیان بن ابی لیلیٰ جیسے مومن، السلام علیک یا مذل المؤمنین، یا عار المؤمنین سے سلام کرتے تھے اور کہتے تھے ہم تو ذلیل ہو گئے۔ ہمارا شک و شبہ اس بیعت کے متعلق دور نہیں ہوتا۔ وہ مسلمانوں میں قتل و غارت چاہتے تھے۔ مگر شہزادہ امن و ایمان یہ جواب دیتا کہ مسلمانوں کے خون بچانے کے لیے یہ بیعت کی ہے۔ (تفصیلات جلاء العیون، منتہی الامال، حالات حسنؓ میں دیکھیں۔)

س ۶۰۱: اگر یہ اجتہادی غلطی تھی تو اجتہاد کی جامع تعریف لکھیے؟

ج: اجتہاد کا لغوی معنیٰ کسی کام میں پوری کوشش صرف کرنا ہے اور اصطلاح میں یہ ہے: جامع الشرائط مجتہد غیر منصوص اور نئے مسائل کا حل نصوص سے قواعد خاصہ کے تحت نکالے۔ اصول الشاشی کی شرح الفصول ص۳۱۱ میں ہے "کہ لغت میں اجتہاد مقصود کے لیے طاقت و وسعت خرچ کر دینے کو کہتے ہیں اور فقہاء کے عرف میں شریعت کا حکم اس کے طریقے کے مطابق تلاش کرنے میں پوری طاقت اور کوشش خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ مجتہد کبھی چوک بھی جاتا ہے اور کبھی مصیب ہوتا ہے۔ حدیثِ نبویؐ ہے: "کہ حاکم اگر اجتہاد کرے اور ٹھیک ہو تو دوہرا اجر و ثواب پائے گا اگر خطاء کرے تو ایک اجر پائے گا۔" (مشکوٰۃ)

س ۶۰۲: مجتہد کے معیار اور شرائط سے مطلع کریں۔

ج: مجتہد جامع الشرائط میں یہ اوصاف مطلوب ہیں:

۱۔ قرآن و حدیث کا عالم ہو۔ ۲۔ فقہاء کے اختلافات و مذاہب جانتا ہو۔

۲۔ عربیت اور کلام و محاورات کو جانتا ہو۔ ۳۔ ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو۔ ۴۔ مسلمان ہو۔ ۵۔ عاقل و بالغ ہو۔ ۶۔ عادل اور متقی ہو۔ ۷۔ صاحب الرائے والفقہ ہو۔ ۸۔ نئے مسائل کے مضر و مفید پہلوؤں کو جانتا ہو۔ (کتب اصولِ فقہ)

س ۶۰۳: امام بخاریؒ نے یہ اقرار کیوں کیا کہ معاویہؓ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے؟

ج: امام بخاریؒ کا یہ مقولہ و اقرار کہاں ہے؟ بخاری کتاب المناقب ذکر معاویہؓ میں یہ تین حدیثیں لکھی ہیں: "ابنِ عباسؓ سے پوچھا گیا امیر المومنین معاویہؓ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

فرمایا۔ اس نے وتر ٹھیک پڑھے ہیں وہ فقیہہ (مجتہد عالم) ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا، معاویہؓ کا گلہ نہ کرو، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ تیسری میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے لوگوں سے کہا، تم عصر کے بعد دو رکعتیں ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہم نے آپ کو یہ پڑھتے نہ دیکھا بلکہ منع فرماتے تھے۔

امام بخاری کی شرائطِ روایت انتہائی کڑی ہیں۔ شاید اس بناء پر مرفوع حدیث ذکر نہ کی ہو ورنہ مرفوع حدیثیں بھی ہیں۔ ترمذی میں مشہور حدیث ہے کہ حضورؐ نے دعا فرمائی:

اے اللہ (معاویہؓ) کو ہدایت یافتہ بنا دے اور اس کے ذریعے دوسروں کو ہدایت دے۔ (حدیث حسن ہے)۔ اصولاً یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کے تمام راویوں کی توثیق سوال ۶۵۵ کے جواب میں دیکھیں۔

البدایہ والنہایہ لابنِ کثیر دمشقی ج ۸ میں بارہ مرفوع احادیث مذکور ہیں اور ان پر صحیح حسن، جید ہونے کا حکم لگایا ہے۔ تفصیل ہماری کتاب عدالتِ صحابہؓ ص ۲۹۶ تا ص ۳۰۱ پر دیکھیے۔

س ۶۰۴: ایسی ہی رائے امام نسائی اور اسحاق بن راہویہ کی ہے کیوں؟

ج: وہ رائیں ہم نے نہیں دیکھیں ممکن ہے ان کو خاص معیار کی احادیث نہ ملی ہوں تو یہ کہا ہو مگر کسی عالم کو ایک حدیث کا نہ ملنا بالکل نفی کی دلیل نہیں ہے۔ جب کہ دوسروں کے پاس موجود ہوں۔

س ۶۰۵: سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں۔ بخاری ذکر معاویہؓ کے حاشیہ میں یہ کیوں

لکھا ہے کہ حسنؓ کے انتقال پر معاویہؓ نے کہا: "ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا۔" (سنن ابوداؤد)

ج: جھوٹا حوالہ ہے۔ تاریخ الخلفاء حضرت حسن و معاویہؓ کے دونوں باب دیکھے۔ بخاری عربی مقام ہٰذا کا حاشیہ غور سے دیکھا۔ ابوداؤد کتاب السنۃ اور خلفاء کی احادیث کو دیکھا، کہیں بھی یہ مقولہ نہیں ملا۔ ہو سکتا ہے کسی رافضی نے بنا کر معاویہؓ کی طرف منسوب کیا ہو، تو جواب یہ ہے کہ انگارہ روشنی اور حرارت کا منبع ہوتا ہے۔ بطور تاسف و تعزیت کہا ہوگا کہ روشنی بجھ گئی ہے۔

س ۶۰۶: کیا آپ حضرت علیؓ و حسنؓ کو برحق خلیفے مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں، اور انہی کے آخری عمل سے حضرت معاویہؓ کو خلیفۂ صالح مانتے ہیں۔

س ۶۰۷: شیعوں کی اصحابِ ثلاثہ پر تنقید اجتہاد کے زمرے میں کیوں نہیں آتی؟

ج: شیعہ تو ان سے دشمنی اور تبرا کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث یا اپنی کسی کتاب کی کوئی روایت اور فرمان امام ماننے کو تیار نہیں جب کہ مجتہد کسی سے دشمنی نہیں رکھتا وہ دلائل کا تابع ہوتا ہے اگر اپنے خیال یا اجتہاد کے خلاف قوی دلیل مل جائے تو اپنے مؤقف و فتوٰی سے رجوع کر لیتا ہے۔

س ۶۰۸: حضرت معاویہؓ پر شراب نوشی کا الزام۔

ج: نصرۃ الحق، نصائح کافیہ رافضی کی کتابیں ہیں۔ ابنِ عساکر، اوائل سیوطی اور مسند احمد کے نام بالکل جھوٹ لکھے ہیں۔ ایسی کوئی روایت ان میں نہیں، یا ہو سکتا ہے کہ کھجوروں کے شربت نبیذ کو مے نوش ملنگوں نے شراب بنا کر ناپاک طعن کیا ہو؟

س ۶۰۹: تاریخ الخلفاء میں ہے کہ معاویہؓ نے بدھ کے دن جمعہ کی نماز پڑھائی۔

ج: جھوٹ ہے، تاریخ الخلفاء سب دیکھی ہے ایسا کچھ نہیں۔ ایسی بے عقل بے ہودہ باتیں لکھتے ہوئے شیعوں کو شرم بھی نہیں آتی کیا دمشق کے سارے مسلمان پاگل ہو گئے تھے؟

س ۶۱۰: تاریخ الخلفاء، تاریخ ابوالفداء، صواعق محرقہ، تطہیر الجنان، تاریخ الخمیس، نصائح کافیہ میں ہے کہ معاویہؓ اور اس کے عمال حضرت علیؓ پر سب کیا کرتے تھے۔

ج: آخری دو کتابیں رافضیوں کے جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ جھوٹ موٹ کتابوں کے

نام لکھ کر ہمیں پریشان کیا جاتا ہے۔ تاریخ الخلفاء میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے۔ صواعق محرقہ اور تطہیر الجنان بھی غور سے دیکھی۔ ایسی بات نہیں ملی۔ یہ کتابیں ان باتوں کی نفی کے لیے لکھی گئی ہیں۔ البتہ شیعوں کا تخلیقی شاہکار یہ طعن اتنا مشہور ہے کہ سُنّی نما شیعہ نواز سکالر مولوی مودودی مرحوم نے بھی اچھالا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ خود حضرت معاویہؓ یا آپ کے سب عمال سَب کیا کرتے تھے۔ کسی بھی تاریخی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ہے صرف طبری کی ایک روایت سے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ اور مروان پر یہ الزام لگایا گیا ہے مگر طبری کی یہ روایت جو کامل ابنِ اثیر میں بھی بعینہٖ نقل ہے کہ الفاظ یہ ہیں: "کہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے سات سال چند ماہ گورنر کوفہ رہے وہ بہت اچھی سیرت کے مالک اور انتہائی امن پسند تھے مگر حضرت علیؓ کی مذمت اور تنقید کو نہ چھوڑتے تھے۔" طبری ج۴ ص۱۸۷

مگر اسی روایت کے آخر میں مذمت کی تشریح یہ آجاتی ہے کہ مغیرہ حضرت عثمان و علیؓ کے کے تذکرہ میں فرماتے تھے، اے اللہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے تو اس کے مددگاروں اور دوستوں اور محب داروں اور قصاص کا مطالبہ کرنے والوں پر رحم فرما اور عثمانؓ کے قاتلوں پر بددُعا کیا کرتے تھے۔

یہاں سے پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کی ذات پر کوئی سَب وشتم نہ تھی صرف قاتلین عثمانؓ پر بددُعا تھی جسے شیعہ راویوں نے بالمعنی علیؓ کی مذمت اور سَب وشتم سے تعبیر کر دیا نیز اس کے سب راوی شیعہ کذاب اور وضاع ہیں۔ پہلا ہشام بن محمد بن سائب کلبی ہے۔ جو رافضی بن رافضی ہے ثقہ نہیں۔ (لسان المیزان ج۶ ص۱۶۹)۔ دوسرا لوط بن یحییٰ جلا بُھنا شیعوں کا محدث ہے۔ (ایضاً ص۱۹۷)۔ تیسرا مجالد بن سعید ہے جو بالاتفاق جھوٹا اور کمزور ہے۔ بقول الشیخ شیعہ ہے (کتاب الجرح لابی حاتم ج۴ ص۳۶۱ بحوالہ حضرت معاویہؓ وتحقیقی حقائق ص۳۰) اسی طرح فضیل بن خدیج، صقعب بن زہیر مجہول ہیں۔ البدایہ میں مذکور مروان کے سَب علیؓ کی بوضاحتِ بخاری یہ حقیقت ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو ابوتراب کہتے تھے۔ حالانکہ یہ آپ کا محبوب لقب عطیہ نبوی تھا۔ اگر مروان لغوی معنوں میں بطور طنز وحقارت کہتا تھا تو اس کی نیّت مالکِ یومِ الدّین کے سپرد، قانوناً تو اس پر گرفت وطعن نہیں ہے۔ الغرض یہ دو

روایتیں بھی صحت ودرایت کے معیار پر ہرگز نہیں اُترتیں تو حضرت معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابی پر جذبہ بغض سے طعن تراشنا روا نہیں ہے۔

س ۶۱۱: اسلام میں سب سے پہلے خواجہ سرا کس نے رکھے؟

ج: روایت بے سند ہے۔ اگر مانی بھی جائے تو لوگوں کو خصّی کرنے کا الزام جھوٹا ہے البتہ خنثیٰ یا ناکارہ لوگوں کو نوکر رکھنا اور غلاموں جیسی خدمت لینا معیوب بات نہیں ہے۔

س ۶۱۲: معاویہؓ نے امّ المؤمنین عائشہؓ کو زندہ درگور کر کے قتل کیا۔ (ابن خلدون ج۳ ص۵)

ج: بالکل جھوٹ ہے مفصّل تردید تحفہ امامیہ میں ہم کر چکے ہیں۔ جیسے زوجہ رسُول کا قاتل پاکباز نہیں۔ اسی طرح لاعن اور مبغض بھی پاکباز مسلمان نہیں۔

س ۶۱۳: کامل ابن اثیر ج۳ ص۱۲۳ اور تاریخ طبری میں ہے کہ معاویہؓ حضرت علیؓ اور آپکے ساتھیوں پر دعائے قنوت پڑھتا تھا کیا اہلِ سُنّت اسے مسلمان سمجھیں گے؟

ج: آپ نے خیانت سے کام لیا تحکیم کے بعد اس قنوت کا آغاز حضرت علیؓ نے کیا اور معاویہؓ، عمروؓ، ابوالاعور سلمی، حبیب، عبدالرحمٰن بن خالد اور ضحاک بن قیس اور ولید پر کرنے لگے۔ جب معاویہؓ کو یہ خبر پہنچی تو وہ بھی قنوت میں حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، اشتر اور حسنینؓ کا نام لینے لگے۔ (طبری ج۵ ص۷۱، وقائع ۳۷ھ) تو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا والا معاملہ ہے جب کہ سند کے لحاظ سے روایت لچر ہے۔ اب تک اہلِ سُنت مسلمان ایسی کوئی حرکت نہیں کرتے شیعہ بھی تبرّوں کے وِرد چھوڑ کر مسلمان بن جائیں۔ س ۶۶۷ دیکھیں۔

س ۶۱۴: علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ج۱ ص۴۹ پر لکھا ہے کہ حدیثوں کی تدوین دور بنی امیّہ میں ہُوئی اور ہزاروں حدیثیں معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں بنوائی گئیں کیا وہ معتبر ہیں؟

ج: بالکل جھوٹا بہتان ہے۔ سیرت النبی کی یہ ساری بحث غور سے دیکھیں یہ مضمون نہیں ہے بلکہ ج۱ ص۴۷ پر یہ ہے: "تصنیف وتالیف کی ابتدا سلطنت کی وجہ سے ہُوئی صحابہؓ اور خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں اگرچہ فقہ وحدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہُوئی بہت سے درس کے حلقے قائم ہُوئے لیکن جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی تھا لیکن بنوامیّہ

نے حکماً علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ سب سے پہلے امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ کو یمن سے بُلا کر قدماء کی تاریخ مرتب کرائی جس کا نام "اخبار الماضیین" ہے امیر معاویہؓ کے بعد عبد الملک نے ہر فن میں علماء سے تصنیفیں لکھوائیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تصنیف و تالیف کو زیادہ ترقی دی۔" تدوینِ حدیث کا سہرا آپ کے سر ہے۔

س ۶۱۵: دراسات اللبیت ص ۴۰۲/ج۲ میں ہے کہ معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے طریقہ پر چلنے سے لوگوں کو جبراً منع کیا۔

ج: یہ سیاست میں تابعداری پر پابندی تھی کیونکہ قاتلینِ عثمان کو تحفظ ملتا تھا سیاسی پالیسی میں مخالفت بُری بات نہیں۔ باقی شرعی امور اور مسائل میں نہ تھی۔ اس میں تو حضرت معاویہؓ علیؓ سے مسائل پوچھ لیتے مثلاً ایک مرتبہ خنثیٰ مشکل کا مسئلہ پوچھوا بھیجا تو آپ نے فرمایا پیشاب جس راہ سے آئے وہی حکم لگایا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)۔

اہلِ سنّت کا مذہب کسی خاص صحابی کی تقلید نہیں۔ تمام صحابہؓ کے فتاویٰ پر مجموعی عمل ہے۔

س ۶۱۶: بخاری میں ہے۔ حضورؐ نے عمارؓ سے فرمایا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا کیا جناب عمارؓ کو گروہِ معاویہؓ نے شہید نہیں کیا؟

ج: مکمل حدیث ابن ہشام میں یوں ہے کہ حضرت عمارؓ کو تعمیر مسجد کے وقت دو، دو اینٹیں لوگ اٹھوا دیتے تھے حضرت عمارؓ نے بطور شکایت کہا۔ حضرت آپ کے ساتھیوں نے مجھے قتل کر دیا آپ نے فرمایا:

یا عمار لا یقتلک اصحابی وانما تقتلک الفئة الباغیة۔ میرے صحابہؓ تجھے قتل نہ کریں گے باغی گروہ تجھے قتل کرے گا۔

حضرت معاویہؓ اور آپ کے خاص ساتھیوں کو شیعہ بھی اصحابِ رسولؐ مانتے ہیں حضورؐ نے تو نفی فرما دی کہ میرے صحابی تجھے شہید نہیں کریں گے تو اب حدیث قابلِ تاویل ہے کہ یا تو قاتلینِ عثمان نے خود آپ کو شہید کیا اور لاش کو لشکرِ معاویہؓ کے نیزوں سے قتل شدہ افراد میں پھینک دیا۔ یہی تاویل حضرت معاویہؓ نے بھی فرمائی ہے۔ یا پھر ایسے لوگوں نے قتل کیا جو نِرے باغی اور مفسد تھے صحابی نہ تھے اور اس وقت

لشکرِ معاویہؓ میں شامل ہو کر قتال کر رہے تھے۔[۱] اگر یہ توجیہ نہ بھی کی جائے تو زیادہ سے زیادہ باغی ہونا متصوّر ہوگا اور بظاہر گو حضرت علیؓ کی نظر میں باغی تھے در اصل وہ باغی یعنی طالبِ دمِ عثمانؓ تھے۔

س ۶۱۷: اہلِ حدیث علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں کہ امیر معاویہؓ سنن مشہورہ کی مخالفت کرتے تھے پس جو مذہب معاویہؓ پر ہو اس کو ثقہ نہیں کہا جا سکتا۔ (ہدیۃ المہدی)

ج: آخر عمر میں علامہ وحید الزمان تفضیلی شیعہ ہو گئے تھے ان کا قول حجّت نہیں ہے۔ مولانا محمد نافع مدظلہٗ ان کے تذکرہ نویسوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان کی طبع میں ایک قسم کی تلون مزاجی اور انتہا پسندی تھی کچھ عرصہ مقلد رہنے کے بعد غیر مقلد بن گئے اور آزادانہ تحقیق کے کاربند ہو گئے اسی دور میں انھوں نے صحاح ستہ کے تراجم کیے اور شیعی نظریات کے حامل ہو گئے۔ اسی دور میں انھوں نے انوار اللغۃ ملقب بہ وحید اللغات مرتب کی اس میں متعدد مقامات پر انھوں نے اپنے ان شیعی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دیکھئے مادہ عجز، مادہ عثم، مادہ غرب ۱۸، مادہ صبر، مادہ عود (تفصیلی عبارات بناتِ اربعہ ص ۴۳۸ تا ص ۴۴۲ ملاحظہ فرمائیں جو اس کی شیعیت کا برملا اقرار ہیں۔)

س ۶۱۸: مشہور محدث امام نسائی کی موت کیسے واقع ہوئی؟

ج: ناصبیوں نے فضائلِ علیؓ بیان کرنے کے جرم میں شہید کر دیا۔ الحمد للہ علیؓ کی محبت میں شہادت اہلِ سنّت کو نصیب ہوئی۔ شیعہ تقیہ بازوں کو تو متعہ اور تبرّا سے فرصت نہیں ہے۔

س ۶۱۹: عیسائیوں کی صلیب گلے میں لٹکانا۔ (محاضرات راغب اصفہانی)

ج: بکواس محض ہے۔ ادبی کتابوں کے یہ چٹکلے شرعی سند نہیں رکھتے۔

س ۶۲۰: فتاویٰ عزیزی ص ۱۳۰ میں ہے: صحیح ہے کہ معاویہؓ کو مرتکب کبائر جاننا چاہیئے۔ تو پھر فضیلت کیسی؟

ج: شاہ صاحب لعن طعن کی آپ سے نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کام کی انتہا یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اور باغی ہو اور فاسق لعن کا اہل نہیں ہوتا۔ یہ اپنا عقیدہ نہیں بتلایا بلکہ بطور تنزل فرمایا کہ جو لوگ بعض اعمال کی صحیح توجیہ نہ کر سکیں تو یہی سمجھیں اور خصم کی حجت قطع کرنے کے لیے یہ آخری وار ہے مگر فضیلت صحابیت اور دیگر کمالات کی وجہ سے ثابت ہے اور گناہوں کی مغفرت صحابہؓ کے لیے سب سے زیادہ ہے۔ لاکفرن عنھم سیئاتھم (الخ)۔

[۱] جیسے یہ سبائی جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکر سے اُٹھ کر حضرت عائشہؓ کے لشکر میں آ گھسے اور فساد کے لیے لشکرِ علوی پر حملہ کر دیا۔

ایک عالم کی نظر میں ایک فعل غلط یا گناہ ہو مگر جو اہل اجتہاد اپنی دیانتدارانہ رائے سے وہ کام کر رہا ہو اسے فاسق نہ کہا جائے گا، علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں "۔ اگر کوئی شخص جو اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اپنے دیانتدارانہ اجتہاد کی رُو سے اسے جائز سمجھتا ہو تو اس کی بنا پر وہ فاسق نہیں ہوتا بلکہ اس کی غلطی کو خطائے اجتہادی کہا جاتا ہے۔" (بحوالہ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص۲۱۲)

س ۶۲۱ : الامامۃ والسیاسۃ ص۱۴۵ پر ہے جب معاویہؓ کو علیؓ کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے بڑی خوشی منائی اور سجدہ شکر ادا کیا۔

ج : ۱ : غلط ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے "کہ جب حضرت معاویہؓ کو علیؓ کی شہادت پہنچی تو رونے لگے۔ بیوی نے کہا اب روتے ہو حالانکہ ان سے جنگ کی ہے۔ فرمایا تجھے پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم و فضل اور فقہ سے محروم ہو گئے۔ (البدایہ ص$\frac{۱۳۰}{۸ج}$)

ج ۲ : الامامۃ والسیاسۃ معتبر کتاب نہیں ہے کسی رافضی کی ہے جس نے ابن قتیبہؒ کی طرف منسوب کر دی ہے علامہ ابن العربی العواصم من القواصم میں فرماتے ہیں :

لوگوں پر سب سے زیادہ سخت جاہل عقل والا ہے یا چالاک بدعتی ہے۔

جاہل ابن قتیبہ ہے جس نے صحابہؓ کے لیے اچھی باتیں تحریر نہیں کیں۔ امامت و سیاست میں۔ اگر سب کچھ اس کا صحیح سمجھا جائے یا مبرد اپنی ادبی کتاب میں جہالت کا ثبوت دیتا ہے ..... اور بدعتی مسعودی ہے کیونکہ وہ متعفن الحاد کی باتیں روایت کرتا ہے اور بدعت ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ علمار محققین نے ذکر کیا ہے کہ امامت و سیاست ابن قتیبہ کی نہیں ہے کیونکہ وہ مصر کے دو بڑے عالموں سے روایت کی جاتی ہے۔ ابن قتیبہ نہ مصر گئے نہ ان سے کچھ روایت کی۔ مبرد کے متعلق مشہور یہ ہے کہ وہ خارجیوں کی طرف مائل ہے۔ رہا مسعودی تو وہ چوٹی کا شیعہ ہے اور شیعہ مذہب پر اس کی کئی کتابیں ہیں۔ (بحوالہ حاشیہ تطہیر الجنان ص۴۴ عربی طملتان)

س ۶۲۲ : لا یشبع اللہ بطنہ ۔ حضورؐ نے یہ دُعا کس بزرگ کے حق میں کہی ؟

ج : حضرت معاویہؓ روٹی کھا رہے تھے۔ طلبی ہوئی تو جلدی نہ جا سکے۔ تب آپ نے ایسا فرمایا۔ استاد اپنے شاگرد کو ایسے الفاظ سے جھڑک دے تو کوئی مذمت و عیب نہیں۔ حضرت علیؓ کو ابوتراب فرمانا بھی اسی قسم کا ہے ہم تو اسے مقام مدح میں شمار کرتے ہیں مگر شیعہ

ہر بات کو عیب بنا دیتے ہیں۔ نیز ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام رحمۃ للعالمین نے دعا میں فرمایا :

"جس مسلمان کو میں نے بُرا بھلا کہا ہو یا پھٹکار کی ہو تو میں بھی آدم کا بیٹا ہوں ان کی طرح غصہ آتا ہے اے اللہ تو نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا۔ قیامت کے دن میری اس بددعا کو اس کے حق میں رحمت بنا دے۔ (ابوداؤد ص$\frac{۲۸۴}{۲ج}$ ، باب النہی عن سب اصحابؓ رسولؐ اللہ) تو مذمت کا اعتراض جاتا رہا۔

س ۶۲۳ : اگر معاویہؓ کاتب وحی تھے تو صحاح ستّہ سے ایک حدیث صحیح مرفوع نقل کریں۔

ج : بروایت ابن عباسؓ مسلم شریف ص$\frac{۳۰۴}{۲ج}$ پر ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ والد معاویہؓ نے حضورؐ سے یہ درخواست کی :

ومعاوية تجعله كاتبا بين يديك	معاویہؓ کو اپنا کاتب (وحی وخطوط) بنا دیں، حضورؐ
قال نعم۔ تؤمرلی حتی اقاتل	نے فرمایا ہاں بنا دیا۔ مجھے امیر لشکر بنائیں کہ کفار
الكفار كما كنت اقاتل المسلمين	سے جنگ کروں جیسے مسلمانوں سے کرتا تھا آپ
قال نعم۔	نے فرمایا۔ ہاں بنا دیا۔

س ۶۲۴ : مدارج النبوۃ میں ہے کہ معاویہؓ کا کاتبِ وحی ہونا ثابت نہیں۔

ج : غلط الزام ہے۔ آپ کاتبِ وحی تھے۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ ایک خصوصیّت آپ کی یہ ہے کہ رسولؐ اللہ کے کاتبوں میں سے تھے۔ جیسے مسلم وغیرہ میں صحیح روایت ہے۔

۲۔ ایک حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ معاویہؓ نبی علیہ السّلام کے سامنے لکھا کرتے تھے۔

۳۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کے کاتبوں سے معاویہؓ اچھی عمدہ کتابت والے فصیح زبان اور بردبار و معزز تھے۔

۴۔ مدائنی کہتے ہیں زید بن ثابتؓ (صرف) وحی لکھتے تھے اور معاویہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر عربوں کے درمیان وحی وغیرہ کی کتابت کرتے تھے۔ وہ خدا کی وحی پر رسولؐ اللہ کے امین تھے۔ یہ بلند مرتبہ کوئی معمولی نہیں ہے۔ (تطہیر الجنان ص۱۰) ممکن ہے صاحب مدارج النبوۃ کا یہی مطلب ہو کہ وہ صرف کاتبِ وحی نہ تھے پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔

۵۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی و اسنادہ حسن مجمع الزوائد ص ۳۵۷ ج ۹)

۶۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جبریلؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہ وحی لے کر آئے تو فرمایا: اے محمدؐ، معاویہؓ سے لکھوایا کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط مجمع الزوائد)

۷۔ قاضی عیاض نے معافی بن عمرانؒ مشہور محدث سے نقل کیا ہے ان سے پوچھا گیا کہ کیا عمر بن عبدالعزیز معاویہؓ سے افضل ہیں؟ تو معافی بہت غصے میں آگئے اور فرمایا: رسول اللہ کے صحابہؓ کے ساتھ کسی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ معاویہؓ آپؐ کے صحابی، برادرِ نسبتی کاتبِ رسول اور اللہ کی وحی پر امین تھے۔ جو آپ کو برا بھلا کہے اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی اس پر لعنت ہو۔ (تطہیر الجنان ص ۱۰، والبدایہ والنہایہ ص ۱۳۹ ج ۸)

س ۶۲۵، ۶۲۶: حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو کسریٰ و قیصر سے کیوں تشبیہ دی پھر کیوں نہ یہ مماثلت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بخشی جائے؟

ج: سرداری اور لباس کی وضع قطع اور انتظامی اہلیت کے لحاظ سے دی۔ کسی اچھی بات میں کافر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جیسے حضورؐ نے نوشیرواں کسریٰ کے عدل پر فخر کیا چنانچہ حضرت عمرؓ اس انداز میں فرماتے تھے "تم قیصر و کسریٰ اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ تم میں معاویہؓ موجود ہیں۔" ورنہ مسلمانوں کے نزدیک نوشیرواں اور قیصر و کسریٰ مذہب یا دیگر امور کے لحاظ سے محترم و معظم نہ تھے اور شیخینؓ تو سادہ پیوند لگا لباس پہنتے تھے۔

س ۶۲۷: اصحابِ عشرہ مبشرہ میں سے کسی صحابیؓ سے کوئی سی تین احادیث رواۃ کی توثیق کے ساتھ نقل کریں۔

ج: صحیح فضائل کی احادیث کا مطلقاً ثبوت کافی ہوتا ہے۔ شخصیات کی پابندیاں لگانا ضد بازی ہے۔ حضرت علیؓ کثیر الفضائل ہیں۔ اس پابندی سے شاید ان کے فضائل بھی ثابت نہ ہو سکیں؟

س ۶۲۸: اگر علیؓ و معاویہؓ، بھائیوں کے تنازعات میں اہل سنت دخل نہیں دیتے

تو پھر ابولہب و ابوجہل کو کیوں برا کہتے ہیں؟

ج: شیعہ میں یہی سمجھ کا قصور ہے کہ ذاتی معاملات کو مخالفتِ دین سے گڈمڈ کر دیا۔ ابوجہل و ابولہب کو حضورؐ سے یا آپؐ کو ان سے ذاتی دشمنی نہ تھی۔ دین کی مخالفت پر دشمنی تھی اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو حضورؐ کے اسی طرح دوست ہوتے جیسے دیگر صحابہؓ تھے۔ مگر حضرت معاویہؓ اور علیؓ میں کوئی دینی اعتقادی مذہب کا اختلاف نہ تھا۔ ایک ہی دین کے پیرو کار مومن بھائی تھے۔ (دیکھئے خطبہ نہج البلاغہ، ان ربنا واحد و دیننا واحد ..... الخ)

یہ مخالفت یا شکر رنجی و کدورت سیاسی اور انتظامی معاملات میں تھی۔ لہٰذا یہاں بھائیوں کے معاملات میں دخل نہ دیا جائے گا۔ کیونکہ خدا فرما چکا ہے: "ہم جو کچھ ان کے دلوں میں کھوٹ کدورت ہوگی، نکال دیں گے اور وہ بھائی بھائی آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔"

(سورۃ الحجر پ ۱۴، ع ۴)

س ۶۲۹: اگر یہ جواب ہے کہ وہ دشمنِ اسلام دشمنِ رسول تھے تو پھر ہم کہیں گے، بھائیوں اور چچوں کا معاملہ ہے آپ اجنبی ہو کر کیوں برا کہتے ہیں۔ ہابیل قابیل کے معاملہ میں کیوں خاموش نہیں ہوتے؟

ج: جب اختلاف دین کا تھا وہ دشمن دینِ رسول تھے تو ہم حضورؐ کے دینی بھائی ہو کر ابوجہل و ابولہب سے دشمنی رکھیں گے۔ گو شیعہ ان کی نہ دشمنی رسول اچھالیں نہ تبرّے کریں شاید ان کے مذہبی پیشوا صحابہ دشمنی میں یہی ابوجہل و ابولہب ہیں۔ اسی طرح قابیل، ہابیل کی زبان سے قرآنی الفاظ فتکون من اصحٰب النار... الخ کے مطابق قطعی دوزخی ہو چکا تھا تو اختلافِ دین ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ و معاویہؓ میں یہ مثال بھی برمحل نہیں ہے۔

س ۶۳۰: کیا امام حسنؓ نے معاویہؓ کی بیعت کی، ثبوت درکار ہے۔

ج: یقیناً بیعت کی تبھی تو شیعہ امام حسنؓ سے ابھی تک ناراض ہیں اور ان کے کسی بھی کمال و کردار پر کوئی خصوصی تقریب یا مجلس منعقد نہیں کرتے۔ ثبوت ملاحظہ ہو:

۱۔ کتاب احتجاج ص ۱۷۱ ج ۲ میں روایت ہے کہ جب امام حسنؓ نے معاویہؓ کے ہاتھ پر صلح کر لی۔ لوگ حاضر ہوئے اور بعضوں نے معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر آپ کو ملامت

کی۔ حضرت نے فرمایا تم پر افسوس ہے تم نہیں جانتے کہ میں نے تمہارے لیے کیا اچھا کام کیا۔ خدا کی قسم جو میں نے کیا وہ میرے شیعوں کے لیے بہتر ہے:

... آیا نمی دانید کہ ہیچک از ما نیست مگر آنکہ درگردن او بیعتے از خلیفہ جورے کہ در زمان اوست واقع میشود مگر قائم ما۔	کیا تم نہیں جانتے کہ قائم مہدی کے سوا ہم سب شیعہ امام اپنے اپنے زمانے کے خلیفہ جور کی بیعت اپنی گردن میں ڈالتے ہیں۔

(جلاء العیون ص۲۶۱ از ملا باقر علی مجلسی و منتہی الامال قمی ص۲۳۱/ج۱)

۲۔ "امیر معاویہؓ نے فوراً ان کی شرائط کو منظور کر لیا اس کے بعد انھوں نے (حسنؓ) اور ان کے ہمراہیوں نے بھی آکر بیعت کر لی۔ حضرت امام حسنؓ نے معاویہؓ سے کہا آپ حسینؓ سے اصرار نہ کریں۔ آپ کی بیعت کرنے کے مقابلہ میں ان کا اپنا فخر عزیز تر ہے یہ سُن کر امیر معاویہؓ خاموش ہو گئے لیکن بعد میں پھر امام حسینؓ نے بھی امیر معاویہؓ سے بیعت کر لی۔

(تاریخِ اسلام ص۴۵۸/ج۱ از اکبر شاہ نجیب آبادی)

س ۶۳۱، ۶۳۲: جب امام حسنؓ نے حکومت معاویہؓ کو سونپ دی تو معاویہؓ نے کن شرائط پر کاربند رہنے کا تحریری عہد کیا۔ شرائط صلح کی نقل مؤثقہ شائع کی جائے؟

ج۔ شرائطِ صُلح: مختلف تاریخوں میں شرائط کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف ہے۔ دینوری کا بیان اس باب میں زیادہ مستند ہے اور قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق مصالحت کی دفعات یہ تھیں:۔ ۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بناء پر نہ پکڑا جائے۔ ۲۔ بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔ ۳۔ اہلِ عراق کی بدزبانیوں کو انگیز کیا جائے۔ ۴۔ دار الجرد کا پورا خراج حضرت حسنؓ کے لیے مخصوص کیا جائے۔ ۵۔ امام حسینؓ کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔ وظائف میں بنی ہاشم کو بنو امیہ پر ترجیح دی جائے۔

امیر معاویہؓ نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے اقرار نامہ لکھ کر اس پر مہر کر کے اکابرِ شام کی شہادتیں لکھوا کر عبید اللہ بن عامر کے ذریعہ امام حسنؓ کے پاس بھجوا دیا۔ (اخبار الطوال ص۲۳۱ و طبری بحوالہ تاریخ اسلام ندوی ص۳۰۸/ج۱)

شیعہ کی جلاء العیون ص۲۵۴ اور منتہی الآمال ص۲۳ پر ہے:

"حسنؓ بن علیؓ نے معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کے ساتھ صلح کی ہے کہ حسنؓ اس کا مقابلہ نہ کریں گے بشرطیکہ:

۱۔ وہ لوگوں کے درمیان کتاب خدا، سنّتِ رسُولؐ اور سیرت خلفاء راشدینؓ کے مطابق حکومت کریں۔

۲۔ اپنے بعد کسی شخص کو امرِ خلافت کے مقرر نہ کریں۔

۳۔ شام، عراق، حجاز، یمن کے لوگ جہاں بھی رہیں اس کی گرفت سے بے فکر رہیں۔

۴۔ حضرت علیؓ کے اصحاب اور شیعہ اپنی جان و مال اور زن و اولاد سمیت محفوظ رہیں گے۔

ان شرطوں پر معاویہؓ سے عہد و پیمان لیا گیا۔ (حضرت معاویہؓ ان شرائط پر کاربند رہے تبھی تو حسنؓ نے مقابلہ نہ کیا۔) ولیعہدی خود نہ کی تھی بعض عمال کے مشورے اور پھر سب کی تائید سے کی تاکہ جھگڑا نہ پیدا ہو۔

س ۶۳۳: کافر و مسلم کے مابین وراثت کا مسئلہ، معاویہؓ نے سُنّت کو بدلا، وہ کیوں محترم ہے؟

ج: مولانا تقی عثمانی قاضی وفاقی شرعی کورٹ کی کتاب "حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق" بازار سے منگوائی۔ بلفظہٖ حوالہ غلط ہے۔ انھوں نے اس مفہوم کی عبارت البدایہ سے نقل کر کے، مولانا مودودی کے استدلال کی تغلیط کی ہے۔ پھر جواب یہ فرماتے ہیں: "واقعہ اصل میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ عہد صحابہؓ سے مختلف فیہ رہا ہے۔ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس اختلاف کی تشریح علامہ بدرالدین عینی کی زبانی سُنیے:

"رہی یہ بات کہ مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سو عام صحابہ کرامؓ کا قول تو یہی ہے کہ وہ وارث نہ ہوگا اور اس کو ہمارے علماء (حنفیہ) اور امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے لیکن یہ استحسان ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ وارث ہو اور یہی حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاویہؓ کا مذہب ہے اور اسی کو مسروق، حسن، محمد بن الحنفیہ اور

محمد بن علی بن حسینؓ (شیعہ کے امام باقرؒ) نے اختیار کیا ہے۔ (حضرت معاویہؓ ص ۱۵، ص ۱۶)
مسئلہ خالص فقہی اور قانونی ہے اور معاویہؓ اختلاف میں تنہا نہیں بلکہ معاذ بن جبلؓ جیسے اعلم الحلال والحرام صحابی اور امام باقرؒ جیسے فقیہہ تابعی بھی آپ کے ہم نوا ہیں لہٰذا حضرت معاویہؓ کو سنت کا مخالف یا بدعت کا مرتکب نہ کہا جائے گا۔

س ۶۳۴: معاہد کی دیت معاویہؓ نے کامل بنا کر آدھی خود لے لی فیصلہ خلافِ سنّت ہُوا۔

ج: زہری کے قول میں یہ صراحت ہے والقی النصف فی بیت المال۔ کہ حضرت معاویہؓ نے آدھی مقتول کے وارثوں کو دی اور آدھی بیت المال میں داخل کی۔ (سنن بیہقی ص ۱۰۸ ج ۸) تو خود لینے والی بات غلط ثابت ہوئی۔ پھر امام زہری اس کی نسبت صرف معاویہؓ کی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ معاہد کی دیت کے بارے میں آنحضورؐ سے مختلف روایتیں مروی ہیں اس لیے یہ مسئلہ عہدِ صحابہؓ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔

ایک حدیث یہ ہے: عقل الکافر نصف دیۃ المسلم۔ (احمد، نسائی، ترمذی)
دوسری یہ ہے: دیۃ ذمی دیۃ مسلم۔ کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ (سنن الکبرٰی ص ۱۰۲ ج ۸)

امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کا مسلک اسی حدیث پر مبنی ہے حضرت معاویہؓ کا پہلی حدیث پر ہے۔ دراصل حضرت معاویہؓ نے دو مختلف حدیثوں میں بہترین تطبیق دی کہ قاتل سے تو دیت پوری مسلمان والی لی مگر مقتول کے ورثار کو حدیث اوّل کے مطابق آدھی دی اور آدھی بیت المال میں جمع کر دی کہ قتل سے بیت المال کا بھی نقصان ہوا اور خراج کی آمدنی وغیرہ گھٹ گئی۔
ایک مجتہد کو علمی انداز سے حضرت معاویہؓ سے اختلاف کا حق ہے مگر اسے قانون کی بالاتری کا خاتمہ کہنا یا خلافِ سنت قانون بنانے کا الزام لگانا غلط ہے۔ (کذا فی معاویہ و تاریخی حقائق ص ۲)

س ۶۳۵: قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ کی بدعت سب سے پہلے معاویہؓ نے کی۔

ج: معاویہ دشمنی میں بات کا بتنگڑ بنایا گیا ہے۔ ورنہ ضرورت کے موقع پر خود رسُول اللہ نے یہ فیصلہ کیا۔ سنن ابی داؤد ص ۱۵۲ ج ۲ پر باب ہے، باب الیمین والشاہد، اور اس میں ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قسم اور ایک گواہ

پر (ایک دفعہ) فیصلہ کیا تھا۔
ائمہ ثلاثہؒ اس پر فیصلہ کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نہیں کیونکہ کتاب اللہ میں دو گواہ ضروری ہیں۔
حضرت معاویہؓ کی طرف راوی نے پہل کی یا لغوی بدعت کی نسبت اس لیے کی ہے کہ خلفاء راشدینؓ کو ایسے فیصلے کی ضرورت نہ پڑی تھی

س ۶۳۶: معاویہؓ نے یزید کی بیعت لینے کے لیے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے اس نے انکار کیا رشوت لینا دینا کیسا ہے؟

ج: "رشوت لینا دینا حرام ہے مگر رشوت کی تعریف یہ ہے کہ سرکاری افسر کے ذمے بحیثیت عہدہ ایک کام کرنا ضروری ہو اور وہ لیے بغیر نہ کرے۔ یا کوئی شخص اس سے ناجائز کام نکالنے کے لیے رقم دے۔" حضرت عبدالرحمٰنؓ نہ حاکم تھے، نہ ان کے ذمے بیعت کرنا ضروری تھا کیونکہ انھوں نے بیعت نہیں کی تب بھی یزید کو خلیفہ مان لیا گیا تو یہ پیشکش رشوت کی مد میں نہ آئے گی ہاں تالیفِ قلب اور حسنِ تعلقات بنانا کہہ سکتے ہیں جیسے کسی شخص کو مسلمان کرنے کے لیے یا اسلام پر برقرار رکھنے کے لیے زکوٰۃ خرچ کرنے کی مد قرآن میں مذکور ہے اور اسے قبول اسلام پر رشوت دہی نہ کہا جائے گا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کمالِ تقوٰی سے اس میں حصہ لینا اور زیر بار احسان ہونا گوارہ نہ کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

س ۶۳۷: مسوّٰی شرح مؤطا میں ہے کہ سرکاری عطیات میں سے سب سے پہلے زکوٰۃ معاویؓ نے وصول کی۔ کیا یہ بدعت ہے کہ نہیں؟

ج: سرکاری عطیات بھی لینے والے کا مال مملوک بن جاتا ہے۔ سال گذرنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مسوّٰی میں اسی جگہ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: "عطیہ مفید مال ہے۔ زکوٰۃ اس میں تب ہوگی کہ سال گزر جائے اسے بیہقی نے سنن میں ذکر کیا ہے۔" پھر شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: انما اخذ ابوبکر وعثمان من العطایا لما عندھم من النقود ما حال علیہ الحول۔

حضرت ابوبکرؓ اور عثمانؓ نے بھی سرکاری عطایا میں لوگوں سے زکوٰۃ لی تھی کیونکہ وہ اس نقدی سے مل گئے جن پر سال گذر چکا تھا۔

(مسوّٰی ص ۲۲۴ ج ۱)

معلوم ہُوا کہ حضرت معاویہؓ کا فعل اتباعِ اسلام اور اتباعِ خلفاء ہے بدعت نہیں۔ امام زہریؒ کا اسے اوّل کہنا ناواقفیت ہے۔

س ۶۳۸: مولوی مودودی خلافت وملوکیت میں لکھتے ہیں کہ معاویہؓ نے مالِ غنیمت میں سے سونا چاندی اپنے لیے نکالنے کا باقی شرع پر تقسیم کرنے کا حکم دیا۔

ج: پانچوں حوالوں میں کتر بیونت کی گئی ہے ورنہ البدایہ والنہایہ میں صراحت ہے:

یعنی الذهب والفضة یجمع کله من هذه الغنيمة لبيت المال،

یعنی مالِ غنیمت کا یہ سونا چاندی بیت المال کے لیے اکٹھا کیا جائے۔ اور پھر یہ حکم صراحۃً نہیں ہے بلکہ زیاد نے لکھا کہ امیر المومنین کا خط آیا ہے۔ یہ تحقیق اپنی جگہ باقی ہے کہ واقعی خط بھی آیا تھا یا زیاد نے ازخود منسوب کرکے حکم دیا۔

س ۶۳۹: اگر بیت المال کے لیے نکالنا تھا تو بھی قرآن وسنت کے خلاف ہے کہ زمانہ رسُول سے زمانہ علیؓ تک سونا چاندی مال سے علیحدہ نہ کیا گیا۔

ج: ہوسکتا ہے کہ اس وقت بیت المال میں ان دو چیزوں کی کمی ہو اور بطورِ زرِان کا سٹیٹ بنک میں رہنا ضروری ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کو علم ہو کہ وہ سب مال کا خمس بنتا ہے۔ زیادہ نہیں تو ایسا انتظامی حکم دیا مگر فی نفسہٖ وہ سونا چاندی خمس سے زائد تھا۔ اسی لیے حضرت حکم وعمرو نے اس حکم پر عمل نہ کیا۔

اسے کتاب وسنت کے خلاف کہنا جرأتِ دشمنانہ ہے گو سابق کسی خلیفہ کو اس کی ضرورت پیش نہ آئی تھی تاہم عقلی اور فقہی اعتبار سے یہ ناجائز نہیں ہے اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ زکوٰۃ کے مصارفِ ثمانیہ میں سے صرف ایک مد میں زکوٰۃ خرچ کی جائے یا جب مختلف نصابوں کی نکال لی جائے تو کسی خاص نصاب سے (سونا، چاندی یا غلہ، کپڑا یا تجارتی سامان) تمام نصابوں کی زکوٰۃ ادا کردی جائے تو سب کے ہاں درست ہے۔ اسی طرح مختلف مدات کے مال سے سب کا خمس کسی خاص مد سے کمانڈر انچیف یا خلیفہ نکال کر بیت المال میں دے دے اور بقیہ تقسیم کردے تو درست ہے۔

س ۶۴۰: کتاب الاموال میں ہے کہ معاویہؓ نے یمن کی زکوٰۃ سے لوگوں کو عطیات

دینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے احتجاج کیا کہ ہم یتیموں کا مال نہیں لیتے تب عطایا بھیجے گئے۔

ج: یہ بھی بلاوجہ اعتراض ہے کیونکہ عطایا لینے والوں میں امیر وغریب سبھی تھے۔ تاریخ زائد ہو رہی تھی، مرکز سے جزیہ کا مال آتے آتے دیر لگ جاتی اس لیے صدقاتِ یمن سے ادائیگی کی اجازت دی اور یہ ایک مد کا دوسری سے قرض لینا تھا کہ عطیات فنڈز سے یتامیٰ ومساکین کو اتنے مال کی ادائیگی کی جاتی۔ چونکہ ناسمجھی سے لوگوں نے احتجاج کیا تو اس کا بھی احترام کیا گیا۔ آج بھی حکومت کے مختلف ادارے اور شعبے افسرانِ بالا کی اجازت سے دوسری مدوں سے قرض لے کر اپنا حساب کتاب کر لیتے ہیں پھر اپنے فنڈ سے متعلقہ محکمہ کو ادائیگی کر دیتے ہیں اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

س ۶۴۱: حضرت حجر بن عدی کا مقام مذہب اہلِ سنت میں کیا ہے؟ کیا وہ شہید مظلوم نہ تھے؟

ج: حضرت حُجر کوفہ کے نیک زاہد اور حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھے۔ صحابیؓ نہ تھے تابعی تھے۔ لیکن بنوامیہ کے سخت خلاف تھے۔ حضرت حسنؓ پر صلح وبیعت سے ناراض تھے پھر حضرت حسینؓ سے بیعت تڑوانی چاہی مگر آپؓ نے فرمایا:

انا قد بایعنا وعاهدنا ولا سبیل الی نقض بیعتنا۔ (اخبار الطوال للدینوری ص۲۲۰)	ہم نے پکی بیعت اور معاہدہ کیا ہے ہم بیعت کسی صورت میں نہیں توڑتے۔

پھر ان کے ساتھ بہت سے شرپسند مل گئے اور حکومت کے خلاف کارروائیوں میں لگے رہتے۔ بقول ابن جریر وابنِ کثیر یہ لوگ حضرت عثمانؓ کی بدگوئی کرتے اور ان کے بارے ظالمانہ باتیں کرتے اور امراء پر عیب لگاتے تھے اور اس معاملے میں غلو کرتے تھے۔ (البدایہ ص۵۴/۸)

پھر ایک مرتبہ حضرت مغیرہؓ گورنر کوفہ کو ڈرایا دھمکایا تو انھوں نے معاف کر دیا۔ پھر سات سال بعد زیاد کوفہ کا گورنر ہوا اور اس نے حضرت عثمانؓ کی تعریف کی۔ قاتلوں پر پھٹکار کی، تو حجر نے حسبِ معمول کھڑے ہو کر بُرا بھلا کہا۔ (ابن سعد)۔ زیاد نے اس وقت کچھ نہ کہا، مگر تنہائی میں بلا کر خوب سمجھایا، زبان بند رکھنے کا حکم دیا۔ اب شریر شیعہ ان کے گرد جمع ہو گئے اور زیاد کے خلاف خوب محاذ بنا لیا۔ بر سرِ عام گورنر کو اور حامیانِ عثمانؓ کو بُرا بھلا کہتے۔ پھر ایک مرتبہ مسجد میں خطبہ کے دوران نمازیوں اور گورنر پر پتھراؤ کیا تو گورنر نے بڑی لڑائی کے

بعد ان کو گرفتار کیا۔ آزادانہ عینی ۴۰ گواہیاں اس مضمون کی ثبت ہوئیں:

"حجر نے اپنے گرد بہت سے جتھے جمع کر لیے ہیں اور خلیفہ کو کھلم کھلا برا کہا ہے اور امیر المؤمنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلافت کا آلِ ابی طالب کے علاوہ کوئی مستحق نہیں انھوں نے ہنگامہ برپا کر کے امیر المومنین کو نکال باہر کیا۔" (تاریخ طبری ص۱۹۳ تا ص۲۰۱، ج ۴)

ان گواہیوں میں حضرت وائل بن حجرؓ، کثیر بن شہابؓ، عمرو بن حریثؓ، خالد بن عرفطہؓ جیسے جلیل صحابہؓ تھے اور ابوبردہؒ، موسیٰ بن طلحہؒ، اسحٰق بن طلحہؒ جیسے فقہاء و تابعین بھی تھے۔

ظاہر ہے ان کا جرم بغاوت ثابت ہو چکا تھا اور باغی کی سزا موت ہے۔ تاہم امیر معاویہؓ نے مزید تردّد کیا اور گورنر کوفہ کو لکھا کہ قتل کی نسبت معاف کرنا افضل جانتا ہوں مگر زیاد نے لکھا اگر آپ کو شہر کوفہ کی ضرورت ہے تو حجر اور ان کے ساتھیوں کو واپس نہ بھیجئے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے چھ افراد کو تو سفارش پر چھوڑ دیا اور آٹھ کو جلاد کے حوالے کر دیا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ کا سفارشی خط آیا اور قاصد جلاد کے پاس گیا تو حجر قتل کیے جا چکے تھے رحمہ اللہ۔ (البدایہ مختصراً)

اس سب تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت حجر بن عدی کندیؒ باقاعدہ جرم بغاوت کی بنا پر قتل کیے گئے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کوئی بڑی خونریز بغاوت برپا کر دیتے۔ شرعی جزا پا کر پاک ہو گئے۔

س ۶۴۲: کیا کبیرہ گناہ کرنے والا امیر المؤمنین ہو سکتا ہے؟

ج: حدیث مشہور ہے۔ ولا بد للناس من امیر برّ او فاجر۔ نیک یا بد امیر کا لوگوں پر ہونا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا فتویٰ بھی یہی ہے لیکن حضرت معاویہؓ کو، حجر بن عدی کے قتل کرنے میں گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کہا جائے گا کیونکہ انھوں نے اسلامی تعزیراتی سزا نافذ فرمائی۔ اگر حضرت علیؓ سے متوقع بغاوت کو دبانے کے لیے جنگ جمل و صفین میں .... ہوا، تو حضرت معاویہؓ نے ثابت شدہ بغاوت (مع شہادات) پر اگر صرف آٹھ افراد کو قتل کیا تو کوئی جرم نہیں کیا انتظامی امور میں قانون حاکم کی طرف داری کرتا ہے۔

۱۹۷۷ء کی قومی اتحاد کی تحریک میں بھٹو حکومت نے ہزاروں افراد کو خاک و خون میں تڑپایا مگر قانون نے ان سب واقعات سے درگزر کر کے صرف احمد رضا قصوری کے والد مرحوم

کے خفیہ اور سازشی قتل میں بھٹو کو گرفتار کرا کر سولی پر لٹکایا۔

س ۶۴۳: اگر نہیں ہو سکتا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں اعتراف کیا ہے کہ معاویہؓ مرتکب کبیرہ تھا۔ آپ اسے خلیفہ کیوں مانتے ہیں؟

ج: گو خلافت و امارت کے لیے عصمت شرط نہیں جیسے حدیث بالا گذری تاہم شاہ صاحب کا یہ قول جنگِ صفین کی ظاہری شکل پر مبنی ہے کہ شاہ صاحب کے ہاں وہ ناجائز اور گناہ تھی۔ یہ مطلب نہیں کہ اس اجتہادی اقدام اور انتظامی معاملات کے علاوہ حضرت معاویہؓ اپنی ذاتی سیرت و کردار میں عیب دار یا مرتکب کبیرہ تھے جیسے شیعہ تاثر دے رہے ہیں اور جنگِ صفین میں مقابلہ کا عذر اور اجتہاداً مجبوری ہم واضح کر چکے ہیں اور آپ کی خلافتِ صحیحہ حضرت حسنؓ کی دست برداری اور بیعت کے بعد ہے۔ اس ۲۰ سالہ دور میں کسی کبیرہ کا ارتکاب نہیں ہوا تو ہم امیر المؤمنین اور خلیفہ بجا مانتے ہیں۔

س ۶۴۴: جب معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کو علیؓ کی سب و شتم پر مجبور کیا تو آپ نے کیا جواب دیا اور کون سی تین فضیلتیں بیان فرمائیں؟

ج: کوئی مجبور نہیں کیا بلکہ پوچھا: ما لک لا تسب ابا تراب۔ اور سب سے مراد نہ لعنت و پھٹکار ہے نہ ان کی بدگوئی و مذمّت ہے۔ صرف قاتلینِ عثمان کے متعلق ان کی نرم پالیسی پر تنقید ہے مگر حضرت سعدؓ بڑے عالی ہمّت اور قدردانِ مرتضیٰؓ تھے یہ فضائل بیان کر دیئے۔ حضرت معاویہؓ نے بھی خوشی سے سُنے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے ہاں رائے کی بھی آزادی تھی اور فضائلِ مرتضیٰؓ سے انکاری بھی نہ تھے۔ اختلاف و شکر رنجی قاتلینِ عثمان کے متعلق نرم پالیسی سے پیدا ہوئی اور دن بدن بلوائیوں کی شرارتوں سے اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت سعدؓ نے یہ فضیلتیں بیان فرمائیں:۔

۱۔ حضورؐ نے فرمایا: "کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تیرا میرے ساتھ وہی مرتبہ ہے جو ہارونؑ کا موسیٰؑ کے ساتھ تھا مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

۲۔ خیبر کے دن آپؐ نے فرمایا: میں جھنڈا صبح اسے دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ تو

علیؓ کو جھنڈا دیا۔ خدا نے آپ کو فتح دی۔

۳۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسُول اللہ نے حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کو بلوایا تو دعا مانگی۔ اے اللہ یہ (بھی) میرے گھر کے لوگ ہیں۔ (مسلم ص ۲۷۸/ج ۲)

س ۶۴۵: جب عشرہ مبشرہ جیسے اصحابؓ سعد بن ابی وقاصؓ اور سعید بن زیدؓ اور دیگر خلفاء کے متقی و اہل فرزند موجود تھے تو یزید کو ولی عہد کیوں بنایا؟

ج: اس کی مفصل تحقیق ہم "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ" خاتمہ میں کر چکے ہیں۔ اگر ان میں سے بھی کوئی صاحب خلیفہ بن جاتے تو شیعہ کہاں مانتے؟ کیا عمرو بن سعدؓ کو شیعہ خلیفہ مان لیتے۔ شیعوں کو تو بہر حال طعن بر معاویہؓ سے کام ہے۔

س ۶۴۶: کیا ولی عہدی محض تجویز تھی یا جبری حکم؟ اگر تجویز تھی تو رشوتیں دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ج: تجویز تھی اور وہ بھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی۔ جب اکثر گورنروں اور کابینہ نے مشورہ دے کر پاس کرالی اور تمام شہروں والے متفق ہو گئے اور صرف اہلِ مدینہ کے ۵-۶ ذوی الرائے اصحابؓ نہ مان رہے تھے تو ایک بے اعتبار روایت کی بناء پر حضرت معاویہؓ نے تالیف قلوب یا دھمکی سے ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ سیاسی معاملات میں اتفاق حاصل کرنے کے لیے بسا اوقات ایسا اقدام ناگزیر ہو جاتا ہے۔ بغاوت کی سخت سزا اسی لیے ہے۔ ایک خلیفہ ہو جانے پر دوسرے کے لیے بیعت یا دعویٰ خلافت پر احادیثِ "مسلم" میں قتل کا حکم اسی بناء پر ہے۔ یہ اس فرضی روایت کو ماننے کی صورت میں حضرت معاویہؓ سے دفاع ہے۔ ورنہ اتنی باتوں کی ہمیں بھی ضرورت نہیں۔ فریقین ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر واجب الاحترام ہیں۔

س ۶۴۷: عدالتِ صحابہؓ کا صحیح مفہوم اہلِ سنت کے نزدیک کیا ہے؟

ج: بیکہ صحابہ کرامؓ، روایتِ حدیث میں جرح و تعدیل کی بحث سے بے نیاز تھے۔ وہ معاملات، اخلاق اور کردار میں صحبتِ نبوی کی وجہ سے تزکیہ شدہ اور صاف و بے عیب تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو گئی تو خدا نے معاف کر دی یا وہ خود تائب ہو کر رخصت ہوئے وہ عمداً نہ جھوٹ بولتے تھے نہ ظلم و خیانت کرتے تھے۔ ہمیں ان کے باہمی معاملات میں

سکوت کا حکم ہے۔ خدا کا فرمان ہے "لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر، گناہ، نافرمانی سے تمہیں نفرت دے دی۔ تم ہی لوگ اللہ کے فضل و نعمت سے نیکوکار ہو۔" (حجرات پ ۲۶)

س ۶۴۸، ۶۴۹: عقیدہ اہلِ سُنّت الصحابۃ کلھم عدول کم از کم دو قدیم کتب سے ثابت کریں۔

ج: علامہ ابنِ عبدالبر مالکی المتوفیٰ ۴۶۳ھ الاستیعاب ص ۹ پر لکھتے ہیں:۔

وان کان الصحابۃ رضی اللہ عنھم قد کفینا البحث عن احوالھم لاجماع اھل الحق من المسلمین وھم اھل السنۃ والجماعۃ انھم عدول۔

بے شک ہم صحابہ کرامؓ کے حالات پر کافی بحث کر چکے ہیں کیونکہ تمام اہلِ حق، اہل سنت و جماعت مسلمانوں کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی المتوفیٰ ۴۶۰ھ کفایہ باب فی عدالت الصحابہؓ پر لکھتے ہیں:

وجمیع ذٰلک یقتضی طھارۃ الصحابۃ والقطع علیٰ تعدیلھم ونزاھتھم فلا یحتاج احد منھم مع تعدیل اللہ لھم المطلع علیٰ بواطنھم الیٰ تعدیل احد من الخلق فھم علیٰ ھذہ الصفۃ الا ان یثبت علیٰ احد ارتکاب ما لا یحتمل الا قصد المعصیۃ والخروج من باب التاویل فیحکم بسقوط العدالۃ وقد برء ھم اللہ تعالیٰ من ذٰلک ورفع اقدارھم عنہ۔

یہ تمام آیات و احادیث صحابہ کرامؓ کی گناہوں سے طہارۃ عدالت کی قطعیت اور برائیوں سے پاک دامنی پر دلالت کرتی ہیں پس ان کے باطن سے واقف رب تعالیٰ کی شہادت بر عدالت کے ہوتے ہوئے کسی مخلوق کی تعدیل کی حاجت نہیں وہ اسی طہارت پر سمجھے جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے کام کا ارتکاب ثابت ہو جو صرف معصیت ہی کے ارادے سے ہو سکتا ہو اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے تاکہ عدالت ساقط ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے کام سے ان کو بری رکھا ہے اور ان کی شان اس سے برتر بنائی ہے۔

س ۶۵۰ : کیا صحابہؓ کا ہر قول و فعل اجتہاد ہوگا ؟

ج : مجتہد صحابہؓ کا ہر قول و فعل ایسا ہے بشرطیکہ خود اس نے یا باقی سب نے نفی نہ کی ہو اور عوام اگر مجتہد صحابیؓ کے مقلد ہیں تو بھی یہی حکم ہے اگر عامی کا اپنا فعل و عمل ہے اور باقیوں نے اس کی تائید یا اس پر سکوت کیا ہے تو وہ بھی جائز سمجھا جائے گا۔ خلفاء راشدینؓ کی پیروی کا بالخصوص آپ نے حکم دیا ہے اگر ان کا کسی مسئلے پر اتفاق ہو بالفرض کسی عام اور غیر فقیہہ صحابیؓ سے اس کے خلاف مروی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان دو سوالوں کی مکمل تشریح ہماری کتاب عدالتِ صحابہ کرامؓ میں دیکھئے۔

س ۶۵۱ : کیا معاویہ کو بارگاہِ رسالتؐ میں مرتبہ اجتہاد حاصل ہوا ؟

ج : بارگاہِ رسالتؐ میں صحابہؓ کا مشورہ چلتا اور قبول ہوتا تھا۔ اجتہاد تو آنجنابؐ کا اپنا تھا۔ جبکہ معاویہؓ کاتب و امین تھے۔ مشورے دیتے تھے۔ ایک مشورہ کے موقع پر حضور علیہ السّلام نے فرمایا : ادعوا معاویة احضروه امركم فانه قوی امین ۔ معاویہؓ کو بلاؤ اپنا معاملہ اس کے سامنے رکھو کیونکہ وہ طاقت ور اور امین ہے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۵۶ ج ۹، طبرانی رجالہ ثقات وفی بعضهم خلاف)

ایک مرتبہ یہ دُعا فرمائی : اے اللہ معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور عذاب جہنم سے بچا۔ (الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۳۸۱ ج ۳) تو یہ مرتبہ و تعلق اجتہاد سے کم رتبہ کا نہ تھا۔

س ۶۵۲ : حضرت عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ نے تو آپ کے خیال میں غلطیوں سے رجوع کر لیا۔ کیا معاویہؓ نے بھی رجوع کیا۔ شہرستانی کے بقول معاویہؓ نے صرف امام حق کے خلاف بغاوت کی ؟

ج : جب آپ کا مذہب ہی "میں نہ مانوں"، کفر و انکار ہی ہے۔ مذکورہ بالا تین ہستیوں کو خدا معاف کر دے، تم معاف نہیں کرو گے تو حضرت معاویہؓ کے متعلق ایسا ثابت بھی کر دیں تو آپ مان جائیں گے ؟ حضرت علیؓ کی وفات پر معاویہؓ کے رونے کا تو حوالہ ہم البدایہ والنہایہ سے دے چکے ہیں۔ ضرار صدائی سے باصرار حضرت علیؓ کے غیر معمولی اوصاف سننا اور رو پڑنا بھی تاریخی حقیقت ہے۔ پھر آخر میں فرمایا : رحم

الله ابا الحسن كان والله كذلك ۔ اللہ علیؓ پر رحمت نازل فرمائے خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الاستیعاب تحت الاصابہ ص ۴۳ ج ۳)

اسی طرح آپ نے قسم کھا کر فرمایا : علیؓ مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اگر وہ خون عثمانؓ کا بدلہ لے لیں تو اہلِ شام میں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ ص ۱۲۹ ج ۷)

یہ تاثرات ایک قسم کے رجوع اور توبہ کا نتیجہ ہیں۔ اور حضرت علیؓ بھی یہی تاثرات رکھتے تھے : اسحاق بن راہویہ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگِ جمل اور صفین کے موقع پر ایک شخص کو سُنا کہ وہ مخالف لشکر والوں کو بُرا کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا، ان کو بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو انھوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے۔ (منہاج السنۃ ص ۶۱ ج ۲)

اور نہج البلاغہ کا خطبہ تو مشہور ہی ہے جس میں اہلِ شام کو اپنے جیسا مومن کہا اور اختلاف صرف دمِ عثمانؓ میں منحصر فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حسنؓ سے فرمایا : اے حسنؓ تیرے باپ کا گمان نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ تیرا باپ چاہتا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ (صفین) سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔ پھر صفین سے واپسی پر فرمایا : کہ حضرت معاویہؓ کے امیر ہونے کو بُرا نہ سمجھو، کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم سروں کو گردنوں سے تمبے کی طرح اڑتے دیکھو گے۔

حادثہ اور جنگ سے گزرنے والے دونوں اکابر کے بیانات و تاثرات واضح ہیں اسی لیے ہم دونوں کے متعلق لب کشائی سے خاموش ہیں اور واجب الاحترام مانتے ہیں شہرستانی کے قول پر اصرار ایسا ہی ہے "کہ فریقین تو آپس میں صلح کریں مگر قاضی راضی نہ ہو"۔

س ۶۵۳ : بخاری میں ہے : معاویہؓ نے کہا جو خلافت کے متعلق بات کرنا چاہے وہ سر اپنا اونچا کرے ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حق دار ہیں۔ کیا تخویف و تحریص کا الزام معاویہ پر ثابت نہیں ہوتا ؟

ج : اس میں تخویف اور دھمکی کی تفصیل تو نہیں ہے صرف حضرت ابنِ عمرؓ کا تاثر ہے کہ میں اگر بولتا تو اختلاف اور جھگڑے تک نوبت پہنچتی جسے میں پسند نہ کرتا تھا تو خاموش رہا۔

فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی رائے میں خلافت کا حقدار ترین وہ تھا، جو طاقت، رائے اور عقل میں فضیلت رکھتا ہو اور اسلام دین اور عبادت میں فائق شخص جو اتنی طاقت اور رائے و عقل نہیں رکھتا وہ فاضل و مستحق ترین نہیں ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ بڑے دین دار اور عبادت گذار کو احق ترین جانتے تھے۔ ہر انتخاب کے موقع پر ایسا اختلاف رائے اور گرم و نرم باتیں ہو جاتی ہیں۔ بالفرض حضرت ابنِ عمرؓ ہی بن جاتے تو شیعہ تو ان کے بھی دشمن ہوتے اور اب بھی ہیں۔

س ۶۵۴: کیا عقیدہ سُنّیہ میں صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں؟

ج: جی ہاں! کہ وہ متبوع و مقتدا ہیں جو ان کے مجموعی نقشِ قدم پر چلے گا وہی نجات پائے گا۔ اللہ کا ارشاد ہے: "اگر وہ لوگ بھی اسی طرح اور اتنا ایمان لائیں جو تم لائے ہو تو ہدایت پالیں اگر منہ پھیر لیں تو گمراہ ہیں۔" (پ۱ ع ۱۶)

س ۶۵۵: ترمذی کی حدیث کہ اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنا دے۔ اس کے اسناد صحیح ثابت کریں۔

ج: امام ترمذیؒ نے اسے حدیثِ حسن کہا یہ بھی صحیح کی ایک قسم ہے:

راوی پانچ ہیں: تقریب التہذیب سے ان کی توثیق ملاحظہ ہو:

۱۔ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد الذھلی نیشاپوری ثقہ اور جلیل حافظ ہیں۔ گیارھویں طبقہ سے ہیں ۲۵۸ھ میں وفات پائی۔

۲۔ ابو مُسہر، عبدالاعلیٰ بن مسہر دمشقی ہیں ثقہ اور فاضل ہیں۔ دسویں طبقہ کے کبار سے ہیں۔ ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔

۳۔ سعید بن عبدالعزیز التنوخی الدمشقی ثقہ اور امام ہیں۔ امام احمدؒ نے ان کو اوزاعیؒ کے برابر مانا ہے۔ ساتویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۶۷ھ یا اس کے بعد وفات پائی۔

۴۔ ربیعہ بن یزید دمشقی ابو شعیب ایادی ثقہ اور عابد ہیں۔ چوتھے طبقہ سے ہیں۔ ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔

۵۔ عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ، ترمذی کی اسی روایت میں ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب میں سے تھے۔ تقریب میں ہے کہ حمص شام میں جا ٹھہرے تھے۔

سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں ان پر تنقید حرام ہے

س ۶۵۶: تنقید کے معنیٰ اہلِ سُنّت کے نزدیک کیا ہیں؟

ج: لغوی معنیٰ، پرکھنے اور کلام کے عیوب و محاسن ظاہر کرنے کے ہیں نقد نقدًا تنقادًا ناقدہ مناقدۃ۔ کسی معاملہ میں جھگڑنا۔ انتقد الکلام۔ کلام کی تنقید کرنا عیوب و محاسن ظاہر کرنا۔ (مصباح اللغات ص۹۰۰)

اصطلاح اور محاورہ اردو میں، کسی چیز کے عیوب کو ظاہر کرنا ہے۔ اگر خوبیاں ظاہر کی جائیں تو تقریظ و تبصرہ کہلاتا ہے۔

س ۶۵۷: کوئی آیتِ قرآن بتائیں کہ کسی صحابی پر تنقید نہ کی جائے؟

ج: تنقید مروجہ اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا، غیبت و عیب جوئی کہلاتا ہے قرآن میں ہے:

۱۔ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا۔ (حجرات پ۲۶) — تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے اور نہ عیوب تلاش کرے۔

۲۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ (پ۳۰) — ہلاکت ہے ہر عیب جو اور طعنہ دینے والے کے لیے۔

جب قرآن مدحِ صحابہؓ سے پُر ہے تو ان کی عیب جوئی و مذمت، غیبت، جھوٹ اور طعنہ بازی ہوگی جو قطعی حرام ہے۔ یہ حقوق جب تمام مسلمانوں کو حاصل ہیں تو صحابہؓ کرام اس کا مصداق اوّلین ہیں۔ جب وہ معیارِ ایمان ہیں تو معیار پر تنقید نہیں کی جاتی ہے۔

س ۶۵۸: حُرمتِ تنقید پر حدیثِ مرفوع صحیح توثیق شدہ پیش کریں۔

ج: ترمذی شریف میں ارشادِ نبویؐ ہے:

لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان کو میرے بعد طعن و تشنیع (تنقید) کا نشانہ نہ بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے دراصل میرے ساتھ اپنے بغض

؎ یہی وجہ ہے کہ منافقوں نے صحابہ کرامؓ کو بیوقوف کہا تو خدا نے ان کو بڑا بے وقوف اور بے علم کہا۔ (پ۱ ع۲)

کی وجہ سے بُغض رکھا جس نے انہیں طعن وتشنیع سے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو ناراض کیا۔ عنقریب اللہ اسے بُرا عذاب دے گا۔ (ترمذی ص $\frac{۲۴۹}{ج۲}$ وموارد الظمآن ملخص صحیح ابن حبان ص ۵۶۹)

اس کے پانچ راویوں کی توثیق تقریب التہذیب سے یہ ہے:

۱۔ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ شیخ ترمذی۔ اس کی توثیق سوال ۶۵۵ میں آگئی۔

۲۔ یعقوب بن ابراہیم بن سعد ابو یوسف مدنی نزیل بغداد ثقہ اور نویں طبقہ کے صغار سے ہیں۔ ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔

۳۔ عبیدہ بن ابی رائطہ المجاشعی کوفی صدوق طبقہ ثامنہ کے ہیں۔

۴۔ عبدالرحمٰن بن زیاد، اسے ابی زیاد بھی کہتے ہیں۔ یہ ابوبکر نخعی کوفی ہیں ثقہ اور کبار ثالثہ میں سے ہیں ۸۳ھ میں وفات ہوئی۔

۵۔ عبداللہ بن مغفلؓ بیعتِ رضوان والے صحابی ہیں ۷۵ھ میں بصرہ جا آباد ہوئے۔

س ۶۵۹: صحابہ پر تنقید کی ممانعت حضرت ابوبکرؓ کے کلام سے ثابت کریں۔

ج: جب اصل ممانعت قرآن وسنت سے ثابت ہے اور حضرت ابوبکرؓ کامل متبع قرآن وسنت تھے تو حکماً ان کا فتویٰ بھی یہی سمجھا جائے گا۔ چونکہ مختصراً دو سالہ دورِ خلافت میں صحابی پر تنقید کا واقعہ پیش نہیں آیا لہٰذا صراحت منقول نہیں ہے۔

س ۶۶۰: حضرت عمرؓ کے قول سے حرمت ثابت کریں۔

ج: شفاء قاضی عیاضؒ میں ہے کہ صاحبزادے عبیداللہ نے حضرت مقداد بن اسودؓ کو بُرا بھلا کہا تو حضرت عمرؓ نے اس کی زبان کاٹنی چاہی۔ دیگر صحابہؓ نے سفارش کی تو آپ نے فرمایا مجھے چھوڑو میں اس کی زبان کاٹ دوں تاکہ پھر کوئی شخص رسول اللہ کے صحابہؓ کو بُرا بھلا نہ کہے۔ (شفاء مع شرح خفاجی ص $\frac{۶۱۳}{ج۴}$)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک بدوی آپ کے پاس لایا گیا جس نے انصارؓ کی ہجو کی تھی۔ (مگر اس نے ایک مرتبہ حضورؐ کو دیکھا ہوا تھا) تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (تھوڑی دیر کی) زیارت وصحبت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس بدوی

کو سزا دینے میں تم سب کی طرف سے کافی تھا۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول آخری فصل)

ابوداؤد ص $\frac{۲۸۴}{ج۲}$ پر طویل حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مدائن میں حضرت حذیفہؓ نے احادیث رسول ایسے ذکر کیں کہ بعض صحابہؓ کی بے ادبی ہوتی تھی تو حضرت سلمان فارسیؓ نے ڈانٹ کر کہا کہ اس روش سے باز آجاؤ ورنہ میں عمرؓ کو لکھتا ہوں۔ (وہ تمھیں سزا دیں گے)

یہاں سے صحابہؓ کی بدگوئی کا جُرم ہونا ثابت ہُوا تو صحابیت کے مرتبہ کا لحاظ بھی معلوم ہُوا۔

س ۶۶۱: حضرت عثمانؓ کے کلام سے ممانعت ثابت کریں۔

ج: حضرت عثمانؓ بھی متبع قرآن وسنت تھے۔ الگ ایسی صراحت نظر سے نہیں گذری۔

س ۶۶۲: حضرت علیؓ کے فرمان سے تمام صحابہؓ کے لیے حرمتِ تنقید ثابت کریں۔

ج: ۱۔ سب سے بڑا اور صریح وہ فرمان ہے جو اہلِ شام اور محاربین کے متعلق ہے کہ ان کے حق میں بجز خیر کے کچھ نہ کہو ہمارا ان کا اختلاف دمِ عثمانؓ کے متعلق غلط فہمی پر ہُوا انھوں نے ہم پر الزام لگایا اور ہم سے لڑے حالانکہ ہم اس سے پاک ہیں۔ اسی طرح ہم نے ان کو غلطی پر سمجھ کر ان سے جنگ کی (حالانکہ وہ اپنے خیال میں اس سے پاک ہیں) (نہج البلاغہ)۔ حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ شامی صحابہ کو شیعہ سب سے بُرا جانتے ہیں۔ جب حضرت علیؓ نے ان پر تنقید سے منع کیا تو بقیہ کی تنقید بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

۲۔ اللہَ اللہَ فی اصحابِ نبیّکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہ اوصیٰ بھم۔ (رواہ الطبرانی)

لوگو! اپنے نبیؐ کے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو ان کی تنقید وبرائی نہ کرو کیونکہ حضورؐ نے انکے متعلق ذکر خیر کی وصیت فرمائی ہے

۳۔ نیز دارقطنی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی جن کا بُرا لقب رافضی ہوگا تو اگر انہیں پائے تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔ میں نے پوچھا: یارسُول اللہ! ان کی نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا تیری تعریف ان اوصاف سے کریں گے جو تجھ میں نہ ہوں گے اور گزشتہ نیک لوگوں (صحابہ رسول و تابعین) کی بدگوئی کریں گے۔ (صواعق محرقہ ص ۵)

۴۔ نیز حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے

پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کو گالی دی اسے قتل کرو اور جس نے میرے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی دی اسے کوڑے لگاؤ۔ (اخرجہ التمام فی فوائدہ ریاض النفرہ ص ۲۲ ج ۱)۔

۵۔ اور یہی روایت شیعہ کی جامع الاخبار لابن بابویہ ص ۱۳۸ مطبوعہ اسلام آباد میں بھی ہے۔

س ۶۶۳: تبرّا کے معنیٰ بیان کر دیجئے۔

ج: لغوی معنیٰ بتکلف کسی سے بیزار ہونا اور نفرت کرنا ہے۔ اصطلاحی یہ ہے کہ ایک شیعہ مذہب والا خدا کی توحید سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہادیت، سنت اور خاتم المعصومیت سے۔ از الحمد تا والناس قرآن شریف سے۔ چار اصحاب کے سوا، تمام صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدینؓ سے بناتِ نبوی اور ازواجِ مطہراتؓ سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے، ان کی بدگوئی اور انکار میں اور لعنت و مذمت کرنے میں خوشی محسوس کرے۔

س ۶۶۴: سبّ و شتم کا مطلب واضح فرمائیے۔

ج: سبّ کا لغوی معنیٰ گالی دینا ہے اور شتم کا معنیٰ عار اور عیب کی کسی کی طرف نسبت کرنا اور بے عزتی کرنا ہیں۔ (مصباح اللغات)۔ علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں جب اصل لغت میں کسی اسم کی خاص تعریف نہ ہو اور نہ شریعت میں مخصوص معنیٰ اور تعریف ہو تو اس کی تعریف و تعیین میں عرفِ عام کا اعتبار ہوگا۔

"پس اہلِ عرف اور عوام الناس جس لفظ کو گالی، تنقیصِ شان، عیب گیری اور اعتراض میں شمار کرتے ہیں تو ایسا لفظ سبّ میں داخل ہوگا۔" (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

س ۶۶۵: کیا اسلامی شریعت میں عام آدمی پر سبّ و شتم جائز ہے؟

ج: نہیں مشرکین کے بتوں معبودوں تک کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔

اہلِ سُنّت کی حدیثِ نبوی ہے: "سباب المومن فسوق و قتالہ کفر" مومن کو گالی دینا بڑا گناہ ہے اور اس سے (بلا ضرورت شرعی) جنگ کرنا (گویا) کفر ہے۔

شیعہ کی اصولِ کافی ص ۳۵۹ ج ۲، ص ۳۶۰، باب السباب میں امام باقرؒ کی احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ کوئی شخص کسی دوسرے پر کفر کی شہادت نہیں دیتا مگر ایک کافر بن ہی جاتا ہے۔ اگر کافر پر شہادت دی تھی تو سچ ہوئی اور اگر مومن مسلمان پر دی تھی تو کہنے والا کافر ہوگا۔ پس

تم مسلمانوں پر طعن کرنے سے ضرور بچو۔"

۲۔ لعنت جب کسی کے منہ سے نکلتی ہے تو پھرتی ہے اگر لعنت کیا ہوا اہل ہو تو ٹھیک ورنہ لعنت کرنے والے پر آپڑتی ہے۔

۳۔ کوئی آدمی کسی مسلمان پر طعن نہیں کرتا مگر وہ بُری موت مرتا ہے وہ اس لائق ہے کہ بھلائی کی طرف نہ لوٹے۔ (یعنی توبہ کی توفیق اسے نصیب نہیں ہوتی۔)

س ۶۶۶: اگر تبرّا اور سبّ و شتم ایک ہی چیز ہے تو پھر اہل سنّت اپنے چھٹے کلمہ ردِّ کفر میں یہ ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟

ج: ہمارے ہاں لغوی معنوں میں استعمال ہوتا ہے: یعنی ایک مسلمان شخص کہتا ہے: "اے اللہ میں کفر سے، شرک سے، جھوٹ سے، غیبت سے، چغلی سے، بہتان سے، اور تمام گناہوں سے بیزاری اور نفرت رکھتا ہوں اور فرماں بردار ہو کر کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدائی حقوق کے لائق اور اس کی صفتوں والا نہیں۔ حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔" اور شیعہ کا تبرّا اصطلاحی ہے کہ وہ مذکورہ باتوں سے تبرّا ہرگز نہیں کرتا۔ یہ تو اس کے شیعہ ہونے کی اصل نشانی ہیں۔ اس کا تبرّا سوال ۶۶۳ میں ذکر کردہ اشیاء سے ہے۔ حوالہ کی حاجت اس لیے نہیں کہ ہر شیعہ زبان سے ان کا برملا اقرار کرتا ہے۔ جس کا جی چاہے کسی اثنا عشری سے قسم دلا کر پوچھ لے۔

س ۶۶۷: آپ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے تو معاویہؓ پر سب و شتم نہ کیا۔ مگر معاویہؓ نے ان پر کیا اور شیعہ معاویہؓ کے تابعدار ہیں۔ سبّ و شتم کرتے ہیں۔ اہلِ سُنّت علیؓ کی پیروی کرتے ہیں۔ کتب اربعہ شیعہ سے ثابت کریں کہ مذہبِ شیعہ میں گالی بکنا جائز ہے؟

ج: یہ ہمارا الزامی جواب ہے جو شیعہ کے عقیدہ کے مطابق ہوتا ہے۔ ورنہ اہلِ سنّت کے ہاں فریقین کا ایک دوسرے کو گالی دینا ثابت ہی نہیں۔ طبری ص ۷۱ ج ۵ پر فریقین کا ایک دوسرے پر قنوت پڑھنا لکھا ہے۔ وہ ابو مخنف رافضی اور ابو جناب کلبی رافضی سے مروی ہے۔ دونوں مشہور کذاب دشمنانِ صحابہ ہیں جو صحابہ کرامؓ پر ناپاک

اتہامات لگاتے رہتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ اپنے ائمہ کی تعلیمات کے برخلاف اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہر لمحہ خدا کے ذکر کے بجائے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاک صحابہؓ، ازواجؓ اور ناشرینِ قرآن، خلفاءِ راشدینؓ پر تبرّے اور لعنتوں کے وظیفے پڑھتے ہیں۔ ہمیں ایسے ملعون اور تبرّا و لعنت پر مشتمل خطوط ملتے رہتے ہیں اور مشتاق رافضی نے اس رسالہ میں ۱۰۰، ۱۰۰ اعتراضات و مطاعن، قرآنِ کریم، صدیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمانِ غنیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر لکھ کر اپنے تبرّا باز اور ساب و شاتم ہونے کا ننگا ثبوت دیا ہے۔ یہاں اصولِ اربعہ کے حوالہ کی کیا ضرورت ہے گو "سنی مذہب سچا ہے" ص۳۶، ص۳۷ کے مناظرہ میں ایسی روایتیں ہم روضہ کافی، فروعِ کافی وغیرہ سے لکھ چکے ہیں مگر ہم یہاں یہ کہتے ہیں کہ شیعوں نے اسلام دشمنی اور بغضِ صحابہ کے جذبہ سے یہ روایتیں گھڑ کر اپنے اماموں کو بدنام کیا ہے ورنہ ان کی اصل تعلیم، تبرّے اور لعنتوں گالیوں کی نہیں ہے بطورِ نمونہ صرف ایک روایت اصولِ کافی باب الطاعۃ والتقوٰی ص۲۳، ص۴۷ سے ملاحظہ فرمائیں؟: امام باقرؒ فرماتے ہیں اے جابر کیا شیعہ ہونے کے دعویدار کو یہ کافی ہے کہ وہ کہے میں اہلِ بیتؓ کا حُب دار دار رہوں۔ اللہ کی قسم ہمارا شیعہ (تابعدار) تو وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور خدا کی فرماں برداری کرے۔ اے جابر شیعوں کی پہچان تو عاجزی، خدا سے ڈر، امانت، خدا کے ذکر کی کثرت، روزہ، نماز، والدین سے نیکی کی کثرت، پڑوسیوں کی خبرگیری، فقیروں، مسکینوں، مقروضوں، یتیموں کی دیکھ بھال، سچ بولنے، قرآن پاک کی تلاوت اور بھلائی کے سوا لوگوں سے زبان بند رکھنے سے ہوتی تھی اور وہ ہر بات میں اپنے قبیلوں کے امین ہوتے تھے۔ جابر نے کہا: اے رسول اللہ کے بیٹے میں آج (آپ کے شیعوں سے) کسی کو ان صفات والا نہیں پاتا تو امام نے فرمایا اے جابر تجھے مذہب دھوکہ نہ دے کہ آدمی اپنے خیال سے یوں کہتا پھرے میں تو علیؓ سے محبت کرتا اور دوستی رکھتا ہوں پھر اس کے بعد عمل کرنے والا نہ ہو۔ اگر کہے کہ میں رسول اللہ سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ رسول اللہؐ حضرت علیؓ

سے بہت افضل ہیں۔ پھر وہ نہ آپ کی سیرت پر چلے نہ سُنّت پر عمل کرے۔ (کہ اہلِ سنّت ہونا گناہ جانے) تو اسے رسولؐ کی محبّت بھی کچھ نفع نہ دے گی۔ پس اللہ سے ڈرو اور خدا کی تعلیمات کے مطابق عمل کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کی رشتہ داری نہیں ہے خدائے تعالیٰ کو سب بندوں سے وہ پیارا اور معزز ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار اور عامل و فرماں بردار ہو۔ اے جابر اللہ کا قرب صرف فرماں برداری سے ہوتا ہے۔ ہمارے پاس دوزخ سے برأت کا ٹکٹ نہیں ہے اور اللہ کے سامنے کسی کی حجت (ہمارے شیعہ کہلانے سے) چلے گی۔ جو اللہ کا فرماں بردار ہو وہی ہمارا دوست ہے اور جو اللہ کا نافرمان ہو وہی ہمارا دشمن ہے۔ ہماری دوستی صرف عمل اور تابعداری سے حاصل ہوتی ہے۔

عرضِ مؤلف روایت کو غور سے بار بار پڑھیے کیا اس میں مذہبِ شیعہ کی ایک بات بھی امام نے بتائی۔ کیا تبرّا اور سبّ و شتم کو بھی ایمان، عمل اور تقوٰی کا جزو بتایا؟ کیا آج کسی شیعہ میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ روایت میں جب صراحت ہے کہ امام باقرؒ کے زمانہ میں بھی ایسا شیعہ ایک نہ تھا تو آج کیسے ہو سکتا ہے؟ یہیں سے ہم کہتے ہیں کہ شیعہ کا موجودہ مذہب ہرگز ائمہ اہلِ بیتؓ کا تعلیم کردہ نہیں ہے یہ صرف فاسق و متعہ باز ذاکروں اور دنیا پرست مجتہدوں کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ وہ آلِ رسُول کے "دوست و دشمن" بتلانے کے گھمنڈ میں، تفریق بین المسلمین کا ناپاک شغل اپنائے ہوئے ہیں حالانکہ امام کے فتوٰی میں وہ خود دشمنِ اہلِ بیت ہیں۔ کیونکہ باقرارِ خود خدا و امام کی تعلیم پر عمل سے عاری اور محروم ہیں اور ان کو ہی امام نے اپنا دشمن کہا ہے۔

س ۶۶۸: جب مذہب میں یہ فعل مذموم ہے تو لغو اعتراض کیوں کیا جاتا ہے؟

ج: اپنے مذہب کے خلاف آپ کے کرتوتوں پر سچا اعتراض کیا جاتا ہے۔

س ۶۶۹: کیا لعنت گالی ہوتی ہے؟ کسی سُنّی مفتی کا فتوٰی درکار ہے۔

ج: اہلِ سُنّت کے مفتیوں کے مفتی امام باقرؒ کا فتوٰی یہی ہے۔ اصول کافی کے باب السباب میں لعنت کرنے والی احادیث اس کا ثبوت ہیں۔ س ۶۶۵ کا جواب پھر دیکھ لیں۔

س ۶۷۰: آپ فاسق و فاجر پر لعنت کرنا جائز نہیں کہتے۔ قرآن میں کاذبین پر لعنت کیوں ہوئی؟

ج: قرآن مجید میں جن چند مقامات پر کاذبین، ظالمین اور کافرین و مشرکین پر ہوئی وہ سب مجموعہ کافروں پر ہی ہے۔ نہ لعنت شخصی ہے اور نہ مسلمان گنہگاروں پر ہے۔ جن پر اہل سنّت لعنت نہیں کرتے اور دلیل وہی حدیثیں ہیں جو سنی و شیعہ میں مشہور ہیں کہ لعنت کو اپنا مقام نہ ملے تو لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ یعنی وہ ملعون یا کافر بن جاتا ہے۔

س ۶۷۱: اگر لعنت گالی ہے تو یہ گالیاں اللہ میاں نے کیوں دیں؟

ج: لعنت کا درجہ گالی سے بڑا ہے اور یہ لعنت کفار پر ہے۔ جیسے ہم درست کہتے ہیں اور مسلمان گنہگاروں کو تو گالی دینا بھی جائز نہیں۔

س ۶۷۲: کیا معاویہؓ کو سنّی شیخین سے زیادہ قوی و امین مانتے ہیں؟

ج: مطلقاً نہیں، کسی جزی میں تفاوت جدابات ہے۔

س ۶۷۳: پھر "معاویہؓ اور تاریخی حقائق" میں یہ روایت کیوں ہے کہ شیخینؓ ایک مسئلہ میں مشورہ نہ دے سکے تو آپؐ نے فرمایا: معاویہؓ کو بلاؤ معاملہ سامنے رکھو وہ قوی ہیں اور امین ہیں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

ج: اس کا حوالہ ہم پہلے دے چکے ہیں۔ ایک راوی کمزور ہے مگر شیعہ کا مفہوم مخالف سے استدلال تبنگڑ ہے۔ نہ شیخین، کمزور اور غلط مشورہ دینے والے ثابت ہوتے ہیں۔ نہ معاویہؓ کا فہم حضورؐ سے اعلیٰ ثابت ہوتا ہے۔ نہ حدیث کو موضوع کہنے کی ضرورت ہے ایسا کبھی ہو جاتا ہے کہ کسی پیچیدہ مسئلہ کا حل اور بہتر سوچ بڑے فضلاء اور دانش وروں کے ذہن میں نہیں آتی۔ چھوٹوں کے ذہن میں آجاتی ہے اور بڑوں کو چھوٹوں سے مشورہ کرنے میں یہی حکمت ہے: وشاورھم فی الامر۔ حکم قرآن حکمت سے خالی نہیں ہے۔

اس تشریح سے سوال ۶۷۴، ۶۷۵ کا جواب بھی ہو گیا۔

س ۶۷۶: اگر معاویہؓ علیؓ سے جنگ کر کے ان کو گالیاں دے کر اور دلوا کر امام حسنؓ کو زہر دے کر، سنّت کی خلاف ورزی کر کے قرآن کی مخالفت کے باوجود جنت

میں جائے گا تو پھر شیعہ صرف رسولؐ اور آلِ رسول کے دشمنوں سے بیزاری کرنے سے کیوں جہنمی ہیں؟

ج: معاویہ دشمنی کا نشہ اور خمار بھی خوب ہے جو اترتا نہیں۔ جنگ کا عذر ہم مفصل بتا چکے ہیں۔ باقی ۴ الزامات صریح جھوٹ ہیں۔ تردید ہو چکی ہے۔ شیعہ کبھی رسول کے دشمنوں سے بیزاری نہیں کرتے۔ کیا شیعہ کی کسی بھی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ چلتے پھرتے یا نمازوں کے بعد یا کبھی بھی ان کفار و مشرکین سے تبرّا کرو اور لعنتوں کے ورد کرو جو رسولِ خدا سے جنگیں لڑتے رہے؟

جب ہرگز اس کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان کا تبرّا اور لعنت بازی صرف ان مسلمانوں اور مومنوں پر ہے جو رسولِ خدا کے ساتھ ہو کر مشرکین و کفار سے جنگیں کرتے رہے تو شیعوں کے مسلم دشمن اور کافر دوست ہونے میں کیا شبہ رہا جب کہ یہ بھی حقیقت ہے کہ توحید و شرک اور مخالفت رسول کے باب میں آج شیعوں کا ۹۵ فیصد مذہب وہی ہے جو مشرکین کا تھا اور رسول خدا اسے مٹانے آئے تھے تو شیعوں کے حضرت رسولؐ سے اور تابعدارانِ رسولؐ سے بیزار ہونے اور جہنمی ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

س ۶۷۷: شیعوں کو کیا ان افراد سے ذاتی دشمنی ہے وہ بھی اپنے اجتہاد سے ان کو قرآن و سنت کا مخالف اور موذی خانوادۂ رسول جان کر دشمنی رکھتے ہیں؟

ج: بالکل ذاتی دشمنی ہے جیسے ایک دنیوی سیاست باز اپنے حریف سے شکست کھا کر ان کی کردارکشی کرتا ہے اور پارٹی کے لوگوں کو دشمنی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے اعتقاد میں حضرت علیؓ نے ایسا کچھ بھی نہ کیا۔ مگر نادان شیعوں نے بالکل اسی طرح خلفاءؓ ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ اور ان کے پیروکار صحابہؓ و تابعین سے دشمنی اور ان کی کردارکشی کا وطیرہ اپنایا ہوا ہے ورنہ کسی جمہوری ملک میں ایسی شریفانہ مثال نہ ملے گی کہ جسے انتخاب کے وقت دس بیس حامی بھی نہ ملیں یا وہ عظیم جنگ لڑ کر اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے تو اس کے پیروکار سب قوم کی لعنت بازی، گالی گلوچ اور کردارکشی پر ایسے اتر آئیں کہ ان کو اپنے دین سے ہی خارج کر دیں۔

شیعہ نہ اہلِ اجتہاد ہیں نہ اپنی "تاریخ سیاہ" کے آئینہ میں حضرت علیؓ اور خانوادۂ رسُول کی دفاعی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں تفصیل کسی مقام پر آجائے گی۔

س ۶۷۸: مطاعنِ شیعہ کا جواب آپ یہ دیتے ہیں: ۱۔ اصحابؓ کے معاملے میں نیک گمان رکھنا چاہیئے۔ ۲۔ اپنی کتب سے استدلال پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ معقول ہے ؟

ج: دونوں طریقے معقول ہیں۔ نیک گمان رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے:

اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا۔ (سورہ حجرات ع ۲ پ ۲۶)	اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو بلاشبہ کئی بدگمانیاں گناہ ہیں اور کسی کے خفیہ عیب تلاش نہ کرو۔

جب شیعہ مذہب کا سارا لٹریچر، نوشت و خواند کا ایک ایک صفحہ، جملہ تاریخِ شیعہ کا دفترِ سیاہ اور پوری قوم کا متواتر عمل اس حکمِ قرآنی کی مخالفت، بدظنی، الزام تراشی اور عیب گیری کا سٹاک ہے۔ آخر مطاعنِ شیعہ کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے ؟

ناجائز اتہام و الزام سے صفائی دنیا کا ہر معقول انسان، اپنے گھر، اپنے عمل اور اپنی کتب سے پیش کیا کرتا ہے۔ ہاں دوسرے پر الزام اپنے عقیدہ اور کتب کی بناء پر لگانا غیر معقول ہے جو شیعہ دستور ہے۔

س ۶۷۹: اہل بیتؓ کے فضائل کی احادیث آپ کے بقول شیعوں کی ہوتی ہیں۔ لیکن مخالفین اہلِ بیتؓ کے مناقب جب شیعہ یہ کہہ کر تسلیم نہیں کرتے کہ یہ سُنیوں کے ہیں تو آپ اودھم کیوں مچاتے ہیں ؟

ج: یہ نرا مغالطہ ہے۔ اہلِ سُنت فضائل اہلِ بیتؓ کی جن روایات کو صحیح مستند اور ثقہ لوگوں سے مروی مانتے ہیں ان کو شیعہ کی کہہ کر کبھی ردّ نہیں کرتے بلکہ عقیدت سے پھیلاتے ہیں۔ لیکن شیعہ کتب اور لٹریچر میں اہلِ بیتؓ کے لیے بھی ابواب المناقب اور کتاب الفضائل ہے ہی نہیں کہ وہ باقاعدہ سند و روایات سے ثقات کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے نقل کریں۔ لامحالہ وہ اہلِ سنّت کی چوری کر کے گھر

کے اخراجات چلاتے ہیں۔ اب اہلِ سنّت اس فطری اور معقول طریقہ سے ان کو پابند کرتے ہیں کہ جب سُنّی کتب کی ان سندوں سے فضائلِ اہلِ بیتؓ کی احادیث نبوی مسلّم ہیں تو پھر انھی کتب اور سندوں سے فضائلِ صحابہؓ کے ارشاداتِ نبویؐ کیوں تسلیم نہیں ؟ آخر بغض اصحابؓ کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ پھر اہلِ سنّت شیعہ کتب سے احادیث اہل بیتؓ در مناقبِ اصحابؓ پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے متحد ہو جانے کی درخواست کرتے ہیں مگر وہ بالکل نہیں مانتے تو شترمُرغ کی اس مثال پر ہم اودھم نہ مچائیں تو کیا کریں ؟

س ۶۸۰: جب غیر مسلم کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا تو آپ اس کی تردید کرتے ہیں لیکن سلاطینِ اسلام کی توسیع پسندی کو "سنہری فتوحات" کہہ کر نشر کرتے ہیں — یہ دو رُخی کیوں ؟

ج: عہدِ نبویؐ کے غزوات اور خلافتِ راشدہ کی فتوحات ایک ہی سلسلہ، ترقی اسلام کے دو کنارے ہیں۔ غیر مسلم دونوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دونوں کا جواب دیتے ہیں کہ جہاد تبلیغ کی اجازت نہ ملنے پر ہوتا تھا۔ ورنہ جبراً تلوار سے نہ حضورؐ نے کسی کو کلمہ پڑھایا نہ خلفاء اسلام نے، باوجودیکہ آپ صحابہ و اسلام دشمنی میں غیر مسلموں کے آلہ کار ہیں مگر تعجب ہے عہدِ نبویؐ میں حضرت علیؓ کی سپاہیانہ خدمات اور قتل کفار پر بڑا فخر کرتے ہیں یہ دو رُخی کیوں ؟ پھر آپ خلافتِ راشدہ کی فتوحات پر ناخوش ہیں۔ مگر آپ کے خیال میں کسی بزرگ کی خدمت نظر آجائے تو فخر یہ ذکر کرتے ہیں۔ اپنے رسالہ "چار یار" ص ۱۶۶، ص ۱۶۷ کے اقتباس ملاحظہ کریں:

۱۔ "لیکن جنگِ خندق کے علاوہ اور کسی جنگ میں ان کے کارناموں کی تفصیل نہیں ملتی اسی طرح بعد وفاتِ رسُولؐ کی جنگوں میں ان کو سپہ سالار کی حیثیت سے منتخب کیا گیا مثلاً جنگ قادسیہ، جلولاء اور حملات فارس میں ان کی کارکردگیاں، ان کو ایک ماہر جنگجو افسر ثابت کرتی ہیں۔"

۲۔ شہر مدائن ایک زمانے میں کسریٰ سلطنت کا دارالحکومت تھا اسے سعد بن وقاص (ابی وقاص) نے فتح کیا۔ سلمانؓ بھی ایک فوجی دستے کے قائد کی حیثیت سے اس

لشکر میں شامل تھے جب مسلمانوں نے مدائن کو فتح کیا تو سعدؓ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ شہر میں داخل ہونے کے لیے دریائے دجلہ کو عبور کریں اور کہا کہ اگر مسلمان اپنی صفات پر باقی ہیں تو خدا ضرور عبور کرنے میں مدد کرے گا۔ حضرت سلمانؓ کو جوش آگیا اور فرمایا اسلام ابھی تازہ ہے اور دریا بھی مسلمانوں کی اسی طرح اطاعت کرے گا جس طرح اہلِ زمین نے کی ہے ...... یہ سمجھ لو کہ آج کے دن ہماری فوج کا کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ سلمانؓ کی اطلاع کے مطابق پوری فوج سواریوں پر دجلہ عبور کر گئی اور کوئی بھی غرق نہیں ہوا۔"

س ۶۸۱ کا جواب بھی ان اقتباسات سے ہو گیا کہ اگر یہ جارحانہ کارروائی اور وسعت حدود کی ناجائز کوشش ہوتی تو سلمانؓ کیوں شریک ہوتے۔ آپ کیوں فخر کرتے اور خدا دریا کو ان کے تابع کیوں کر دیتا۔ معلوم ہوا کہ خلافتِ راشدہ میں مسلمانوں کی یہ فتوحات اسلام کی صداقت اور خلفاء کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

س ۶۸۲: روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل میں ہے کہ باتفاق مفسرین شجرہ ملعونہ فی القرآن سے مراد بنو امیہؓ ہیں کیا آپ کو اتفاق ہے؟

ج: تعجب ہے کہ دعویٰ تفسیر کا ہے اور حوالہ تاریخ کے حاشیہ کا دیا جا رہا ہے۔ پھر یہ صریح جھوٹ ہے۔ ایک معتبر تفسیری قول بھی نہیں ہے چہ جائیکہ مفسرین کا اتفاق بتایا جائے۔ ہمارے سامنے تفسیری اقوال کی ڈکشنری تفسیر طبری ص ۷۷ ج ۱۵ کھلی ہے۔ اس میں ۱۵ اقوال و آثار ہیں کہ شجرہ ملعونہ سے مراد درخت زقوم ہے۔ جس کے متعلق سورۃ صافات میں ہے "کہ یہ درخت دوزخ کی جڑ میں ہوگا جیسے شیطانوں کے سر ہوتے ہیں۔ اسے مشرکین پیٹ بھر کر کھائیں گے۔" الآیۃ۔ ابوجہل نے شیطانی عقل سے خدائی فرمان کا مقابلہ کر کے کہا کہ دوزخ میں آگ ہوگی وہاں درخت کیسے اُگے گا؟ تو یہ آیت اُتری "کہ لوگوں کی آزمائش ہم نے اس درخت کو بنایا ہے۔ ہم ڈرا بھی رہے ہیں پھر یہ بڑی سرکشی میں بڑھے جاتے ہیں۔" (القرآن)۔ اور یہ تفسیر ابن عباسؓ، عکرمہ، مسروق، ابومالک، ابنِ مبارک، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، مجاہد، قتادہ، ضحاک وغیرہم سے مروی ہے۔ ایک قول میں درخت پر لپٹ جانے والی بل دار بوٹی مراد ہے۔ بنو امیہ مراد ہونے پر ایک تفسیری قول بھی نہیں ہے شیعہ تفسیر

مجمع البیان ص ۴۲۴ ج ۳ میں بھی، ابنِ عباسؓ، حسن بصریؒ سے درخت زقوم مراد ہے۔ ایک تفسیر میں یہودی مراد ہیں۔ ایک شیعہ تفسیر کا قول بنو امیہ کے متعلق ہے جو تفسیر قمی میں بھی ہے۔ دراصل سیاق اور مفہوم قرآن سے بالکل الگ ایک قسم کا یہ تحریفی قول بعض شیعہ کا ہے مگر اسے اہلِ سُنّت کی متفقہ تفسیر باور کرایا جا رہا ہے۔ یا للعجب۔

س ۶۸۳: تطہیر الجنان میں ہے "کہ تمام قبیلوں میں جناب رسولِ خدا کے نزدیک بنو امیہ اور معاویہ سب سے زیادہ قابل نفرت، شریر اور مضر لوگوں سے تھے۔ کیا معاویہؓ کو ایسا سمجھنا سنتِ رسولؐ نہیں؟

ج: بد دیانتی کی انتہا ہے کہ ناقص سوال تو لے لیا اور جواب کو دیکھا نہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: کہ سب قبائل سے یا سب لوگوں سے حضورؐ کو زیادہ ناپسند بنو امیہؓ تھے۔"

ومعاویۃ من بنی امیۃ فھو من الاشرار کا جملہ شیعہ معترض کا اپنا استدلال ہے حدیث رسولؐ نہیں ہے۔ مگر مشاقِ خیانت نے اسے حدیث نبویؐ بنا کر ترجمہ غلط کر دیا۔

اس ناجائز استدلال کا جواب علامہ ابنِ حجر ہیتمی نے یہ دیا ہے کہ معترض کا یہ فھو من الاشرار سے استدلال جہالت ہے۔ اسے تو علم کی ابجد بھی نہیں آتی۔ چہ جائیکہ گہرائی میں قدم رکھے۔ کیونکہ اگر یہ نتیجہ مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھی اہلیت خلافت حاصل نہ ہو اور وہ اشرار میں سے ہوں۔ یہ مسلمانوں کے اجماع کا انکار ہے اور دین میں الحاد ہے۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ اکثر بنو امیہ شر اور بغض سے موصوف ہیں۔ یہ اس کے خلاف نہیں کہ قلیل بنو امیہ شریر نہ ہوں اور مبغوض نہ ہوں بلکہ وہ امت کے بہترین افراد اور بڑے اماموں سے ہیں۔ کیونکہ عثمانؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافتِ صحیحہ پر اتفاق ہے اور حضرت حسنؓ کی دستبرداری کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت پر بھی اجماع ہے اور ایسی صحیح احادیث آئی ہیں جو اجماع کی طرح عموم شریعت سے معاویہؓ کو نکال دیتی ہیں۔ (تطہیر الجنان ص ۳۰)

کتب تاریخ میں شہادتِ علیؓ کا واقعہ پڑھیے کہ ابنِ ملجم کے معاون اور حضرت علیؓ پر سب سے پہلے حملہ آور شبیب بن عجرہ کو بنو امیہؓ کے ہی ایک شخص نے پکڑ کر

قتل کیا۔ (صواعق محرقہ ص۱۳۴ مطبوعہ ملتان) یہ سعادت امویوں کو حاصل ہوئی۔ رافضی متعہ باز کی قسمت کہاں؟ اگر بنو امیہ اتنے ہی بُرے تھے تو علیؓ نے اپنے پاس ان کو کیوں رکھا تھا؟ اگر وہ دشمنِ علیؓ تھے تو پھر حملہ آور کو کیوں قتل کیا؟ نیز بتایئے زیاد کو آپؓ نے فارس کا گورنر کیوں بنا رکھا تھا؟

س ۶۸۴: ترمذی میں ہے کہ حضورؐ تین قبیلوں سے ناخوش گئے۔ بنی ثقیف، بنی حنیفہ بنو امیہ۔ اگر شیعہ خوش نہ ہوں تو سنّت ہے یا بدعت؟

ج ۱: یہ موضوع ہے، منکر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں: ربیع کچھ نہیں۔ نسائی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں: ابن ابی یعقوب مجہول ہے۔ (العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ص۲۹۳)

ج ۲: بالفرض مانی جائے تو بھی ان کے کچھ افراد مراد ہیں، تمام نہیں۔ ورنہ حضرت ابوالعاص بن ربیع، حضرت عثمان، حضرت امّ حبیبہ، ابوسفیان، یزید بن ابوسفیان، معاویہ، سعید بن العاص، خالد بن العاص رضی اللہ عنہم سے بھی ناخوش ہونا چاہیئے۔ حالانکہ ان سے یقیناً خوش تھے معلوم ہوا کہ شیعوں کا ہر کام بدعت اور مخالف سنّت ہے جن سے حضورؐ خوش تھے ان سے یہ دشمنی رکھتے ہیں اور جن کفار بنوامیہ سے آپ ناراض تھے ان سے دشمنی کا شیعہ نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا۔

س ۶۸۵، ۶۸۶: آفت سے بیزاری اختیار کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ فرمانِ رسُول ہے کہ ہر دین کے لیے ایک آفت ہے۔ دینِ اسلام کے لیے بنوامیہ آفت ہیں۔

ج: موضوع حدیث ہے۔ پھر یہ حدیث مرفوع نہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی طرف منسوب قول ہے۔ نعیم بن حماد نے فتن میں اسے روایت کیا ہے۔ اگرچہ بعض نے اسے صدوق کہا ہے لیکن ساتھ ہی وہمی کثیر الخطاء کہتے ہیں۔ زبانی حدیثیں بیان کرتے تھے۔ بہت سی منکر اس کے پاس تھیں جن کا تابع نہیں ہے۔ یحییٰ ابن معین نے کہا حدیث میں کچھ نہیں۔ ابوداؤد نے کہا اس کے پاس بیس حدیثیں بے اصل ہیں۔ نسائی نے کہا: ضعیف اور غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ذکر کر کے کہا کہ بہت دفعہ غلطیاں کرتا اور وہمی ہے نسائی نے ضعیف کہا اور دوسرے واضع الحدیث کہتے ہیں۔ ابن عدی اسے متہم کہتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ص۴۶۱ ج۱۰)

س ۶۸۷: یزید نے معاویہؓ کی زندگی اور ولیعہدی میں بی بی عائشہؓ سے نکاح کی خواستگاری کیوں کی؟ مدارج النبوۃ۔ حیب کہ ام المؤمنینؓ امّت پر حرام ہے۔

ج: حوالہ ناقص ہے اور روایت جھوٹی ہے۔ مدارج النبوۃ کا تمام باب عائشہ صدیقہؓ دیکھا۔ کہیں یہ ملعون بات نہیں ہے۔ ہاں یہ بات مل گئی کہ طبعی موت سے وفات پائی کنویں میں گر کر وفات پانے کا قصہ روافض (لعنہم اللہ) کا من گھڑت ہے۔ (مدارج ص۵۹۹ ج۲)

جب آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ام المؤمنین کہتے ہیں تو آپ کے خلاف تبرّا و بکواس کا حرام کام بند کیجئے۔ ماں کی کردارکشی و عیب جوئی سے بیٹا حلالی نہیں رہ سکتا۔

س ۶۸۸: حادثہ حرہ میں یزید نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا۔ کیا وہ حدیثِ مسلم کے مطابق لعنتِ خدا وانس وملک کا مستحق نہ ہُوا؟

ج: اس پر تبصرہ "ہم سنی کیوں ہیں؟" کے آخری سوال میں ہم کر چکے ہیں۔

س ۶۸۹: صواعقِ محرقہ میں ہے کہ یزید پلید نے ماں بیٹا بہن بھائی کا نکاح جائز کر دیا تھا کیا ایسا خلیفہ برحق ہو سکتا ہے جب کہ آج کل اسے خلیفہ راشد کہا جا رہا ہے۔

ج: صواعق محرقہ اصل دیکھی۔ روایت واقدی سے ہے جو مثالب کی روایتیں خوب گھڑتا ہے پھر سند بھی مذکور نہیں ہے۔ یہ حقیقت نہیں سیاسی رقابت کا اظہار ہے، ورنہ اہلِ سنت متفقہ اس کی تکفیر کرتے۔

س ۶۹۰: کثیر اہلِ سنت یزید کو لعنتی کہتے ہیں بلکہ اکثریت نے اس کا کافر ہونا تسلیم کیا ہے۔ فرمایئے آج کل جو ہمدردانِ یزید اسے رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ سنی ہیں؟

ج: پہلی دو باتیں آپ کی بے دلیل ہیں، ہمیں اتفاق نہیں جو رحمہُ اللہ کہ رہے ہیں وہ بھی سُنّی مذہب پر عمل نہیں کر رہے۔ آپ کی صحابہ دشمنی اور لعنتی پیشہ نے ان کو بطورِ ضد و مخالفت دوسری گمراہی میں ڈال دیا ہے۔

س ۶۹۱: اگر یزید نیک تھا تو اس کے فرزند معاویہ بن یزید رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فاسق فاجر قرار دے کر تختِ حکومت کو کیوں ٹھوکر ماری؟

ج : ماشاء اللہ بنو امیہ کے ایک فرد کو تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں ذرا اپنے سوال ۶۸۳ کو مکرر دیکھئے، کہیں دشمنِ رسول تو نہیں بن گئے ؟ ورنہ اپنا ناجائز استدلال تو واپس لیجئے ۔

اس صالح و دین دار صاحبزادہ پر بھی آپ نے تہمت لگائی کہ اس نے والد کو فاسق و فاجر کہا۔ شیعہ نواز تاریخ طبری کا بیان ملاحظہ ہو: "مجھ میں حکومت کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔ میں نے چاہا تھا کہ ابوبکرؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمرؓ کی طرح چھ آدمیوں کو نامزد کرکے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں۔ لیکن نہ عمرؓ جیسا کوئی نظر آیا، نہ ویسے چھ آدمی ملے اس لیے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم لوگ جسے چاہو خلیفہ بنا لو۔" حضرت امام حسنؓ کے بعد دست برداری کی یہ دوسری مثال تھی۔

(تاریخ اسلام ندوی ص ۳۷۷)

س ۶۹۲ : حضرت معاویہ بن یزید نے دادا کو کیوں خاطی ٹھہرایا ؟

ج : شیعہ تو آپ جدید ہیں لیکن ان کے جھوٹ بولنے کی قدیم وراثت آپ کو پوری مل گئی ہے۔ ہم نے طبری دیکھ لی۔ یعقوبی کے حوالے پڑھے اور نجیب و ندوی کو بھی دیکھا۔ معاویہ بن یزید کے قصہ میں کہیں نہیں ہے کہ اس نے دادا کو قصور وار ٹھہرایا ہو۔

س ۶۹۳ : اگر یزید نیک تھا تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے امیر المومنین کہنے والے کو بیس کوڑوں کی سزا کیوں دی ؟

س ۶۹۴ : آج جو لوگ یزید کو امیر المومنین کہتے ہیں کیا دورِ عمر ثانیؒ میں ان کو یہ سزا نہ ملتی ؟ پھر ابنِ تیمیہ، غزالی اور محمود عباسی کی تحقیق کیا مقام رکھتی ہے ؟

ج : پہلا حوالہ درست ہے اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ کو بُرا کہا تو اسے عمر ثانی نے تیس کوڑے لگائے۔ کیا اب خدا عمر ثانیؒ کی حکومت دے تو آپ کو تیس تیس کوڑے روزانہ لگنے سے عار تو نہیں ہو گی ؟

ابنِ تیمیہؒ نے امیر المومنین نہیں کہا۔ وہ کہتے ہیں یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں ایک کافر کہتا ہے۔ (شیعہ)۔ ایک نبوت کا قائل ہے اور کم از کم برگزیدہ خلیفہ راشد مانتا ہے یزید نہ ایسا تھا نہ ویسا، بلکہ وہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور مسلمان تھا اس

پر لعنت درست نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کی اپنی منفرد تحقیق ہے وہ لعن یزید کی نفی کرکے دعائے رحمت جائز و مستحب کہتے ہیں اور نمازوں میں مومنین و مسلمین کے لیے عمومی دعا میں اسے بھی شامل مانتے ہیں۔

عباسی کی تحقیق سے ہمیں اتفاق نہیں وہ مسلکِ اہلِ سنت سے ہٹا ہوا ہے۔

س ۶۹۵ : قسطلانی شرح بخاری ص ۱۰۷۳ ج ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: میرے بعد میری امت فتنہ برپا کرکے حقوقِ اہلِ بیت ضبط کرے گی۔ فرمائیں وہ کون سا پہلا حق غصب ہوا؟ غاصب کا کیا نام ہے ؟

ج : قسطلانی دستیاب نہ ہو سکی کہ سیاق و سباق سے مفہوم اخذ کیا جاتا۔ بظاہر یہ اشارہ قاتلینِ عثمانؓ کی طرف ہے۔ کیونکہ امت میں سب سے پہلا فتنہ انھوں نے برپا کیا۔ حضورؐ کی دو صاحبزادیوں کے شوہر عثمان ذوالنورینؓ کو شہید کرکے خلافت غصب کی۔ قرآن و حدیث کے مطابق امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، آلِ محمد و اہل بیتؓ نبوی ہیں۔ ان سے جنگ کرنے والے مصری و کوفی بلوائی اس کا مصداق ہیں۔

س ۶۹۶ : ۵۰۰ سال پرانی تاریخ اسلام سے اصحابِ ثلاثہ کا نمازِ جنازہ دکھائیں ؟

ج : حضرت امام حسینؓ کو شیعانِ کوفہ بلا کر شہید کر دیں اور جنازہ نہ پڑھیں۔ حضرت علیؓ کو ابنِ ملجم جیسا قسمیہ حب دارِ علی شہید کر دے اور اہلِ بیت مرتد شیعوں (خوارج) کے خوف سے حضرت علیؓ کی قبر بھی چھپا دیں۔ آپ ان واقعات پر قیاس کرکے ان بزرگوں کا جنازہ نہ پڑھا جانا باور کرلیتے ہیں کہ زندگی اور موت دونوں میں تمام مسلمانوں کے محبوب و مطاع تھے اور سب دنیا دست بستہ خادم تھی۔ آج دل ان کی ایمانی محبت سے لبریز ہیں تو قیامت کے دن سب مسلمان حضورؐ کے ہمراہ ان کے جھنڈوں تلے جمع ہوں گے۔

ہمارے خیال میں تاریخ کی سب سے معتبر و مفصل کتاب البدایہ والنہایہ لابنِ کثیر المتوفی ۷۷۲ھ ہے اور قدیم طبقات ابن سعد المتوفی ۲۲۰ھ اچھی ہے۔ ان سے جنازوں کا مختصر بیان سماعت فرمائیں:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیماری میں حضرت عمرؓ ولی عہد بنے۔ نمازیں پڑھاتے رہے

(البدایہ صـ ۱۸ ج۷) اور پھر عمرؓ نے ہی نمازہ جنازہ پڑھائی۔ (چار تکبیریں کہیں، قبر رسُول اللہ اور منبر کے درمیان جنازہ پڑھا گیا۔) (طبقات ابن سعد صـ ۵۵ ج۳)

حضرت عمرؓ فاروق کا جنازہ صہیبؓ نے پڑھایا۔

چنانچہ البدایہ صـ ۱۴۵ ج۷ پر ہے جب عمرؓ فوت ہوگئے اور جنازہ لایا گیا تو حضرت علیؓ و عثمانؓ دونوں لپکے کہ جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا تم کو کچھ اختیار نہیں ہے یہ حق صرف صہیبؓ کا ہے جن کے متعلق عمرؓ وصیّت کر گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت صہیبؓ نے آگے بڑھ کر جنازہ پڑھایا۔ مطلب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں پر مسجد نبوی کے اندر منبر کے روبرو نماز پڑھی گئی۔ (طبقات ابن سعد صـ ۵۵ ج۳)

حضرت عثمانؓ کے جنازہ کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔ البدایہ صـ ۱۹۱ ج۷ پر ہے کہ جبیر بن مطعم نے یا زبیر بن عوامؓ نے جنازہ پڑھایا اور شرکاء جنازہ میں حضرت زید بن ثابت، کعب بن مالک، طلحہ، زبیر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور عثمانؓ کے ساتھیوں کی ایک جماعت تھی۔ عورتوں میں آپ کی بیوی نائلہ اور امّ البنین نے بھی جنازہ میں شرکت کی۔"

س ۶۹۷: فرمانِ نبوی ہے۔ علی خلیفتی علیکم من حیاتی و فی مماتی فمن عصاہ فقد عصانی۔ کہ علیؓ تم پر میری حیات اور میری ممات میں تم پر خلیفہ ہے اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے کیا کسی اور صحابی کی شان میں کوئی ایسا حکم موجود ہے؟

ج: روضۃ الاحباب بوگس اور غیر معتبر کتاب ہے۔ حدیث بے سند بلکہ باطل ہے۔ کیونکہ حضور کی زندگی میں علیؓ کے خلیفہ و حاکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت حضورؐ سے چھین کر علیؓ کو مل گئی؟ اس کے برعکس ایسی ہی روایت خطیب بغدادی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے روایت کی ہے "کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو اپنے دین اور وحی میں میرا خلیفہ بنایا ہے تم اس کی بات سنو، نجات پاؤ گے۔ فرمانبرداری کرو ہدایت پاؤ گے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں اللہ کی قسم لوگوں نے اطاعت کی تو ہدایت پائی۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ اس میں عمر بن ابراہیم کردی کمزور راوی ہے۔ (تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ المصنفۃ علی بن محمد الکنانی باب مناقب الخلفاء الاربعۃ)

س ۶۹۸: حضورؐ مثیلِ موسیٰ ہیں (مزمل)، قوم موسیٰ کے بارہ سردار مقرر ہوئے (مائدہ) کیا قوم محمدؐ کے بھی سردار ہوں گے یا نہیں؟

ج: تفصیل تو "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" حصہ اوّل میں دیکھیں۔ حاصل یہ ہے کہ مماثلت من کل الوجوہ نہیں پھر وہ بارہ سردار بارہ قبیلوں کے قبائلی سردار تھے مذہبی نہ تھے۔ پھر بنصِ قرآن دو عہد پر قائم رہے اور دس غدار نکلے۔ کیا شیعہ اپنے بارہ اماموں کو ایسا ہی جانتے ہیں؟

س ۶۹۹: پھر صحیح مسلم میں بارہ سرداروں والی احادیث کیوں درج ہیں؟

ج: مسلم میں لفظ نقیب و امام نہیں کہ شیعہ کا استدلال تام ہو۔ بلکہ خلیفہ اور امیر کا لفظ آیا ہے۔ حضرت علیؓ و حسنؓ کے سوا باقی بزرگوں کو بالاتفاق منصبِ خلافت و امارت ملا ہی نہیں تو حدیث کا مصداق وہ بارہ حاکم ہیں جن کی امارت میں امتِ مسلمہ ایک رہی، دوسرا حاکم نہ ہُوا اگرچہ بعض کردار کے صاف نہ تھے تاہم خلافت و امارت کا مفہوم حدیث ان پر صادق ہے۔ تفصیل تحفہ امامیہ سوال ۲۰ میں دیکھئے۔

س ۷۰۰: مسلم میں ہے کہ بارہ سردار قریش میں سے ہوں گے۔ اور مودۃ القربیٰ وغیرہ میں ہے کہ یہ سردار قریش کے قبیلہ بنی ہاشم سے ہوں گے؟

ج: مودۃ القربیٰ غیر معتبر رافضیوں کی کتاب ہے قریش میں سے ہُوئے جن میں بنو امیہ یا بنو عباس بھی شامل ہیں۔

س ۷۰۱: کیا اہلِ سنّت کے بارہ خلفاء قولِ رسُولؐ سے ثابت ہیں؟

ج: حدیث میں صراحت نہیں۔ علماء نے ترتیبِ خلافت سے معین کیے کہ نبوی پیشین گوئی کا مصداق ہیں اور پیشین گوئی کی تعیین واقعہ کے بعد ہوتی ہے۔

س ۷۰۲: شیعہ کے بارہ اماموں کے نام حدیث سے ثابت ہیں؟ (شواہد النبوۃ صـ ۱۹۵)

ج: بالکل جھوٹ ہے۔ اہلِ سنت کی کسی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں کی صراحت نہیں فرمائی۔ شواہد النبوۃ متاخر تقیہ باز شیعوں کی کتاب ہے جو ہرگز حجت نہیں شیعوں کی اصولِ اربعہ میں بھی صحیح سند کے ساتھ ان ناموں کی صراحت نہیں۔ اصولِ کافی کتاب الحجۃ کی ایک روایت بھی نہیں جس میں رسولِ خُدا نے ان بارہ اماموں کے نام بتلائے

ہوں یا حضرت علیؓ نے بارہ نام ذکر کیے ہوں یا امام محمد باقرؒ یا امام جعفرؒ نے بارہ اماموں کے نام کی کوئی ایک روایت بھی بتائی ہو یا منقطع السند ہی انھوں نے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما کر بارہ اماموں کے مسلسل مرتب نام بطور ائمہ وخلفاء ذکر کیے ہوں۔ میں تمام شیعوں کو ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ اصولِ اربعہ سے ایک بھی بارہ اماموں کے صریح نام بنام والی روایتِ رسول دکھا دیں۔؟ فھل من مبارز۔

یہ کوئی حجت ودلیل نہیں کہ نام نہاد ثقۃ الاسلام کلینی رازی المتوفی ۳۲۹ھ ایک عقیدہ خود بنالے پھر بوگس اقوال کی بھرمار سے کتاب الحجۃ قائم کرے۔ پھر اس میں "باب الاشارۃ و النص" علی فلان" نام بنام لکھ کر اس مضمون کی غیر معتبر روایت کرے" کہ ہر فوت ہونے والا پیشوا یہ کہے کہ فلاں میرا ولی وارث جانشین ہے"۔ بھلا اس مفہوم کی بات یا وصیّت ہر مرنے والا اپنی اولاد یا بڑے لڑکے کے حق میں کر کے جاتا ہے۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ایسے اوصیاء و امام واقعی بارہ تھے کم وبیش نہیں۔ پھر خدا ورسول کی طرف سے منصوص (نامزد کردہ) حجۃ اللہ، معصوم مفترض الاطاعت اور مثلِ انبیاء دینی پیشوا تھے؟

الغرض" عقیدہ امامتِ اثناعشر" ایک فرضی تھیوری اور نظریہ ہے۔ قرآن، حدیث نبویؐ، اجماعِ صحابہؓ واہلِ بیتؓ سے ثابت کوئی مسئلہ نہیں۔ میں ہر شیعہ بھائی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے قریبی عالم ومجتہد سے بارہ اماموں کی امامت پر ناموں کے ساتھ قرآن و حدیث سے صریح دلیل طلب کرے پھر اس کی بے بسی اور عاجزی کا تماشہ دیکھے۔ انشاءاللہ حق مذہب تک رسائی ہو جائے گی۔ ورنہ کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ بھاری بھاری فیسوں کے تاوان سے آپ بچ جائیں گے۔ الیس منکم رجل رشید؟

س ۴۰۳: مشکوٰۃ کتاب الفتن ص۴۵۵ پر ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میں اپنی امت میں گمراہ کرنے والے ائمہ سے ڈرتا ہوں، وہ کون سے امام تھے؟

ج: لفظ امام پر آپ کیوں فخر کرتے اور امامیہ کہلاتے ہیں۔ جب کہ امام گمراہ اور گمراہ کن بھی ہوا کرتے ہیں۔ اس سے مُراد بنوامیہ وبنوعباس کے بعض جائز حکام مراد ہیں۔ سنّی شیعہ کا اس پر اتفاق ہے۔

س ۴۰۴: کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے بارہ امام معاذاللہ مضل تھے؟

ج: سُنّی اصول پر ہم نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ بزرگ صحیح العقیدہ مسلمان اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ مسلمانوں کو کوئی گمراہی کی تعلیم نہیں دی۔ ہماری کتبِ صحاح میں ان سے احادیث اور علم دین مروی ہے۔

ہاں شیعہ اصُول اور ان کی ان سے روایت کردہ احادیث کی روشنی میں یقیناً کہتے ہیں کہ یہ شریعتِ محمدیہؐ کو ختم کرنے والی گمراہانہ تعلیم ہے۔ تفصیل ہماری تحفہ امامیہ باب ۵ میں پڑھیے۔ خلاصہ یہ کہ ان اماموں کی (بقولِ شیعہ) تعلیم نے نہ خدا کو وحدہ لاشریک مانا نہ رسُولؐ کو ہادی اور کامیاب تسلیم کیا، نہ حضورؐ کی بیویاں اور بیٹیاں چھوڑیں، نہ صحابی وخلیفہ چھوڑا، نہ صرف امّت کو خنزیر اور ولد الزنا کہا بلکہ شریعت محمدیہؐ کے مقابل ایک نیا مذہب تصنیف کر دیا اور کتابِ خدا کو غار میں روپوش کر کے سب مسلمانوں کو گمراہ کر دیا اور ایسا گروہ تیار کر دیا جس کا کام صرف اور صرف ماتم و بین کرنا تقیہ کر کے دینِ حق چھپانا، تمام اگلی پچھلی امّت کو تبرّے اور لعنتیں کرنا، متعہ کی عیاشی کرنا اور مسلمانوں کے خلاف منافرت پھیلانا اور سازشیں کرنا ہے۔ ایران کا اسلام سوز اور مسلم کش مذہبی انقلاب اس کی منہ بولتی تصویر ہے۔

س ۴۰۵: اگر آپ ائمہ اہلِ بیت کو برحق مانتے ہیں تو تمسک کیوں نہیں کرتے؟

ج: اپنی کتب وتعلیم کے واسطے سے اتباع کرتے ہیں۔ شیعہ زٹلیات کی نہیں کرتے۔

س ۴۰۶: اگر تمسک کرتے ہیں تو ایک جدول تیار فرمائیں کہ کتنی احادیث ائمہ آلِ محمد سے آپ کی کتب میں مروی ہیں؟

ج: بحمداللہ شیعوں سے زیادہ مروی ہیں۔ ان کا ایک مختصر جدول اور مجموعہ، مسندِ اہلِ بیت" نورمبین عن روایات الطیبین" مؤلفہ محمد بن محمد الباقری ہے جس میں ۱۶۰۷ احادیث نبوی و آثار اہلِ بیتؓ مروی ہیں۔ اور دیگر مطول کتابوں میں بہت سے آثار بکھرے ہوئے ہیں فرق یہ ہے کہ ہماری احادیث میں اہل بیت خادم دین محمد ہیں۔ وہ قال رسول اللہ سے کلام نبوت سناتے ہیں جبکہ کتب شیعہ میں ائمہ کی زبان سے کذاب وملعون راوی عن ابی عبداللہ

عن ابی جعفر کہ کر اپنی یا ان کی بات سناتے ہیں. قال رسُول اللہ کہ کر حدیثِ رسُول کوئی نہیں سناتا الّا ماشاء اللہ ۔

س ۷۰۷: آپ کے مہاجرین سے کیا مراد ہے ؟

ج : وہی جو خدا نے مہاجرین کی تعریف کرکے مراد لی ہے :۔

۱۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ (حشر پ۲۸ ، ع ۲)	(مال فے) ان فقیر مہاجرینؓ کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے دربدر کیے گئے وہ اللہ کا ہی فضل اور اس کی خوشی چاہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسُول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ تو سچے ہیں۔
۲۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ ..... لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ ۔ (پ ۴ ع ۱۱)	پس جن لوگوں نے گھر بار چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے ..... یقیناً میں انکی غلطیاں معاف کروں گا اور ان کو جنات میں داخل کروں گا۔
۳۔ اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔ (حج پ۱۷ ، ع ۱۳)	جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے، صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارا روزی رساں اللہ ہے ۔

بحمداللہ مہاجرین بھی ہمارے ہیں اور رب بھی ہمارا ہے شیعہ تو دونوں سے بیزار ہیں۔

س ۷۰۸: کیا تمام مہاجرین نیک نیت اور صاحبانِ مراتب تھے ؟

ج : جی ہاں ؛ بالا تین آیات قرآنی اس پر گواہ ہیں ۔

س ۷۰۹: اگر سبھی مہاجرین صاحبِ فضیلت ہیں تو مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے " اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے " الخ

ج : یہ بطور اصول اور کلیہ ارشاد فرمایا کہ نیک نیتی حصولِ ثواب کے لیے شرط ہے بالفرض اگر کوئی دنیوی مقصد کے لیے ہجرت کرے گا تو ثواب و فضیلت سے محروم

ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی دستور اور کلیہ کی موجودگی میں ضرور ہی عوام کو دو دھڑوں میں تقسیم کیا جائے ہو سکتا ہے کہ کسی دستور کے سبھی پابند نکلیں اور کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔ مع ھذا قانون کی تعبیر دو شقوں سے کی جائیگی ۔

یہاں حدیث کا شانِ نزول شخص خاص ہے جس کی منگیتر ہجرت کر آئی تھی تو اس نے شادی کی نیت سے مدینہ ہجرت کی۔ اس مسلمان سے آپ کو دشمنی ہے تو اسے مستثنیٰ کر لیجیے باقی ہزاروں مہاجرین کو صاحبانِ فضیلت و مراتب مانیئے۔ اگر شخص واحد کی آڑ میں آپ ایک کلیہ تراشتے ہیں کہ سارے مہاجرین نیک نہ تھے پھر حضرت علیؓ سمیت دو چار افراد کے سوا سب کو ہی بدنیّت اور منافق کہنے لگیں تو آپ سے بڑھ کر اسلام اور خدا و رسُول کا منکر کوئی نہ ہوگا۔

س ۷۱۰: جب حضورؐ نے ہجرت کا معیار خلوصِ نیت قرار دیا ہے تو پھر سارے مہاجرین کو اس فضیلت کا حق دار کیوں کہتے ہیں ؟

ج : خدا نے تمام کو صیغہ جمع اور استغراق کے ساتھ بلا استثناء مخلص کہا ہے۔ پ۱۰ سورت انفال کی آیات کا ترجمہ مع تفسیر مجمع البیان طبرسی ملاحظہ فرمائیں:

"پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصار کا ذکر خیر اور ان کی مدح و تعریف فرماتے ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یعنی خدا و رسُولؐ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں اور وطنوں کو چھوڑا یعنی مکہ سے مدینہ آ گئے۔ اور اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اس محنت کے ساتھ جہاد بھی کیا۔ اور جن لوگوں نے ان مہاجروں کو ٹھکانہ دیا اور مدد کی یعنی ان کو اپنا بنا لیا اور نبی علیہ السّلام کی مدد کی یہی پکے اور سچے مومن ہیں۔ یعنی انھوں نے اپنے ایمان کو ہجرت اور مدد کے ساتھ ثابت کر دکھایا۔ برخلاف اس کے جو دار الشرک میں ٹھہرے رہے (ایمان ثابت نہ کر سکے)۔ (مجمع البیان ص ۵۶۲/۲)

س ۷۱۱: جب اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے تو ہر عمل کے ردّ عمل و نتیجہ سے نیت کا خلوص و نفاق پہچانا جا سکتا ہے لہٰذا اگر کسی شخص کے اعمال کے نتائج بُرے برآمد ہوتے ہیں تو پھر اسے اجتہاد کے نقاب میں کیوں چھپایا جاتا ہے ؟

ج : صحابہ مہاجرینؓ کے عملِ ہجرت کے نتیجہ میں مدینہ دار الایمان بن گیا۔ مسلمان طاقت ور

ہوگئے۔ دین وسیاست کا مرکز قائم ہوگیا۔ جہاد شروع ہوگیا۔ کفار بڑے بڑے لشکر لاتے ناکام اور ختم ہوکر واپس جاتے۔ حتیٰ کہ دس ہزار قدوسیوں نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا۔ کعبہ بتوں سے پاک ہوگیا۔ دیگر اہلِ عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہوگئے تمام عرب پر مسلمانوں کا قبضہ اور کفر وشرک کا خاتمہ ہوگیا۔ ذرا بتائیں کیا یہ نتائج مذموم ہیں ؟ اور انہی سے آپ صحابہ مہاجرینؓ کے نفاق کی شناخت کر رہے ہیں ؟ یا پھر کیا آپ کے، اپنے گروہ سمیت، منافق، ملحد، زندیق اور دشمنِ خدا ورسول وصحابہ ہونے میں کوئی کسر رہ گئی ؟ نقابِ اجتہاد کی بھی خوب کہی۔ ذرا ہوش کے ناخن لیں۔ اہلِ سنّت نے اسی نقابِ اجتہاد کے قلعہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حفاظت کی ورنہ دشمنوں نے کیا کچھ نہ کیا؟ اب بھی نواصب کہتے ہیں "کہ حضرت علیؓ نے عمداً قصاص نہ لیا، قاتلوں کو پناہ دی اور طالبانِ قصاص پر چڑھائی کرکے ۷۰ ہزار مسلمان بواسطہ یا بالواسطہ شہید کر ڈالے" فرمائیے نقاب اجتہاد کے سوا آپ کیا بچاؤ کریں گے اور کیا جواب دیں گے ؟

س ۱۲: اگر کوئی خلوصِ نیّت سے اہل بیتؓ سے محبّت اور ان کے دشمنوں موذیوں سے عداوت رکھتا ہے تو کیا یہ مخلص نہیں ہے ؟

ج : آپ کے بقول "نیّت کا خلوص و نفاق" عمل سے پہچانا جائے گا ذرا اس گروہ کا کوئی وفادارانہ اور مطیعانہ عمل تو ثابت کر دکھائیے۔ ہم اگر نہج البلاغہ اور دیگر کتبِ تاریخ سے اس گروہ کے کرتوت نقل کریں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ (بطور نمونہ چند حوالے ہماری "عدالتِ صحابہؓ" ص ۹۰، ص ۹۱ پر دیکھیں۔) لہٰذا ہم مذہبی اصطلاح سے شیعانِ علی کو ہرگز مخلص نہیں جانتے۔

س ۱۳: کیا یہ نیک نیتی کی محبت اور عداوت باعثِ نجات ہے یا نہیں ؟

ج : ایک فرضی بات ہے نہ محبت ہے نہ نیک نیتی۔ یہ سب دعاوی، جوش و خروش کے ساتھ تاریخ میں مذکور انتشار اور مسلمانوں پر لشکر کشی "حُبِّ علیؓ نہیں بغضِ معاویہؓ" کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اگر خلوص ہوتا تو یہ ضرب المثل مشہور نہ ہوتی۔ اگر اخلاص ہوتا تو حضرت علیؓ جیسے فاضل وشجاع حضرت امیر معاویہؓ کے مقابل اپنے مقاصد میں ناکام نہ ہوتے۔ اگر شیعہ علی نیک نیت ہوتے تو حضرت علیؓ یہ تمنا اور بددعا کبھی نہ کرتے "اے اللہ میں ان سے تنگ آگیا یہ مجھ سے تنگ آگئے، میں ان سے دُکھی ہوں یہ مجھ سے دُکھی ہیں۔ اے اللہ

مجھے (موت دے کر) ان سے آرام نصیب فرما اور ان کا اس شخص سے سابقہ پیدا کر کہ مجھے یاد کریں۔ (جلاء العیون ص ۱۸۴)

اگر خلوص ہوتا تو امام حسنؓ یہ ارشاد نہ فرماتے "اللہ کی قسم معاویہؓ میرے لیے بہتر ہے اس جماعت سے جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ میرے شیعہ ہیں لیکن مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا اور میرا مال لوٹ لیا۔ (منتہی الآمال ص ۲۳۲)

اگر خلوص وایمان ہوتا تو حضرت حسینؓ کو بلا کر شہید کرنے والے یہ بددعا اور القابات نہ لیتے:

پس تم پر اور تمہارے ارادوں پر لعنت ہو اے بے وفاؤ! ظالمو! غدارو! ہمیں مجبوری کے وقت اپنی امداد کے لیے بلایا (جیسے آج بھی یا حسین، یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہیں) جب ہم نے بات مان لی اور تمہاری ہدایت اور امداد کے لیے آپہنچے تو تم نے دشمنی کی تلواریں ہم پر کھینچ لیں، اپنے دشمنوں کی ہمارے خلاف مدد کی اور خدا کے دوستوں سے ہاتھ اُٹھا لیا۔۔۔ پس تمہارے چہرے بدشکل اور منہ کالے ہوں۔ اے اُمّت کے گمراہو، کتاب اللہ کو چھوڑنے والو (کہ غار میں امام مہدی کے پاس چھپا دی) گروہوں میں بٹنے والو (اہل تشیع) شیطان کے پیروکارو، سنت خیر الانام چھوڑنے والو، پیغمبر کی اولاد کے قاتلو!۔۔۔ الخ (جلاء العیون ط ۳۹۱، منتہی الآمال ص ۳۲۶)

س ۱۴: کیا محبوبِ خدا ورسُول کی محبت ہدایت یافتہ ہونے کا باعث ہے یا نہیں؟

ج : یقیناً ہے تبھی تو ہم صحابہ کرامؓ (یحبھم ویحبونہ والے محبوبانِ خداوندی) کے ہم محب اور ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے دشمنوں کو خدا کا دشمن اور ہدایت سے محروم جانتے ہیں۔

س ۱۵: کیا علانیہ دشمن محبوب رسولِ خدا سے دشمنی رکھنا چاہیئے یا محبت ؟ یا دورُخی پالیسی اختیار کر کے خاموش رہنا چاہیئے ؟

ج : تمام محبوبانِ خدا ورسُول صحابہ کرامؓ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیئے۔ محبّت ہرگز نہ کی جائے۔ دورُخی پالیسی منافق دو زخیوں کا کام ہے کہ منافقانہ کلمہ پڑھنے کی طرح بظاہر صحابہؓ کو مسلمان بھی کہہ جاتے ہیں اور دل سے ان کو معاذ اللہ مومن نہیں مانتے اور

ان سے کافرانہ دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۷۱۶: جب سارے صحابی عادل ہیں اور ستارے ہیں، کسی ایک کی پیروی کر لینا ہی کافی ہے تو پھر حضرت علیؓ کے پیروکاروں کی پیروی آپ کیوں کافی نہیں جانتے۔ کیا جناب امیر زمرہ اصحاب و نجوم سے باہر ہیں ؟

ج: آپ واقعی بزرگ صحابی اور نجم ہدایت ہیں۔ ہم ان کی پیروی کرتے ہیں شیعوں کی طرح نافرمان نہیں جس کا نمونہ سابق گزرا۔ مگر یہ حصر نہیں مانتے کہ صرف ان کی پیروی کریں اور باقی سب صحابہؓ کا انکار یا نافرمانی کریں ؟ بایھم اقتدیتم اھتدیتم کا مطلب یہ نہیں کہ کسی ایک کی پیروی ہی کافی ہے۔ باقی سب سے دشمنی رکھی جائے بلکہ مثبت مطلب اتنا ہے کہ کسی بات میں کسی صحابی کی مخلصانہ اور دیانت دارانہ پیروی کرنے والا ہدایت پر ہوگا گمراہ نہ ہوگا۔ گو دیگر صحابہؓ سے اس کا عمل مختلف ہو اور امت کے لیے فروعی اجتہادی مسائل میں اس سے آسانی پیدا ہوئی اور دور دراز دیہاتوں ملکوں تک پہنچنے والے مبلغین صحابہؓ کی پیروی کی سند مل گئی۔

س ۷۱۷: صحابہؓ میں اجتہادی، غیر اجتہادی اختلافات تو تھے ہی، افتراق سے بچنے کی یہ صورت ہے کہ اس صحابی کی اتباع کی جائے جس پر اکثریت اتفاق کرے۔ آپ کا جھکاؤ جمہوری رائے کی طرف ہے۔

ج: جب اجتہادی اختلافات کا وجود آپ اصولاً مانتے ہیں تو ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا مقلد نہیں ہوا کرتا۔ اسے اپنی صوابدید رائے اور اجتہاد پر عمل کرنا ناگزیر ہے اور جمہوری طرزِ فکر میں بھی یہ اسے قانونی حق حاصل ہے اب صرف ایک صحابیؓ اور امام کی رائے پر عمل لازمی قرار دینا گویا اسے نبوت کا حق دینا ہے اس سے باقی مجتہدوں کا حق سلب ہوگا۔ لہٰذا جیسے حضرت علیؓ کی فروع میں پیروی ہوگی۔ دیگر مجتہدین کی بھی کی جائے گی، اس سے حضرت طلحہ، زبیر، عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنھم کے پیروکاروں کا گمراہی سے محفوظ ہونا ثابت ہوا۔

س ۷۱۸: کیا صحابہؓ میں حضرت علیؓ سنی شیعہ کی مشترکہ مسلمہ ہستی نہیں ؟

ج: اب تمام مسلمانوں کی طرف نسبت سے بات کرنی ہوگی۔ بے شک اب سنی و شیعہ کے حضرت علیؓ مسلمہ امام ہیں تو دیگر خارجی، ناصبی فرقے ان کو اپنا امام نہیں مانتے۔ اگر آپ ان کو اس وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں تو ٹھیک اسی دلیل سے ہم آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ مانتے ہیں۔ تمام صحابہؓ و اہلِ بیتؓ کو ماننے والے اب ۹۵ فیصد سوادِ اعظم اہلِ سنت مسلمان ہی یہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی تابعداری تمام خلفاء راشدینؓ سمیت کریں اور وہ قانون نافذ کرائیں جو خلافت راشدہ میں متفقہ اور معمول بہا رہا کیونکہ صرف علیؓ کو ماننے پر خارجی، ناصبی خوش نہیں۔ صرف خلفاء ثلاثہؓ کو ماننے پر رافضی شیعہ خوش نہیں اور جمہوری (۹۵٪) کی اکثریت سے بالترتیب چاروں کے ماننے سے کسی فرقہ کو شکایت نہیں رہتی کیونکہ چاروں خلافتوں کے اصول و ضوابط یکساں تھے اور ہر گروہ کو اپنی مرضی کے مطابق ہدایت ان چاروں نجوم ہدایت سے حاصل ہو جاتی ہے۔

س ۷۱۹: اتحاد قائم کرنے اور اختلافات دور کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی حل ممکن ہے کہ شیعہ و سنی مشترکہ خلیفہ کو مرکز ہدایت مان کر سارے جھگڑے ختم کر دیں۔

ج: اتحاد کا معقول طریقہ تو ہم بتا چکے ہیں جس میں مدعی اسلام ہر فریق کو اپنا اپنا حق مل جاتا ہے لیکن اگر آپ اپنی ضد پر اڑے ہیں تو حضرت علیؓ کی حکومت کا قانون نافذ کرائیے اور ایک تابعی کے نام سے فقہ جعفری نافذ کرانے کا مطالبہ واپس لیجیے۔ یہ خیال غلط کر دکھائیے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ حکومت میں تقیہ کیا تھا اور حق چھپا کر باطل کی حکومت چلائی اور اس کی سرپرستی کی پھر اپنے سب مذہب کو حضرت علیؓ کی خلافتِ ظاہرہ باہرہ کی کسوٹی پر پرکھیئے جو مطابق ہو نافذ کرائیے جو ناجائز اور بدعت و اضافہ ہوا سے چھوڑ کر علیؓ کی پیروی کیجیے کیونکہ آپ کے بقول حضرت علیؓ کے دستخط کے بغیر کوئی مسئلہ ہدایت والا نہیں بن سکتا۔ کیا عہدِ مرتضوی میں امام باڑے تھے ؟ ذوالجناح اور ماتمی جلوس نکلتے تھے ؟ کھلے ہاتھ نماز پڑھی جاتی تھی ؟ زکوٰۃ و عشر کا نظام شیعوں کے لیے الگ تھا ؟ حضرت جعفر طیارؓ مظلوم کا تعزیہ یا حضورؐ کی قبر مبارک کی شبیہ پوجی جاتی تھی۔ اس پر ماتم ہوتا تھا ؟ سیاہ لباس اور مکانوں پر کالے جھنڈے لگے ہوتے تھے ؟ اور علی ولی اللہ والی اذان و کلمہ پڑھا جاتا تھا ؟ مرثیہ

خواں ذاکروں کا ٹولہ ہوتا تھا ؟ خلفاء ثلاثہ پر تبرّا ہوتا تھا ؟ یاعلی مدد کا نعرہ لگتا تھا ؟ شہداء کے یوم شہادت منائے جاتے تھے ؟ متعہ شریف چالو تھا ؟ اگر ایسا کچھ بالکل نہ تھا، نہ دُنیا کی کسی کتاب میں ثبوت مل سکتا ہے تو ان امور سے توبہ کیجئے کہ یہ دین نہیں ہیں۔ ورنہ حضرت علیؓ اور آپ کے پیروکار و اہلِ بیتؓ اس دین سے محروم نہ ہوتے اور یہی امور ملتِ اسلامیہ میں باعثِ افتراق ہیں۔ ان کا چھوڑنا ہی سنی و شیعہ کو ایک مسلم قوم بنادے گا۔

اب ذرا ان امور کو خلافتِ مرتضویؓ میں تلاش کیجئے جن کا اپنانا آپ بڑی مصیبت اور انکار کرنا اپنا مذہب جانتے ہیں۔ کیا عہدِ مرتضویؓ میں بیس تراویح نہیں پڑھی جاتی تھیں؟ کیا قاضی خلفاء ثلاثہؓ کے طریقوں پر فیصلے نہ کرتے تھے ؟ کیا از الحمد تا والناس قرآن نہ یاد کیا جاتا تھا۔ کیا خلفاء ثلاثہؓ کی کھلے بندوں تعریف اور تفضیل نہ ہوتی تھی۔ کیا خطبات نہج البلاغہ اس پر گواہ نہیں ؟ کیا حضرت عائشہؓ کو علیؓ نے مصالحت کرکے باعزت مدینہ روانہ نہیں کیا تھا ؟ کیا اہلِ شام و معاویہؓ کو اپنے برابر ایمانیات رکھنے والا مومن بھائی نہ کہا تھا؟ کیا آخر حکومت میں حضرت معاویہؓ کی خود مختاری تسلیم کرکے وصولی محاصل کی اجازت نہ دے دی تھی ؟ (طبری)۔ کیا یہ فرما کر حضرت معاویہؓ کی حکومت کو جائز نہ کر دیا۔

لاتکرھوا امارۃ معاویۃ فو	لوگو ! تم معاویہؓ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو، بخدا
اللہ لو اتکم فقدتموہ رءیتم	اگر تم نے انھیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے
الرؤوس تندر عن کواھلھا کانما	کندھوں سے حنظل کی طرح کٹ کٹ کر گریں
الحنظل۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۳۱ و تاریخ الخلفاء)	گے۔

کیا حضرت علیؓ ہاتھ باندھ کر نماز نہ پڑھتے تھے اور کیا کافر کو مسلمان کرتے وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی نہ پڑھاتے تھے ؟ کیا علیؓ کو مشکل کشا، حاجت روا، رب و پروردگار کہنے والے سبائیوں کو آپؓ نے زندہ نہ جلا دیا تھا ؟ کیا جمل و صفین کے موقع پر قاتلانِ عثمان پر پھٹکار نہیں کی تھی ؟ کیا آپؓ طرفین کے شہداء جمل و صفین کا جنازہ نہ پڑھتے تھے اور ان کو شہید نہیں کہتے تھے ؟ کیا اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ کی بدگوئی کرنے والے دو شخصوں کو ۱۰۰ - ۱۰۰ دُرّے نہ لگائے تھے ؟ کیا یہ نہ فرمایا تھا کہ جو مجھے

ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل کہے گا میں اسے جھوٹے کی سزا دُرّے ماروں گا۔ کیا خلفاء ثلاثہؓ کے پیچھے نمازیں نہ پڑھی تھیں ؟ کیا ان کے مشیر، مفتی اور قاضی و جلّاد نہ تھے ؟ کیا ان سے تنخواہ نہ لیتے تھے؟ اگر یہ سب باتیں حقیقت ہیں اور کتبِ شیعہ، تاریخ و سیرت سے یقیناً ثابت ہیں تو علیؓ کے شیعہ اور تابعدار ہونے کا ثبوت دیجئے، خود ان باتوں کو اپنائیے۔ حکومت سے قانونِ مرتضوی پاس کرائیے۔ مسلمانوں کے ساتھ بصورت تقیہ ہی سہی گھُل مل کر رہیئے۔ خدا آپ کو سُنّی مسلمانوں سے متحد کر دے۔ آمین۔

س ۴۲۰ تا ۴۲۴ : حدیث سفینہ مثل اھل بیتی کسفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن لم یرکبھا ھلک سے متعلق ہیں اور یہ کمزور یا موضوع ہے لہٰذا سوالات ختم ہو گئے۔ تفصیل یہ ہے کہ روایت مستدرک کی ہے۔ اس کا ایک راوی مفضل بن صالح ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں صرف ترمذی نے اس سے روایت کی۔ سب نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ (مستدرک ص ۲۴۳ ج ۲)۔

امام بخاری اور ابوحاتم اسے منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں اہل حدیث کے ہاں ثقہ نہیں ہے۔

وقال ابنِ حبان یروی المضطربات	ابنِ حبان کہتے ہیں ثقہ لوگوں سے غلط و
عن الثقات فوجب ترک الاحتجاج	بے معنی روایتیں کرتا ہے تو اس سے دلیل
بہ۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۷۲ ج ۱۰)	نہ پکڑنا واجب ہے۔

س ۴۲۵ : آپ کے ہاں کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اسی بنا پر آپ یزید اور قاتلانِ حسین کو کافر کہنے سے خاموش ہیں تو پھر شیعوں کو کافر کہہ کر قتلِ عام کیوں کرایا ؟

ج : جب کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور سب ایمانیات کا اقرار کر لیتا ہے اور سابق کفریہ مذہب و عقائد سے توبہ کر لیتا ہے تو مسلم ہو جاتا ہے۔ اسلام اس کی جان و مال اور عزت کا محافظ ہے اور جو شخص چوری، زنا، قتل وغیرہ کا ارتکاب کرے تو اس فعل سے فاسق ہو جاتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ اِلّا یہ کہ گناہ جائز سمجھ لے۔ پھر شرعی، حد، قصاص وغیرہ کی سزا

دنیا میں باقاعدہ پالے تو آخرت میں پاک و بری سمجھا جائے گا۔ اب رہا وہ شخص جو ظاہراً سب ایمانیات کا اقرار کرے مگر دل سے کسی بات کو سچا نہ سمجھے وہ منافق ہوتا ہے۔ ایسا شخص اقرار میں بھی کسی چیز کا انکار کر دے یا کفریہ عقیدہ ساتھ ملا دے تو مُرتد اور کافر سمجھا جائے گا۔ جیسے منکرین زکوٰۃ اور متنبی کذاب کو مرتد قرار دے کر جنگ کی گئی۔ شیعہ گروہ کو کہتے ہیں۔ عہدِ اوّل میں شیعہ عثمانؓ، شیعہ علیؓ، شیعہ معاویہؓ تین گروہ تھے۔ سب کو کافر نہیں کہا گیا بلکہ سب سے پہلے شیعانِ علیؓ کے اس سبائی غالی گروہ کو حضرت علیؓ نے کافر و مرتد قرار دے کر آگ میں جلایا جو آپ کو رب، مشکل کشا اور خدائی صفات والا کہنے لگے۔ پھر وہ جو قرآن کے منکر بنے، دنیا میں موجود قرآن کو بدلا ہُوا اور کفر کے ستونوں سے بھرا ہوا مانا اور اصلی قرآن کے متعلق یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ وہ تو اماموں نے صرف اپنے پاس چھپا رکھا تھا اور اب مہدیؒ کے پاس غار میں ہے۔

جو لوگ ۴۔ ۵ افراد کے سوا تمام صحابہ کرامؓ کو مُرتد یا منافق کہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایمانی صحابیت کا انکار کریں۔ نصوص اور اجماع برحق سے ثابت خلافتوں کا انکار کریں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔ جو اپنے بارہ اماموں کو رسولوں سے افضل اور حضورؐ کے برابر درجہ میں مانیں اور ان کو معصوم، مفترض الطاعۃ صاحب وحی و کلمہ کہیں اور ان سے اختلاف رکھنے والے کو کافر کہیں۔ وہ چونکہ ختم نبوت کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں یا شرک فی الرسالت کرتے ہیں لہٰذا وہ بھی کفر سے بچ نہیں سکتے۔

یزید سے ان کفریات کا صدور نہیں ہوا۔ قاتلانِ حسینؓ، قاتلینِ عثمانؓ میں سے مفاد پرست لوگ تھے۔ لہٰذا ہم ان کے دین و ایمان کی گواہی نہیں دیتے۔

اب کچھ شیعوں کو ماضی میں کافر کہا گیا یا مسلمانوں پر چڑھائی کے ردّ عمل میں ان کا کہیں قتل ہُوا تو اسکی وجوہ ظاہر تھیں ورنہ مطلقاً شیعوں کو نہ ہم کافر کہتے ہیں نہ قتل کرتے ہیں۔

س ۲۶ء : کیا کوئی شیعہ اہلِ بیت منکر کلمہ ثابت ہے ؟

ج : لفظوں کا تو منکر نہیں جیسے مرزائی نبوت محمدیہ کا منکر نہیں۔ کسی عہدہ میں برابر کا اضافہ اور شرک بھی، کفر ہوتا ہے جیسے مرزائی مرزا کو نبی ماننے سے کافر ہو گئے اسی طرح امام کا کلمہ بنا لینے سے شیعہ نے شرک فی الکلمہ کا جرم کیا اور مسلمان نہ رہے۔

س ۲۷ء، ۲۸ء : خلافت کو یا اصولِ دین سے مانیں یا ہم سے جھگڑا چھوڑیں۔

ج : ان دو سوالوں کا جواب "ہم سنی کیوں ہیں ؟" سوال ۳۵ء میں دیکھئے۔ خلافت کو بالکل توحید و رسالت کی طرح اصولی سمجھنا ہی شرک فی النبوت اور جھگڑے کا باعث ہے۔ فروعی مانیں تو سنی شیعہ نزاع ختم ہو جاتا ہے۔

س ۲۹ء : اگر پیر جیلانی کے اعتقاد میں معاویہؓ کے گھوڑے کے سُم کا غبار باعثِ نجات ہے تو خاکِ کربلا کے احترام پر شیعہ پر کیوں اعتراض کرتے ہو ؟

ج : اس گھوڑے پر جہاد فی سبیل اللہ ہوا اور کوئی کافر نہ چڑھا تب یہ فضیلت ہوئی۔ اگر حضرت امام حسینؓ کے گھوڑے کے غبار کے متعلق آپ بھی ایسا کہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن صدیوں بعد آپ نے ایک جگہ سے مٹی کریدنی شروع کی اور اس کی ٹکیاں بنا کر (بتوں کی طرح) پوجنی شروع کر دیں۔ حالانکہ یہ کوئی یقین نہیں کہ یہیں سے امام حسینؓ کا گھوڑا گزرا تھا اور دشمنوں کے گھوڑے نہ گزرے یا ان کا پلید خون اس مٹی میں جذب نہیں ہُوا۔ اہل بیت تو شہید یا اسیر تھے۔ دشمنوں میں سے کس عقیدت مند نے اس جگہ کو محفوظ و معین اور متبرک بنا لیا تھا ؟ جب محض وہم ہی وہم ہے تو اسے یقینی سمجھنا اور شرک و بدعت کا کاروبار چمکانا قابل اعتراض ہے۔

س ۳۰ء : جب خلیفہ راشد کے دشمن کی شان ایسی ہے تو دوسرے خلفاء کے دشمنوں پر طعنہ زنی کیونکر درست ہوگی ؟

ج : حضرت معاویہؓ کی فضیلت اور تہمت سے برأت ہو چکی۔ شیعہ دشمنی خلفاء کا اقرار کرتے ہیں تو ہر مقر گرفتار ہو کر اپنی سزا پاتا ہے۔ لہٰذا ہم خلفاء راشدینؓ کے دشمنوں کو مطعون و ملعون جانتے ہیں۔

س ۳۱ء : حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہؓ کے نام جو بیٹوں کے نام رکھے ان سے خلفاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی جیسے آپ کے ایک بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا اسی طرح امام حسنؓ اور زین العابدینؒ نے عبدالرحمٰن نام رکھا۔ کیا ان کو قاتلِ امیر المومنین سے محبت تھی ؟

ج : نام دو اعتبار سے رکھا جاتا ہے۔ ۱۔ فی نفسہٖ نام کا مفہوم و استعمال اچھا ہو، اور شرعاً رکھنے کا حکم بھی ہو جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن وغیرہ۔ یہ بالفرض کسی دشمن کے بھی نام ہوں یہ اپنے معنوی مفہوم و فضیلت کے لحاظ سے رکھے جائیں گے۔

۲۔ نام کے الفاظ میں تو خاص مدح و ذم نہ ہو مگر اپنے کسی بزرگ و محبوب کا وہ مشہور نام ہو تو یہ نام بزرگ کی عقیدت و محبت ظاہر کرنے کے لیے رکھا جائے گا۔ اب ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے جو نام حضرت علیؓ نے یا حسنین نے اپنی اولادوں کے رکھے۔ وہ ان کے پہلے مسمّٰی سے عقیدت کی وجہ سے رکھے۔ ورنہ نام میں فی نفسہٖ لفظی حسن نہ ہو۔ شرع نے بھی مستحب نہ بنایا ہو اور ہو بھی دشمنوں کا خاص نام تو اسے کون رکھ سکتا ہے؟ شیعوں کے ہاں عبدالرحمٰن، شمر، ابوبکر، عمر و عثمان کا نام آج بھی نہیں رکھا جاتا کیونکہ یہ دشمنوں کے نام ہیں معلوم ہوا کہ اہل بیت کے ہاں ابوبکر و عمر و عثمان محترم تھے تبھی ان کے نام رکھے۔

س ۳۲؎: محمد نام، کائنات کا بہترین نام ہے جبکہ قاتل حسین و اہل بیت محمد بن اشعث کا یہ نام تھا۔ تو کیا اس کی فضیلت کا سبب ہے؟

ج: یہ نام فی نفسہٖ بھی محبوب ہے اور ذات کے لحاظ سے بھی۔ دوست و دشمن ہر کوئی رکھتا ہے اور صرف نام و نسبت پر فضیلت یا نجات کے (شیعہ عقیدہ کے مطابق) ہم قائل نہیں شکر ہے کہ ایک کٹر شیعہ اور فرزند شیعہ کو آپ نے قاتل حسین مان لیا۔ اپنی کتابیں غور سے دیکھئے۔

س ۳۳؎: اگر آپ کا مفروضہ مان لیا جائے تو خلفاء ثلاثہؓ نے اپنی اولادوں کے نام اہل بیت کے اسماء پر کیوں نہ رکھے کیا ان کو اہل بیت سے محبت نہ تھی؟

ج: پچھلا عقیدت مند پہلے محبوب بزرگ کا نام رکھتا ہے۔ پچھلے (حسین و علیؓ) جب پہلوں کی اولاد ہوتے وقت یا پیدا نہ ہوئے تھے یا شہرت و بزرگی کو نہ پہنچے تھے تو کوئی کیسے ان کے نام رکھتا۔

مع ھذا حضرت ابوبکرؓ نے ایک بیٹے کا نام محمد اور بیٹی کا نام کلثوم اسی عقیدت سے رکھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی تین بیٹیوں رقیہ، فاطمہ، زینب کے نام آنحضورؐ کی بیٹیوں کے نام پر رکھے۔

حضرت عثمانؓ کے دو بیٹے عبداللہ اصغر بن رقیہؓ بنتِ رسول اللہ اور عبداللہ اکبر حضورؐ کے بیٹوں کے نام پر رکھے گئے اور مریم نام کی دو بیٹیوں اور عائشہ کے نام مسمیات سے عقیدت کی بنا پر رکھے گئے۔ (یہ تفصیل ریاض النضرہ از محب الطبری سے لی گئی۔)

س ۳۴؎: کیا ائمہ کا اپنی اولاد کا یہ نام رکھنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ شیعہ کو ان ناموں

سے کدورت نہیں بلکہ ان کے افعال و مسمیات سے ہے آپ پھر کیوں کہتے ہیں کہ شیعہ ثلاثہ کا نام سننا گوارہ نہیں کرتے؟

ج: خلفاء ثلاثہ کے نام اہلِ بیتؓ و ائمہ نے رکھے جو ان کے عقیدت مند تھے شیعوں نے اپنی اولاد کے کبھی یہ نام نہ رکھے، کیونکہ وہ ان کے دشمن اور مذہب ائمہ کے مخالف ہیں۔ اپنی ۱۲ صدیوں کی تاریخ میں ۱۲ ایسے شیعہ بتائیں جنھوں نے یہ نام رکھے۔ اگر شیعہ واقعی اہلبیت کے محب اور ان کے مذہب پر ہیں تو اولاد کے نام ابوبکر، عمر و عثمان رکھیں۔ سنّی شیعہ اتحاد کا نسخہ اکسیر ہے۔

س ۳۵؎: روضہ کافی میں ایک واقعہ کی بنیاد پر آپ کہتے ہیں کہ امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کر لی۔ کیا آپ کسی معتبر تاریخ سنی و شیعہ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ یزید مدینہ میں آیا؟

ج: بیعت کے لیے ضروری نہیں کہ یزید مدینہ آئے تب ہو۔ دمشق میں یا بواسطہ نائب مدینہ میں ہو سکتی ہے۔ حضرت حسنؓ کے (سابقاً مذکور) فرمان پر ایمان لائیں کہ ہم میں سے ہر ایک نے سوائے مہدی کے اپنے وقت کے خلیفہ کی بیعت کی ہے۔ (جلاء العیون) دراصل یہ بات خط و کتابت سے طے ہو گئی تھی۔ تاریخ طبری ص ۴۸۴ ج ۵ پر ہے:

کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیجتے وقت یہ وصیت کی تھی:

علی بن حسینؓ کا خیال رکھنا، اس سے جنگ نہ کرنا اس سے بہترین سلوک کرنا اور اپنی مجلس کے قریب بٹھانا۔ اس لیے کہ اس نے بغاوت میں کچھ حصہ نہیں لیا جس میں دوسرے لوگ داخل ہو گئے میرے پاس اس کا اطاعت نامہ آیا ہے۔ حضرت زین العابدین کو یہ پتہ نہ تھا کہ یزید نے مسلم کو خاص وصیت کر کے بھیجا ہے۔ جب بنو امیہ شام کی طرف نکلنے لگے تو زین العابدین کو مروان نے اپنا سامان حفاظت کے لیے دیا تھا اور اس کی بیوی عائشہ بنت عثمان بن عفان کے ساتھ آپ گاؤں چلے گئے .... اور اس کے بچے اپنی سواری پر اٹھا لے کر مدینہ سے اس لیے چلے گئے کہ اس بغاوت میں شرکت کو ناپسند کیا۔ (طبری ص ۶۸۵ ج ۵)

روضہ کافی ص ۲۳۴ (جہاں بقول مشتاق بیعت یزید کرنا مرقوم ہے) محشی نے لکھا ہے:

"یہ عجیب بات ہے کیونکہ سیرت نگاروں کے ہاں مشہور یہ ہے کہ خلافت کے بعد یہ ملعون مدینہ نہیں آیا بلکہ شام سے ہی نہیں نکلا یہاں تک کہ مر کر دوزخ میں داخل ہوا۔ شاید یہ واقعہ اس ملعون کے والی مسلم بن عقبہ کے ساتھ پیش آیا جسے یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا اور بلاشبہ یہ بات منقول ہے کہ حضرت علی بن حسینؓ اور مسلم بن عقبہ کے مابین اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تو بعض راویوں پر مشتبہ ہو گیا (کہ مسلم کے بجائے یزید کا نام لکھ دیا۔) انتہیٰ۔

راقم الحروف مہر محمد عرض گذار ہے کہ یہ بات قرین قیاس ہے اور طبری ص۴۹۳/۵ پر واقعہ یوں لکھا ہے کہ جب حضرت علی بن حسینؓ مسلم کے پاس آئے تو اس نے اٹھ کر مرحبا و اہلاً خوش آمدید کہی پھر اپنے تخت اور قالین پر بٹھایا اور کہنے لگا۔ امیر المومنین نے پہلے سے مجھے آپ کے متعلق وصیت کی ہے اور کہا ہے کہ ان (باغی) خبیثوں نے مجھے الجھا کر تیری دلداری اور صلہ رحمی سے روکا ہے پھر کہنے لگا شاید تمہارے اہل خانہ گھبرا گئے ہوں۔ زین العابدینؒ نے کہا جی ہاں خدا کی قسم پھر سواری منگوائی اور زین ڈال کر سوار کرایا اور گھر بھیج دیا۔

اطاعتِ یزید اور بغاوت سے کنارہ کشی تو آپ پہلے سے کیے ہوئے تھے مسلم نے اس ملاقات میں عزت واحترام سے سب باتوں کی تصدیق کی۔ بقولِ مسعودی قدموں پر گر امرعوب ہو کر معذرت کی۔ مروان وغیرہ بنو امیہ کی مدد کر کے عملاً اس کا ثبوت دیا۔ بس اسی چیز کو شیعہ راویوں نے جل کر واقعہ مسخ کر کے یزید یا ولید کا زین العابدین کو ڈرانا اور یزید کا خود کو غلام مجبور کہنا، چاہے بیچو، چاہے رکھو کا اختیار دینا نقل کر دیا ہے تو روضہ کافی کا یہ واقعہ بیعتِ اصل کے لحاظ سے سچا ہے۔ الفاظ اور ادائیگی میں بغض و عناد سے مسخ شدہ ہے۔

فقہی مسائل

(صرف بالغ مرد مطالعہ کریں)

س ۳۶: علامہ وحید الزمان اہل حدیث نے کنوز الدقائق ص۱۳ پر لکھا ہے کہ مردار اور خنزیر کی ہڈی پاک ہے۔ جب سؤر اور مردار کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے تو علامہ صاحب نے ایسا کیوں تحریر کیا؟

ج: آخر عمر میں شیعہ ہو گئے تھے اس لیے ایسا لکھا ورنہ مسلمانوں کے ہاں سب سور اجزاً سمیت نجس ہے۔ ہاں شیعہ کے ہاں خنزیر کے بالوں کی رسی پاک ہے اس سے کنویں سے پانی نکالنا، وضو کرنا درست ہے۔ (فروع کافی ص۴۵/۱ ج و ص۱۰۳/۲ ج طہ لکھنو)

نیز بال اور پشم سب پاک ہیں۔ ایضاً۔ الفقیہہ ص۵۰ پر ہے کہ جس کپڑے پر شراب اور خنزیر کی چربی لگی ہو اسے دھوئے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے۔

نیز خنزیر کی ہڈی کا پاک ہونا علامہ کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ وہ پہلے غیر مقلد تھے۔ باقی سب اہلِ مذاہب اور مقلدین سؤر کی ہڈی بال، چمڑا ہر چیز کو نجس کہتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے اسے "رجس" گندگی کہا ہے۔

س ۳۷: ہر زندہ حیوان طاہر الجسم ہے۔ (فقہ مالکی)

ج: مطلب یہ ہے کہ لعاب، پسینہ اور پانی سے بدن گیلا نہ ہو، خشک ہو۔ تو ایسا کتا وغیرہ کپڑوں سے چھو جائے یا اس پر ہاتھ لگ جائے تو کپڑا اور ہاتھ پلید نہ ہوں گے۔ عموم بلوٰی میں سہولت کے لیے امام مالک کا یہ فتویٰ ہے دیگر ائمہ کا نہیں۔

س ۳۸: کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کیوں جائز ہے تیمم کیوں نہیں؟ (حاشیہ بخاری ص۲۹)

ج: ۵۰ فی صد احناف کے ہاں یہ پانی نجس ہے دیگر مذاہب میں بھی مطلقاً جائز نہیں۔ پھر آپ نے خیانت کی کہ ساتھ ہی تیمم کرنے کی بات نہیں لکھی ورنہ بخاری میں ہے

یہ زہریؒ کا قول ہے۔ سفیان ثوریؒ قرآن سے استدلال کرتے ہیں کہ جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ یہ پانی تو ہے مگر دل میں کھٹک ہے۔ لہٰذا وضو و تیمم دونوں کیے جائیں۔ مولانا احمد علیؒ استدلال کی وجہ یہ بتاتے ہیں چونکہ ماء نکرہ تحت النفی ہے۔ نفی کے سیاق میں ہے تو عام ہو گی۔ (یعنی کوئی بھی پانی نہ پاؤ) تو تخصیص دلیل سے ہو گی۔ لہٰذا احتیاطاً تیمم کا بھی اضافہ کرے۔ کیونکہ ماء مشکوک ہے۔ عبادت میں احتیاط چاہیئے اور شیعہ کے ہاں تو کتے کے لگے ہوئے پانی سے وضو جائز ہے۔ الاستبصار ص ۱۹ ج ۱ پر روایت ہے کہ امام صادقؒ سے پوچھا گیا کہ جس پانی کو کتے نے، بلی نے لگا ہو یا اس سے اونٹ وغیرہ جانور نے پانی پیا ہو کیا اس سے وضو یا غسل کیا جائے گا؟ فرمایا ہاں مگر یہ کہ اس کے علاوہ اور پانی ملے تو اس سے پرہیز کرے۔"

س ۴۳۹، ۴۴۰: کوئی سنّی سُور کا گوشت کھا لے کیا حد شرعی لگتی ہے اگر حد نہیں لگاتے تو سنیوں کو لحم الخنزیر کھانے میں کیا عذر ہے؟

ج: گوشت کھانا حرام ہے مگر حرام خوری پر شریعت حد نہیں لگاتی۔ سود و رشوت اور مردار خوری پر آپ کیا حد لگاتے ہیں؟ ہاں تعزیری سزا ۳۹ کوڑے تک دی جا سکتی ہے اہلِ سنت نص قطعی کی بنا پر لحم خنزیر نہیں کھا سکتے یہ شیعہ نہیں کہ حرام کھا کر مونچھوں پر ہاتھ پھیریں یا علی مدد کہہ کر منہ پاک ہو جائے۔

س ۴۴۱، ۴۴۲: کیا وطی فی الدبر جائز ہے؟ تو خلاف فطرت کام کیسے جائز ہوا؟

ج: ناجائز و حرام ہے۔

س ۴۴۳: اگر ناجائز ہے تو ابنِ عمرؓ نے جواز کا فتویٰ کیوں دیا؟

ج: بہتانِ محض ہے ہم پہلے تردید کر چکے ہیں درمنثور کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ بلکہ وطی فی الدبر خود شیعہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ فروع کافی ص ۲۳۴ ج ۲ پر ہے:۔

میں نے امام رضا سے پوچھا آپ کے ایک غلام نے مجھے آپ سے مسئلہ پوچھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ ڈرتا اور آپ سے شرماتا ہے۔ امام نے کہا کون سا مسئلہ؟

قلت الرجل یاتی امرأتہ في دبرھا قال ذٰلك لہ قلت تفعل قال انا لا نفعل ذٰلك۔	میں نے کہا ایک شخص اپنی بیوی کی مقعد میں لواطت کرے۔ امام نے کہا یہ اسے جائز ہے۔ میں نے کہا آپ ایسا کرتے ہیں۔ کہا ہم یہ کام نہیں کرتے۔

(فروع کافی ص ۲۳۴ ج ۲)

فقہ شیعہ کی معتبر کتاب المختصر النافع مصنفہ علامہ ابن الحسن الحلی المتوفی ۶۷۶ھ کتاب النکاح ص ۱۹۴ پر ہے:

الثانیہ۔ وطئ الزوجۃ فی الدبر فیہ روایتان اشھرھما الجواز علی الکراھیۃ۔	دوسرا مسئلہ کیا بیوی سے لواطت کرنا درست ہے اس میں دو روایتیں ہیں مشہور تر جواز ہے ناپسندیدگی کے ساتھ۔

س ۴۴۴ تا ۴۴۸ بابت روایات واہیہ درمنثور۔

ج: درمنثور طبقہ رابعہ کی ایسی کتاب ہے جس میں رطب و یابس، غلط و صحیح سب کچھ ہے کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے پہلے کسی بھی موضوع پر مثبت و منفی بکھری ہوئی روایات کو جمع کیا تھا پھر دوبارہ نظر ثانی تصحیح یا تہذیب و تنقیح کی موت نے مہلت نہ دی اور وہ اسی طرح چھپ کر اہل بدعت کا گھاٹ بن گئی۔ پھر ترتیب مذاہب سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بالعموم پہلے صحیح ترین ماثور روایات تفسیر نقل کرتے ہیں پھر دوم و سوم نمبر پر ضعیف و غلط سب کچھ لکھتے ہیں۔ جو کچھ انھیں ملے پھر سند لکھ کر پڑتالِ صحت کی ذمہ داری قاری پر ڈالتے ہیں۔

آیت نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جیسے چاہو آؤ) کے تحت امام سیوطیؒ نے سب سے پہلے صحیح تفسیری روایات یہ نقل کی ہیں:۔

۱۔ نسائی، طبرانی، ابن مردویہ نے ابوالنظر سے روایت کی ہے کہ اس نے نافع مولیٰ ابنِ عمرؓ سے کہا۔ آپ پر کافی لے دے ہو رہی ہے کہ آپ نے ابنِ عمرؓ سے اتیان نساء فی الدبر کا فتویٰ نقل کیا ہے فرمایا کذبوا علیَّ۔ لوگوں نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ میں حقیقت حال بتاتا ہوں۔ ابنِ عمرؓ قرآن پڑھ رہے تھے میں پاس تھا جب نساءکم حرث لکم تک پہنچے .... تو کہنے لگے اے نافع کیا تو اس آیت

کا شانِ نزول جانتا ہے میں نے کہا نہیں، تو کہنے لگے ہم قریشی جب مدینہ آگئے اور انصار کی عورتوں سے شادی کی۔ ہم نے حسبِ منشا، جماع کرنا چاہا تو انھوں نے ناپسند کیا اور بڑا قبیح جانا کیونکہ انصاری عورتوں سے یہودی عورتوں کی طرح صرف پہلو کی سمت سے (سمتِ پشت سے نہیں)، جماع کیا جاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نساءکم حرث لکم اتاری (کہ کھیتی میں چاروں سمت سے آسکتے ہو۔)

۲۔ دارمی نے سعید بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں نے ابنِ عمرؓ سے کہا تحمیض کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

قال وما التحمیض فذکر الدبر — ابنِ عمرؓ نے کہا تحمیض کیا چیز ہے؟ سائل نے
قال وھل یفعل ذٰلك احد — دبر زنی کا ذکر کیا تو ابنِ عمرؓ نے کہا کیا کوئی
من المسلمین؟ (درمنثور ص ۲۶۵ ج ۱) — مسلمان ایسا بھی کرسکتا ہے؟

ان دو تفصیلی روایتوں سے پتہ چل گیا کہ ابنِ عمرؓ پر یہ بہتان محض ہے جس نے بھی لگایا یا لکھا ہے وہ بری ہیں۔ جانب پشت سے مقام تو الدمیں جماع کے قائل تھے جس کی اجازت قرآن نے دی مگر غلط فہم راویوں اور شیعوں نے اسے بگاڑ کر طعن بنا دیا۔ اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ پر بھی بہتان محض ہے ان کی کتب برملا تردید کرتی ہیں۔

س ۴۹: بیوی سے مداعبت کی ایک صورت؟

ج: فتاویٰ برہنہ میں تو یہ صورت مکروہ لکھی ہے۔ ہاں یہ مذہب شیعہ کی تعلیم ہے اور وہ فخر سے بلیو پرنٹ نظارے کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دیتے ہیں شیعہ کی معتبر ترین کتاب فروع کافی ص ۴۹۷ ج ۵ باب النوادر (مطبوعہ ایران جدید) میں ہے کہ علی بن جعفر نے امام ابوالحسن (رضا) سے مسئلہ پوچھا:

عن الرجل یقبل قبل المرءۃ — کہ ایک شخص عورت کی شرمگاہ چومتا ہے؟
قال لا بأس۔ — امام نے فرمایا کچھ حرج نہیں۔

اثنا عشری عورت کی شہوت تو حد سے زائد ہوتی ہے تبھی تو ان کے لیے متعہ جائز ہوا۔ وہ جواباً اپنے منہ میں کیسے نہ ..... ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی

دوسری روایت میں ہے کہ امام صادقؒ سے پوچھا گیا:

اینظر الرجل الی فرج امرءتہ — کیا آدمی جماع کے وقت بیوی کی شرم گاہ
وھو یجامعھا۔ قال لا بأس — دیکھتا رہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ لذت تو
وھل اللذۃ الا ذٰلك — صرف اسی شکل میں ہے۔ (ایضاً۔)

س ۵۰: اسی فتاویٰ میں ہے مالک اگر بغلام خود یا منکوحہ خود لواطت کند حد نیست۔

ج: یہ بات بھی شیعہ مذہب کی تعلیم ہے فروع کافی سے ہم عبارت لکھ چکے ہیں کہ لواطت زن پر کوئی گناہ نہیں ہے تو حد کیسے؟

اسلام اور مذہب اہلِ سنّت میں حرام ہے اور فاعل کو دیوار وغیرہ سے گرا کر قتل کی سزا ہوگی۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں اس کی وجوبی سزا میں علماء نے اختلاف کیا ہے کچھ دونوں کو آگ میں جلاتے ہیں کچھ دونوں کو بلند پہاڑ وغیرہ سے گرا دینے اور پتھر برسانے کے قائل ہیں۔ کچھ مفعول پر رجم کہتے ہیں خواہ محصن ہو یا نہ ہو اور فاعل کو اگر محصن ہو تو رجم ورنہ زنا کی سزا کوڑے لگواتے ہیں اور کچھ تعزیر کے قائل ہیں۔ (محلی ابن حزم ص ۴۶۰ ج ۸)

س ۵۱: اجنبی عورت سے دبر زنی؟

ج: گناہ ہے۔ تعزیری سزا ہوگی۔ حد خاص، یعنی سنگساری وغیرہ، اس لیے نہیں ہے کہ یہ فعل عین زنا نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نے اس کی سزا میں اختلاف کیا ہے۔ آگ میں جلانا، دیوار گرا دینا، اونچی جگہ سے گرا کر لگاتار پتھر مارنا اور زنا کی حقیقت بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس سے نہ حرامی بچہ پیدا ہوتا ہے، نہ نسب مشتبہ ہوتا ہے۔ (ہدایہ ص ۵۱۶ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اس فعل خبیث پر حد تو نہیں مگر خط کشیدہ الفاظ کی تعزیر حد سے بھی سخت ہے۔ صاحبینؒ کے فتویٰ میں اجنبیہ سے دبر زنی اور کسی سے لواطت پر حد ہے۔ محصن ہو تو رجم ہے ورنہ ۱۰۰ کوڑے ہیں۔ امام شافعیؒ کے ہاں لوطی کو قتل کیا جائے گا۔

(الجوہرۃ النیرہ ص ۲۲۰ ج ۲)

س ۵۲: مردہ عورت سے زنا، لڑکے سے اغلام اور حیوان سے بدفعلی پر حد شرعی نہیں ہے۔

ج : تینوں فرضی قلیل الوجود صورتیں ہیں فعل زنا کی تعریف صادق نہیں آتی شریعت میں حتی الامکان حد کو ٹالنے کا حکم ہے لہٰذا سنگساری کی حد نہیں ہے ہاں گناہ ہے، تعزیری مذکورہ بالا سزا لازمی ہے جسے خائن شیعہ نقل نہیں کرتے کیونکہ یہی تو ان ذاکروں، ملنگوں کا دھندا ہے خود زد میں آجائیں گے۔

ہدایہ ص ۵۱۷ ج۲ پر ہے جانور سے بدفعلی حقیقۃً زنا نہیں ہے کیونکہ سلیم الطبع اس سے متنفر ہوتا ہے یہ تو بے وقوفی اور حد سے زائد شہوت بھڑکنے کا نتیجہ ہے۔ اس لیے جانور کا ستر ڈھانپا نہیں جاتا ہاں تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ جس جرم پر حد نہ لگ سکے تو تعزیر لگتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں ص ۴۸۱ ج۴ کتاب الحدود فصل فی التعزیر میں ہے "لوطی کو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں تعزیری سزا ہوگی اور صاحبینؒ کے ہاں لوطی کو حد زنا لگے گی اور اگر مفعول بہ بالغ ہو تو بھی تعزیر یا حد زنا جاری ہوگی"۔

تعزیری کوڑے ۳۹ - ۷۵ - ۷۹ ہیں اور تعزیر کی ضرب زانی کی ضرب سے سخت ہے۔ (ایضاً)۔ شیعہ کے ہاں بھی حد نہیں کوڑوں کی سزا ہے۔ (الفقیہ)

س ۵۳، ۵۴: حیوان سے بدفعلی پر روزدار پر کفارہ نہیں۔ (قاضی خاں)

ج : فعل کی حرمت اور سزا کا وجوب تو واضح ہے مگر کفارہ شریعت نے اس شخص پر لاگو کیا ہے جو روزہ رمضان عمداً کھانے پینے اور جماع سے توڑے۔ بالا صورت ان میں نہیں آتی تو کیا شیعوں کی طرح ناجائز قیاس کر کے مسئلے بدل دیئے جائیں؟

شیعہ کی الفقیہ ص ۳۶ ج۴ پر ہے کہ امام باقرؒ سے جانور سے بدفعلی کرنے والے کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا یجلد دون الحد ویغرم قیمۃ البھیمۃ لصاحبھا۔ کہ اسے کوڑے لگائے جائیں، حد نہیں اور مالک کو جانور کی قیمت کا تاوان ادا کرے۔ الخ۔

معلوم ہوا کہ بعینہٖ زنا نہیں تو کفارہ بھی صائم پر عائد نہ ہوگا۔ آثم ہو کر قضا کرے گا۔

مذہب شیعہ کی بے حیائی، عیاشی اور ہوس رانی کا کیا کہنا کہ متعہ دوریہ کے نام سے دس بیس شیعہ ایک عورت سے چمٹے رہتے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوشتری نے مصائب النواصب میں لکھا ہے :

نواں مسئلہ: ہم شیعوں کی طرف یہ منسوب ہے کہ بہت سے آدمی ایک رات میں ایک عورت سے متعہ کریں، خواہ عورت کو حیض آتا ہو یا بند ہو چکا ہو اس میں خیانت کر کے ایک قید چھوڑ دی ہے :

وذٰلک ان اصحابنا قد خصوا ذٰلک بامرأۃ قد ایست لا بغیرھا من ذات الاقراء۔	وہ یہ کہ ہمارے شیعہ علماء نے متعہ دوریہ اس عورت سے کرنا خاص کیا ہے جس کا حیض بند ہو جائے۔ دیگر حیض والی عورتوں سے متعہ دوریہ جائز نہیں۔

یہ آئسہ عورت عموماً معمر ہوگی۔ شیعہ متعہ باز پہلوان تو اس کی ہڈیاں بھی توڑ دیں گے۔

؎ شیعہ پاک مذہب کے یہ کتنے پیارے کام

س ۵۵: لونڈی کی بہن سے نکاح ؟ (ہدایہ)

ج : خائن پیشہ شیعہ، صورت مسئلہ کیسے مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ ہدایہ کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ ہے "اپنی باندی۔ جس سے وطی کر چکا ہے۔ کی بہن سے اگر نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے کیونکہ اہلیت والے نے کیا اور محل کی طرف مضاف ہے۔ نکاح تو جائز ہے مگر پہلی باندی سے وطی نہ کرے۔ اور منکوحہ سے بھی وطی نہیں کر سکتا اس لیے کہ منکوحہ حکماً موطوءہ بن گئی ہے۔ اب اس منکوحہ سے وطی اس لیے ناجائز ہے کہ دونوں بہنیں اکٹھی رکھنا جائز نہیں ہاں اس وقت وطی کرے گا، جب وہ پہلی موطوءہ باندی کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام کرلے (مثلاً بیچ دے ہبہ کر دے، کہیں بیاہ دے)، تب منکوحہ سے وطی کرے۔ کیونکہ اب وطی میں جمع اختین نہ ہوا۔ اور اگر پہلے مملوکہ سے وطی نہ کی تھی تو منکوحہ سے وطی کر سکتا ہے کہ اب وطی جمع اختین کی نہیں ہے کیونکہ باندی مملوکہ حکماً موطوءہ نہیں ہے۔ (ہدایہ عربی ص ۳۰۸ ج۲)

عبارت کا مفہوم کتنا واضح ہے اور حکم قرآنی کے مطابق ہے مگر شیعہ خائن یہ پابندی نقل ہی نہیں کرتا "کہ جب تک پہلی باندی کو اپنی ملکیت سے نکال نہ دے۔ اس منکوحہ سے وطی کرنا جائز ہی نہیں۔ صرف نکاح اس لیے درست ہے کہ ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جس کی بہن نکاح میں نہیں ہے۔ (تو جمع اختین در نکاح نہ ہوا) مگر چونکہ اس سے وطی

کا تعلق ہو چکا ہے تو اس سے وطی نہ کرے گا۔ تاکہ حکم قرآنی۔ جمع بین الاختین فی الوطی کے خلاف نہ ہو۔ محرم ہونے کے لحاظ سے بیوی کی بہن، بھانجی، بھتیجی یکساں ہیں پھر شیعہ ان سے نکاح کیوں جائز کہتے ہیں کیا یہ جمع بین المحارم نہیں۔ (توضیح المسائل ص۲۸۴)

س ۷۵۶: فتاویٰ برہنہ میں ہے کہ اگر مرد یا عورت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ملیں (یا ہاتھ لگائیں) تو کوئی حرج نہیں ثواب کی امید ہے۔ کیا کُتّی کُتّے کا نقشہ مکمل نہ ہو گیا؟

ج: مساس اور ہاتھ لگانے کا یہ عمل فعل جماع کا مقدمہ اور ذریعہ ہے۔ جب وطی شرعاً مطلوب ہے کہ طلبِ اولاد کے علاوہ زوجین کے حقوق کی ادائیگی ہے جو اطاعتِ شریعت اور موجب قربت ہی ہے تو ذریعہ جائز ہوا۔ یہ کام سب شیعہ بھی کرتے ہیں ورنہ بغیر شہوت و تحریک و مساس ان کا نطفہ کیسے علوق کرے تو کیا سب شیعہ کتیاں کتّے ہیں؟ اب اپنی طرف سے بریکٹ بڑھا کر یہ لکھنا (خواہ ہاتھ کے ساتھ، خواہ منہ کے ساتھ، خواہ زبان کے ساتھ اس کی کوئی قید نہیں ہے) اپنی شیعہ عادتیں بتانا ہے کیونکہ لغت میں تو مساس اور چھونا ہاتھ لگانے سے لکھا ہے۔ رہا شیعہ کا شرمگاہ کو چومنا اور چاٹنا) تو اس پر سوال ۷۴۹ میں فروع کافی کے حوالہ سے شیعہ امام کا فتویٰ ہم نقل کر چکے ہیں۔

رہا رطوبت کا پاک ہونا تو یہ مذی ودی کی طرح ہے اور مذہب شیعہ میں یہ سب چیزیں پاک ہیں شیعہ کی اصولِ اربعہ میں سے معتبر کتاب من لایحضرہ الفقیہ ص۱۴ پر ہے:

"کہ امیر المومنین علیہ السلام مذی نکلنے سے وضو ٹوٹنا نہ مانتے تھے اور جہاں مذی لگی ہوتی اسے دھونا بھی لازم نہ کہتے تھے۔ مروی ہے کہ مذی اور ودی (مرد و عورت کی رطوبت) تھوک اور کھنگار کی طرح ہے اس سے نہ کپڑا دھویا جائے نہ عضو تناسل"۔ انتہی بلفظہ۔

اب جس مذہب میں یہ رطوبت ذکر و شرم گاہ تھوک کی طرح پاک ہے اور وہ ایک دوسرے کی شرم گاہ کو چومنے کو جائز کہتے ہیں تو یہ رطوبت چاٹنا ان کو شہد کی طرح کیسے لذت نہ دے گا۔ شرم، شرم۔

- یہ سنی المسلک حنفی مسلمان تو مذی، ودی، رطوبت، خون کو ناپاک کہتے اور بدن و لباس سے دھونے کے قائل ہیں۔ (ہدایہ، عالمگیری، صحیحین کتاب الطہارت)

س ۷۵۷: جو شخص لڑکے یا پوتے کی لونڈی سے جماع کرے اس پر کوئی حد نہیں اگرچہ حرام جانتا ہو۔

۲۔ اگر شوہر دار عورت سے نکاح کرے، پھر جماع کرے۔ اگرچہ حلال ہونے کا دعویٰ نہ کرے تب بھی اس پر حد نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

ج: پہلی صورت میں اس کے لیے اس حدیث سے شبہ کا ثبوت ملتا ہے کہ تو اور تیرا مال (لونڈی) تیرے باپ کا ہے۔ اس سے شبہ ملکیت ہوا تو گو فعل حرام اور قابل تعزیر ہے مگر سنگساری کی حد نہیں ہے۔

۲۔ دوسری صورت میں اسے پہلے نکاح کا علم ہی نہیں تو نکاح فاسد ہو گیا۔ اس سے بھی حد ٹل جاتی ہے اسے بے خبری کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ فریق مخالف اس کا منکر نہیں ہے۔ فقہ شیعہ میں اس کی مثال اس باندی کی سی ہے کہ کوئی شخص دو باندیاں، جو دو بہنیں ہوں، خریدے ایک سے وطی کرے پھر دوسری سے بے خبری میں وطی کر لے تو پہلی حرام نہ ہو گی۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص۲۸۴/۳) تو لاعلمی کا فائدہ اسے ہو گا۔ شیعہ کے ہاں بھی ایسے شخص پر حد نہیں ہے۔ ہے کوئی مجتہد جو حد ثابت کر دکھائے؟

پہلے مسئلہ میں تو شیعہ کی بے حیائی بالکل واضح ہے کہ وہ اس باندی کو بیٹے، پوتے پر حرام نہیں کہتے جیسے بیٹے کی مزنیہ عورت یا لونڈی کو باپ پر حرام نہیں کہتے۔

فروع کافی ص۱۷۶/۲ پر ہے امام باقر نے فرمایا اگر کوئی شخص باپ کی بیوی (سوتیلی یا سگی ماں) سے زنا کرے یا باپ کی لونڈی سے زنا کرے تو یہ اپنے خاوند پر حرام نہ ہو گی اور باندی اپنے مالک پر حرام نہ ہو گی۔ انصاف سے بتائیے جب یہ دھاندلی شریعت جعفریہ میں جائز ہے تو شیعہ اور مجوسی مذہب میں کیا فرق رہا؟

س ۷۵۸، ۷۵۹: اگر راقم اس مذہب سے جُدا ہو گیا جس میں خدا ظالم و محتاج، رسول خاطی و گناہ گار، تعلیمات اخلاق سوز اور خلافِ عقل و فطرت ہیں تو کوئی قصور نہیں کیا آپ ایسے مذہب کی اتباع کیوں کرتے ہیں؟

ج: جس مذہب کا خدا رب العالمین وحدہ لاشریک اور وعدے کا پکا ہو جس

مذہب کا رسولؐ، ہادی عالمینؐ، خاتم المعصومینؑ تمام دُنیا کو فتح کرتے اور اسلام پھیلانے آیا ہو جس مذہب کی تعلیمات قرآن، حدیث اور عقلِ سلیم کے عین مطابق ہوں۔ آپ صرف زر و زن کی لالچ میں اس دینِ اسلام کو چھوڑ کر اس شیعہ مذہب میں آگئے جس کا خدا معاذ اللہ اپنی خدائی سے معطل و معزول، کہ بارہ امام ہی دُنیا کے خالق، رازق، مالک، مشکل کشا اور معبود بن گئے۔ معاذ اللہ بدعہد ہو کہ علیؓ اور اس کی اولاد کو وعدہ کے باوجود خلافت نہ دے۔ ان کے دشمنوں کو اقتدار و خلافت دے دے۔ معاذ اللہ رسُول، مفاد پرست اور دُنیا دار ہو کہ نبوت کے زور سے ملنے والی جائیداد فدک صرف بیٹی کو الاٹ کر دے۔ اور مقصد نبوت میں ناکام ہو کر ایک شخص بھی اس کے ہاتھ پر ہدایت یافتہ سچا مسلمان نہ بنے۔ اور جس کی تعلیمات تمام کفریات کا مجموعہ ہو، کہ معاذ اللہ ماں سے زنا کے بعد بھی وہ باپ پر حرام نہ ہو۔ تو آپ اپنی قسمت پر ماتم کریں یا پھر مجوسیت و ثنویت سے ہم آغوش ہونے پر فخر کریں۔

س ۷۶۰: اپنے اماموں کی ایسی تعلیمات کو آیاتِ قرآنیہ سے ثابت کریں۔

ج: ہماری تو ایسی تعلیمات ہیں ہی نہیں امامیہ آپ کہلاتے ہیں۔ ہم ہر مسئلے پر آپ کے اماموں کا حوالہ دے چکے۔ یہ تو قرآن کو دُنیا سے مٹانے اور غار میں چھپا دینے کے لیے آئے تھے۔ قرآن کیسے پڑھتے پڑھاتے۔ اگر ولا تنکحوا ما نکح آباءکم (کہ اپنے باپوں کی منکوحات سے نکاح وغیرہ کا تعلق قائم نہ کرو۔) کا ارشاد قرآن انھوں نے پڑھا ہوتا تو ماں سے نفس نکاح کو جائز نہ کہتے۔ (فروع کافی کتاب النکاح) اور شیعہ بیٹے کی مزنیہ (معاذ اللہ) ماں کو باپ پر حلال نہ کہتے۔ (ایضاً ص ۱۷۶/۲۶)

س ۷۶۱: ان باتوں کا ثبوت احادیث رسولؐ سے پیش فرمائیں۔

ج: ہمارے رسولؐ شیعہ اماموں کی ان گندی تعلیمات سے پاک تھے۔

س ۷۶۲: اتنا بتا دیں کہ ان زریں احکام پر خلفاء ثلاثہؓ نے کہاں اور کب عمل کیا؟

ج: خلفاء ثلاثہؓ منکرِ قرآن و سنت نہ تھے جو ایسے حیا سوز مسئلے بنا کر قوم کو عیاش بناتے۔ آپ کو اپنے امام، اپنی تعلیم اور اپنے متعائی وغیرہ پیشے مبارک ہوں۔

س ۷۶۳: صحیح بخاری میں ہے کہ حضورؐ نمازوں میں دعائے قنوت پڑھتے

یدعو للمومنین ویلعن الکفار آپ لعنت کرنا سنت کیوں نہیں سمجھتے۔

ج: آپ لوگوں کی خیانت و بے ایمانی کی انتہا یہ ہے کہ فعل کو لیتے ہیں اور مفعول بدل دیتے ہیں۔ یعنی حضورؐ نے مہینہ بھر کفار کے ایک گروہ پر لعنت کی تھی جنھوں نے صحابہ کرامؓ کو لے جا کر شہید کر دیا تھا اور ان مومنین کے لیے دعا کی تھی۔ پھر ایک ماہ بعد یہ آیت نازل ہوئی لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ۔ الآیۃ۔ آپ کو ان کے معاملے میں اختیار نہیں چاہیے خدا ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظالم تو ہیں ہی۔ (آلِ عمران پ۴ ع ۴)

مگر آپ لوگ اس وقتی قرآن سے منسوخ عمل کو دائمی سنت بنا کر صرف مسلمانوں پر ہی لعنت کرتے ہیں ان کفار پر کبھی بھی نہیں کرتے جن پر رسول خدا نے کی تھی۔

اب فقہی طور پر اس کی شکل یہ ہے کہ زندہ معین کافروں کو لعنت جائز نہیں۔ دلیل یہی آیت ہے اور کفر پر مرنے والوں پر جائز ہے جن کا نص قطعی سے ثبوت ہو جیسے ابولہب وغیرہ شوافع کے ہاں قنوت ہر صبح مسنون ہے، حنفیہ کے ہاں نہیں۔ دلیل یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے کبھی قنوت فجر میں نہیں پڑھی، بجز ایک ماہ کے (جس کا ذکر اوپر روایت میں ہے۔)

اس وقتی سنت پر عمل اب بھی ہم مسلمان کرتے ہیں۔ جب مسلمانوں پر خاص آفت آجائے تو صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے ہیں مگر دائمی عمل اور قنوت نہیں پڑھتے۔ کیونکہ ترمذی، نسائی ابن ماجہ نے طارق اشجعی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضورؐ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپؐ نے قنوت نہیں پڑھی پھر ابوبکرؓ کے پیچھے پڑھیں، پھر عمرؓ کے پیچھے، پھر عثمانؓ کے پیچھے، پھر علیؓ کے پیچھے پڑھیں کسی نے قنوت نہیں پڑھی اے بیٹے یہ بدعت ہے۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ میں بھی ہے۔ (حاشیہ بخاری ص ۱۱/۱۶)

س ۷۶۴: بخاری میں ابن عمرؓ سے ہے کہ حضورؐ نمازیں دُعا پڑھتے تھے اللھم العن فلانا و فلانا۔ کیا شخصی لعنت کا جواز ثابت نہ ہوا۔

ج: یہ بھی خاص بالا واقعہ سے متعلق ہے۔ پھر آیت سے منسوخ ہو گیا اور وہ کفار تھے

مگر غضب یہ ہے کہ شیعہ ان الفاظ کی آڑ میں کفار کا روپ دھار کر مسلمانوں اور صحابہ کرامؓ پر لعنت بھیجتے اور لعنتی بن جاتے ہیں۔ (معاذ اللہ) اور شخصی لعنت کی حرمت اصولِ کافی ج ۲، باب السباب واللعان وغیرہ سے ثابت ہے جو ہم ذکر کر چکے اگر لعنت کو بہر حال ایک محل چاہیئے۔ اگر لعنت کیا گیا شخص اس کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لوٹتی ہے اور وہ ملعون بن جاتا ہے۔ کیا ضرورت ہے کہ ایک وہمی شوق پورا کرنے کے لیے آدمی خود لعنتی بن جائے۔

س ۷۶۵: خصائص سیوطی میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ان فی اصحابی اثنا عشر منافقاً۔ ان کے نام تحریر کریں۔ پھر سب صحابہؓ ہدایت یافتہ کیسے ہو گئے؟

ج: اس لفظ پر تو آپ خوب خوش ہوئے شاید اسی بنا پر اثنا عشری لقب سے ملقب ہیں کیونکہ ان کے ہی کرتوت اور اعمال آپ نے اپنائے ہیں ذرا ایمان سے بتائیں ان بارہ دشمنانِ اصحابِ رسول کے نام ہم بتا دیں تو کیا باقی سب صحابہ کرامؓ کو آپ مومن و محترم مان لیں گے اگر مانتے ہیں تو بسم اللہ اقرار کریں اور تحریر کر دیں ورنہ ان بارہ کے نام پوچھنے کو ایک دھوکہ اور فراڈ قرار دیں، غزوہ خندق کے موقع پر یہ ارشاد فرمایا گیا ان کے نام یہ ہیں:-

۱۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین۔ ۲۔ مالک بن ابی قوقل۔ ۳۔ سوید۔ ۴۔ داعس یہ ابن ابی کا گروہ تھے۔ ۵۔ سعد بن حنیف۔ ۶۔ زید بن اللصیت۔ جس نے حضرت عمرؓ سے بنو قینقاع کے بازار میں لڑائی کی تھی۔ ۷۔ نعمان بن ابی اوفی۔ ۸۔ رافع بن حریملہ۔ ۹۔ رفاعہ بن زید بن تابوت۔ ۱۰۔ سلسلۃ بن برہام۔ ۱۱۔ کنانہ بن صوریا۔ یہ یہود کے مولویوں میں سے تھے۔ منافقانہ مسلمان ہوئے اور مسلمانوں سے ٹھٹھے کرتے تھے۔ ایک دن مسجد سے نکالے گئے۔ ۱۲۔ معتب بن قشیر۔ (سیرت ابنِ ہشام ص ۱۶۳، ص ۱۷۴، ج ۲)

جب کہ لفظ اصحاب لغوی معنوں میں ہے کہ میرے پاس اُٹھنے بیٹھنے والے ۱۲ افراد منافق ہیں۔ صحابہؓ مومنین مُراد نہیں۔

س ۷۶۶: قاضی خاں میں ہے نمازی کا گریبان سے ستر کو دیکھنا نماز نہیں توڑتا۔

ج: بات کا بتنگڑ بنایا ہے۔ ستر کے متعلق مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ ستر ایسے ڈھکا ہو کہ چاروں اطراف سے کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ پھر یہ فرضی احترازی مثال ہے کہ بالفرض

گریبان سے نمازی کی اپنی نظر پڑ جائے جب کہ وہ لمبے تا قدم کرتے میں نماز پڑھ رہا ہو تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ اس کا ستر خوب ڈھکا ہوا ہے جیسے کوئی دھوتی باندھے نماز چھت پر پڑھ رہا ہو۔ سلاخوں اور تاروں کے روشندان کے نیچے عین اوپر کو کسی کی نگاہ اس کے ستر پر پڑھ جائے۔ تو نماز باطل نہ ہوگی کہ دھوتی نے چاروں طرف سے تو ستر کو ڈھانپ رکھا ہے۔

یہ "گریبان میں منہ ڈال کر شرم گاہ کو تاکتا رہے ماپتا رہے"، خود آپ کے خبیث الفاظ اور کارروائیاں ہیں کیونکہ شیعہ تو یہاں تک کہتے ہیں:

"اگر نمازی عین نماز میں اپنے خصیتین اور ذکر کو ہلائے جلائے کہ انتشار ہو جائے اور مذی بہنے لگے تو نماز میں کچھ خلل نہیں . . . . . بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نمازی عین نماز میں کسی عورت کو بغل میں دبوچے اس حالت میں انتشار ہو اور سر ذکر اس کی فرج کے مقابل رکھے جس سے بہت سی مذی بہے تو نماز اس کی جائز ہے۔ اسے ابوجعفر طوسی اور دیگر مجتہدین نے ذکر کیا ہے۔ (بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۵۱۹/ج ۱)

اب بتلائیے کہ شیعہ مسجد میں نماز پڑھنے آیا ہے یا کسی چکلہ میں متعہ بازی کر رہا ہے؟

س ۷۶۷: آلِ عمران میں ہے کہ جو تم میں سے مرتد ہو جائے وہ خدا کو ضرر پہنچائے گا؟

ج: آیتِ ہذا کی پوری تشریح اور جواب عدالتِ صحابہؓ باب دوم میں دیکھیں۔

س ۷۶۸: اگر زمانہ رسول میں منافقت کا سدّباب ہو گیا تھا تو صحیح بخاری میں حذیفہ کا قول کیوں موجود ہے کہ منافقوں کی یہ حالت عہد نبوت سے بدتر ہے کہ اس وقت سازشیں کرتے تھے اب کھلم کھلا اظہار کر رہے ہیں؟

ج: یہ حالتِ ارتداد کی حکایت ہے کہ عہد صدیقی میں کھلے مرتد ہو کر قتل ہوئے جن کا شیعہ آج بھی شکوہ کرتے اور غم مناتے ہیں۔

س ۷۶۹: "اے علیؓ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد اہلِ ایمان کی پہچان نہ ہو سکتی"۔ بتلائیے بقولِ پیغمبرؐ ایمان و علیؓ کا کیا رشتہ ہوا؟

ج: اس کی مثل یہ حدیث ہے۔ ایمان کی نشانی انصارؓ کی محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصارؓ سے بغض ہے۔ (بخاری مسلم)۔ نیز آپ نے فرمایا ہے [illegible]

انصار سے بغض رکھتے ہیں اور صرف مومن انصارؓ سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے محبت کرے گا اس سے خدا محبت کرے گا اس سے خدا محبت کرے گا جو ان سے دشمنی رکھے گا خدا ان سے دشمنی رکھے گا۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص۵۷۶)۔ پتہ چلا کہ منافق انصار سے بغض کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے اور مہاجرینؓ انصارؓ سے مرتبہ میں بالاتفاق افضل ہیں تو ان کا دشمن و مبغض بدرجہ اولیٰ پہچانا جائے گا۔ یہ شبہ سے بالا بات ہے کہ شیعہ انصار و مہاجرینؓ سے زبردست دشمنی رکھتے ہیں اور حضرت علیؓ کو خدا اور رسولؐ کی صفات خاصہ میں شریک کرتے اور اتباع سے گریز کرتے ہیں۔ آج تک شیعہ کا کوئی فرقہ اپنے مومن ہونے کی سند حضرت علیؓ کی زبان سے نہ دکھا سکا۔ ہاں خود دسیوں فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو کافر بتاتے ہیں۔

تو فرمانِ رسولؐ سچا ہے کہ علیؓ کا نام لیوا گروہ خود علیؓ کا، تمام انصار و مہاجرینؓ کا دشمن و نافرمان ہے۔ اس کا نفاق پہچانا گیا اور باقی حضرت علیؓ اور انصار و مہاجرینؓ کے تابع دار سُنّی مسلمانوں کا ایمان پہچانا گیا۔

س ۷۷۰: اے علیؓ! تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔ (بخاری) فرمائیے علیؓ کو چھوڑ دینا رسولؐ و ایمان کو چھوڑ دینا ہوگا یا نہیں؟

ج: ان الفاظ سے رشتہ داری اور اتباع مراد لی جاتی ہے۔ ذات کی وحدت مراد نہیں ہوتی تاکہ حضرت علیؓ سے اختلاف کرنا، گویا رسول کو چھوڑنا سمجھا جائے۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں:۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (ابراہیم، پ۱۳) — جس نے میری بات مانی وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

اور ایسی احادیث بکثرت ہیں جن میں حضورؐ نے فرمانبردار کو اپنا اور نافرمان کو بیگانہ فرمایا ہے۔ مثلاً

مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ — جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

س ۷۷۱: کیا وہ مذہب سچا ہوگا جس میں عصمت فروشی پہ حد جاری نہ ہو سکے۔ حالانکہ یہ صریحاً زنا ہے؟

ج: نہیں۔ تبھی تو شیعہ مذہب کو باطل کہتے ہیں کیونکہ ان کے گھر گھر عصمت فروشی ہوتی ہے۔ چند احادیث ائمہ ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ امام ابوالحسن سے زنِ متعہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ کیا یہ چار منکوحات میں سے ہے؟ فرمایا نہیں۔ اور فرمایا: ستروں میں سے بھی نہیں۔ (قرآن نے تو صرف منکوحہ بیوی اور باندی کو مستثنیٰ کیا ہے باقیوں سے تعلق حد شکنی یعنی زنا کہا ہے)۔ فروع کافی ج ۵۔ ابواب المتعہ)

۲۔ امام باقرؒ نے فرمایا: یہ چار میں سے نہیں ہے کیونکہ نہ طلاق پاتی ہے۔ نہ وراثت پاتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ کرایہ دار (کنجری) ہے۔ (ایضاً ص۵۵۲)

۳۔ امام صادقؒ سے زنِ متعہ کے متعلق پوچھا گیا کیا یہ چار میں سے ہے؟ فرمایا تم ہزار سے معاملہ طے کر لو کیونکہ یہ کرایہ دار رنڈیاں ہیں۔

۴۔ ایک روایت میں امام صادقؒ نے فرمایا ہے کہ جتنی عورتوں سے چاہو متعہ کر لو بغیر ولی اور گواہوں کے جب مقررہ ٹائم (گھنٹہ، دو گھنٹے یا ایک دن، ہفتہ) ختم ہو جائے تو بغیر طلاق کے جدا ہو جائے گی اسے معمولی خرچی دے دے۔ (فروع کافی ص۴۵۱ ج۵)

س ۷۷۲: اگر حق نہیں اعتقاد کریں گے تو ایسا مذہب کیوں اختیار کیا؟

ج: ہم اسی لیے زانی پیشہ، رنڈی نواز مذہب جعفری کے قریب نہ گئے اور عصمت کے ضامن مذہب حنفی اور اسلام کو اپنایا۔ جس عبارت سے آپ نے دھوکہ دیا ہے اس کا مکمل جواب ہم "ہم سنی کیوں ہیں؟" کے آخر میں دے چکے۔

س ۷۷۳: کیا عصمت فروشی کے اڈے اسی حکم سے تو نہیں چل رہے ہیں؟

ج: واقعی لکھنؤ، محمود آباد، ریاست اودھ، دکن وغیرہ شیعہ ریاستوں میں عصمت فروشی کے اڈے (متعہ خانے) فقہ جعفری کی تعلیم اور شیعوں کے عملِ خیر کے رہینِ منت ہیں۔ اب پاکستان میں تو علانیہ ممنوع ہے مگر پڑتال کر کے کسی طوائف اور اس کے پرستار عزادار سے پوچھو تو "یا علی مدد، پنج تن پاک تیرا آسرا" کے نعروں سے شیعہ مذہب کی ہی تبلیغ کرینگی۔ اِلّا ماشاء اللہ

س ۴۷۴: کتاب مستطرف میں ہے جو شخص کسی عورت پر عاشق ہو کر زنا نہ کرے تو مرتبہ شہادت پاتا ہے۔ شہادت کے لیے عشقِ عورت کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ جہاد کس لیے نظر انداز کیا گیا؟

ج: پاک دامن کی تعریف میں یہ حدیث نبوی ہے کہ دل پر تو کسی کا بس نہیں ہے پھر بھی یہ شخص خوفِ خدا سے بچتا ہے تو گویا درجہ شہادت (ثوابِ کثیر) پا یا۔ بطور ثواب مرتبہ شہادت کی یہ صورت ہے ورنہ عین شہادت میدانِ جنگ میں ہوتی ہے اور اہلِ سُنّت تیرہ سو برس تک یہ جہاد کرتے اور ثواب شہادت پاتے رہے اور اب تک انگریزوں، ہندوؤں وغیرہ سے جہاد کر کے پا رہے ہیں جب کہ شیعہ امام غار میں جا بیٹھا۔ جہاد متروک و منسوخ ہو گیا اور شیعہ متعہ بازی، ماتم و نوحہ اور مسلمانوں پر لعنت و بدگوئی میں مصروف ہو گئے۔

س ۴۷۵: لعن اللہ المحلل والمحلل لہ کے باوجود باوجود اہلِ سنّت حلالہ کر اور کروا رہے ہیں۔ کیا ثلاثہ نے بھی یہ کام کیا؟

ج: یہ بطور شرط فرمانِ نبویؐ ہے۔ شرط پر حلالہ کرنا ہم بھی مکروہ تحریمی کہتے اور وعید کا مستحق سمجھتے ہیں۔ (ہدایہ ج۲ ص۴۰۰)۔ اور تین طلاق شدہ عورت کے لیے حلالہ شیعہ بھی واجب کہتے ہیں۔ (توضیح المسائل ص۲۸۶)۔

اصل مسئلہ حلالہ قرآن شریف میں ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ	پس اگر خاوند نے بیوی کو (تیسری) طلاق
بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا	دے دی تو یہ اس کے لیے حلال نہ رہی۔
غَيْرَهٗ ۔ (پ۲، ع۱۳)	حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے۔

شیعہ قرآن کے تو منکر ہو گئے اور مغلظہ و مطلقہ ثلاثہ معًا سے پھر نکاح کرتے اور ساری عمر فعل حرام کراتے ہیں۔

حضرات خلفاء راشدینؓ کا فتویٰ یہی ہے۔

س ۴۷۶: کیا مشت زنی جائز ہے؟ جبکہ ناکح الید ملعون حدیث ہے۔

ج: کسی بھی ناجائز طریقے سے اخراجِ منی حرام ہے۔ مگر زنا، لواطت، مشت زنی

وغیرہ میں فرق ضرور ہے۔

جب علامہ قاضی خاں تصریح فرما رہے ہیں کہ حصولِ شہوت کی خاطر یہ حرکت حرام ہے، اگر شہوت کو کم کرنا مقصود ہو تا کہ زنا میں نہ پھنس جائے تو "دو مصیبتوں میں گرفتار شخص کو ہلکی اختیار کر کے بڑی سے بچنا چاہیئے"، کے اصول پر عمل کرے۔ اخراجِ منی کر لے تو گنہگار نہ ہو گا۔ نہ یہ عمل حدیث کی مخالفت ہے کیونکہ حدیث میں عام حالت کا حکم بیان ہوا ہے اور فقہ کی اس جزی میں گناہِ کبیرہ سے بچنے کی ہلکی صورت بتائی ہے۔ جیسے جان بچانے کے لیے مضطر کو حرام کھانا جائز ہے اور شیعہ مذہب میں تو روزہ کی حالت میں بھی استمنار کو ناجائز نہیں کہا، روزہ ٹوٹنا لکھا ہے۔ مسئلہ ۱۶۱۱: اگر روزہ دار استمنار کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (توضیح المسائل ص۱۷۲ از ابوالقاسم موسوی مطبوعہ اسلام آباد)

س ۴۷۷: مسئلہ لف حریر۔

ج: آپ کے اقرار کے مطابق شیعہ کتاب الزام الناصب "دروغ بر گردن راوی و طوق لعنت در گردن کذاب رافضی" کا مصداق ہے۔ ہماری کتب میں ایسا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ کتاب الطہارت وغیرہ میں یہ فرضی صورت لکھی ہے کہ کوئی (ایلاج بخرقۃ مانعۃ) کپڑا لپیٹ کر جماع کرے جس سے لذت اور گرمی حاصل نہ ہو تو کیا غسل فرض ہو گا یا نہیں؟ قانوناً غسل نہیں ہے کیونکہ جماع نہیں ہوا احتیاطاً کر لینا چاہیئے۔

شہوت پرست و متعہ پیشہ محروم از دیانت شیعوں نے اسے یہاں سے کاٹ کر وطی بامحارم سے جوڑ دیا کیونکہ اپنے اس مجوسی فعل کی ان کے ہاں اب بھی فی الجملہ گنجائش ہے اور وطی محارم بالنکاح کو بحیثیت شادی حلال کہتے ہیں۔ فروع کافی ج۵ ص۱۷۵ کا یہ حوالہ "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" میں لکھا جا چکا ہے۔ "جو شخص محارم سے شادی رچاتا ہے جن کی حرمت قرآن میں مذکور ہے جیسے مائیں بیٹیاں (الآیۃ) یہ سب بطور شادی حلال ہے خدا کے منع کرنے سے حرام ہے ..... اس لحاظ سے اولاد بھی حلالی ہو گی جو ایسے بچے کو حرامی کی تہمت لگائے گا اسے حدِّ قذف لگے گی۔ کیونکہ وہ حلالی بچہ ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۴۷۸: روزہ دار کا دُبر میں انگلی ٹھونسنا؟ (قاضی خاں)

ج: مسئلہ تو یہ بیان ہو رہا ہے کہ روزہ دار استنجا میں مبالغہ کرے اور مقام کو انگلی سے دبائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا کیونکہ کوئی چیز اندر نہیں گئی ہے۔ اب بے حیا سائل اس طبعی اور ضروری بات کو "بلاوجہ انگلی ٹھونسنے" سے تعبیر کرے تو کون اسے روکے۔ بے حیا باش و ہر چہ خواہی گو۔

ذرا اپنے گھر میں جھانکیے کہ کیا مذہبِ شیعہ میں روزہ کی یہی قدر ہے۔

مسئلہ ۱۶۰۸: اگر سپاری سے کم اندر داخل ہوا اور منی بھی نہ نکلے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (توضیح المسائل ص۱۷۲)۔ خود تو ناقص جماع کر گذریں، روزہ نہ ٹوٹے۔ ہم کو استنجا بھی نہ کرنے دیں؟

س ۴۷۹: میت کے منہ میں روئی کیوں دیتے ہو؟

ج: اس لیے کہ کوئی آلائش وغیرہ نہ نکلے۔ قبر میں نکیرین کے سوال پر اس کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ وہ منہ سے نکال کر بلوا ہی لیں گے۔

س ۴۸۰: امام ابوحنیفہؒ نے ۴۵ برس ایک وضو سے پنجگانہ نمازیں پڑھیں۔ کیا اس عرصہ میں رفع حاجت کی ضرورت نہ ہوئی اور نیند نہ آئی؟

ج: عمداً آپ نے کوڑھ مغزی کا ثبوت دیا۔ ورنہ بات یہ ہے کہ ۴۰۔۴۵ سال تک یہ معمول رہا کہ صبح وضو کر کے تا عشاء پنجگانہ نمازیں اسی ایک وضو سے ادا فرماتے تھے پیشاب و ریح سے توڑنے کی حاجت نہ پڑتی تھی۔ اسے کمالِ صحت کے ساتھ دینی ذوق اور کرامت سے تعبیر کیا جائے گا۔

س ۴۸۱، ۴۸۲: فرمانِ خداوندی ہے: "جو شخص ایسا کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے جب کہ اس کا دل حقیقتِ ایمان سے مطمئن ہو تو اسے کوئی حرج نہیں۔ (نحل) کیا شیعوں کا تقیہ قرآن سے ثابت ہوا یا نہیں؟ نیز آیت کا شانِ نزول بھی بتائیں۔

ج: یہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے واقعہ میں اتری۔ جب کفار نے ان کے والدین کو شہید کر کے ان سے بھی کلمہ کفر کہلایا تھا۔ انھوں نے جان کے ڈر سے کہہ دیا اور پریشان ہو کر حضورؐ کو حال سنایا تو یہ آیت اُتری۔

یہ اکراہ اور مجبوری ہے شیعوں کا تقیہ مجبوری کے علاوہ اپنے مفاد کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اکراہِ شرعی اور شیعہ تقیہ میں سات قسم کا فرق اور استدلالِ شیعہ کی بیخ کنی ہم نے "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" ص۱۸۴ تا ص۱۹۴ میں کر دی ہے۔

س ۴۸۳: نووی میں ہے کہ جب کوئی ظالم، غاصب کسی کی امانت چھیننا چاہے تو امین پر جھوٹ بولنا جائز ہے بلکہ واجب ہے تو پھر شیعوں کا تقیہ کیوں ناجائز ہے؟

ج: کتبِ شیعہ میں بھی بالکل اسی طرح ہے مثلاً توضیح المسائل دیکھیں۔ (متفرق مسائل) "لیکن غیر کے مال و جان کو بچانا ضروری ہے" تو جھوٹ مجبوراً بولنا پڑا جبکہ شیعہ کا تقیہ بلاخوف ذاتی مفاد کے لیے ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ کی طرح حرام ہے۔

س ۴۸۴: لا دین لمن لا تقیۃ لہ۔ آپ کی بھی حدیث ہے۔ (کنز العمال)

ج: شیعہ کی حدیث تو یقیناً ہے کہ ان کا ۹/۱۰ دین تقیہ میں ہی مستور ہے اور واقعی جو شیعہ مذہب نہ چھپائے، ظاہر کرتا پھرے وہ بے دین و بے ایمان ہے۔ (اصول کافی باب تقیہ)

مگر اہلِ سنت کے ہاں یہ حدیث ثابت نہیں نہ اس کی سند معلوم ہے۔ کنز العمال ص ۲۲/۲۲۰ سامنے کھلا ہے۔ اس میں کہیں یہ روایت نہیں۔ جھوٹے شیعوں کی بناوٹی کتب سے اصل دیکھے، بغیر، جھوٹ کی تبلیغ نہ کیا کریں۔

س ۴۸۵: ابنِ ابی سرح کاتبِ وحی ہو کر مرتد ہو گیا تو کیا فضیلت رہی؟

ج: ایمان، قبولِ اسلام، زیارتِ نبوت، کتابت وحی وغیرہ تمام اعمال فی نفسہا باعثِ فضیلت ہیں۔ اب اگر کوئی شخص حاصل شدہ دولت ضائع کر دے یعنی مرتد ہو جائے تو اس فعل کی فضیلت پر تو حرف نہیں آیا۔ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ارتداد کے بعد پھر اسلام لانے سے یہ فضیلت مل جاتی ہے کیونکہ اِلّا مَن تاب وعمل صالحًا۔ الآیۃ۔ اسے بھی شامل ہے۔ ابنِ ابی سرح فتح مکہؓ کے موقع پر پھر مسلمان ہو گیا تھا تو کتابت وحی کی فضیلت پھر حاصل ہو گئی۔

س ۴۸۶: معاویہ کرہًا اسلام میں داخل ہوا، طوعًا نکل گیا۔ فرمانِ علیؓ ہے۔ کیا کلّ ایمان کی شہادت سنیوں کے لیے کافی نہیں ہے؟

ج : بے حوالہ جھوٹا قول ہے۔ نہج البلاغہ کا گشتی مراسلہ اسکی تکذیب کرتا ہے۔

س ۷۸۷ : کیا نبی کا سُسر یا سالا ہونا ناجی ہونے کے لیے کافی ہے ؟

ج : نہیں ایمان واعمالِ صالحہ ضروری ہیں اگر وہ حاصل ہوں تو سونے پر سہاگہ۔ یہ حضورؐ کی رشتہ داری نجات میں ضرور مفید ہوگی۔

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ۔ (پ۲۵۔ ع ۱۲) پرہیزگاروں کے سوا سب دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

س ۷۸۸ : اگر کافی ہے تو کیا اُمّ المؤمنین صفیہؓ کے بھائی اور والد بھی ناجی ہیں ؟

ج : نہیں وہ مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ ملعون عارضہ ایسا ہے جیسے حضرت نوحؑ کے بیٹے کی مثال حضرت حسینؓ پر کوئی فٹ کر دے۔ (وشتان مابینھما)

س ۷۸۹ : اجتہاد نص کی غیر موجودگی میں ہوتا ہے۔ حدیث رسول یا علی حربک حربی وسلمک سلمی آئی ہے۔ تو معاویہ کی جنگ اجتہاد کیسے ہوئی ؟

ج : اوّل تو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس کی سند پر مفصل جرح سوال ۵۲ میں گذر چکی ہے اور عقلی جواب بھی ہو چکا ہے۔

دوم : جب خود حضرت علیؓ نے اپنے محاربین کو ایمان واسلام میں اپنے برابر اور بھائی کہا ہے اور ان کی بدگوئی اور برائی سے منع فرمایا ہے (نہج البلاغہ اردو ص۶۱۲ خطبہ ۲۰۵) معلوم ہوا کہ حدیث علیؓ کے ہاں بھی درست نہیں۔

سوم : جب حضرت علیؓ نے آخر میں حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور نصف سے زائد مملکت کا حاکم اور خراج ومحاصل وصول کنندہ تسلیم کر لیا۔ (طبری) اور حضرت حسنؓ نے تو باقاعدہ بیعت کر کے خلافت حقہ حضرت معاویہؓ کو دے دی تو اجتہادی غلطی سے آپؓ پر طعن نہ کیا جائے گا۔

چہارم : نص کا نص سے تعارض ہو تو اجتہاد کی گنجائش نکل آتی ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ بنو عثمانؓ کی وکالت سے ولی الدّم تھے۔ قرآن نے ولی الدّم کو سلطان کا منصب بخشا ہے۔ (پ ۱۵ ع ۴) ۔

حضرت علیؓ قصاص لینے میں معذور تھے تو حضرت معاویہؓ نے از خود طاقت تیار کی کہ قصاص لیا جائے پھر قاتلینِ عثمان سے جنگ ہوئی۔ حضرت علیؓ سے مقصوداً نہیں ہوئی۔

س ۷۹۰ : آپ یا انسؓ بن مالک اور ابوہریرہؓ سے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں یا پھر قاتلِ حمزہ وحشی کو مجتہد قرار دیتے ہیں۔ کیا معاویہؓ کا اجتہاد اسی ٹکسال کی درآمد ہے ؟

ج : بالاکثیر الروایہ حضرات سے اجتہاد کی نفی اضافی ہے یعنی ایسے بڑے مجتہد نہیں جیسے ابنِ مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ جیسے قلیل الروایۃ اور کثیر الاستنباط والاجتہاد بزرگ تھے اور وحشیؓ کی دینی بصیرت اپنے سے کم تر لوگوں کی بہ نسبت ہے۔ حضرت معاویہؓ کو تو حضورؐ نے ہادی اور واھد بہ فرما کر اجتہاد کا منصب بخشا۔ (ترمذی) پھر آپکے مجتہد ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

س ۷۹۱ : امام اعظمؒ کے ہاں نیک وبد کا ایمان برابر ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

ج : ایمان کے دو مفہوم ہیں۔ ۱۔ ان سب عقائد اور ایمانیات کی مقدار اور گنتی جن پر ایمان لانا قرآن وحدیث کے تحت ضروری ہے یعنی بد کو بھی اتنی چیزیں ماننا ضروری ہیں جتنی نیک کو۔ اس لحاظ کو کمیّت کہتے ہیں۔ یعنی نیک وبد ایمانیات کی مقدار میں اور قابلِ ایمان امور میں برابر ہیں۔ یہی مطلب امام صاحب کے قول کا ہے اور اسی کو کچھ شرپسندوں نے ابلیس کے برابر لکھا ہے کہ وہ بھی خدا کو اپنا رب مانتا تھا اور صالحین ومسلمان بھی مانتے ہیں۔

دوسرا مفہوم : کیفیت، قوت وضعف اور حسن وغیرہ کا ہے۔ اس لحاظ سے ایمان کم وبیش ہوتا ہے اور نیک وبد میں ہرگز مساوات نہیں اسی چیز کو محدثین وغیرہ ایمان میں کمی بیشی کہتے ہیں۔ دونوں باتیں اپنی جگہ درست ہیں تعارض نہیں ہے کہ شیعہ اعتراض کریں۔

س ۷۹۲ : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدینہ مانند مکہ کے حرم نہیں۔ (ترجمہ مشکوٰۃ شیخ عبدالحق دہلوی) پھر آپ مدینہ ومکہ کو حرمین شریفین کیوں کہتے ہیں ؟

ج : عزت حرمت اور تعظیم کے لحاظ سے دونوں حرم شریف ہیں اسی طرح الحاد پھیلانا، فساد کرنا کوئی گناہ کرنا جیسے یزیدی فوج نے حرہ میں یا حضرت موسیٰ کاظمؒ کے پوتوں محمد بن حسین اور علی بن جعفر بن موسیٰ کاظمؒ نے ۲۷۱ھ میں مدینہ کے کثیر باشندوں کو قتل کر ڈالا اور زین العابدینؒ کے پوتوں علی ومحمد بن حسین الافطس احد المفسدین نے مکہ میں قتلِ

عام کیا اور اب خمینی کے ایجنٹ اس کی تصاویر لے کر حرمین میں نعرہ بازی کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں اور فرمانِ نبویؐ ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو، ان کا فرض و نفل منظور نہیں۔ (بخاری و مسلم)۔ رہا شکار کے لحاظ سے حکم تو مدینہ شریف کا مکہ سے حکم مختلف ہے گھاس کے لیے درخت کاٹا جا سکتا ہے (مسلم) اور پرندوں کا شکار بھی اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نفی کا مطلب یہی ہے۔

س ۷۹۳: امام ابوحنیفہ کے نزدیک جھوٹی گواہی گذار کر بیگانی عورت سے صحبت کرنے پر گناہ نہیں۔ ہدایہ ص ۳۱۳ ج ۱، وغیرہ۔

ج: ملعونانہ خیانت آپ پر ختم ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے:

جس شخص پر عورت نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کا خاوند ہے اور گواہ بھی عورت نے پیش کر دیئے۔ قاضی نے فیصلہ میں عورت کو اس کی بیوی بنا دیا حالانکہ دراصل اس نے اس سے شادی نہ کی تھی اس عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کے ساتھ لیسے اور اسے جماع کرنے دے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور ابویوسفؒ کا قول ہے ... ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہ قاضی کے ہاں سچے ہیں اور نکاح پر یہی دلیل ہوتے ہیں کیونکہ صدق کی حقیقت پر اطلاع ناممکن ہے .... جب قاضی نے فیصلہ دلیل پر کیا تو باطناً نکاح بھی نافذ ہو جائے گا تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے (کیونکہ قاضی کا یہ فیصلہ نیا نکاح باندھنے کی مانند ہے۔ تو یہ اس کی حقیقۃً بیوی سمجھی جائے گی اور اب جماع درست ہو گا۔)

اب یہ مذہب سینہ زوری اور سینہ زنی نہیں دلیل پر مبنی ہے۔

س ۷۹۴: طاقت حاصل کرنے کی نیت سے شراب پی جائے تو امام اعظمؒ کے ہاں درست ہے (ہدایہ) اور کوئی ٹانک نہ سوجھا؟

ج: نقل مذہب میں خیانت کی ہے مشروبات کئی قسم کے ہیں۔

۱۔ جو انگور کے شیرے سے بنایا جائے۔ کئی دن پڑا رہے۔ بدبودار ہو کر جھاگ چھوڑے رنگ بدلے تو اسے عربی میں خمر کہتے ہیں نصِ قطعی سے حرام ہے۔ کوئی مسلمان اختلاف کی جرأت نہیں کر سکتا ورنہ کافر ہو جائے گا۔

۲۔ شہد، انجیر، گندم، جو، جوار، کھجوریں وغیرہ پانی میں بھگو دیں۔ صبح رنگین پانی کو پکائے بغیر ہی استعمال کریں۔ یہ جائز ہے۔ اسے نبیذ (شربت) کہتے ہیں۔

۳۔ انگور کا نچوڑ جب پکایا جائے دو تہائی خشک ہو جائے صرف ایک تہائی باقی رہ جائے اگرچہ وہ گاڑھا ہو، یہ اختلافی مسئلہ ہے امام ابویوسفؒ، امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حلال ہے جب نیت عبادت پر طاقت حاصل کرنا ہو۔ امام شافعیؒ، مالکؒ اور محمدؒ کے نزدیک یہ بھی حرام ہے اور اگر لذت و مزہ لینا ہو تو سب کے نزدیک حرام ہے۔ دلیل صاحبِ ہدایہ نے یہ دی ہے کہ فرمانِ نبویؐ ہے۔ خمر کا شراب بعینہٖ حرام ہے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ اور باقی مشروبات سے نشہ آور مقدار حرام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غیر خمر میں حرمت کو نشہ آوری کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ واؤ عاطفہ، جُدا جُدا حکم چاہتی ہے، نیز عقل کو بگاڑنے والا، نشہ آور مقدار میں پینا ہے اور وہ ہمارے ہاں بھی حرام ہے اور اصل شراب خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہے کیونکہ وہ اپنے پتلے پن اور لطافت میں زیادہ مقدار پینے پر ابھارتا ہے تو قلیل کو بھی کثیر کا حکم دیا گیا۔ رہا ایک تہائی بچا ہوا تو یہ (گاڑھا شیرا ہے پیا نہیں جاتا۔) کثیر پینے پر نہیں ابھارتا اور یہ فی نفسہٖ غذا ہے۔ تو اپنی اباحت پر باقی رہے گا۔

(ہدایہ ص ۴۹۸ ج ۴)

ذرا اپنے گھر کی خبر لیجیے: من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۶۴ ج ۴ پر ہے "جس مکان میں شراب کسی برتن میں بند رکھا ہو تو نماز جائز نہیں ہے اور اگر شراب کپڑے پر لگی ہو تو جائز ہے کیونکہ پینا خدا نے حرام قرار دیا ہے کپڑے پر لگا ہو تو نماز حرام نہیں کی۔" (حالانکہ خدا نے شراب کو رجس (گندگی) کہا ہے اور کپڑوں کو پاک کرنے کا حکم دیا ہے۔)

س ۷۹۵: مذہب اہلِ سنت میں خلفاء راشدین کا قاتل بھی مسلمانی سے نہیں نکلتا۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۶) پھر شیعوں کی بدگمانی پر اعتراض کیوں؟

ج: قتلِ مومن بالاتفاق کبیرہ گناہ ہے بشرطیکہ بغض ایمان کی وجہ سے اسے حلال نہ جانے ورنہ کفر ہے۔ خلفاء راشدینؓ اگرچہ تمام مومنین سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔ تاہم انبیاءؑ نہیں کہ قاتل بالتاویل یقیناً کافر ہو۔ شیعہ کی بدگمانی ایک کفریہ عقیدہ ہے جس

کی وجہ سے وہ ان کو کافر (معاذ اللہ) جان کر لعنتوں اور تبرّوں سے اپنا ایمان تباہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے کفر وارتداد پر ائمہ اہل سنت کے حوالہ جات ہم عدالتِ صحابہؓ باب ہفتم میں پیش کر چکے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول صـ۵۹۲ پر کیا خوب لکھتے ہیں:۔

"جس نے سب وشتم سے بھی بڑھ کر یہ اعتقاد رکھا کہ (صحابہ کرامؓ کے) چند نفوس کے سوا جو دس سے بھی نہیں بڑھتے سب صحابہؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے یا ان کی اکثریت فاسق اور نافرمان ہو گئی تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں...... بلکہ ایسے شخص کے کفر میں جو شک کرے اس کا کفر بھی متعین ہے۔"

تعجب ہے شیعہ کو ہم پر تو اعتراض ہے مگر خود قافلہ اہل بیتؓ کو بلا کر شہید کرنے والے کوفی شیعوں اور قاتلوں کو "مومنین توابین" کہتے ہیں۔ (مجالس المومنین)

س ۴۹۶: قاضی ابو یوسفؒ کے نزدیک سؤر کا چمڑا رنگنے سے پاک ہو جاتا ہے اس پر نماز درست ہے۔ ہدایہ صـ ۲۲/ج۱ ۔ کیا سؤر کا چمڑا سجدہ گاہ بنانا بہتر ہے یا خاک کربلا جس میں حسینؓ، رسول کا خون شامل ہے؟

ج: آپ نے یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے۔ ہدایہ کی عبارت یہ ہے:

وکل اھاب دبغ فقد طھر جازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء منہ الا جلد الخنزیر والادمی لقولہ علیہ السلام ایما اھاب دبغ فقد طھر۔ (ہدایہ صـ ۴۱/ج۱)	جو چمڑا شرعی طور پر رنگ دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے اس پر نماز اور اس کے مشکیزے سے وضو درست ہے بجز خنزیر اور آدمی کی کھال کے۔ کیونکہ حضورؐ کا فرمان ہے جو چمڑا بھی رنگ دیا جائے وہ پاک ہو جاتا ہے۔

پھر خنزیر کی ناپاکی پر دلیل دی ہے کہ وہ نجس العین ہے۔ فانہ رجسٌ میں ھا خنزیر کی طرف راجع ہے۔ حاشیہ پر عینی کے حوالہ سے تو یہ لکھا ہے: "اسی لیے خنزیر سے نفع اٹھانا، اسے بیچنا اور اس کی تمام چیزوں کو استعمال کرنا جائز نہیں۔ مسلمان اسے ضائع کرے تو اس پر تاوان نہیں۔ یہی روایت امام ابو یوسفؒ سے ہے جو

محیط میں مذکور ہے۔

آپ بت پرستوں کی مشابہت میں مٹی خاک کربلا کی ٹکیوں پر سجدے کریں، تعزیہ پوجیں، عَلم کے آگے ہاتھ جوڑیں، پھیلائیں آپ کو یہ مذہب نصیب ہو۔

س ۴۹۷: بکری کا بچہ سورنی کے دودھ سے پالا جائے حلال ہے۔ (درالمختار) پھر سورنی کا دودھ پینا ہی حرام کیوں ہے؟

ج: سؤر باجزائہ حرام قطعی ہے تو دودھ کیسے حلال ہو؟ صورت بالا جلالہ (نجاست خور) مرغی کی طرح ہے۔ کچھ دن باندھ کر حلال خوراک کھلا کر اسے ذبح کیا جائے۔ "پالا جائے" غُذِیَ کا ترجمہ نہیں ہے۔ یہ عمداً جھوٹ اور خیانت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کبھی اسے غذا حرام دودھ کی دی جائے تو بکرا حرام نہ ہو جائے گا۔ دراصل ایسی غذا کا جب حلال جانور میں استحالہ اور انتقال ہو جائے گا تو اس وجہ سے جانور کو حرام نہ کہا جائے گا۔ شیعہ کی توضیح المسائل صـ۲۷ میں ہے:

مسئلہ ۲۱: اگر انسان کا خون یا ایسے حیوان کا جسے ذبح کرنے میں خون اس کی شہ رگ سے اچھل کر نکلتا ہے کسی ایسے حیوان کے جسم میں (پینے پلانے سے) جس کی شہ رگ سے خون اچھل کر نہیں نکلتا اور اب وہ اسی حیوان کا خون شمار ہونے لگے اور اسی کو انتقال کہتے ہیں تو وہ خون پاک ہے۔ اسی طرح تمام نجاسات کا حکم ہے۔"

یہی وجہ در مختار میں لکھی ہے کہ "گوشت میں تو تغیر نہ ہوا دودھ کی غذا ہلاک وفنا ہو گئی جس کا اثر باقی نہ رہا۔ (صـ ۵۲۸/ج۴)

شیعہ کی مختصر النافع صـ۲۵۴ از حلی میں ہے اگر حلال جانور خنزیرنی کا دودھ پی لے تو حرام نہ ہو گا۔ بلکہ اسے غسل دیا جائے گا اور پیٹ کی چیز نہ کھائی جائے گی۔

س ۴۹۸: غایۃ الاوطار میں ہے کہ عورت کی پیشاب گاہ کی رطوبت پاک ہے۔ کیا یہ قیاس ابوحنیفہ ہے یا قرآن وحدیث سے دلیل بھی ہے؟

ج: ہمارے نزدیک تو مسئلہ قطعی یہ ہے: "جو چیز دو راستوں سے نکلے وہ پلید ہے وضو توڑ دیتی ہے جس نے استنجا صحیح کیا ہے اور رطوبت اندر سے نہ آئے تو مقامی

رطوبت پسینہ ہے اس کی ناپاکی پر کوئی دلیل نہیں۔ جیسے قے آنے سے منہ پلید ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ س ۷۵۶ میں ہم شیعہ حوالہ بتا چکے ہیں وہ فرج کو چومنا جائز کہتے ہیں یہ تبھی ممکن ہے کہ رطوبت ان کے ہاں پاک ہو جیسے الفقیہ ص ۱۴/۱ پر مذی ودی (رطوبت فرج) کو تھوک کھنگار کی طرح پاک لکھا ہے۔

س ۷۹۹: کنز الدقائق ص ۲۱۴ پر ہے کہ شراب اور سؤر کو عورت کا مہر مقرر کرے تو مہر مثل دے کیا آپ ایسا مہر مقرر کر لیتے ہیں؟

ج: مہر میں مال کا ہونا ضروری ہے۔ یہ دونوں چیزیں مال نہیں۔ پھر عقد تذکرہ مہر کے بغیر بھی ہو جاتا ہے تو یہ فرضی صورت ہے کہ اگر کوئی بے دین مہر میں یہ چیزیں مقرر کرے تو ان کے بجائے مہر مثل دینا ضروری ہے۔

س ۸۰۰: براہین قاطعہ ص ۲۶۹ وغیرہ پر ہے کہ ہاشمیہ غیر ہاشمی کی کفو نہیں۔ تو نکاح کس طرح ہو سکتا ہے؟

ج: مسئلہ کفو کا لحاظ مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے کہ نکاح ہی درست نہ ہو ورنہ حضورؐ نے اپنے چچا زبیرؓ بن عبد المطلب کی بیٹی ضباعہ کا حضرت مقداد بن اسود کندی غیر ہاشمی سے کیوں کر دیا اور فرمایا لوگ میری اقتدار کریں اور جان لیں کہ اللہ کے ہاں معزز متقی شخص ہے (فروع کافی ص ۳۴۲/۵) اور حضرت عثمانؓ و ابو العاصؓ کو اپنی صاحبزادیاں کیوں دیں؟

س ۸۰۱: محکمہ جاسوسی کے لیے تقیہ ضروری ہے عقلاً تقیہ کی ضرورت اور اس کے جواز کا انکار کس طرح درست ہوگا؟

ج: ہر مسلمان نہ جاسوس ہوتا ہے اور نہ اسے دین اسلام چھپانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ صرف جنگ کے خاص حالات میں کبھی مقصد اور قومیّت کو چھپانے کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اسے عام قانون اور مذہب کا ۹/۱۰ حصے دین چھپانے کا شعار نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ پھر نہ دین محفوظ رہتا ہے نہ شخصیّات بچتی ہیں۔ شرح صافی میں کیا خوب لکھا ہے "کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت، شیعوں کے تقیہ کر لینے اور ان کی مصلحتوں کی وجہ سے ہوئی۔ بہر حال اتنا بڑا ظلم تقیہ کا ہی رہین منت ہے۔ تو اسے یوں عام نہیں کیا جائیگا"۔ تقیہ ہر بات میں ہوتا ہے اور تقیہ کرنے والا اس کے مواقع جانتا ہے۔ (کافی)

س ۸۰۲: جب ظلم ظالم کے دفع کے لیے جھوٹ تک روا ہے اور تعریض بھی مکروہ نہیں ہے تو تقیہ کیوں ناجائز ہوگا؟

ج: تقیہ اور جھوٹ شکل اور مفہوم کے لحاظ سے تو ایک ہیں مگر مقاصد میں مختلف ہیں ایک شیعہ اس وقت تقیہ کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے جب اسے اپنا ذاتی اور مذہبی مفاد حاصل کرنا ہوتا ہے تو دوسرے کو تقیہ کے ذریعے دھوکہ دے کر نام نہاد مومن بن جاتا ہے۔

جب کہ ایک سنّی مسلمان جھوٹ ہر وقت حرام جانتا ہے ہاں جب کسی معصوم الدم کی جان جاتی ہو یا مال لوٹا جاتا ہو تو خلاف واقعہ بصورت تعریض بات کہہ کر اسے بچانا ضروری جانتا ہے جو شریعت کا تقاضا ہے۔ یہاں شیعہ کے ہاں تو جھوٹی قسم تک جائز ہے۔ توضیح المسائل ص ۳۲۰ مسئلہ ۲۰۱۸ پر لکھا ہے جھوٹی قسم گناہ ہے لیکن اپنے آپ کو یا کسی اور مسلمان کو کسی ظالم سے نجات دلانے کے لیے جھوٹی قسم کھا لیں تو کوئی حرج نہیں بلکہ کبھی تو واجب ہو جاتا ہے۔

س ۸۰۳: اگر آپ متعہ کو ناجائز سمجھتے ہیں تو شرعی حد بتائیے۔

ج: صاحبین، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد زنا جاری ہوگی۔

چونکہ امام ابوحنیفہ ادرءوا الحدود ما استطعتم (حتی الامکان حدود ٹالنے کی کوشش کرو) حدیث نبویؐ کے تحت حتی الامکان شبہات سے حد کو ٹالتے ہیں اور تعزیری سزا واجب کہتے ہیں تو ایسی صورتیں کئی ہیں کہ ان میں حد واجب نہیں کہتے جن میں متعہ بھی ہے تعجب ہے باقی ایک دو صورتوں پر شیعہ خوب طعن کرتے ہیں اور متعہ کو بہت بڑا کار ثواب جانتے ہیں۔ یہاں باہمی معاہدہ ہی شبہ کا سبب ہے۔ لیکن امام صاحبؒ کا یہ فتویٰ متروک ہے۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ کہ حنفی فقہ میں متعہ باز کو حد لگے گی۔

شیعہ بھی حد کو ٹال دیتے ہیں۔ من لا یحضرہ الفقیہ باب التعزیر میں ہے کہ مرد و عورت ایک لحاف میں زنا کرتے پکڑے گئے۔ زنا کا امام کو یقین ہو گیا مگر انھوں نے نہ اقرار کیا نہ چار گواہ گذرے تو تعزیر ہوگی (حد نہ ہوگی)۔

حرمتِ متعہ

س ۸۰۴ : فما استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن فریضہ (عورتوں کے جس مقام سے تم فائدہ اٹھالو تو انہیں مقررہ مہرادا کرو) سے ثابت ہے کہ متعہ حلال ہے آپ اسے منسوخ کہتے ہیں سیوطی نے درّ منثور میں لکھا ہے کہ حَکَم سے پوچھا گیا کیا یہ آیت منسوخ ہے اس نے کہا ہرگز نہیں اگر آیت منسوخ ہے تو آیت ناسخہ کون سی ہے ؟

ج ۱: یہ آیت متعہ کے جواز میں ہے ہی نہیں تو نسخ کی ضرورت نہیں۔ ما موصولہ غیر ذوی العقول چیزوں کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں سے مراد عورتوں کا مقام انتفاع ہے اور فا تعقیبیہ (پس کے معنوں میں) ہے اور پہلے مسئلے سے متعلق ہے یعنی مذکور محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں دائمی شادی کرنے والے بنو۔ پانی اور شہوت نکالنے والے نہ بنو۔ (جو متعہ سے مقصود ہوتا ہے)۔ پس منکوحات کے مقام خاص سے جب فائدہ اٹھاؤ تو ان کے مقررہ مہر ادا کردو۔ الخ الآیۃ ۲۔ شیعہ کی تفسیر مجمع البیان ص ۳۲/ج ۲ پر اسی تفسیر کو سب سے بہتر کہا گیا ہے۔ "چہارم محرمات اور زائد بر چار کے سوا عورتیں حلال ہیں کہ تم مالوں کے بدلے میں نکاح یا ملک یمین کے ذریعے تلاش کرو۔ یہ تفسیر سب سے بہتر تفسیر ہے یہ ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ باندی ثمن سے خریدو یا مہر مقرر کر کے نکاح کرو۔ محصنین غیر مسافحین کا معنیٰ یہ ہے کہ تم شادی کرنے والے بنو، زنا کرنے والے نہیں اور فما استمتعتم بہ منہن... الخ کہا گیا ہے کہ استمتاع سے مراد مقصد پالینا، جماع کرنا اور لذت کی حاجت پوری کرنا ہے۔ حسن بصریؒ، مجاہدؒ (شاگردانِ ابنِ عباسؓ)، ابن زید سدی سے یہی مروی ہے تو اس تفسیر پر معنیٰ آیت یہ ہے کہ بذریعہ نکاح جب تم عورتوں سے فائدہ پاؤ یا لذت اٹھاؤ تو مقررہ مہر ادا کردو"۔ (مجمع البیان ص ۳۲/ج ۲)

۳: بالفرض کھینچ تان کر استدلال کیا جائے تو ناسخ "مومنون" اور "المعارج" کی وہی آیات ہیں جن میں صرف بیوی اور باندی سے تعلق رکھنا جائز بتایا جاتا ہے اور ان کے سوا عورتوں سے تعلق رکھنے والے کو ظالم اور ملامت زدہ کہا گیا ہے۔ کافی ابواب المتعہ اور تہذیب الاحکام وغیرہ میں دسیوں ایسی احادیث ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ متعہ والی عورت نہ چار میں سے

ہے نہ ستر میں سے۔ نہ طلاق پاتی ہے نہ ورثہ، وہ ایک کرایہ دار رنڈی ہے۔ تم چاہو تو ہزار سے متعہ کرلو"۔ معلوم ہوا کہ زن متعہ نہ بیوی ہے نہ باندی ایک تیسری داشتہ ہے جس کا رکھنا اسلام میں حرام ہے۔ آیت کے لفظ سے تو متعہ ثابت نہیں ہو سکتا تو شیعہ نے تفسیر قمی میں تحریف لفظی کر کے متعہ پر استدلال کیا ہے اور آیت یوں لکھی ہے: فمن استمتعتم بہ منہن فاتوھن اجورھن فریضۃ ۴۔ تفسیر جامع البیان طبری (المتوفی ۳۱۰ھ) ص ۹/ج ۴ پر پہلے یہی تفسیر ابن عباسؓ سے حسنؒ سے، مجاہد سے، ابن زیدؒ سے باسند روایات کے ساتھ نقل کی ہے جو ہم نے شیعہ طبرسی سے نقل کی ہے کہ استمتاع سے مراد نکاح کر کے جماع کی لذت اٹھانا ہے پھر شیعہ والی تفسیر عقد متعہ نقل کر کے یہ جواب لکھا ہے "کہ سب سے بہتر اور درست تفسیر نکاح و جماع کی ہے کیونکہ اس پر حجت قائم ہے کہ نکاح صحیح اور ملک صحیح کے سوا متعہ کو اللہ نے (قرآن کے علاوہ) اپنے رسولؐ کی زبانی بھی حرام قرار دیا ہے۔ تفسیر طبری ص ۱۰/ج ۴)

۵۔ شیعہ کی تفسیر مجمع البیان ص ۹۹/ج ۴، پ ۱۸ میں ہے: "جو شخص بیویوں اور مملوکہ باندیوں کے سوا طلب کرے تو یہی لوگ ظالم ہیں اور اس حد تک تجاوز کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں"۔

ان مجموعہ تفسیروں سے پتہ چلا کہ حق بات متعہ کا حرام ہونا ہے آیت استمتاع سے مراد نکاح ہے تو درمنثور والی حکم کی روایت کا بھی جواب ہوگیا۔

حرمتِ متعہ پر دُرِّ منثور کی روایات ص ۱۴۰/ج ۲ زیر آیت فما استمتعتم پ ۵

آپ کو دُرِّ منثور سے مطابق جواب مطلوب ہے تو یہ ہے:

۱۔ ابوداؤد نے ناسخ میں اور ابن منذر نحاس، بیہقی نے سعید بن المسیب سے روایت کی ہے نسخت اٰیۃ المیراث المتعۃ ۔ متعہ کو آیت میراث نے منسوخ کردیا ہے۔

۲۔ عبدالرزاق ابن منذر اور بیہقی نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ متعہ منسوخ ہے اسے طلاق، صدقہ، عدت اور میراث نے منسوخ کردیا ہے۔ (یعنی یہ چیزیں بیوی کو یقیناً ملتی ہیں اور باتفاق شیعہ زن متعہ ان سے محروم ہے۔

۳۔ ابن عباسؓ نے فما استمتعتم کی تفسیر میں فرمایا کہ اسے یاایھا النبی اذا طلقتم

النساء.... الخ نے منسوخ کر دیا۔ (کیونکہ متعہ میں طلاق وعدت نہیں ہوتی۔)

۴۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رمضان نے ہر روزہ کا وجوب منسوخ کر دیا۔ زکوٰۃ نے ہر واجبی صدقہ منسوخ کر دیا اور متعہ کو طلاق، عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا اور عید الاضحٰی کی قربانی نے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا۔ یہ نسخ کی روایات اس تفسیری قول کا جواب ہیں جو شیعہ کا ہے کہ استمتاع سے مراد عقد متعہ ہے۔ ورنہ درمنثور میں ابن عباسؓ کی یہ تفسیر بھی مذکور ہے کہ اس سے مراد نکاح دائمی اور جماع ہے چنانچہ

۱۔ ابن جریر منذر ابن ابی حاتم نحاس نے حضرت ابن عباسؓ سے آیت فما استمتعتم میں نقل کیا ہے "جب کوئی شخص شادی کرے پھر ایک مرتبہ ہی جماع کرے تو اس کا حق مہر پورا واجب ہو جاتا ہے۔ استمتاع سے مراد نکاح ہے۔

۲۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا۔ مسافر کسی شہر میں حسب اقامت سامان کی دیکھ بھال کے لیے متعہ کرتا۔ پھر محصنین غیر مسافحین نے اسے منسوخ کر دیا۔ پہلی بات منسوخ ہوئی اور متعہ حرام ہو گیا۔ اس کی تصدیق قرآن کی اس آیت میں ہے۔ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم (بجز بیویوں باندیوں کے) ہر فرج حرام ہے۔

س ۸۰۵، ۸۰۶: صحیح مسلم میں ہے کہ حی علی خیر العمل عہد رسالت میں اذان میں کہا جاتا تھا۔ اب کس کے حکم سے خارج ہوا۔ اسے یہ اختیار کہاں سے ملا؟

ج: جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ کون سی مسلم میں یہ لکھا ہے؟ مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوریؒ المتوفی ۲۶۴ھ کی صحیح میں تو اس کا نام ونشان نہیں ہے۔ کلماتِ اذان بار بار وہی لکھے ہیں جو مسلمان کہتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ابو محذورہؓ کی اذان میں حیّ علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح دو دو مرتبہ کے بعد تکبیر وتہلیل ہے۔ ص ۱۶۵۔

۲۔ عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ اذان سننے والا حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کا جواب لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہ کر دے۔ پھر تکبیر وتہلیل کا انہی الفاظ سے جواب

دے۔ جس نے دل سے یہ لفظ کہے جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم ص ۱۶۷/۱) شارح مسلم امام نوویؒ نے بھی حی علی خیر العمل کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

س ۸۰۶: خود بخود ختم ہو گیا کہ یہ جملہ اذان میں کبھی کہا ہی نہ گیا۔

س ۸۰۷: نماز جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے کس نے منع کیا؟

ج: نماز جنازہ چار تکبیروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی چالو فرمائی۔

مسلم شریف کی روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے ایک جنازہ پڑھایا تو چار تکبیریں کہیں۔

۲۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اصحمہ نجاشیؒ کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔

۳۔ ابنِ عباسؓ کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے چار تکبیروں سے جنازہ پڑھایا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ زید بن ارقمؓ کی روایت میں ۵ کا ذکر ہے۔ تو قاضی عیاضؒ فرماتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام پہلے کبھی ۴۔۵۔۶۔۷۔۸ تکبیریں کہ دیتے تھے۔ جب نجاشی فوت ہو گیا تو ۴ ہی پڑھیں اور تا وفات اسی پر جمے رہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اہلِ بدر پر ۶ تکبیریں کہیں، باقی صحابہؓ پر ۵ کہیں اور دوسروں پر ۴ کہیں۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ۴ پر ہی اجماع قائم ہے۔ تمام فقہاء شہروں کے اہلِ فتوٰی حضرات ۴ تکبیروں پر ہی متفق ہوئے کیونکہ صحیح احادیث بکثرت آئی ہیں۔ اب ان کے علاوہ قول شاذ ہے۔ جس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ (مسلم ص ۳۰۹)

شیعہ چونکہ علیحدگی پسند اور فرقہ پرستی کے مریض ہیں۔ اس اتفاق کو نہیں چاہتے۔

س ۸۰۸: نکاح ام کلثومؓ کے وقت عمر ۴۔۵ سال بیان کی جاتی ہے اور یہ نکاح ۱۷ھ میں ہوا۔ جب کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات ۱۱ھ میں ہو چکی تھی تو یہ امّ کلثومؓ کس کی بیٹی ہیں؟

ج: فاطمۃ الزہراؓ ہی کے بطن سے ان کی ۳ھ میں ولادت ہوئی۔ اگلے سوال میں شرح مواقف کی پیش کردہ روایت دلیل ہے اور آپ کی بوقتِ نکاح ۴۔۵ سال عمر کہنا جھوٹ ہے۔

س ۸۰۹: حضرت ام کلثومؓ نے ۱۱ھ میں ہبہ فدک کی گواہی دی (شرح مواقف ص ۷۳۵) اس لحاظ سے بوقتِ نکاح ۱۷ھ میں آپؓ بالغہ ہوتی ہیں۔ جب کہ نکاح والی ام کلثومؓ نابالغ

اور کم سن تھیں تو پھر کیسے مانا جائے کہ منکوحہ بنتِ علیؓ تھیں ؟

ج : کس نے آپ کو جھوٹ بتایا کہ ۷ ھ میں نابالغہ تھیں آپ نے شرح مواقف کا حوالہ لکھ کر ہمیں نکاحِ امّ کلثومؓ با عمرؓ بحالت بلوغ کا فیصلہ لکھ دیا اور ہمیشہ کے لیے آپ کی زبان بند ہوگئی ۔ اللہ جزائے خیر دے ۔

س ۸۱۰ : امّ کلثومؓ کا نکاحِ ثانی عون بن جعفر سے کیا جاتا ہے حالانکہ وہ عہد عمرؓ میں تستر کی لڑائی میں شہید ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ بیوہ عمرؓ سے نکاح کریں ؟

ج :۔ ؎ ہم دعا کرتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے : ایک ہی نکتے نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا والا معاملہ ہے بروایت ابن عبدالبرؒ یہ عون بن جعفر حضرت عمرؓ کے دور میں لاولد فوت ہوئے ۔ لیکن ابن عبدالبر و ابنِ حجرؒ نے حضرت جعفرؓ کے جن صاحبزادوں سے یکے بعد دیگرے حضرت ام کلثومؓ کا نکاح نقل کیا ہے وہ حضرت عوف ، محمد اور عبداللہ ہیں ۔ الاصابہ جلد ۴ باب النساء ص ۴۶۹ حضرت امّ کلثومؓ کے حالات میں ہے :" پھر آپ سے عوف بن جعفر بن ابی طالب نے شادی کی پھر اس کے بھائی محمد نے پھر اس کے بھائی عبداللہ نے ۔ اسی کی زوجیت میں وفات پائی اور ان بھائیوں سے کوئی اولاد نہ ہوئی ۔ حضرت امّ کلثومؓ کو حضرت عمرؓ نے ۴۰ ہزار درہم مہر دیا تھا اور ابن عمرؓ نے حضرت امّ کلثومؓ اور زید بن عمرؓ کا معاً ۴ تکبیروں سے جنازہ پڑھایا حضرت عمرؓ سے ایک بیٹی رقیہؓ بھی تھیں ۔ (اصابہ مع الاستیعاب ص ۴۶۹ ج ۴)

شیعہ کی تنقیح المقال ص ۳۵۵ ج ۱ میں ہے کہ "حضرت علیؓ نے عون بن جعفر سے زینب صغریٰ یعنی امّ کلثومؓ کبریٰ سے نکاح کیا ۔" اس سے پتہ چلا کہ ابن عبدالبر کو عون کی وفات دورِ عمرؓ میں بتانے کی غلطی لگی اور پھر عوف سے بیوہ عمرؓ کے نکاح کا ذکر کیا حالانکہ عوف بن جعفر کا ذکر کتب اسماء الرجال میں نہیں ہے اور سنی شیعہ تمام مورخین نے امّ کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے پھر عون ، محمد اور جعفر ابناء ابی طالب سے بالترتیب ذکر کیا ہے ۔ تو عون کو عوف کہنا ہی غلطی ہے ۔

س ۸۱۱ : فتح الباری ص ۳۶۱ ج ۳ پر ہے کہ حضورؐ کو ہاشم کا مکان ، ماثور نامی تلوار ، بکریاں اور اونٹ بھی ورثہ میں ملے ۔ جب نبی وارث نہیں ہوتے تو حضورؐ نے یہ ورثہ کیوں قبول فرمایا ؟

ج : بفرضِ محال یہ بچپن کا واقعہ ہے ۔ اس وقت آپ پر بالفعل نبوت کے احکام

جاری نہ ہوئے ۔ ورنہ بت پرستی کی مذمت اور تبلیغ کرتے اور مسلم و کافر کی تفریق اس وقت ہو جاتی فتح الباری جلد ۳ ، کا مقام ہٰذا آگے پیچھے چند صفحات سمیت غور سے دیکھا ۔ ایسی کوئی روایت یہاں نہیں ہے ۔ رافضی دروغ گو کو مبارک ہو ۔

س ۸۱۲ : ملّا علی قاریؒ کا عذر ہے کہ حضرت امیرؓ خود مجتہد تھے لہٰذا سیرت شیخینؓ سے انکار کیا ۔ لیکن شرح وقایہ حاشیہ چلپی میں ہے کہ علیؓ مجتہد نہ تھے ۔ تضاد بیانی رفع کریں ۔

ج : ملّا علی قاریؒ کی بات درست ہے مگر سیرتِ شیخینؓ سے انکار کا بہتان آپ نے ان پر باندھا ہے ہم طبری کے حوالہ سے بتا چکے ہیں کہ حضرت علیؓ نے سیرتِ شیخینؓ سے انکار نہ کیا تھا ۔ بلکہ حتی الوسع اپنانے کا وعدہ کیا تھا اور نہج البلاغہ کے خطبات ان کی سیرت کی تصدیق کرتے ہیں حاشیہ کی بات معتبر نہیں ۔

س ۸۱۳ : عبدالشکور لکھنوی کا قول ہے ۔ ایک مسلمان سُنّی کا اپنے مذہب سے ہٹ جانا ان محالات میں سے ہے جن کا تصوّر بھی صحیح نہیں ہو سکتا ۔ (النجم) پھر عہد ابوبکرؓ میں ارتداد کیوں ہوا ؟

ج : یہ ہم نے پڑھا نہیں ۔ ہو سکتا ہے ۔ آپ لوگوں کی تعلّی کے جواب میں ترکی بہ ترکی جواب دیا ہو ۔ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ ایک صحیح العقیدہ مسلمان ، جس کی خدا حفاظت کرے ، مرتد نہیں ہو سکتا ۔ عہد ابوبکرؓ میں مرتد اور منکرین زکوٰۃ وغیرہ ، مہاجرین ، انصار یا فتح مکہ والے پکے صحابہؓ اور مسلمان نہ تھے ۔ بلکہ بالعموم دور دراز کے دیہاتی لوگ جو اہلِ مکہ کا مسلمان ہونا سُن کر مرعوب ہوگئے اور مسلمان بنے پھر مُرتد ہو گئے تو یہ مسلمانوں پر ظلم نہیں ہوا مجرموں پر ہوا جن کی اکثریت نے حضورؐ کو دیکھا بھی نہ تھا ۔

س ۸۱۴ : اگر دین سے ہٹ کر مرتد ہوئے تو مولوی شکور جھوٹے ہوئے ۔ اگر دین پر قائم رہے تو ابوبکرؓ کو ظالم و کاذب مانیئے ؟ فیصلہ آپ پر ہے ۔

ج : نہ صحابہؓ دین سے پھرے نہ مولانا عبدالشکور جھوٹے بنے ۔ نہ ابوبکر صدیقؓ ظالم ہوئے کہ منکرین زکوٰۃ منافقین اور متنبی کے پیروکاروں سے ، جو مرتد ہو گئے تھے لڑے اور ان کو پکا مسلمان کیا ۔ ظالم و کاذب منکر و مرتد وہ رافضی ہے جو رسول اللہؐ کے تمام صحابہؓ کو بجز تین کے ، مُرتد کہتا ہے ۔ پھر ان تینوں کو بھی جھوٹا کہتا ہے کہ انھوں نے امام حق علیؓ کی بیعت

نہ کی بلکہ تقیہ سے خلفاءؓ ثلاثہ کی کرتے رہے اور حق کسی ایک صحابیؓ سے بھی عند الشیعہ ظاہر نہیں ہُوا۔

س ۸۱۵: مندرجہ ذیل حضرات سُنّی تھے، شیعہ ہو گئے۔ ......
کیا مولوی شکور کا دعویٰ جھوٹا نہ ہو گیا؟ کیا کسی ایک کے متعلق ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ آبائی طور پر شیعہ تھے؟

ج: ہمیں ان کے مکمل حالات کی تحقیق نہیں، نہ ہمارے پاس وسائل ہیں۔ ورنہ یہ یقیناً ثابت کیا جا سکتا ہے کہ یہ صحیح العقیدہ سُنّی بھی نہ تھے۔ تفضیلی شیعہ بنے ہوئے تھے۔ نہ مذہب کا علم تھا، نہ تاریخ سے واقفیت تھی۔ شیعہ مکائد سے نابلد تھے۔ ہمیں اقرار ہے کہ عوام اہلِ سنّت اب بھی، اپنے علماء کو اسی سادگی، کفایت شعاری اور افلاس و کسمپرسی میں دیکھنا اور رکھنا چاہتے ہیں جو پہلے بزرگوں کی ہوتی تھی تو دنیا پرست مولوی اس امتحان میں پاس نہیں ہوتے جب کہ ہمیں یہ بھی اقرار ہے کہ شیعہ، نئے مہمانوں کی ضیافت میں زن، زر، زمین اور شہرت و تعظیم کے اعتبار سے ایسی تنظیم رکھتے ہیں کہ بے شعور، سادہ دل، خوفِ خدا سے عاری اس جال میں پھنس جاتا ہے۔ اس حقیقی پس منظر میں مذہبِ اہلِ سنت چھوڑنا اور شیعہ کی دُنیوی جنت اور عیش پرستی میں پہنچنا، کوئی کمال نہیں ہے اور نہ مذہبِ اہلِ سُنّت کے غلط اور شیعہ کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔

جب کہ دورِ حاضر میں کتنے حقیقت پسند شیعوں نے مذہبِ محمدیؐ اہلِ سنّت کو قبول کیا:

۱۔ مولانا محسن رضا فاروقی فیصل آبادی: جو اپنے قریب المرگ باپ سے خلفاءؓ ثلاثہ کی کرامت سُن کر مسلمان ہُوئے۔ اب جگہ جگہ ان کی تقریریں اور کیسٹیں سُنی جاتی ہیں۔

۲۔ ذاکر خاکی شاہ مُلتانی: جو تنظیم اہل سنت کے سٹیج پر مسلمان ہُوئے۔ اب نعتیں پڑھتے ہیں۔ ایک دفعہ راقم نے پوچھا "شیعہ سنّی میں کیا فرق دیکھا؟" ہنس کر کہنے لگے "وہاں دُنیا تھی، یہاں دین ہے۔ وہ ہزاروں روپے دیتے تھے، تم بیس روپے دے کر ٹرخاتے ہو۔"

۳۔ مولانا عابد حسین۔ کوٹ سرور (حافظ آبادی) جو زبردست اہلِ سنّت کے مبلغ بنے ہوئے ہیں۔ انہیں شیعہ والد نے جائیداد سے محروم کر دیا ہے۔

۴۔ راقم الحروف کے "شیعہ سے سو سوالات" اور "ہم سُنّی کیوں ہیں" پڑھنے سے کئی حضرات تائب ہوئے۔ بھکر کے ایک گریجویٹ نوجوان کی تصدیق مولانا حسین عارف شیعہ مجتہد آف اسلام آباد نے کی "کہ تمہاری اس کتاب نے ہمارا نقصان کیا۔ مجھ سے لے کر ہمارے خاص آدمی نے پڑھی اور وہ سنّی ہو گیا۔"

تاہم اہلِ سنّت کی مثال سمندر کی سی ہے اس میں دریاؤں کا پانی پڑے یا بخارات بن کر اڑ جائے کمی بیشی کا پتہ نہیں چلتا اور مذہب شیعہ کی مثال جوہڑ اور چھپڑ کی سی ہے۔ کناروں سے اُبلتا ہے اور مینڈک ٹرا رہے ہیں۔

۵۔ وکیلِ صحابہؓ سیّد عرفان حیدر عابدی سرگودھوی سابق شیعہ مبلغ فاضل قم و جامعہ منتظر لاہور بھی تبرّا بازی سے الرجک اور تائب ہو کر سُنّی ہو گئے۔ ۲۲ رمضان ۱۴۰۴ھ راقم کو یہ تحریر لکھ کر دے گئے:

"۲۱ رمضان ۱۴۰۴ھ رات بارہ بجے مسجد جعفری موچی دروازہ میں مجھ کو کہا گیا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ پر تبرّا کریں۔ میرے دل نے قبول نہ کیا کہ صحابہ کرامؓ پر تبرّا کروں اس بنا پر میں نے مذہبِ اہلِ سنّت قبول کیا ہے۔" پھر اس پتہ کا لیٹر پیڈ دیا۔
ختمِ نبوت اکیڈمی لکڑ منڈی مسجد فاروقِ اعظمؓ سرگودھا

پھر ہم نے احباب کے ذریعے تین ہزار روپے اس کی امداد کرا دی۔

۶۔ مولانا فیض علی فیضی ساکن عبد الحکیم ملتان: جنہوں نے "نقاب کشائی" کے نام سے اپنے مسلمان ہونے کی روئیداد بتائی ہے اور مذہب شیعہ کے دشمن اسلام و قرآن ہونے پر زبردست دلائل دیئے ہیں۔ ۷۔ مولانا ثناء اللہ: جو پہلے شیعہ ذاکر تھے۔ اب لوہیاں والہ گوجرانوالہ میں خطیب اہلِ سنّت دیوبندی ہیں۔ ۸۔ مولانا ارشاد حسین ولد فیض اللہ خاں آف کُر (تونسہ) ۶ سال سے سُنّی دیوبندی ہوئے ہیں۔ والدین اور سارا خاندان شیعہ ہے۔ حق کے مبلغ ہیں

س ۸۱۶، ۸۱۷: آپ الزام لگاتے ہیں کہ قاتلانِ حسینؓ شیعہ تھے کیا وہ کلمہ علی ولی اللہ پڑھتے تھے۔ ہم تو شیعہ ایسے کلمہ پڑھنے والے کو مانتے ہیں۔ اگر نہیں پڑھتے تھے اور ان کا کلمہ آپ جیسا ہی تھا تو وہ شیعہ کیسے ہُوئے؟

ج : یہاں آپ دوہرا ظلم کر رہے ہیں۔ ایک تو اپنے پہلوں کو شیعہ نہیں مانتے۔ دوسرے کلمہ کی تحریف اور کفر کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ اپنے دور کے شیعہ تھے، اکثر شیعہ تھے۔ ان کی اور اہلِ بیتؓ کی ان کے حق میں شیعہ ہونے کی شہادتیں تاریخ کا جزو ہیں۔ جلاءُ العیون، منتہی الآمال، احتجاجِ طبرسی، تاریخ طراز مظفری، ناسخ التواریخ، خلاصۃ المصائب، کشف الغمہ وغیرہ شیعہ تاریخوں میں حضرت حسینؓ کے حالاتِ شہادت، شیعوں کا خط لکھ کر بلانا، امام کا شیعوں پر اعتماد کر کے پہنچنا، بروقت ان کا غدر کرنا، امام کا ان کو بار بار حمایت پر ابھارنا، پھر بد دعائیں دینا ان کا اپنی شیعیت پر اصرار و اقرار کرنا اور دشمنوں پر پھٹکار کرنا اور پھر ماتم و بین کرنا کھلے کھلے حقائق ہیں۔ کوئی دیوانہ ہی انکار کرے گا۔ یہ نیا کلمہ، اور اس کے غیر قائلین کو ایمان و اسلام سے محروم سمجھنا۔ جیسے قادیانیوں نے نیا نبی بنا کر سب مسلمانوں کو کافر مان لیا۔ آپ کا نیا کفر ہے۔ واقعی یہ کفر نہ پہلے شیعوں نے کیا، نہ اماموں نے اس کی کہیں تعلیم دی۔ کلمہ شہادتین، کلمہ اسلام و اہلِ سنت۔ ہی اس وقت کا متفقہ کلمہ تھا۔ ۵۱ حوالہ جات تحفہ امامیہ آخری باب میں پڑھیں اور کافی ج ۲ کا باب دعائم الاسلام بھی پڑھیں۔ اگر اس وقت کے شیعوں کو جو اپنے مخالفین سے لڑتے رہے۔ آپ کلمہ ولایت نہ جاننے، نہ پڑھنے کی وجہ سے کافر اور غیر شیعہ کہتے ہیں تو اتنا اقرار کھل کر کیجئے کہ اثنا عشری امامیہ شیعہ ایک جدید مذہب ہے جس کا عہد نبوت، عہد خلفاء راشدینؓ اور عہد ائمہ میں نہ کلمہ تھا نہ کوئی مذہبی تشخص اور نام و نشان تھا۔ یہ اقرار اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے کافی ہے۔

س ۸۱۸ : شیعہ اصحابِ ثلاثہؓ اور معاویہؓ وغیرہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) بتائیے قاتلانِ حسینؓ بھی ایسا عمل کرتے تھے؟ اگر کرتے تھے تو بلا شبہ شیعہ ہی ہوں گے۔

ج : تبرّوں اور لعنتوں کے وِرد وظیفے پڑھنے کا رواج تو ان میں ابھی نہ پڑا تھا۔ ہاں بعض کو دشمنِ اہل بیتؓ کہتے اور لعنت کرتے تھے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ شیعانِ کوفہ سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب بن مظاہر اور باقی تمام شیعوں مومنوں نے حضرت حسین بن علیؓ کو لکھا۔ آپ پر سلام ہو۔ ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ آپ کے معاند سرکش دشمن (معاویہؓ) کو خدا نے ہلاک کر دیا جو امت کی رضا کے بغیر ان پر حاکم ہوا تھا ..... پس

خدا اس پر لعنت کرے (نعوذ باللہ) جیسے قومِ ثمود پر لعنت کی۔ الخ۔ (جلاء العیون ص ۲۸۰ و منتہی الآمال ص ۳۰۳/۱۶)۔ یہاں جب آپ نے اقرار کر لیا کہ شیعہ معاذ اللہ اکابرِ صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔ (بے ضمیر سُنّی بھی نوٹ کر لیں)، تو سوال ۶۶۷، ۶۶۸ میں آپ نے انکار کیوں کیا؟

س ۸۱۹ : اگر بفرضِ محال مانا جائے کہ وہ لوگ شیعہ تھے۔ انھوں نے امام مظلوم کو شہید کیا تو اس کا سُنّی مذہب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

ج : اہل سنّت پر سے قتلِ حسینؓ کا شیعی ناپاک بہتان دُور ہو جاتا ہے اور کوتوال کو ڈانٹنے والا چور خود گرفتار ہو جاتا ہے۔ یہ سب سے بڑا فائدہ ہے۔

س ۸۲۰ : جب شیعہ آپ کے بقول اپنے آباء و اجداد کے مظالم کی تشہیر کرتے، لعنتیں بھیجتے ہیں تو ان کو حق شناسی کی داد دینی چاہیئے کہ اپنے بزرگوں کے افعال بد نشر کر کے حق کی حمایت کرتے ہیں۔

ج : واقعی قابلِ داد ہوتے اگر دیانت دار ہوتے۔ گول مول اور مبہم انداز میں۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے بیٹوں پر تعریض کرتے ہوئے۔ بے شمار لعنتیں ضرور کرتے ہیں۔ مگر اصل قاتلوں — جن کے نام تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں مثلاً سابق خط کے ناموں کے علاوہ عبداللہ بن مسمع ہمدانی عبداللہ بن دال، قیس بن مصہر، عبداللہ بن شداد، عمار بن عبداللہ، ہانی بن ہانی سبیعی، سعید بن عبداللہ حنفی، شیث بن ربعی، حجار بن البجر، یزید بن حارث، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج، محمد بن عمر، مختار بن عبید ثقفی، محمد بن اشعث بن قیس، عبداللہ بن حصین وغیرہم جو خط لکھ کر اور قاصد بن کر بلانے والے، میدانِ کربلا میں سامنے موجود اور لشکروں کی کمان کرنے والے تھے۔ اسی طرح بہت سے وہ شیعہ جو جرمِ قتل کے بعد پشیمان ہوئے اور توابین کہلائے۔ ان پر شیعہ کوئی لعنتیں نہیں کرتے بلکہ ان کو معذور سمجھ کر دعائے رحمت و مغفرت سے نوازتے ہیں کیونکہ قتلِ حسینؓ جیسے جرم سے بھی شیعیت میں کچھ خلل نہیں آتا۔ اگر آتا تو ان قاتلوں کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر دعاؤں سے کیوں نوازتے۔ توابین کی حمایت میں مضامین کیوں چھاپتے۔ کافی میں یہ دلچسپ لطیفہ لکھا ہے کہ ہارون رشید کو بڑا حُب دارِ اہل بیت اور شیعہ بتایا گیا۔ کسی نے پوچھا کہ وہ پھر اہلِ بیت کو قتل کیوں کرتا تھا تو جواب دیا لان الملک عقیم بادشاہی بانجھ ہے اپنے پرائے

کی تمیز نہیں کرسکتی۔

س ۸۲۱: ہمارا اپنے ہی بزرگوں کو بدنام کرنا آپ کو کیوں ناگوار ہے؟

ج: ہرگز ناگوار نہیں۔ صرف یہ گذارش ہے کہ دیانت داری سے یوں کہا کریں: اے اللہ حسینؓ کو بُلا کر شہید کرنے والے شیعوں غداروں پر لعنت فرما جیسے امام حسینؓ نے کی تھی۔ اے اللہ ان کو قیامت تک رُلاتا رہ جیسے سیّدہ زینبؓ نے بد دعا کی تھی۔ (جلاء العیون صـ۴۲۴)

س ۸۲۲: کئی اصحابِ رسول کے آباء و اجداد کفار و مشرکین تھے۔ کیا پاکباز اصحابِ رسول اپنے آباء کے مذموم افعال کے ذمہ دار ہوں گے؟

ج: نہیں ہوں گے۔ نصِ قطعی ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ (کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔) شکر ہے اصحابِ رسول کو پاکباز کہ دیا۔

س ۸۲۳: اگر صحابہؓ ذمہ دار ہیں تو عکرمہؓ بن ابوجہل، ابوبکرؓ بن ابوقحافہؓ اور خالدؓ بن ولید کے متعلق کیا رائے ہے؟

ج: اب آپ مان گئے کہ صحابہؓ کو یہ طعنہ نہ دیا جائے گا کہ وہ کافروں کے بیٹے ہیں۔ جب کفر و ایمان کا ہر کوئی خود ذمہ دار ہے۔ حضرت ابوقحافہؓ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ تو سب مومنین صحابہؓ کفار آباء کے جرم میں نہ ماخوذ ہوں گے، نہ ان کی شان میں کوئی عیب لگتا ہے کہ طعنہ دیا جائے یا حضرت ابوطالب کا کلمہ نہ پڑھنا بتایا جائے تو اسے حضرت علیؓ کی توہین سمجھا جائے۔

س ۸۲۴: اگر کرنی اپنی اپنی ہے تو شیعوں پر قتل کی تہمت کیوں معقول ہے؟

ج: اس کی چند وجوہ ہیں:-

۱۔ شیعہ اولادِ صحابہؓ یا اہلِ شام پر یہ جھوٹی تہمت لگا دیتے ہیں۔ مجبوراً اصل حقائق سے پردہ اٹھا کر خود شیعوں کا مجرم و قاتل ہونا بتایا جاتا ہے۔

۲۔ یہ عقیدہ و عمل اور رسوم و روایات ان قاتلوں والی ہی رکھتے ہیں جب کہ صحابہؓ اپنے آباء کے بالکل مخالف دین اور ان سے بیزار ہو چکے تھے۔

۳۔ آج بھی شیعہ دبی زبان میں کہتے ہیں کہ حادثہ شہادت ہونا چاہیئے تھا۔ ہُوا تو اچّھا ہُوا۔

اسلام زندہ ہوگیا۔ یزید و معاویہؓ ننگے ہو گئے جب کہ ہم اہلِ سنّت کو نوشتۂ تقدیر پر تو اعتراض نہیں مگر بطور تمنّا یہ کہتے ہیں۔ کاش اہلِ کوفہ آپ کو نہ بلاتے یا آپ ان کی دعوت پر نہ جاتے۔ یا حسبِ منشاء آپ کو کوفی واپس آنے دیتے اور آپ خاندان سمیت بچ جاتے اور حضرت حسنؓ کی طرح معاہدہ کر کے باعزّت زندگی گزارتے، نہ شہادت کا نقصان اسلام اور امّت کو اٹھانا پڑتا۔ نہ اُمّت میں تفریق ہوتی۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ اہلِ سنّت خیرخواہ اہلِ بیتؓ اور دوست تھے یا وہ شیعہ جنھوں نے حسینؓ کا خون پی کر بقول خمینیؒ زندگی کا بیمہ کرا لیا اور اپنے بڑوں کے ظالمانہ فعل کے نتیجہ پر فخر کرتے پھرتے ہیں۔

ان وجوہ کی بناء پر شیعوں کو قتلِ حسینؓ کا طعنہ دینا بالکل فطری اور معقول ہے۔

س ۸۲۵: دستور ہے۔ حمایت دوست کی کرتے ہیں اور نفرت و عداوت دشمن سے کرتے ہیں۔ شمر آپ کے راوی ہیں۔ یزید کا آپ دفاع کرتے ہیں کربلا کی لڑائی کو اجتہادی کہتے ہیں۔ جب کہ شیعہ ان دونوں کو مسلمان نہیں مانتے اور کربلا کی جنگ کو جہاد کہتے ہیں۔ فرمایئے قاتلوں سے محبت آپ کو ہے یا شیعوں کو؟

ج: جب ہم بحوالہ شیعہ کتب قاتلانِ حسینؓ شیعانِ کوفہ کو ثابت کر چکے ہیں تو شیعہ ان کے خلاف تو کچھ بھی نہ کہیں۔ صرف شمر و یزید کو قاتل بتائیں؟ — حالانکہ تاریخ صراحت سے بتاتی ہے کہ یزید نے نہ قتل کا حکم دیا نہ خوش ہوا، نہ قاتلوں کو اچھا کہا، بلکہ ان پر پھٹکار کی۔ ابن زیاد کا عہدہ گھٹا دیا اور اصل قاتل کو مروا دیا۔ آخر دال میں کالا کالا کچھ ضرور ہے۔ ہم شمر بن ذوالجوشن کو، قاتل جان کر ہرگز اچھا نہیں کہتے، نہ یہ ہمارا راوی ہے۔ ہمارا راوی شمر بن عطیہ اسدی کاہلی کوفی ہے جو صدوق اور طبقہ سادسہ (دوسری صدی کے آغاز) کا ہے (تقریب صـ۱۴۷) اب اگر آپ نے قاتل شمر کے راوی ہونے کا الزام دیا تو آپ یقیناً خائن ہوں گے۔ واقعی ہم شیعہ کے برعکس قاتلانِ حسینؓ کو بُرا کہتے اور غیر قاتلوں کا دفاع کرتے ہیں۔

س ۸۲۶: گو کہ مذہب سُنّیہ میں عقیدہ امامت اصلِ دین نہیں ہے بلکہ یہ عبداللہ بن سبا یہودی نے وضع کیا تھا۔ لیکن مولوی عبدالشکور لکھنوی نے کہا ہے؟ کہ رسول اللہ کے بعد خلفاء راشدینؓ کی بیعت کرنا اور ان کی امامت و خلافت کو تسلیم کرنا ضروری تھا: تضاد

بیانی رفع کیجئے ۔

ج : شیعوں نے نبوّت کے مقابل امامت کو اصولِ دین سے بنایا۔ یہی ابن سبا کی تعلیم تھی کہ بقول کشی صنے وکثیر جماعت اہلِ علم "سب سے پہلے اس نے علیؓ کے وصی و امام ہونے کی اور تمام صحابہؓ کے دشمنِ علیؓ اور منافق و کافر ہونے کی بات چلائی"۔ اہلِ سنت نبوت کی فرع اور اتباع میں حضورؐ کی جانشینی کو خلافت و امامت کہتے ہیں اور بعد از رسولؐ بیعت اس لیے ضروری تھی کہ آپؐ نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرو ۔ (ترمذی) یہ بیعت کے بغیر ممکن نہ تھی۔ یہی بات مولانا عبدالشکورؒ نے بتائی تو ان کی بات میں تضاد نہیں۔ شیعہ عقیدۂ امامت اور سنّی خلافت میں زمین و آسمان کا فرق بدستور ہے ۔

س ۸۲۷ : سُنیوں کا دعوٰی ہے کہ وہ بارہ اماموں کو شیعہ سے بھی زیادہ مانتے ہیں ۔ لیکن مولوی عبدالشکورؒ کہتے ہیں "کہ بالکل غلط ہرگز اہلِ سنّت ان کو مثلِ رسولؐ اور معصوم اور مفترض الطاعۃ نہیں مانتے ہاں ان کو بزرگ و نیکو کار ضرور جانتے ہیں"۔ ایسا ماننا شیعوں سے زیادہ کس طرح ہوا ؟

ج : کسی ہستی کو صحیح شریعت کے مطابق ماننا ہی سب لوگوں سے اچھا ماننا ہے ۔ جیسے ہم حضرت عیسٰی و موسٰی علی نبینا و علیہم السّلام کو ، یہود و نصارٰی سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ شیعوں نے ان کا اصل منصب ہدایت و پیشوائیت تو خود چھین لیا کہ ان کو تمام اعمال و افعال میں تقیہ باز بتایا تاکہ ان کی پیروی کوئی نہ کر سکے اور خود مجتہد و راست گو کہلا کر، عوام شیعوں کے مقتدار اور مذہبی لیڈر بن بیٹھے اور اہلِ سنت ۱۲ ، تو کجا ۱۲۰ ، بزرگانِ اہل بیتؒ کی صحیح تابعداری کرتے ہیں۔ ان کے برخلاف اپنی بات نہیں چلاتے تو اہلِ سُنّت شیعوں سے زیادہ اہل بیتؓ کو مانتے ہیں ۔

س ۸۲۸ : بقول عبدالشکورؒ اگر مرزا احمد علی نے یہ لکھا ہے "اگر یہی قرآن معجزہ ہے تو ایسا قرآن میں بھی بنا سکتا ہوں"۔ تو کتاب و صفحہ کا حوالہ دیں ۔

ج : ہمیں کتاب تو دستیاب نہیں مگر اس کے اعتراضات دس گنا پھیلا کر آپ نے ایک سو اعتراضات اسی فروعِ دین میں مظلوم قرآن پر کر ڈالے ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگلے ایڈیشن میں قرآن سازی کا آپ بھی دعوٰی نہ کر دیں ۔

س ۸۲۹ : امام مہدی کی غیبت پر آپ کو اعتراض ہے تو خدا غیب ہوتے ہوئے کیسے

اپنی خدائی چلا رہا ہے ؟

ج ۔ پتہ چلا کہ حضرت مہدی غائب کو آپ خدا کا شریک کار سمجھتے ہیں۔ مفصل جواب "ہم سنی کیوں ہیں"؟ کے آخری انعامی سوالوں میں دیکھ لیں ۔

س ۸۳۰ : بقول شافعی درود کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ مگر مولوی عبدالشکور کے عقیدہ میں ترک درود سے نماز باطل نہیں ہوتی ۔ صحیح کون ہے ؟

ج ۔ مولانا لکھنویؒ امام شافعیؒ کی ٹکر کے نہیں وہ حنفی المسلک عالمِ دین ہیں اپنے مسلک کے سچے ترجمان ہیں ۔ امام شافعیؒ کا اجتہاد اپنا ہے ۔

س ۸۳۱ : حدیث ثقلین، کتاب اللہ و سنتی ۔ اہلِ سُنّت کے نزدیک صحیح ہے یا غلط ؟

ج ۔ صحیح ہے تفصیل مولانا محمد نافع کی کتاب "حدیث ثقلین" میں اور ہماری "ہم سُنّی کیوں ہیں؟" میں دیکھیں ۔ (حصّہ اوّل)

س ۸۳۲ : اگر صحیح ہے تو علامہ سیوطی، ابنِ حبان، ابنِ عبدالبر، ابنِ حجر، وغیرہ نے اسے صحیح کیوں تسلیم نہ کیا ؟

ج ۔ وہ بھی صحیح مانتے ہیں ۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث موطا مالکؒ کی ہے ۔ اس کی تمام احادیث عالی السند اور صحیح و ثقہ ہیں ۔ حتیٰ کہ بخاری سے پہلے سب علماء بعد از قرآن اسے اصح ترین کہتے ہیں اور شاہ ولی اللہ وغیرہ اب بھی موطا کو اصح کہتے ہیں ۔ امام ترمذیؒ نے کتاب العلل میں لکھا ہے "علی بن عبداللہ نے امام یحیٰی سے مراسیل مالک کے متعلق پوچھا تو فرمایا یہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں ۔ قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو مالک سے زیادہ صحیح حدیث رکھتا ہو ۔ حنفیہ کے ہاں بھی مراسیل حجت و معتبر ہیں ۔ علامہ ابن عبدالبر تجرید التمہید ص۲۵۱ میں موطا کی حدیث ثقلین کے متعلق لکھتے ہیں "اہلِ علم کے ہاں یہ حدیث رسول اللہ سے محفوظ و مشہور ہے"۔ اس کی شہرت ۔ سند بیان کرنے سے غنی ہے ۔ کتاب التمہید میں ہم نے مسنداً بھی ذکر کی ہے ۔

س ۸۳۳ : اس حدیث کے راوی کثیر بن عبداللہ کی توثیق کریں ۔

ج ۔ اگرچہ یہ ایک راوی ضعیف ہے مگر لاتعداد طرق ہیں ۔ وہ رواۃ موثق ہیں ۔

یہ سیرت ابنِ ہشام و ابن ابی الدنیا میں ابوسعید خدریؓ سے ۔ تاریخ ابنِ جریر طبری میں ابن

ابی نجیح سے۔ دارقطنی ص۵۲۹ میں حضرت ابوہریرہؓ سے۔ مستدرک حاکم ص۹۳ ج۱ میں ابنِ عباسؓ سے۔ ابونعیم اصبہانی میں انس بن مالکؓ سے۔ سنن الکبریٰ بیہقی ص۱۱۴ ج۱۰ میں حضرت ابنِ عباسؓ و ابی ہریرہؓ سے موجود ہے۔

س ۸۳۴: شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے حدیثِ ثقلین شیعہ کو کیوں درست کہا؟

ج: صرف مسلم کی روایت کے پیشِ نظر کہا۔ لیکن شیعہ کا وہاں سے استدلال درست نہیں۔ کیونکہ ثقلِ دوم کو ثقلِ دوم کے عنوان سے متعارف نہیں کرایا بلکہ مطلقاً حضرات اہل بیتؓ کی تذکیر اور نگہبانی کرنی حضرت زیدؓ بن ارقم نے روایت فرمائی۔

س ۸۳۵: اگر حدیث ثقلین اہلِ سُنّت کو صحیح فرض کیا جائے تو سُنّتی سے مراد سُنّتِ رسولؐ ہے یا سنّتِ اصحابِ ثلاثہؓ؟

ج: اصل تو سنّتِ رسولؐ ہے تبعاً خلفاء راشدینؓ کی سُنّت بھی اسی میں داخل ہے:

علیکم بسنتی وسنّة الخلفاء الراشدین المهدیین، عضوا علیها بالنواجذ۔ (مشکوٰة ص۲۸)	مسلمانو! تم میری اور میرے خلفاء راشدینؓ مہدیوں کی ضرور سنّت پر چلو اور اسے ڈاڑھوں سے مضبوط تھامو۔

س ۸۳۶: اگر سنّتِ نبیؐ مراد ہے تو پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بوقتِ شوریٰ سنّت کے ساتھ سیرتِ شیخینؓ کی شرط کیوں عائد کی؟

ج۔ مزید اہتمام اور سنتِ رسولؐ کے مطابق سنّتِ خلفاء ثابت کرنے کے لیے شرط لگائی ورنہ متضاد عمل کا پابند کسی کو نہیں بنایا جاسکتا۔

س ۸۳۷: اجماعِ امّت برحق ہے کہ ایک شخص بھی مخالف نہ ہو۔ (شرح وقایہ و کتاب الایمان لابنِ تیمیہؒ ص۵۱) تو حکومت سقیفہ کا اجماع کیسے برحق ہوا؟

ج۔ سقیفہ میں سب حاضرین نے بشمول سعد بن عبادہؓ بیعت کی (طبری) اگلے دن پھر تمام مہاجرین نے علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ سمیت کی۔ کوئی مخالف نہ رہا۔ تو اجماع برحق ہوا۔ (حوالہ جات گزر چکے)۔ صدیقیؓ مباحث دیکھیے۔

س ۸۳۸-۸۳۹: کشف المحجوب میں علمِ شریعت کے تین ارکان بتلائے ہیں: کتابِ خدا

سُنّتِ رسولؐ، اجماعِ امّت، جب کتاب و سنّت ہدایت کے لیے کافی ہیں تو اجماعِ اُمّت کی کیا ضرورت ہے جو یا دونوں سے مختلف ہوگا یا نئی چیز ہوگا۔ تو بدعت ہوگا۔

ج۔ قرآن سے پوچھیے کہ سنّتِ رسُولؐ کے علاوہ مخالفینِ اجماع کو جہنم کی سزا کیوں سُنائی؟ (پ۵ ع ۱۴)۔ قرآن و سنّت کی کوئی مراد متعین ہونے پر بھی اجماع ہوسکتا ہے کسی نئے پیش آمدہ مسئلے پر بھی ہوسکتا ہے۔ اجماع و قیاس کی تفصیل ہم "تحفہ امامیہ" سوال ۱۳ کے جواب میں کرچکے ہیں۔ چونکہ اہلِ سنّت کے تمام مسائل قرآن و سُنّت پر مبنی ہیں اور سب امّت ان پر متفق رہی ہے شیعوں کے مسائل قرآن و سنّت کے مخالف ہیں امّت نے اس بدعتی مذہب کو قبول نہیں کیا۔ تبھی تو آپ اجماعِ امّت کو بھی مخالفِ دین بتا رہے ہیں۔ ناکام لومڑی کی مثل "انگور کھٹّے ہیں" آپ پر فٹ آتی ہے۔ اجماع کی حقانیت پر آیات گزر چکی ہیں۔

س ۸۴۰: علامہ وحید الزمان وجودِ اجماع کے منکر ہیں۔ کیوں؟

ج۔ آخر عمر میں شیعہ ہوگئے تھے۔ بات حجّت نہ رہی۔

س ۸۴۱: اگر کتاب اللہ و سُنّتی صحیح ہے تو حضرت عمرؓ نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر سُنّت کا انکار کیوں کیا؟

ج۔ تمہارا مفہوم مخالف سے استدلال، عمرؓ پر حجت نہیں وہ عمر بھر سُنّتِ نبویؐ سے استفادہ کرتے رہے۔ کچھ مثالیں "ہم سنّی کیوں ہیں؟" کے انعامی سوال ۱ میں دیکھیں۔

س ۸۴۲: جناب کوثر نیازی نے "ذکرِ حسینؓ" میں کہا ہے کہ معاویہؓ نے یزید کو مسلّط کرکے قیصر و کسریٰ کے طریقے پر عمل کیا۔ معاویہؓ خلیفہ راشد کیسے ہُوا؟

ج۔ آپ دوبارہ تھے چاٹنے پر آگئے ہیں۔ نیازی صاحب کی تعبیر حجت نہیں حضرت معاویہؓ خلفاء راشدین سے کم درجہ ہیں مگر خلیفہ عادل اور برحق ضرور ہیں۔

س ۸۴۳: ابنِ حجر مکیؒ نے صواعق محرقہ میں معاویہ و حسنؓ کے صلح نامہ میں یہ شرط بھی لکھی ہے کہ معاویہؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ معاویہؓ نے اس شرط کی عہدشکنی کیوں کی؟

ج ۱۔ یہ شرط عام مستند تاریخوں میں نہیں تو شیعہ کی اور تنہا ابنِ حجر مکیؒ کی بات تسلیم نہیں۔

۲۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو از خود نامزد نہیں کیا بلکہ دیگر گورنروں اور کابینہ نے خون ریزی

سے بچنے کے لیے یہ رائے دی اور نامزد کرایا تو حضرت امیر معاویہؓ نے متوقع اختلاف کو ختم کرنے کے لیے پھر ذاتی دلچسپی لی۔ اور امامیہ کو تو اس اعتراض کا حق نہیں وہ تو باپ کے بعد بیٹے کو ہی نامزد کراتے اور مانتے ہیں۔ ملوکیت کا بانی تو عقیدہ امامت شیعہ ہے۔

س ۸۴۴: کیا وہ خلیفہ ہو سکتا ہے جو ایمانوں کی خرید و فروخت کرے؟

ج۔ غلط تعبیر ہے۔ ہم حضرت معاویہؓ کو ایسا نہیں مان سکتے۔

س ۸۴۵: اگر خلفاء ثلاثہؓ کو حضرت علیؓ سے محبت تھی تو باوجود ولایت علیؓ کے اقرار کے انھوں نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کی کوشش کیوں نہ کی؟

ج۔ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کے دوسرے دن حضرت علیؓ کو پیش کش کی مگر حضرت علیؓ نے آپ کو ہی مستحق ترین کہہ کر پیش کش واپس کر دی۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو چھ حضرات کی کمیٹی میں نامزد کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ بہت بڑی اکثریت سے خلیفہ قرار پائے۔ حضرت عثمانؓ کے علی المرتضےٰ وزیر اور مقرب خاص تھے۔ اسی تقرب کی بنا پر آپ بعد از عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علیؓ اور خلفاء ثلاثہؓ کے تعلقات بہت بہترین رہے۔ تفصیل تحفہ امامیہ میں دیکھیں۔ الغرض خلفاءؓ نے ولایت علیؓ کا حق ادا کر دیا۔ ان کو تو شکایت نہ تھی "مدعی سست گواہ چست" اب خلفاء ثلاثہؓ پر کیچڑ اچھال رہا ہے۔

س ۸۴۶: امر تدبیر حکومت کو تجہیز و تکفین ہو جانے تک ملتوی کیوں نہ رکھا گیا؟

ج۔ انصارؓ مسئلہ نہ اٹھاتے تو مہاجرینؓ ایسا ہی کرتے۔ اب اگر چند گھڑیاں قبل یہ کام ہو گیا اور عنداللہ صواب اور درستی اسی میں تھی اور تجہیز و تکفین کی رسوم خلیفہ کی نگرانی میں سلیقہ شعاری کے ساتھ بلا اختلاف سرانجام پائیں تو اس میں کیا اعتراض کی بات ہے جو دہائی دی جا رہی ہے۔

س ۸۴۷: ان حضرات نے علیؓ کو کیوں خبر نہ کی کہ ہم معاملہ حکومت کے لیے فلاں جگہ اکٹھے ہو رہے ہیں؟

ج۔ انصار کا تو ذہن ہی ادھر نہیں گیا۔ مہاجرین کے تین حضرات تو صرف رفع نزاع کے لیے فوراً گئے ان کو یہ تصور بھی نہ تھا کہ انتخاب کی نوبت آجائے گی۔ پھر معاملہ کی نزاکت اتنی فرصت نہ دے سکتی تھی کہ وہ حضرت علیؓ یا دیگر مہاجرینؓ سے مشورہ کرتے یا باقاعدہ اطلاع دے کر

ان کو ساتھ لے جاتے تو امن عامہ کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ حضرت علیؓ بقول شیعہ غیب دان تھے۔ ان کو از خود پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ جنازہ کی تیاری چند گھڑیاں بعد ہو جاتی تو کیا فرق پڑتا۔ آپ کو اپنا حق تو (بقول شیعہ) مل جاتا اور امت گمراہی سے بچ جاتی۔ عقل مندی اور اصول سیاست کی رو سے حضرت علیؓ بھی الزام سے بچ نہیں سکتے۔ تفصیلات ہم عرض کر چکے ہیں۔

س ۸۴۸: کا جواب بھی ہو گیا کہ مشورہ کا موقع نہ تھا۔

س ۸۴۹: اگر علیؓ نوجوان تھے تو عم رسولؐ کو کیوں نظر انداز کیا گیا۔

ج۔ وہ سابقین اولینؓ میں سے نہ تھے۔ پھر دوسرے دن بیعت عامہ میں بھی حضرت عباسؓ نے خود یا کسی نے بھی ان کا نام نہ لیا۔ صحابہ کرامؓ اپنے بزرگوں اور خدمات و کمالات والوں کو خوب جانتے تھے اگر انھوں نے حضرت عباسؓ سے فائق دوسروں کو سمجھا تو ہمیں بن بلائے مشورے دینے کا کیا حق ہے؟

س ۸۵۰، ۸۵۱: اصول سیاسیات کی رو سے حضرت ابوبکرؓ الیکشن سے خلیفہ بنے یا نامزدگی تھی؟ اگر نامزدگی تھی تو وصیت رسولؐ درکار ہے۔

ج: عوام صحابہؓ کے اعتبار سے تو الیکشن تھا۔ ہر کسی نے آزادانہ حق استعمال کیا۔ طلحہؓ، زبیرؓ و علیؓ نے اجتماع سقیفہ میں نہ بلائے جانے کی شکایت اسی اختیار سے کی۔ مگر خدا اور رسولؐ کے اپنے پروگرام سے ایک گونہ نامزدگی تھی کہ آپ نے پہلے پیشین گوئی میں فرمایا تھا میرے بعد خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو ملے گی۔ (تفسیر قمی سورت تحریم)

خلیفہ کا نام لکھوانے کی ضرورت نہ جانتے ہوئے فرمایا: ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر (بخاری) "اللہ اور مسلمان ابوبکر کو ہی خلیفہ بنائیں گے۔"

مسلمانوں کو مشورہ و ترغیب دی تھی۔ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔ (ترمذی)

مصلیٰ پر کھڑا کرنا اور امام نماز بنا دینا بھی اسی مقصد کے لیے تھا جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا کہ عمرؓ کو حکم دیجئے، میرے باپ نرم دل ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: تم یوسفؑ والیاں ہو۔ ابوبکرؓ ہیں؟ ان کو بلاؤ۔ چنانچہ آپ نے بحکم نبویؐ، حیات پیغمبرؐ میں ۱۷ یا ۲۱ نمازیں پیغمبرؐ کے نائب امام ہو کر پڑھائیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ زندگی کا ولی عہد بالآخر جانشین منتخب کر لیا جاتا ہے۔

اس کام کے ذو وجہین ہونے کی حکمت یہ تھی کہ خدا اور رسُول کا منشا بھی پورا ہو اور عوام کو انتخاب کا حق مل جائے اور طریقہ استخلاف بھی معلوم ہو جائے۔ اگر صرف نامزدگی ہوتی کسی کا اختیار (چناؤ) نہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ کی ہر دلعزیزی سامنے نہ آسکتی تھی، ہر کوئی ماننے پر بحکمِ رسُول مجبور ہوتا۔ مگر اب تو حضرت علیؓ نے بھی کمالات و استحقاق کی بنا پر برضا و رغبت خلیفہ تسلیم کیا۔ (طبری)

س ۸۵۲: سیّدہ فاطمہؓ کی دلی حالت تا وفات شیخینؓ سے کیسی رہی؟

ج: برضا مومنانہ رہی کیونکہ ناانوں کے خلاف بغض شان کے لائق نہ تھا۔

س ۸۵۳: اگر راضی تھیں تو آپ کیوں کہتے ہیں، حضرت علی المرتضیٰؓ نے بعد وفات فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی؟

ج۔ بیعت دو دفعہ کی تھی۔ پہلی خلافت کے دوسرے یا تیسرے دن ہم حوالے دے چکے دوسری وفات فاطمہؓ کے بعد اس لیے کی کہ آپ سیّدہؓ کی تیمارداری میں مصروف رہے۔ ابوبکرؓ کی خدمت میں کم آسکے۔ لوگوں کے دل میں شبہ پیدا ہو رہا تھا کہ شاید ناراض ہیں۔ وفاتِ فاطمہؓ کے بعد اس شبہ کو بھی دُور کر دیا۔

س ۸۵۴: علم و یقین سے فرمایئے کہ سقیفہ کی کارروائی کو غدیر کی کارروائی پر کیوں ترجیح حاصل ہے جو خود رسُول اللہ نے کی؟

ج۔ خطبۂ غدیر میں حضرت علیؓ سے شکایت کا ازالہ کیا ان کی محبت دلوں میں پیدا فرمائی اپنی طرح ہر کسی کا محبوب بتا کر آپ کی شان واضح فرمائی۔ مگر خلیفہ ہونے کی کوئی صراحت نہ کی نہ خلیفہ نامزد کر کے بیعت لی۔ اگر ایسا ہوتا تو مصلّیٰ پر حضرت علیؓ کو امام بناتے۔ معلوم ہوا کہ سقیفہ اور غدیر کے واقعہ میں تعارض نہیں۔ جانشینی پر صریح دلیل، نماز کا حکمِ نبوی اور سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے۔

س ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷: ملل و نحل میں روایت ہے ان عمر ضرب بطن فاطمۃ یوم البیعۃ حتیٰ سقط المحسن من بطنہا۔ کیا یہ فعل مذموم نہیں؟

ج: بکواس محض ہے جو شیعوں نے حضرت عمرؓ کو بدنام کرنے کے لیے گھڑا مگر حضرات اہلِ بیتؓ کی عزت و غیرت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا۔ شہرستانی کی ملل و نحل کا خلافیات اور شیعہ کا باب غور سے دیکھا۔ کہیں بھی یہ ملعون روایت نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ پر رسُولِ خدا ناراض نہ ہونگے شیعہ پر ہونگے جو انھوں نے ایسا افترا ناپاک اہلِ بیتؓ پر باندھا جس کا ترجمہ لکھتے بھی ہمیں حیا آتی ہے۔ رسُولِ خدا کو ایذا بھی شیعوں نے پہنچائی۔ وہ بجا طور پر اس آیت کے حق دار ہیں:۔

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دُکھ پہنچاتے ہیں۔ اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے دُنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

جو آیت کی تصدیق چاہے وہ محرم وغیرہ میں ماتمی شیعوں کی شکلیں دیکھ لے۔

س ۸۵۸: شراب نوشی کا بہتان۔

ج: ناقص بلا جلد و صفحہ حوالے جھوٹے بہتان کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ تو حُرمتِ شراب کے لیے بے چین رہتے تھے۔ ان کی دُعا و اصرار پر ہی یہ فیصلہ کن آیت اُتری:

"اے ایمان والو! بے شک شراب، جُوا اور بتوں کے تھان گندگی ہیں شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔" الآیہ (مائدہ پ ۷ ع ۲)۔ ترمذی ابواب التفسیر ص ۱۵۲ ج ۲ پر روایت ہے:

حضرت عمرؓ نے دُعا کی اے اللہ شراب کے متعلق بیان شافی نازل فرما تو بقرہ والی آیت اُتری جو عمرؓ کو سنائی گئی۔ پھر یہی دُعا کی تو سورت نساء والی آیت نازل ہوئی: کہ ایمان والو نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ حضرت عمرؓ کو بُلا کر سنائی گئی۔ پھر ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دُعا کی کہ اے اللہ شراب کے متعلق فیصلہ کن بیان نازل فرما تو مائدہ والی آیت اُتری کہ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان دشمنی اور بغض، شراب اور جُوئے کے ذریعے بھر دے۔ جب حضرت عمرؓ کو پڑھ کر سُنائی گئی تو فرمایا ہم رُک گئے۔ ہم رُک گئے۔ (اب مزید پوچھنے کی ضرورت نہ رہی یا ہمارے پینے والے اب باز آگئے۔)

س ۸۵۹: سکندریہ کا کتب خانہ کیوں جلا دیا گیا، علوم سے نفرت کیوں؟

ج۔ اسلام کو یہودی و عیسائی کفریہ عقائد و روایات سے بچانے کے لیے یہ اقدام کیا دلیل وہی تنبیہ تھی جو تورات پڑھتے وقت حضوؐر نے آپ کو فرمائی تھی۔ اگر موسیٰ علیہ السّلام بھی ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ فراستِ فاروقی نے اسلام کا تحفظ کیا۔ ورنہ عہدِ عباسیہ میں یہ یونانی علوم مترجم ہو کر اسلام میں جب داخل ہوئے تو اسی سے گمراہ فرقے اور الحادی خیالات مسلمانوں میں گھس آئے۔

س ۸۶۰: حضرت عمرؓ اور غازی مصطفےٰ کمال پاشا میں موازنہ۔

ج: دنیوی وقار و سلطنت اور عزت میں آپ برابر کہتے ہیں مگر دین کی شان و شوکت جہاد، تعلیمی و تبلیغی نظام، امنِ عامہ، رعایا میں خوشحالی میں کمال سے کیا موازنہ؟ وہ بے دین تھا اور حضرت عمرؓ مشکوٰۃ نبوت سے کمالات پاکر دُنیائے اسلام کے عظیم فرمانروا تھے جنھیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی عزت و غلبہ کے لیے خدا سے مانگا تھا۔ (احتجاج طبرسی)

س ۸۶۱: شیعوں کے اصولِ خمسہ ایمان و عقائد میں کیا نقص ہے؟

ج: ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ شیعوں کا ان پر ایمان متصور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمانیات و عقائد خدا اور رسولؐ کے کلام برکت تمام سے حاصل ہوتے ہیں شیعہ کا نہ قرآن پر ایمان ہے، نہ احادیثِ رسولؐ پر۔ وہ صرف ائمہ کی روایات مان کر امامیہ کہلاتے ہیں۔ تاہم ان کے کہنے پر ہم چند نقائص بتاتے ہیں:۔

۱۔ فرمانِ الٰہی ہے: اے مسلمانو! اللہ پر، اس کے رسولؐ پر، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسولؐ پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری ایمان لاؤ۔ جو بھی اللہ کا اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے پیغمبروں کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے وہ دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (نساء پ۵ ع ۱۷)

شیعوں نے عقائد میں بھی تحریف کی کہ ان پانچ میں سے فرشتوں اور آسمانی کتابوں کو (بشمول قرآن) نکال دیا اور عقیدہ امامت اور عدل ان میں شامل کر لیا۔ یہ ایجاد بندہ اور بدترین جُرم ہے۔

۲۔ عقیدۂ توحید ائمہ اہل بیتؑ سے مروی تعلیم کے مطابق تو چنداں ناقص نہیں جیسے ہم نے اپنے شہرۂ آفاق رسالہ "شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات" میں دس حوالے دیئے ہیں اور موجودہ شرک کرنے والے شیعوں کو الزام دیا ہے۔ لیکن غالیوں کی روایات مثلاً خدا نے صرف بارہ اماموں کو پیدا کیا پھر کائنات کی تخلیق اور بندوبست، رزق رسانی، مشکل کشائی وغیرہا لاتعداد خدائی صفات و افعال ان کے سپرد کر دیئے اور غالی سبائیوں علیؓ کو خدا ماننے والے نصیریوں کی طرح شیخی العقیدہ اکثر شیعہ آج بھی عقیدہ رکھتے ہیں اور نعرۂ "یا علی مدد" ان کا ایجاد کردہ آج چل رہا ہے صرف شیعہ کی وہابی پارٹی اس کی مخالف ہے۔

۳۔ عقیدۂ رسالت بھی برائے نام ہے جب ہادی عالمین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دستِ مبارک پر شیعہ دس افراد بھی مومن مسلمان ہدایت یافتہ نہیں مانتے اور ہرگز نہیں مانتے۔ اور سب رسولوں سے اپنے اماموں کو افضل بتاتے ہیں جو نص قطعی کے بالکل خلاف ہے۔ صفاتِ نبوت پر قبضہ کے بعد لفظ نبی اور نبوت بھی انبیاءؑ کے لیے خاص نہ رہنے دیا گیا۔ مثلاً "کافی کتاب الحجۃ" میں باب ہے "کہ امام ہر بات میں مثلِ نبی ہوتا ہے۔ مگر اسے نبی کہنا مکروہ ہے"۔ نیز امام رضا کا فرمان ہے "ان الامامۃ هی منزلۃ الانبیاء (اصول کافی ج ۱ باب نادر فی فضل الامام) کہ امامت انبیاء کا درجہ و مرتبہ ہے"۔ شیعہ نے گویا زبان زدِ عوام یہ فقرہ "کہ شیعہ کے اعتقاد میں جبرئیلؑ وحی بھول کر علیؓ کے بجائے نبیؐ کے پاس لے آئے" سچ کر دکھایا ہے۔

۴۔ قیامت میں بعثت، مجازات اعمال کے لیے ہے کہ نیک و بد کو اچھا بُرا بدلہ ضرور ملے گا۔ مگر شیعوں نے یہ پاکیزہ عقیدہ بھی بگاڑ دیا ہے۔ ان کے پاپی اور گنہگار ترین فرد کا بھی عقیدہ یہ ہے کہ شیعہ قطعاً بخشا ہُوا ہے۔ حُبِّ علیؓ اور غم کا ایک آنسو نجات میں کافی ہے ان کا مقولہ ہے:

حب علی حسنة لاتضر معها سيئة	حبِّ علیؓ وہ نیکی ہے کہ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

ظاہر ہے کہ اس عقیدہ نے احکام شریعت کا خاتمہ کر دیا۔ خوفِ خدا اور تقویٰ کا کوئی معنیٰ ہی باقی نہ رہا۔

۵۔ عقیدۂ امامت تو کھلے بندوں ختمِ نبوت پر ڈاکہ ہے۔ جب نبوت کا ایک وصف بھی نہیں جو امام میں نہ پایا جاتا ہو اور امام کی اور امام کے متعلقین کی تعظیم نہ صرف نبی کی اور اس کے متعلقین کی تکریم سے زیادہ ہے بلکہ متعلقین نبوّت سے علانیہ تبرے ہیں۔ قرآن، تبلیغ، توحید، جہاد، منصب تعلیم و تزکیہ، صحابہ کرامؓ، خلفاء راشدینؓ، اہلِ بیتِ نبیؐ ازواجِ مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ، دامادگانؓ، سلمان خسرانِ محترمؓ بلکہ پوری امّت ہر ایک چیز پر طعن و تبرّا ہے تو شریعت و نبوت کا صفایا کرنے والی امامت کیسے اسلامی عقیدہ بن سکتی ہے جب کہ امام صادقؒ کا فرمان ہے:

ان الله عز وجل فرض على خلقه خمسا فرخص فى اربع ولم يرخص فى واحدة۔	کہ اللہ نے اپنی مخلوق پر ۵ ارکان فرض کیے ہیں چار (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) میں تو کرنے نہ کرنے کی چھٹی دے دی ہے مگر ایک (امامت) میں چھٹی نہیں دی۔ (اصول کافی ص ۲۲ ج ۲)

۶۔ رہا شیعہ کا مایہ ناز عقیدہ عدل، تو اس سے بڑا فراڈ اور دھوکہ دنیا میں کوئی نہیں کہ جو امام خُدائی کے مالک ہیں ان سے دوسروں نے امامت وخلافت چھین لی ۔ پھر خدا نے بھی وعدہ کے باوجود ان کی کوئی مدد نہ کی اور سب دُنیا غائب امام العصر کی تعلیم و ہدایت سے محروم ہو کر گمراہی پر وفات پا رہی ہے مگر خدا ان کی ہدایت کا بندو بست نہیں کرتا ؟

س ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵ : کا جواب بار بار ہو چکا ہے۔ بے فائدہ لفاظی اور بے ہودہ گردان ہے یہ لکھنا بالکل جھوٹ ہے کہ کتبِ فریقین سے صحیح روایات سے ثابت ہے کہ تدفین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے وقت سات مرد تھے۔ کاش اصحابِ ثلاثہ رض اپنا نمائندہ باقی چھوڑ جاتے ۔ اس جھوٹے کو اتنا معلوم نہیں کہ تدفین منگل کا دن گزار کر رات کو ہُوئی۔ جس فعل پر اعتراض ہے وہ صرف پیر کے دن گھنٹہ بھر میں ہو گیا تھا۔ پھر تاخیر کی وجہ صرف یہ ہے کہ ۳۳ ہزار مہاجرین وانصار رض، مرد و زن، قرب وجوار کے دیہاتی لاتعداد جنازہ پڑھنے آئے تھے۔ بیک وقت ایک امام کے پیچھے جنازہ نہ ہوا تھا۔ یہ خصوصیت پیغمبر ؐ تھی کہ میّت مبارک اپنی جگہ حجرۂ عائشہ رض میں رکھی رہے اور باری باری آکر لوگ بصُورت دُرود و دُعا جنازہ پڑھیں۔ حجرہ تنگ تھا۔ بمشکل دس آدمی بیک وقت آ سکتے تھے وہ پڑھ کر نکلتے تو دوسرے آ جاتے ۔ اس طرح تمام نفری تقریباً دو دن اور ایک رات میں جنازہ سے فارغ ہوئی۔ یہ ساری تفصیلات باحوالہ اصول کافی اور ابنِ سعد والبدایہ والنہایہ سے ہم "تحفہ امامیہ" میں نقل کر چکے ہیں۔

س ۸۶۶ : بھی بغضِ شیخین رض سے یاوہ گوئی ہے حضرت ابوبکر رض و عمر رض "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا مصداق نہ تھے کیونکہ ان کے قبائل کی کثرت والی لاٹھی نہ تھی ۔ یہ شوکت و طاقت خود رسولِ خدا نے، ان کا اعزاز و اکرام کر کے بنا دی تھی ۔

س ۸۶۷ : بعض اہلِ سنت کا خیال ہے کہ آل سے مراد اُمّت ہے پھر اُمّت پر صدقہ کیوں حرام نہیں ہے ؟

ج : آلِ نبیؐ اور اہلِ بیتِ رسُولؐ کے کئی اعتبار ہیں ۔ اُمّت تابع داری کے لحاظ سے آلِ رسُولؐ ہے مگر صدقہ کی حرمت صرف خونی رشتے کی وجہ سے ہے شیعہ تفسیر قمی ج۱ ص۱۰۵ پر ہے :

عن عمر بن یزید (؟) قال ابو	عمر بن یزید کہتے ہیں کہ امام صادق رح نے فرمایا۔ اللہ

عبداللہ انتم واللہ من ال محمد	کی قسم ! تم (اے عمر بن یزید اُمّتیو !) آلِ محمدؐ میں
فقلت من انفسھم جعلت	سے ہو۔ میں نے کہا ان کی جانوں میں سے؟
فداک ۔ قال نعم ۔ واللہ	میں آپ پر قربان جاؤں، امام نے فرمایا، اللہ کی
من انفسھم ثلاثا ثم	قسم (تین مرتبہ) تم ان کی جانوں سے ہو۔ پھر امام
نظر الی ونظرت الیہ	نے میری طرف دیکھا، میں نے ان کو دیکھا۔ پھر یہ
(فقرء ھذہ الأیۃ ۔)	آیت پڑھ کر سنائی ۔

"سب لوگوں سے زیادہ قریبی ابراہیمؑ کے ان کے تابعدار ہی ہیں اور یہ پیغمبر اور اس کے مومنین (صحابہ رض) ہیں اور اللہ ہی مومنوں کا ولی (کارساز اور مشکل کشا) ہے۔ (آلِ عمران پ۳ ع ۱۵)

قرآن میں جگہ جگہ آل فرعون کا لفظ اس کے پیروکاروں پر بولا گیا اور آل موسیٰ آل ہارون کا لفظ ان کی تابع دار پوری قوم بنی اسرائیل پر بولا گیا جو آپ کی اولاد میں سے نہیں۔ تو اس لحاظ سے پوری تابعدار اُمّت آلِ محمدؐ ہے اور درود و سلام ان سب کو پہنچتا ہے ۔

س ۸۶۸، ۸۶۹ : آلِ رسُول پر عبدالشکور لکھنوی کے ہاں درود ضروری نہیں ہے جبکہ حضرت عمر رض کا فرمان ہے۔ نماز، قرأت، تشہد اور درود بر آلِ رسُول کے سوا نہیں ہوتی۔ (عمل الیوم واللیلۃ) کس کی بات صحیح ہے ؟

ج ۔ ہم "ہم سنی کیوں ہیں ؟" میں باحوالہ بتلا چکے ہیں کہ نماز میں درود شریف سُنّت مؤکدہ ہے عمداً ترک گناہ ہے ۔ مگر فرض و واجب نہیں ہے کہ کبھی چھوٹ جانے سے نماز نہ ہو اور خود شیعہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (توضیح المسائل)۔ ———— حضرت عمر رض کی بات کمالِ نماز کے متعلق ہے مولانا عبدالشکور رح کی بات ادائیگی نماز کی بابت ہے تعارض نہیں ہے۔

سوال ۸۶۹ بھی رفع ہو گیا کہ شعبی کا نماز دہرانے کا فتویٰ بنا بر کمال ہے ۔

س ۸۷۰ کا جواب بھی ہو گیا۔ کہ حسنین رض پر خونی رشتہ کی وجہ سے صدقات حرام ہیں۔

فضائلِ علیؓ اور جعلی روایات

س ۸۷۱: حضورؐ نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم علیؓ کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام کہیں۔ کیا اصحابِ ثلاثہؓ کے لیے بھی ایسا حکم ہے؟ (ابنِ مردویہ از ابنِ بریدہؓ)

ج۔ ابن مردویہ مطبوع نہیں ہے۔ ماخذ کا حوالہ نہیں دیا سند بھی کچھ نہیں لہٰذا بے سروپا روایت قابلِ استدلال نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے لیے جب حضورؐ خلافت کی پیشین گوئی فرما گئے اور فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔ (ترمذی) تو لفظ امیر المومنین کہنے سے، عملی خلافت کے قیام کی منظوری زیادہ وزنی ہے۔

س ۸۷۲: شیخینؓ جب خود عہدِ نبوی میں آپؐ کے حکم سے السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر سنتِ اسلام ادا کرتے تھے (ارجح المطالب) تو حضرت عمرؓ نے اپنی ذات کو "امیر المؤمنین" کیوں کہلوایا؟

ج: یہاں سے پتہ چلا کہ شیخینؓ حضرت علیؓ کے محب و عقیدت مند تھے۔ اب جو ان کا دشمن ان پر علی دشمنی کا بہتان لگاتا ہے وہ خود مفتری کذاب اور بباطن دشمنِ علی ہے۔

نیز امیر المومنین آپ کا لقب تھا۔ حقیقتاً عہدہ خلافت نہ تھا۔ ورنہ عہدِ نبوّت میں آپ خلیفہ و امیر المومنین نہ تھے۔ پھر کیوں یہ بولا گیا۔

ارجح المطالب شیعہ کتاب ہے۔ روایت بے سند و بے حوالہ ہے۔ حجّت نہیں۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کو یہ لقب مسلمانوں نے دیا اور آپ کو پسند آ گیا۔ افسرانِ فوج عموماً امیر کے نام سے پکارے جاتے تھے کفارِ عرب آنحضرتؐ کو امیرِ مکّہ کہا کرتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ کو عراق میں لوگ امیر المومنین کہنے لگے۔ (مقدمہ ابنِ خلدون)

اسی عادت پر ایک دفعہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم نے مدینہ آ کر حضرت عمرؓ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا تو مشہور ہو گیا۔ (ادب المفرد للبخاری)۔ پھر خاص عہدہ کا نام سمجھا گیا۔

س ۸۷۳: دیلمی نے حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے: "علیؓ کا نام اس وقت سے امیر المومنین ہوا ہے کہ ابھی آدم روح اور جسد کے درمیان تھے"۔ پھر خدا نے ارواح سے خطاب کیا: "میں تمہارا خدا ہوں، محمدؐ تمہارے نبیؐ ہیں، علیؓ تمہارا امیر ہے کیا حضورؐ نے خدا کی طرف جھوٹی نسبت کی؟

ج۔ دیلمی چوتھی صدی کا حاطب اللیل ہے اور کمزور ترین روایت و کتاب والا ہے جو حجت نہیں۔ نیز ظاہر عقل بھی اسے جھوٹا بتاتی ہے کیونکہ خدا کی خدائی دائمی ہے اور کوئی خدا نہیں۔ رسالت و نبوت تا قیامت دائمی ہے اور کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ مگر امارتِ علیؓ عارضی ہے۔ نہ حضورؐ کے وقت تھی نہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد تھی کیونکہ شیعہ عقیدہ کے مطابق یکے بعد دیگرے گیارہ اور امیر و امام بنتے رہے تو حضرت علیؓ کی امارت کا خطاب تمام انسانوں کے لیے ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں درایت کے اعتبار سے بھی یہ روایت غلط ہے کیونکہ اس میں "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین" کا مقابلہ کر کے حضورؐ کی ختمِ نبوت اور خصوصیت کو مٹایا گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

س ۸۷۴: اگر حضورؐ نے یونہی منسوب کر دی تو پھر خدا کے اس عہد کا کیا ہو گا۔ "اگر رسولؐ کسی بات کو یونہی ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے"۔ (پ ۲۹ حاقہ)

ج: حضورؐ نے تو خدا کی طرف ایسی عقل و نقل کے خلاف بات منسوب ہی نہیں کی۔ ہاں جن کذاب راویوں نے بنا کر نسبت کی ان کے نام و نشان کی رگ خدا نے کاٹ ڈالی۔ جس کتاب میں یہ روایت ہے وہ "ضعاف اور موضوعات کا پلندہ" بن کر محدثین میں مشہور ہے۔

س ۸۷۵: جب خدا نے ارواح کے سامنے اپنا، اپنے رسولؐ کا اور ہمارے امیر کا کلمہ پڑھا ہے تو آپ لوگ کلمہ کے ساتھ ذکرِ امارت، ولایت اور امامت کو کیوں بُرا سمجھ کر خدا کی مخالفت کرتے ہو؟

ج: جھوٹے لوگوں کے دلائل بھی اسی طرح جھوٹے ہوتے ہیں جب گھڑنتو کلمہ ولایت نہ قرآن سے ملا، نہ حدیث نبویؐ سے، تو عالمِ ارواح کی بات بنا کر خدا کے ذمے لگا دی۔ اگر خدا

نے عالمِ ارواح میں یہ کلمہ پڑھا تھا تو اب جب عالم دنیا میں اپنا کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ، اپنے رسولؐ کا کلمہ محمد رسول اللّٰہ قرآن میں نازل فرما دیا تو خدا کو کیا ڈر لگ گیا یا وہ بھول گیا کہ علی ولی اللّٰہ، امیر المومنین، الامام علی کا کلمہ قرآن میں نہ اتارا اور "تمہارا امیر" کلمے کی سرپرستی سے محروم اور یتیم ہو گیا؟ شیعوں کو کچھ تو عقل و نقل سے بات کرنی چاہیئے۔ اور خدا پر بہتان باندھ کر بقول قرآن "ظالم ترین اور مفتری" نہ بننا چاہیئے۔ ہم تو خدا کے فرماں بردار ہیں۔ خدا کے مخالف اس پر بہتان باندھنے والے شیعہ ہی ہیں۔

س ۸۷۶: ابنِ عباس سے مرفوعاً مروی ہے یہ امیر المؤمنین، سیّد المسلمین، سفید منہ اور ہاتھ والوں کا قائد ہے قیامت کے دن یہ پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ (ابنِ مردویہ) کیا اس سے دوستی جنت کی ضمانت ہے یا نہیں؟

ج: فرضی دوستی اور بغضِ معاویہؓ کی وجہ سے طرف داری تو کسی چیز کی ضامن نہیں ہاں خدا و رسول اور شریعتِ محمدیہ پر کامل ایمان کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ کی پیروی موجب نجات ہے اور شیعہ اس سے یقیناً محروم ہیں۔ پھر یہ روایت جعلی ہے جو یکے از تین لاکھ ہے۔

موضوعاتِ کبیر صـ۱۶۹ پر ہے: کہ جو کچھ رافضیوں نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں روایتیں گھڑی ہیں وہ گنتی سے زائد ہیں۔ حافظ ابو یعلیٰؒ کہتے ہیں کہ خلیلی نے کتاب الارشاد میں فرمایا ہے رافضیوں نے حضرت علیؓ و اہل بیتؓ کے فضائل میں تقریباً تین لاکھ حدیثیں گھڑی ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اگر آپ ان کی روایتیں تلاش کریں گے تو ایسا ہی پائیں گے۔

س ۸۷۷: ایسی ہستی سے عداوت رکھنا جہنم کا امیدوار بننا ہے یا نہیں؟

ج: ایسی ہستی کو خدا کا شریک فی الصفات بنانا، قرآن کا سارق بنانا اور اس کے تمام ظاہری اعمال و عقائد میں مخالفت کرنا، جو شیعہ سبائیہ، غالیہ، اثنا عشریہ کا اصل مذہب ہے۔ یقیناً جہنم میں پہنچانا ہے۔ شیعوں کے سوا علیؓ کا دشمن کوئی نہیں ہو سکتا۔

س ۸۷۸، ۸۷۹: یقین اور شک میں سے کون سی چیز بہتر ہے۔ اگر شک بہتر ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کریں۔

ج: یقین بہتر ہے تبھی تو مسلمانوں کا کلمہ شہادتین، جو قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے یقیناً ثابت ہے، پڑھنا ہی یقیناً مسلمانی ہے اور شیعہ کا گھڑنتو کلمہ ولایت مشکوک ہے جسے پڑھنے ماننے سے یقینی محمدی اسلام حاصل نہیں ہو سکتا۔

س ۸۸۰: اگر یقین بہتر ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ حضرت علیؓ کی شخصیّت یقیناً مشترک و مسلّم ہے غیروں کو یہ شرف حاصل نہیں۔

ج: اہلِ سنّتِ نبی و اہلِ جماعتِ نبی مسلمانوں میں تو حضرت علیؓ کی شخصیّت مسلّم ہے مگر شیعہ کے ہاں ہرگز مسلّم نہیں، ورنہ وہ آپ کی تمام زندگی والا مذہب اپناتے اور خارجیوں کے ہاں بھی نہیں۔ لہٰذا عقل کا تقاضا یہ ہے کہ دین قرآن سے اور سنّتِ نبی سے اور مجموعہ جماعتِ نبی سے حاصل کیا جائے جن پر سب کو یقین ہے اور کوئی سب کا منکر نہیں اور خلفاء راشدینؓ پر حضرت علیؓ سمیت سب کو اعتماد تھا۔

س ۸۸۱: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے: "ذکرِ علی عبادت ہے"۔ کیا حضراتِ ثلاثہؓ کے ذکر کو رسول اللہؐ نے عبادت قرار دیا ہے؟

ج: پتہ چلا کہ حضرت عائشہؓ بھی علیؓ کی عقیدت مند تھیں۔ آپ سے بغض رکھنے والے کا منہ کالا ہو، عبادت صرف اللہ کی ہوتی ہے اور بار بار نام لینا اور وِرد و کثرت کرنا بھی اللہ کا حق ہے سینکڑوں مرتبہ قرآن میں آیا: "اے ایمان والو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو صبح بھی، شام بھی اور اس کی پاکی بیان کرو"۔ اوّل تو حدیث بے سند اور غیر ثابت ہے۔ بفرضِ تسلیم قابلِ تاویل ہے کہ ذکر سے مراد تذکرہ ہے اور عبادت سے مراد کارِ ثواب ہے یعنی حضرت علیؓ کا حال بیان کرنا کارِ ثواب ہے۔ تو اب یہ حضرت علیؓ کی خصوصیّت اور حصر والی بات نہ رہی۔ کہ بھنگی چرسی ملنگ، کلمہ و نماز تک نہ جاننے والے علی، علی کے ورد کرتے پھریں۔ کیونکہ خدا نے خلفاء ثلاثہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کا بشمول علیؓ قرآن میں عموماً ذکر فرمایا، حضورؐ نے مناقب میں ان کا بار بار ذکر فرمایا اور صحابہ کرامؓ نے بارہا ان کا تذکرہ خیر فرمایا اور یہ سب کے تذکرے کارِ خیر ہیں۔

س ۸۸۲: حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور کرم اللہ وجہہ آپ حضرات بھی جناب امیر کے ساتھ تحریر کرتے ہیں حضراتِ ثلاثہؓ کے نام کے ساتھ

یہ کیوں نہیں لکھا جاتا ؟

ج : پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور تمام سُنّی مسلمان حضرت علی رضؓ کے محب و عقیدت مند ہیں۔ خدا ان کے دشمنوں کو رسوا کرے عبادت کا مفہوم گزشتہ روایت میں بیان ہو چکا۔ کرم اللہ وجہہ کی شہرت اہلِ سنّت نے یوں کی کہ بگڑے ہوئے شیعہ (خارجیوں) نے جب آپ کو "سود اللہ وجہہ" اللہ علی رضؓ کا چہرہ سیاہ کرے (معاذ اللہ) کہنا شروع کیا تو سنّی مسلمانوں نے "کرم اللہ وجہہ"۔ اللہ علی رضؓ کے چہرے کو معزز بنائے۔ کہنا اپنا لیا اور اب تک کہتے ہیں۔ حضراتِ ثلاثہ رضؓ سے نہ کسی مسلمان نے دشمنی کی نہ ایسا بد دعائیہ کلمہ کہا تو ایسا جوابی لفظ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں خدا کا دیا ہوا تمغہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی۔ اب بھی ہم فخریہ استعمال کرتے ہیں۔

یہ حدیث النظر الی وجہ علی عبادۃ۔ بے اعتبار ہے کیونکہ اس میں حسن بن علی عدوی ہے جو کذاب اور دجال ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات للحافظ طاہر بن علی المقدسی المتوفی ۵۰۷ھ) تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ صـ۳۸۳ پر ہے : کہ ابوبکر صدیق رضؓ سے دو سندوں کے ساتھ مروی ہے ایک میں قاضی محمد جعفی اور اس کا شیخ محمد بن احمد بن مخزم ہے۔ ایک ان میں سے آفت (جھوٹی بلا) ہے اور دوسری سند میں ابوسعید عدوی (کذاب) ہے۔ حدیث عثمان رضؓ میں راوی مجہول ہے۔ حدیث ابن عباس رضؓ میں حمانی کی سند میں یزید بن ابی زیاد متروک ہے۔ اور ابوہریرہ رضؓ کی حدیث میں جو ابوسعید علوی سے مروی ہے چھ کتب میں تخریج ہے اور ہر سند ضعیف ہے۔

س ۸۸۳ : آپ حضرات کا اتنا عقیدہ ضرور ظاہر ہے کہ حضرت علی رضؓ سے محبّت کرنا جزو ایمان ہے۔ جب عالم الغیب ذاتِ خدا ہے کچھ لوگوں کی عداوت حضرت امیر رضؓ سے مشہور ہے تو پھر ظاہر چھوڑ کر محض قیاس سے دشمنانِ علی کی محبت کا اظہار کیوں کرتے اور اجتہاد کے تنکے کا سہارا دیتے ہو ؟

ج : شکر ہے کہ ہمارا محبت علی رضؓ کرنا بھی مان لیا۔ ہمارے ہاں عداوت میں مشہور شیعانِ علی اور خارجی ہیں ہم ان سے نہ محبت کرتے ہیں، نہ اجتہادی تنکا سہارا بناتے ہیں۔

س ۸۸۴ : انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔ مسلکِ اہلِ حدیث کے چند ناصبی ذہنوں میں موضوع ہے تو پھر شیخین کو علم کی دیواریں کیوں کہا جاتا ہے ؟

ج : تذکرۃ الموضوعات مع موضوعاتِ کبیر صـ۴۷ پر ہے۔ اسے ترمذی نے جامع میں روایت کیا ہے اور خود منکر کہا ہے اور سخاوی نے بھی ایسا کہا ہے کہ اس کی وجہ صحت کوئی نہیں ابنِ معین اسے جھوٹ اور بے اصل کہتے ہیں۔ اسی طرح ابوحاتم اور یحییٰ بن سعید نے کہا ہے۔ ابنِ جوزی نے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ ابن دقیق العید نے کہا۔ اسے محدثین نے ثابت نہیں کہا ہے ایک قول یہ ہے کہ باطل ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ثابت نہیں۔ حافظ عسقلانی نے ایک سوال کے جواب میں کہا صحیح نہیں ہے جیسے حاکم نے کہا حسن ہے موضوع نہیں ہے۔ جیسے ابن جوزی نے کہا ہے۔

س ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷ : کیا شہر کی چھت ہوتی ہے؟ عہدِ نبوی ﷺ میں ایسے شہر کا نام بتائیں۔ پھر "عثمان رضؓ علی رضؓ کے شہر کی چھت ہیں" کا کیا مطلب ہے ؟

ج : ان الفاظ کی بھی سنداً وہی حیثیت ہے جو پہلے جملے کی ہے مگر شہر کی چھت ہوتی ہے سورت حج میں ہے: "کتنے شہروں کو ہم نے تباہ کیا جو ظالم تھے اور وہ اپنی چھتوں پر گر پڑے ہیں" مکّہ اور مدینہ بھی چھتے ہوئے شہر تھے۔ چھت سے مکان کی حفاظت ہوتی ہے جب حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر کے چھت گرا دی گئی تو پھر تھوڑے ہی عرصہ میں شہر مدینہ مرکز خلافت سے محروم اور ویران ہو گیا۔ بلکہ لاکھ بھر مسلمان کٹ گئے۔ اور حضرت علی رضؓ بھی چھت گرنے سے محفوظ نہ رہے۔

س ۸۸۸ : تاریخ تذکرۃ الکرام صـ۲۳۹ میں ہے کہ حضرت عثمان رضؓ میں قوت فیصلہ تو مطلق تھی ہی نہیں۔ یہ خاصیّت حاکم کی خوبی ہے یا نہیں ؟

ج : یہ کتاب ہم نے نہیں دیکھی۔ سیاق و سباق سے کٹے ہوئے یہ الفاظ معتبر نہیں قوتِ فیصلہ یقیناً تھی تبھی تو سب خلفاء راشدین رضؓ سے زائد بارہ سال تک خلافت کی۔ نہ کسی مسلمان کا خون بہا، نہ فتوحات میں کمی آئی اور نہ کوئی باغی تا شہادت کسی شہر پر قابض ہو سکا بعد کے واقعات سب کو معلوم ہیں۔

س ۸۸۹ : تاریخ خلفاء کرام صـ۲۶۸ میں ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے بیت المال کی دولت اپنے اقرباء میں تقسیم کی۔ شریعت کے مطابق ہونے کی معقول وجہ بتائیں۔

ج۔ آپ نے مخالفوں کا سوال لے کر طعن بنا ڈالا جواب نہیں دیکھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہ دولت اپنی ذاتی کمائی سے دی تھی، بیت المال سے تو خود بھی بحیثیت خلیفہ ایک درہم نہ لیا۔ رشتہ داروں سے مروت وسلوک سُنّتِ نبویؐ ہے۔ یہی معقول وجہ خود حضرت عثمانؓ نے بتائی ہے۔ (تاریخِ اسلام ندوی ونجیب آبادی، طبری وغیرہ)۔

س ۸۹۰: ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دھمکی دے کر اقرارِ جرم کرایا، اور قصاص جاری کیا۔ حدیثِ رسولؐ سے ثابت کریں کہ دھمکا کر اقرارِ جرم کرانا جائز ہے؟

ج۔ قصاص حق العباد میں سے ہے۔ جب کامل گواہ نہ ملیں، قرائن سے جرم ثابت ہو رہا ہو مجرم ڈھیٹ بن کر اقرار نہ کرے تو کیا اسے چھوڑ دیا جائے گا؟ اور عہدِ نبوّت وحدیثِ نبویؐ سے بھی اس کی مثال ثابت ہے۔ جب حضرت علیؓ وزبیرؓ کو حضورؐ نے اس عورت کے تعاقب میں بھیجا تھا جو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کا خط (فتح مکہ کی اطلاع) لے کر مینڈھیوں میں گوندھ کر قریش کے پاس لے جا رہی تھی اور تلاشی کے باوجود اقرار نہ کرتی تھی تو حضرت علیؓ نے دھمکی دی تھی خط نکالو، ورنہ کپڑے اتار دیں گے۔ تب اس نے ڈر کر مینڈھیوں سے خط نکالا۔ یہ واقعہ تمام کتبِ تاریخ و سیر میں موجود ہے اور حضورؐ نے اسے پسند فرمایا۔ حدیث تقریری ہوئی۔

س ۸۹۱: سیرتِ فاروقؓ ص۲۳۷ پر حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ "کل جو میں نے بولا تھا وہ صحیح نہ تھا... الخ۔ کیا عمرؓ نے عمداً جھوٹ بولا یا تقیہ کیا تھا؟

ج: دونوں باتیں شیعوں کو مبارک ہوں جو ان کا فرضِ منصبی ہیں، اب خود ان کی تحریر سے پتہ چلا کہ جھوٹ اور تقیہ ایک جیسے ہیں اور کسی شخص کو الزام کسی ایک سے بھی دیا جا سکتا ہے۔ یہ قول اپنی ایک رائے اور سوچ کا پہلی رائے کے خلاف بتانا ہے اور مدبر و دانش ور لوگ صواب سے صواب ترین کی تلاش میں عمدہ رائے پا کر پہلی رائے یہی کہہ کر ختم کرتے ہیں۔ سُنّتِ نبویؐ تک میں اس کی مثال موجود ہے جب مسلمان حدیبیہ کے موقع پر عمرہ سے روک دیئے گئے اور قربانی کے جانور ذبح کر کے احرام کھولنا شاق گزرتا تھا تب حضورؐ نے فرمایا:۔

ولو استقبلت ما استدبرت ماسقت الهدی۔ (صحیحین)

جو رائے بعد میں ہوئی اگر پہلے ہی آ جاتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔

اور قرآن شریف میں ہے: تم کہو اگر میں آئندہ (غیب) کی بات جان لیتا تو یقیناً بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ چھوتی۔" (اعراف ع ۲۳)

س ۸۹۲: عدالتِ عمرؓ کے تحت شبلی نے ابوشحمہ کا واقعہ کیوں ذکر نہ کیا؟

ج: کچھ مؤرخین اسے درست نہیں جانتے چنانچہ ابن الجوزی نے سیرت العمرین میں اسے غیر صحیح کہا ہے۔ کچھ زیبِ داستان بناتے ہیں جیسے ابن ابی الحدید شیعی معتزلی نے نہج البلاغہ کی شرح میں حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے۔

تاریخِ اسلام ندوی ص۱۷۱ پر ہے: "اپنے بیٹے ابوشحمہ کو شراب پینے کے جرم میں اسّی (۸۰) کوڑے مارے۔ اس کے چند دنوں کے بعد وہ قضا کر گئے۔ (کتاب الخراج ص۶۶) حدّ میں مضروب مر بھی جائے تو ضارب پر تاوان نہیں۔ (مشکوٰۃ)۔

س ۸۹۳: اسلامی شریعت میں شراب کب حرام کی گئی؟

ج: ۴ھ میں۔ (تاریخ اسلام ندوی ص۴۰)

س ۸۹۴: حضرت عمرؓ نے اپنے فرزند کو کس جرم میں ہلاک کیا؟

ج: بعض مورخین کے نزدیک شراب نوشی کی شرعی حد ۸۰ دُرّے لگائی تو اسی سے وہ بیمار ہو کر چند دن بعد انتقال کر گئے۔ عمداً ہلاکت کا ارادہ نہ تھا۔ بحکم قرآنی، اقرب ترین پر بھی حد جاری کر کے عدل وانصاف کا ریکارڈ قائم کیا۔ اولاد کا گناہ باپ کی شان نہیں گھٹاتا جب کہ محدود پاک ہو جاتا ہے۔

س ۸۹۵: حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں عمرؓ کی طرف ان گنت غلطیاں منسوب کی ہیں۔ کیا قلتِ علم کی وجہ سے ہوئیں یا کسی اور وجہ سے؟

ج: بات کا بتنگڑ ہے۔ حوالہ مجہول ہے۔ ہم نے ازالۃ الخفاء عربی وفارسی کا حضرت عمرؓ کے متعلق سارا طویل باب پڑھا۔ قضا یا حدود، وراثت، قصاص، علم تصوف، فقہ وقانون میں لاتعداد مسائل اور جزئیات جمع کی گئی ہیں۔ کسی کو بھی غلط نہیں کہا۔ اسی مطالعہ کے دوران یہ دلچسپ کرامت ملی کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کو خواب میں حضورؐ نے یکے بعد دیگرے تین کھجوریں دیں جو بڑی لذیذ تھیں۔ صبح کو حضرت عمرؓ کے پیچھے آ کر نماز پڑھی۔ اس سے پہلے کہ حضرت علیؓ

عمرؓ کو اپنا خواب سناتے۔ ایک خاتون کھجوروں کا تھال لائیں۔ حضرت عمرؓ نے نمازیوں کو تقسیم کیں اور تین حضرت علیؓ کو دیں بڑی لذیذ تھیں حضرت علیؓ نے زیادہ خواہش کی تو حضرت عمرؓ نے مسکرا کر فرمایا اگر رسولِ خدا تم کو آج رات زیادہ دیتے تو میں بھی دیتا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

س ۸۹۶: مہر باندھنے کی ممانعت کے بارے میں ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ خلیفہ ہو کر قرآن سے ناواقف ہے تو عمرؓ نے جواب دیا۔ عمرؓ سے سب کا علم زیادہ ہے۔ کیا یہ کسرِ نفسی تھی یا حقیقت؟

ج: دروغ گوئی آپ پر ختم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ مہر کی ممانعت نہ کر رہے تھے۔ گرانی مہر کے خلاف تقریر کر رہے تھے۔ ایک عورت نے اُٹھ کر کہا۔ خدا تو فرماتا ہے واتیتم احدٰھن قنطارًا (کہ تم نے کسی بیوی کو ایک ڈھیر خزانہ مہر دیا ہو) تو ان سے کچھ نہ لو۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کی جرأت اور قرآن دانی کی قدر و ستائش کرتے ہوئے کہا کہ ایک عورت بھی قرآن کا علم زیادہ جانتی ہے۔ یہ کسرِ نفسی ہے۔ اور دوسروں کو قرآن فہمی پر اُبھارنا ہے ورنہ حقیقت تو وہ تھی جو صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ ابنِ مسعودؓ کہتے ہیں اگر عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور زمین کے تمام لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں۔ تو یقیناً عمرؓ کا علم ان کے علم سے بڑھ جائے گا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ علم کے ۹/۱۰ حصے عمرؓ کی وفات سے رخصت ہو گئے۔ (طبرانی فی الکبیر والحاکم)

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ سب لوگوں کا علم عمرؓ کی گود میں پڑا ہوا تھا۔

۳۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ پختگی اور عزم میں ہوشیاری اور علم میں اور بہادری میں حضرت عمرؓ کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ (طیوریات، تاریخ الخلفاء ص ۹۵)

سب سے آخری بات یہ ہے کہ اس خاتون کا حضرت عمرؓ سے مناقشہ بے محل تھا۔ کیونکہ آپ زیادتی مہر کو معاشرہ کے لیے نقصان دہ خیال کر کے کم کرنا اور قانون بنانا چاہتے تھے۔ نفس جواز کے منکر نہ تھے۔ جو قرآن میں مذکور اتفاقی صورت سے عورت بتانا چاہتی تھی۔

نوٹ: س ۸۹۷ سے ۹۱۹ تک غیر مسلموں کی عبارات سے حضرت علیؓ کی خلافتِ بلا فصل پر بے سر و پا خیالی استدلالات کیے ہیں۔ جھوٹے مذہب کے لیے محنت تو واقعی قابلِ

داد ہے مگر "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے" کا مصداق نتیجہ صفر اور ناکامی ہے۔ بھلا مسلمانوں کی کتاب قرآن شریف میں ان اماموں کا یا ان کی جعلی خلافت و امامت کا ایک لفظ تک نہ ہو، تو غیر مسلموں سے امداد وہی لے گا جو خود انہی کا نمائندہ ہو اور ان کے مذاہب میں ترمیم کر کے "مجموعہ معجونِ مرکب" اسلام کے لیبل سے تیار کر دکھائے۔ شیعہ مذہب کے سب عقائد و اعمال تمام ادیانِ باطلہ وغیرہ سے لے کر مرتب کیے گئے ہیں۔

س ۸۹۷: بائبل میں ایلیا سے مراد کون ہے؟

ج: اللہ کی ذات مراد ہے۔

س ۸۹۸: اسے نوٹ بک آف اولڈ..... آف بائبل ج ۱ میں لکھا ہے کہ لفظ ایلیا یا ایلی اللہ کے معنیٰ میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ مستقبل کی یا آخری وقت کی کوئی "ایلیا ایلی" نامی ہستی مراد ہے۔

ج۔ جب بائبل خود محرف ہے تو اس پر کسی کے نوٹ بک کیا حجت ہو سکتے ہیں۔ قرآن شریف میں عبرانی لفظ "اسرائیل" بارہا استعمال ہوا ہے۔ تمام مفسرین اسلام اسے یعقوب علیہ السلام کا لقب قرار دے کر اسر بمعنی بندہ اور ایل بمعنی اللہ۔ یعنی "اللہ کا بندہ" ترجمہ کرتے ہیں۔ ایلیا اور ایلی اس کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ حضرت علیؓ مراد نہیں ہیں۔

حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے خلفاء نبی آخر الزمان ہونے پر خود قرآن شاہد ہے۔

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں آپ کے ساتھی کافروں پر سخت آپس میں مہربان ہیں..... ان کی یہ صفت تورات میں اور انجیل میں ہے۔ جیسے کھیتی اپنا پودا نکالے۔ پھر اسے مضبوط کرے پھر وہ موٹا ہو جائے اور ٹہنی پر کھڑا ہو جائے۔ کسانوں کو اچھا لگتا ہے تاکہ خدا کافروں کو ان (صحابہؓ) کے ذریعے جلائے۔ (پ ۲۶ ع ۱۲) یہ خلفائے ثلاثہ کی شوکت و قوت اور فتوحات کی ہی بحوالہ بائبل ترجمانی ہے۔

س ۸۹۹: کرشن مہاراج کی دُعا سے استدلال۔ (رسالہ کرشن بنتی)

تجھے اس کا واسطہ جو اہلی ہے جو سنسار کے سب سے بڑے مندر میں کالے پتھر کے نزدیک اپنا چمکار دکھلائے گا تو میری بنتی سُن..... الخ۔

ج : کرشن مہاراج تو کافر ہو کر خدا کو پکارے اور اس سے دُعا مانگے۔ مگر آج کا شیعہ علی، سب پکار و دُعا حضرت علیؓ سے کرے ؟ یہ کرشن ۵ ہزار برس پہلے ہو گزرا ہے اور سومنات کے بڑے مندر میں پوجے جانے والے اھلی بت کے واسطے سے دُعا مانگتا ہے جب کہ بیت اللہ ابھی آباد نہ ہوا تھا۔ (کیونکہ اسے تو آج سے ۳۵۰۰ برس پہلے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السّلام نے آباد کیا اور وہ مندر نہیں کہلاتا۔ کعبۃ اللہ اور بیت اللہ کہلاتا ہے۔ اسے بت خانہ تو حال کے بعض ہندی شاعروں نے اس لیے کہا کہ عہدِ نبوّت سے کچھ پہلے اس میں اپنے خیال میں نیک بزرگوں کی یادگاریں اور بت بنا کر رکھ دیئے گئے تھے۔ آھلی بت کو علیؓ بنا لینا اور اسے باعث تکوین ارض و سما قرار دینا "بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آنے والی" بات ہے۔ ہندو پیشوا اپنے خیال کے کسی بزرگ کو باعثِ تکوین کائنات قرار دیتا اور دُعا مانگتا ہے۔

س ۹۰۰ : پھر کرشن جی کس پیارے کے پیارے کے نام کی قسم پکار رہے ہیں۔ آھلی یہ نام حضرت علیؓ کا ہے یا خلفاء ثلاثہؓ میں سے کسی کا ؟

ج : یہ ہندوؤں کا پیشوا کیا نبی تھا کہ اسے بذریعہ وحی ہزاروں سال قبل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے خدا کے پیارے ہونے کی اطلاع دی گئی ؟ اگر نبی نہیں تھا تو اسے اسلامی شخصیات کا علم کیسے ہُوا ؟ اور اس کی بات کتنی معتبر ہے جو بغیر کسی صراحت کے محض آخری لفظی دیکھ کر آھلی بت کو علیؓ بنا لیا اور اسے پیاروں کا پیارا کہہ کر اپنا مطلب نکال لیا۔ خوش فہمی یا بد دیانتی کی انتہا ہو گئی ہے۔

س ۹۰۱ : دنیا کے سب سے بڑے عبادت خانے میں کالے پتھر کے نزدیک کس کی پیدائش ہوئی ؟

ج : شیعہ مشہور کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی ہُوئی۔ مگر تا ہنوز ۱۹۸۴ء ہم نے کسی معتبر تاریخ میں یہ نہیں پڑھا دیکھا پھر یہ اشکال سے خالی نہیں ہے۔ شیعہ کعبہ کو بت خانہ اور مندر کہہ رہے ہیں۔ کیا آپ کی والدہ کسی بت کی نذر و منت یا بچہ جنم دینے وہاں چلی گئیں ؟ یا اگر وہ اسے محترم پاکیزہ بیت اللہ اور مقدس کعبہ مانتی تھیں تو کیا عقل کسی بھی درجے میں گوارا کر سکتی ہے کہ کوئی خاتون مجمع سے بھرے رہنے والے اس مقدس گھر میں بچہ جننے چلی

جائے اور نفاس کی گندگی سے اسے ملوث کرے اور اسے موجود لوگوں سے شرم و حجاب بھی نہ آئے آخر کعبۃ اللہ مقام طواف اور عبادت خانہ تھا، زچہ بچہ کا سنٹر تو نہ تھا ؟

س ۹۰۲ : حضورؐ نے روزِ خیبر یہ کس کے حق میں فرمایا "کل میں عَلَم ایسے مرد کو دوں گا جو کرار غیر فرار خدا اور رسولؐ کا محب و محبوب ہوگا۔ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا۔"

ج : حضرت علیؓ کے حق میں شکر ہے کہ آپ کے جھوٹے دلائل کے انبار سے ایک سُچّا موتی بھی نکل آیا۔ محترم یہ دعائے نبوّت کا نتیجہ تھا اور اعجازِ رسالت تھا۔ امامت کا کرشمہ نہ تھا۔ ورنہ اپنے عہدِ امامت میں کیوں ایک گز زمین بھی فتح نہ ہوئی۔ کاش آپ رسولؐ خدا کا بھی کوئی کارنامہ تو تسلیم کرتے۔

س ۹۰۳ : کتاب ناگر ساگر میں لفظ "ایلا" ہے۔ اس کا مطلب ہے بڑے اونچے درجے والا اور آہل۔ آہلی یا آلی بھی اسی سے نکلا ہے جیسے عربی میں کہتے ہیں۔ اعلیٰ، عالی، علی تعالیٰ۔ جواب دیں کہ لفظ ایلا کی یہ تشریح کیا ثابت نہیں کرتی کہ کرشن مہاراج نے اپنی فریاد میں حضرت علیؓ سے مدد کی درخواست کی ہے ؟

ج : اس سے ایلا بمعنی اللہ کے اعلیٰ، عالی اور بزرگ ہونے کی تائید ہوئی اور یہ خدا کے نام ہیں خواہ مخواہ مشرکانہ ذہنیت سے اللہ کے بجائے علی مراد لینا سخن سازی ہے۔

س ۹۰۴ : جب حق غیر مسلموں کے قلم و زبان سے جاری ہوا تو مسلمان "یا علی مدد" پر کیوں معترض ہیں ؟

ج : کیونکہ قرآن شریف نے ایّاک نستعین فرما کر منع کر دیا اور فانصرنا علی القوم الکافرین۔ (اے اللہ کافروں پر ہمیں مدد نصیب فرما) کی تعلیم دی۔ تعجب ہے کہ کرشن مہاراج پہلے خدا سے دُعا مانگ رہے تھے۔ اب علیؓ سے مانگنے لگے کیا شیعہ کرشن جی کے مذہب پر مشرک اور ہندو ہیں ؟

پھر حق یہی مشرکانہ نعرہ ہے جو غیر مسلم لگاتے ہیں ؟ مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ حق پڑھ کر مسلمان نہیں ہوتے۔ شیعو! تمہارا غلو اور بدعقیدہ تمہیں کافروں سے ملا چکا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :

سکھ یہودی اور عیسائی - ہندو شیعہ بھائی بھائی

س ۹۰۵ : قدیم عبرانی زبور میں حضرت داؤد علیہ السّلام کی یہ دُعا درج ہے:
اس ذاتِ گرامی کی اطاعت کرنا واجب ہے جس کا نام "ایلی" ہے جسے حدار کہتے ہیں جو بے کسوں کا سہارا، شیر ببر اور کعبہ میں پیدا ہونے والا ہے کیا اس کا مصداق حضرت علیؓ کے سوا کوئی اور ہے؟

ج : حوالہ ناقص ہے بصورتِ تسلیم خدا کی ذات مراد ہے جس کی حمد و مناجات سے زبور بھری پڑی ہے۔ وہی بے کسوں کا سہارا ہے اور قوت میں اسے شیر سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ سمجھانے کے لیے غیر محسوس واعلیٰ کی محسوس وادنیٰ سے تشبیہ درست ہے۔ وہی حدار (طاقتور) ہے اور خانہ کعبہ سے اس کی توحید کا ظہور ہونے والا تھا۔ اگر حضرت علیؓ مراد ہوں تو پھر سوال ہوگا کیا حضرت داؤد علیہ السّلام علیؓ کو خدا مانتے ہیں یا اپنا رسُول مانتے تھے جو اس ذاتِ گرامی کی اطاعت اپنے لیے واجب جانتے تھے؟ معلوم ہوا شیعوں نے دُعا میں تحریف کر دی ہے۔

س ۹۰۶ : اس ایلی کا دامن پکڑنا اور فرمانبرداری میں رہنا ہر شخص پر فرض ہے۔ (فرمان داؤد علیہ السّلام)

ج : وہی پہلی بات ہے۔ پہلا جواب کافی ہے کہ خدا کی ذات مراد ہے۔

س ۹۰۷ : میری جان اور میرے جسم کا تو ایک وہی سہارا ہے۔ (دعائے داؤدؑ)

ج : خدا کی ذات مراد لے رہے ہیں۔ قرآن میں ہے: انہ اوّاب، کہ داؤدؑ خدا کی طرف بہت رجوع کرتے تھے۔ (ص)
اور سورت انبیاؑ میں ہے کہ (ابراہیم، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، ذوالکفل، ادریس یونس، یحییٰ علیہم السّلام)

اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَھَبًا وَکَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ۔ (پ۱۷ ع۶)	کہ سب انبیاؑ دوڑ دوڑ کر نیکیاں کرتے اور شوق و ڈر کے ساتھ دعائیں ہم سے ہی مانگتے تھے اور ہمارے ہی آگے جھکتے تھے۔

اہلِ سنّت نے تو قرآن پر اور حضرت داؤدؑ کے عملِ توحید پر کان دھر لیا ہے۔

س ۹۰۸، ۹۰۹ : بھی نصِ قطعی سے دفع ہو گئے۔ کیونکہ حضرت داؤدؑ یہ شرک نہ کرتے تھے کہ شیعوں کی طرح حضرت علیؓ کو اولیٰ بالتصرف مانیں اور نہ حضرت علیؓ انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں کیونکہ علیؓ کو افضل الانبیاء یا اولیٰ بالتصرف (شریک خدا) ماننے کی مشرکانہ تعلیم کسی پیغمبر نے نہیں دی۔ خدا کا ارشاد ہے:

وَلَا یَأْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا۔ اَیَأْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ.... الخ (پ۳، ع۱۶)	کوئی پیغمبر تمھیں یہ حکم نہ دے گا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو اپنے حاجت روا و مشکل کشا بنا لو کیا وہ تمھیں کفر کا حکم دے گا؟

س ۹۱۰ : بھی جھوٹا ثابت ہوا۔ کیونکہ ولایت علیؓ کا تذکرہ (کتب شیعہ کے سوا) کسی بھی دین و شریعت میں نہیں ہے۔ شیعوں نے غلو سے یہ عقیدہ بنایا اور دیگر مذاہب کی کتابوں سے بھی جھوٹے حوالے بنانے لگے۔

س ۹۱۱ مہاتما بدھ کی دُعا (بدھ یوگیا) سے استدلال:
اے پیاروں کے پیارے! اے ایلیا! اے سب پر غالب آنے والے آ اپنا جلوہ دکھا، میری دستگیری کر، اے پرآتما کے شیر دُنیا کی لومڑیاں مجھے کھانا چاہتی ہیں تجھے اسکی قسم جس کا تو دست و بازو ہے، تجھے اس کی قسم جس کی شکتی تیرے اندر ہے۔ میری مشکل کشائی کر کر تیرا وعدہ ہے کہ مصیبت پر پہنچوں گا۔ اب امداد کا وقت ہے آ جلدی آ ورنہ میں برباد ہو جاؤں گا۔ تیرا نام وہ ہے جو پرآتما کا ہے۔ (بدھ گیان ص۵۴)

ج : اس میں کوئی صراحت حضرت علیؓ کی یا آپ کے کمالات کی نہیں ہے بریکٹ میں ایسے الفاظ کا اضافہ اپنے شیعی ذہن کا عکس ہے۔ قائل کی مراد نہیں ہے معمولی فرق سے یہ سب خدا کی صفتیں ہیں۔ بدھ صاحب خدا کو ہی پکار رہے ہیں۔ ورنہ سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے بدھ سے کب اور کہاں وعدہ کیا تھا کہ میں تیری مصیبت پر امداد کروں گا۔ خلافت کے غصب پر اپنی امداد نہ کر سکے۔ فدک چھین جانے پر خاتونِ جنتؓ کی امداد نہ کر سکے۔ حضرت حسینؓ کی مصیبت عظمیٰ پر اپنی اولادِ مظلوم کی کچھ امداد نہ کی۔ اب جنگ کے

شکار اور مصیبت میں گرفتار ایران بلائے ایمان کی امداد نہیں کی۔ مگر بدھ صاحب کی مشکل کشائی ہوگئی۔ ان دیو مالائی داستانوں کا کوئی تُک بھی ہے جبکہ خدا بار بار فرماتا اور وعدہ کرتا ہے:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (پ۲۴ ع ۱۱) لوگو! تم مجھے پکارو میں تمہاری دُعا منظور کروں گا۔

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ (پ۲ ع ۷) میں ہی دعا گو کی دُعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

اب قرآن جھٹلا کر ہم گوتم بدھ کی پیروی کریں۔ خدا کا در چھوڑ کر حضرت علیؓ سے استمداد کریں تو کیا ہم مسلمان رہ جائیں گے؟ الغرض نہ تو استمداد علویہ قدیم کتب سے ثابت ہے۔ نہ نادِ علیؓ کا وردِ معتبر سُنّی کتب میں ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰؓ کو ہم مافوق الاسباب مشکل کشا اور شریکِ خدا نہیں مان سکتے۔

س ۹۱۲: بھی اسی طرح خیالی استدلال ہے وہ خدا ہی کو کہ رہے ہیں۔

"میرے پیارے تو سب کچھ ہے اور میں تیرے بغیر کچھ بھی نہیں تو سب کچھ دیکھ رہا ہے سب حال تیرے سامنے ہے۔ میری تکلیفوں کا تجھے علم ہے تو ہی ان کو دُور کر سکتا ہے۔"

کیونکہ خدا اور رسُول کی تعلیم سے ہی ایک سچّا مسلمان ۱؎ لاحول ولا قوۃ الا باللہ (اللہ کی طاقت و امداد کے بغیر ہم کچھ نہیں) ۲؎ الا کنا علیکم شھودًا اذ تفیضون فیہ (تم کسی بھی کام میں ہو ہم تمہارا حال دیکھتے ہیں) ۳؎ ھو السمیع البصیر (وہی ہر ایک کی سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔) ۴؎ اللہ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْھَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ۔ (اللہ ہی تم کو مصیبت سے اور ہر دکھ سے چھڑاتا ہے پھر تم شرک کرنے لگتے ہو۔) پڑھتا ہے۔

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ بلاشبہ ہم نے تورات کے بعد زبور میں بھی

اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ یہ لکھ دیا ہے کہ زمین خاص کے وارث میرے

الصّٰلِحُوْنَ۔ (پ۱۷، الانبیاء) نیک بندے ہوں گے۔

موجودہ زبور ۳۷ بائبل عہد نامہ قدیم مطبوعہ لدھیانہ ص۱۹۹ پر ہے:

"لیکن وے جو خدا کے منتظر ہیں زمین کو میراث میں لیں گے لیکن وہ جو حلیم ہیں زمین کے وارث ہوں گے جن پر اس کی برکت ہے زمین کے وارث ہوں گے۔" تاریخ شاہد

ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں شام و بیت المقدس کی زمین فتح ہوئی اور اہلِ کتاب نے خلیفہ کو خود بلا کر انہی صفات میں دیکھا جو ان کی کتب میں لکھی تھیں اور بلا جنگ چابیاں آپ کے حوالے کر دیں۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کا ملک رہے گا۔ یہودی قبضہ و فتنہ عارضی ہے۔ خود کتب شیعہ میں یہ پیشین گوئی موجود ہے۔ حضرت رسُولِ خدا نے قریشیوں کو کہا تم کو حکم دیتا ہوں بت پرستی چھوڑ دو اور میری بات مانو۔ جس کی طرف تم کو بلاتا ہوں تاکہ تم عرب کے بادشاہ بن جاؤ اور عجم کے لوگ تمہارے محکوم ہو جائیں اور بہشت میں بھی تم کو بادشاہی ملے گی۔ (حیات القلوب ص$\frac{265}{ج2}$) یہ یقینی اور متفقہ بات ہے کہ عربوں نے بت پرستی چھوڑی۔ توحید قبول کی۔ فرمانِ رسول سچا نکلا وہ عرب و عجم کے وارث اور بادشاہ بنے اور جنتی بھی ضرور ہوئے۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی و معاویہ رضی اللہ عنہم کی حقانیت و خلافت پر واضح دلیل ہے۔

س ۹۱۳: کا جھوٹا ہونا سابق تفصیل سے اظہر من الشمس ہوگیا۔

اب موصوف انگریز مؤرخین سے خلافتِ علوی پر استمداد طلب کرتے ہیں۔

س ۹۱۴: لائف آف محمد اینڈ ہز سکسسرز میں ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ امیدوار علیؓ تھے جن کا سب سے زیادہ فطری حق تھا۔

ج: غیر مسلم کی یہ بات تو اُلٹا طعن پیدا کرتی ہے کیونکہ کسی عہدہ کی امید و لالچ آج بھی اچھی نہیں سمجھی جاتی اور فرمانِ نبوی ہے: "کہ ہم ان کو امیر بناتے ہی نہیں جو امیدوار ہوں"... "فطری حق دار ترین" کہنا ایک دنیا داری ہے ورنہ خود حضورؐ نے اس حق سے آپ کو کیوں محروم رکھا کہ نہ مصلّٰی پر کھڑا کیا نہ آپ کی پیروی کا مسلمانوں کو حکم دیا۔

س ۹۱۵: مسٹر جان ڈیوٹ پوٹ کے خطبہ غدیر سے استدلال۔

ج: خطبہ غدیر کے الفاظ و مضمون، ثقہ مسلمانوں کی روایت سے اگر ملیں تو مستند و قابلِ اعتبار ہوں گے ورنہ ایک کافر کی نقل اور پھر تحریف مسلمانوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے؟ اس خطبہ کا حاصل حضرت علیؓ سے طعن رفع کرنا، اپنا محبوب اور مسلمانوں کا محبوب کہنا اور پھر مسلمانوں کا مبارک بادی دینا ہے جو عہدِ نبوت، عہدِ خلافت اور تا ہنوز و تا قیامت حضرت علیؓ کا

کا عہدہ رہا اور رہے گا۔ اسے خلافت سے ذرا تعلق نہیں جو صرف ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک شیعوں کو مطلوب ہے اور حضرت علیؓ نے اپنی خلافت پر کسی تاریخ اور حدیث صحیح کی روشنی میں۔ اس خطبہ سے استدلال نہیں کیا نہ لوگوں کی اطاعتِ پیغمبرؐ اور وفاداری پر شک کیا۔ اب غیر مسلموں کی امداد سے یہ پروپیگنڈہ "مدعی سُست گواہ چُست" کا کردار ادا کرنا ہے۔

س ۹۱۶: سپرٹ آف اسلام میں خطبہ غدیر سے حضرت علیؓ کی ولی عہدی پر استدلال ظنی ہے۔ اس کے جواب میں سابق تقریر کافی ہے۔

س ۹۱۷: سپرٹ آف اسلام کے مصنف سٹیڈ لاٹ کی رائے یہ ہے "اگر تخت نشینی کا اصول جناب علیؓ کے موافق ابتدا سے تسلیم کر لیا جاتا تو وہ برباد کن جھگڑے نہ ہوتے جنھوں نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا۔ جوابی تبصرہ کریں۔

ج: عقلاً اور نقلاً بالکل غلط بات ہے۔ خلفاء ثلاثہ کے انتخاب پر اور عہد حکومت میں کوئی جھگڑا اور خونریزی ہوئی ہی نہیں۔ حضرت علیؓ کے دور میں قاتلینِ عثمان کی سازش سے سب کچھ ہوا۔ شیعہ جب تمام مسلمانوں کو حضرت علیؓ کا حاسد و دشمن مانتے ہیں؟ تو بالفرض حضرت علیؓ برسر اقتدار آ ہی جاتے تو کیا ضمانت ہے کہ مسلمانوں پر لشکر کشی نہ کرتے یا ان کا مخالف کوئی نہ اٹھتا؟ (ہم یہ شیعہ اصول سے انگریز مورخ کا خیال غلط ثابت کر رہے ہیں۔ ورنہ سُنّی اصول اور صحابہ کرامؓ کا مومنانہ کردار و سلوک حضرت علیؓ کی حکومت کو بھی اسی طرح کامیاب بناتا جیسے خلفاء ثلاثہؓ کے زریں دور کو کامیاب کر چکا۔)

س ۹۱۸: جنرل ہسٹری از فریزر ٹیلر ص ۲۲۹ پر ہے:

"حضرت محمدؐ نے اپنے داماد علیؓ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر آپ کے خسر ابوبکرؓ نے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر خلافت پر قبضہ کر لیا۔" کیا شیعوں نے اسے رشوت دی تھی؟

ج: بکواس محض اور بالکل خلاف عقل و نقل ہے مسلمانوں کی متضاد آرار کو معلوم کر چکنے کے بعد دشمن بغیر رشوت لیے بھی اپنی لگائی بجھائی سے مسلمانوں کو لڑانا چاہتا ہے خصوصاً جب کہ خلفاء ثلاثہؓ نے ان کے رومی ممالک فتح کر کے اسلامی قلمرو میں داخل کر دیئے تو انھوں نے ان کے خلاف غصہ نکالا مگر غضب اور تعجب تو یہ ہے کہ شیعہ نے ان کی بات مان لی اور خدا و رسولؐ

اور ۱۰۰ بر سب مسلمانوں کی بات ردّ کر دی۔

س ۹۱۹: مسٹر ایڈورڈ گبن، عروج و زوال سلطنت روم کے ص ۹۳۸ پر لکھتے ہیں: "اگر علیؓ جو مستحق خلافت تھے بعد از رسُول مقرر کر دیئے جاتے تو اسلام اپنے خون میں نہ نہاتا۔"

ج۔ محض وہم و خیال ہے۔ تردید سوال ۹۱۷ میں ہو چکی ہے۔ کتاب کا نام ہی بتاتا ہے کہ فاتحِ روم مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد سے جل کر لکھی ہے۔ لہٰذا ان کی کوئی بات مسلمانوں پر حجت نہیں ہو سکتی۔ مناسب ہے کہ دشمن کی گواہی سے خلفاء راشدینؓ کی عظمت بتائی جائے۔

خُلفاء ثلاثہؓ کو غیر مُسلموں کا خراجِ تحسین

عیسائی فاضل گاڈفری ہینگس اپنی کتاب "اپالوجی فار محمدؐ" میں لکھتا ہے:

۱۔ بخلاف محمدؐ کے اوّل مریدوں کے کہ بجز اس کے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ اور افسر فوجِ اسلام مقرر ہوئے تو اس زمانہ میں جو کچھ انھوں نے کام کیے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں اوّل درجہ کی لیاقتیں تھیں اور غالباً ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکہ کھا جاتے"۔۔۔۔ الخ۔

یہ ذی وجاہت مریدانِ اوّل خلفاء ثلاثہؓ کو ہی خراجِ تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

۲۔ مشہور انگریز مورخ گبن نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

"کہ پہلے چاروں خلیفوں کے اطوار یکساں اور ضرب المثل تھے اور ان کی سرگرمی اور دلی اخلاص کے ساتھ تھی اور ثروت و اختیار پا کر بھی انھوں نے اپنی عمریں ادائے فرائض اخلاقی و مذہبی میں صرف کیں۔ پس یہی لوگ محمدؐ کے ابتدائی جلسہ میں شریک تھے جو بیشتر اس سے کہ اس نے اقتدار حاصل کیا یعنی تلوار پکڑی اس کے جانب دار ہو گئے۔ یعنی ایسے وقت میں کہ وہ ہدف آزار ہوا اور جان بچا کر اپنے ملک سے چلا گیا۔ اور ان کے اوّل ہی اوّل تبدیل مذہب کرنے سے ان کی سچائی ثابت ہوتی ہے اور دنیا کی سلطنتوں کو فتح کرنے سے ان کی لیاقت کی قوت معلوم ہوتی ہے"۔

ایک غیر مسلم تو خلفاء اربعہؓ کی صفات و کمالات سے اسلام کی سچائی ثابت کر رہا ہے مگر

مسلمانوں کا گھریلو دشمن ان کی کردار کشی کر کے اسلام کو جھٹلاتا رہتا ہے۔

۳۔ سر ولیم میور اپنی کتاب "ازلی خلافت" میں لکھتے ہیں:

"آخر دم تک ابوبکرؓ کے دل و دماغ کی صفائی اور طاقت کا مطلع مکدّر نہ ہونے پایا۔"

ابوبکرؓ میں عزیمت اور استقلال کی کچھ کمی نہیں ہوتی تھی۔ اسامہؓ کے زیر کمان فوج روانہ کرنا اور مشرک قوموں کے برخلاف مدینے کو محفوظ رکھنا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ آپ تن تنہا تھے اور چاروں طرف گویا ایک کالی گھٹا چھا رہی تھی اس جرأت اور عزم کا شاہد ہے جو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے میں اور زیادہ کارآمد ثابت ہوا۔ ابوبکرؓ کی قوت کا راز وہ ایمانِ راسخ تھا جو آپ حضرت محمدؐ پر لائے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خلیفہ خدا مت کہو میں رسولِ خدا کا خلیفہ ہوں۔ آپ کو ہمیشہ یہی سوال مدنظر رہتا تھا کہ حضرت محمدؐ کا کیا حکم تھا یا اس وقت وہ ہوتے تو کیا کرتے۔ اس سوال کے جواب پر عمل کرتے وقت آپ سر مو تجاوز نہ کرتے تھے اور اس طرح پر آپ نے شرک اور بت پرستی کو پامال کر دیا اور اسلام کی بنیاد استوار قائم فرمائی آپ کا عہد مختصر تھا مگر رسول اللہؐ کے بعد اور کوئی ایسا نہیں ہوا جس کا اسلام کو ان سے زیادہ ممنون اور مرہونِ احسان ہونا چاہیئے۔ ابوبکرؓ کے دل میں رسول اکرمؐ کا اعتقاد نہایت راسخ طور پر متمکن تھا اور یہی عقیدہ خود رسولِ اکرمؐ کے خلوص اور سچائی کی ایک زبردست شہادت ہے ..... الخ۔ یہی مورخ حضرت عمرؓ کے متعلق لکھتا ہے:

"رسولؐ اللہ کے بعد سلطنتِ اسلام میں سب سے بڑے شخص عمرؓ تھے کیونکہ یہ انہی کی دانائی اور استقلال کا ثمرہ تھا کہ ان دس سال کے عرصے میں شام اور مصر اور فارس کے علاقے جن پر اس وقت سے اسلام کا قبضہ آرہا ہے تسخیر ہو گئے ..... آپ نے ہی جنگِ بدر کے خاتمہ پر یہ صلاح دی تھی کہ تمام قیدیوں کو تہ تیغ کیا جائے لیکن عمر اور رتبہ نے ان کے مزاج کی تندی اور درشتی کو مبدل بہ حلم کر دیا تھا۔ عدل و انصاف ان میں بحدّ کمال تھا۔ فوج کے سرداروں اور گورنروں کا انتخاب آپ نے بلا رُو و رعایت کیا اور مغیرہؓ و عمارؓ کو چھوڑ کر سب کا تقرر نہایت مناسب اور موزوں ہوا۔ یہ تین متعصب مگر ذی علم عیسائی مؤرخوں کے حوالہ جات کا خلاصہ ہم نے آیات بینات از مولانا نواب مہدی علی خاں سے لیا ہے۔ (بحوالہ مباحثہ مکیر باامام اہل سنتؒ)

س ۹۲۰: مذہب صحیح وہی ہو سکتا ہے جس میں نیک و بد کا امتیاز ہو، اگر مذہب سنّیہ میں صحابہؓ پر تنقید کی پابندی ہے تو یہ عقلاً قابلِ قبول نہیں۔

ج: نیک و بد کا امتیاز یہاں موجود ہے کہ سب سے بڑی نیکی رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر ایمان اور آپؐ کی زیارت ہے۔ اس نیکی والا صحابی ہو کر اتنا بڑا درجہ پالیتا ہے کہ بعد کی کوئی ہستی یہ درجہ نہیں پاسکتی تو مذہبِ سُنّیہ کسی بعد والے کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ ان عظیم نیکوں پر تنقید کرے جب یہ پابندی عام مسلمان کے حق میں ہے اپنے والدین، اساتذہ و مربی کے حق میں اخلاقاً بھی ہے تو بعد از انبیاءؑ، تمام لوگوں سے افضل صحابۂ کرام کو یہ حق کیوں شرعاً حاصل نہ ہو کہ کوئی ان پر تنقید نہ کر سکے اور ان کا بدگو ذلیل و خوار ہو۔ ہاں شیعہ عقیدہ میں نیک و بد اور سابق و لاحق کا فرق نہیں ہے۔ وہ معاذ اللہ اپنے غیر صحابی اماموں کو سیّدۃ النساء فاطمہؓ سے بھی افضل کہتے ہیں بلکہ ان کو انبیاءؑ سے بھی بڑھا دیتے ہیں۔ برائے نام شیعہ کہلانے والے فاسقوں کو قطعی جنتی اور اولیاء کبارؒ سے بھی افضل مانتے ہیں اور محرم کے ماتمی کو سال بھر کے تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے پاک اعتقاد کرتے ہیں۔

س ۹۲۱: جب دین کا مشن حق و باطل میں تفریق ہے تو تنقید کے بغیر یہ فرق کیسے معلوم ہوگا؟

ج: کیا صحابہ کرامؓ کی غیبت و بدگوئی ان پر اتہام بازی اور دشنام طرازی ہی حق و باطل میں فرق کرنے کا معیار ہے؟ جھوٹے صرف اصحابِؓ محمدؐ ہی ہیں؟ (معاذ اللہ) اور سچے صرف دروغ گو بدعمل علانیہ فاسق و عیاش نام نہاد شیعانِ علی ہیں؟ کیا حق و باطل میں تفریق کا یہ مشن اپنے شیعوں میں بھی چلایا ہے؟ اور ان کا سچ جھوٹ بھی کبھی علیحدہ علیحدہ کیا ہے؟ اگر اپنی قوم کے بارے میں تمہاری زبانیں گنگ ہیں تو اصحابِؓ محمدؐ کے بارے میں تمہاری تبرّا باز زبانوں پر تالے ہم لگائیں گے۔ کاش کہ با اثر سُنّی مسلمان یہ فرض ادا کریں تو تبرائی فتنہ ختم ہو جائے۔

س ۹۲۲: سورت فاتحہ میں ہے "سیدھی راہ پر چلا۔ گمراہوں اور مغضوب علیہم سے بچا"، جب نقد و جرح پر پابندی ہے تو صراطِ مستقیم کیسے متعین ہوگا؟

ج: باتفاق مفسرین ضالین سے مراد عیسائی ہیں جو عقیدت میں غالی ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ کو نورٌ من نور اللہ، جزوِ خدا اور ابن اللہ اور خدائی صفات والا مان لیا۔ مغضوب علیہم سے

مراد باتفاق مفسرین یہودی ہیں جو دشمنی اور نفرت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے کہ حضرت موسیٰؑ و عزیرؑ کے حق میں تو مشرکانہ عقائد بنا لیے مگر حضرت عیسیٰؑ کو نبی تو کجا حلال زادہ بھی تسلیم نہیں کیا۔ اب صراطِ مستقیم وہی ہوگا۔ جو رسولِ خدا اور صحابہ و اہلِ بیتؓ کے متعلق افراط و تفریط سے پاک ہوگا۔ سب کو علیٰ فرق المراتب نیک، حلال زادہ اور اپنا محبوب پیشوا جانے گا۔ اور یہ صراطِ مستقیم مذہبِ اہل سنت ہی ہے۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ کی عادتیں رکھنے والا خارجی یا شیعہ صراطِ مستقیم سے محروم ہوگا اور یہ وضاحت خود علی المرتضیٰؓ نے خطبہ نہج البلاغہ سیھلک فی صنفان میں کر دی۔ دشمن کی مخالفانہ گواہی اور سگے کی بنا بر قربت صفائی کسی قانون میں معتبر نہیں ہے۔

س ۹۲۳: آپ صحابہ کرامؓ پر تنقید کو صحبتِ پیغمبرؐ پر اعتراض جانتے ہیں تو پھر آغوشِ رسولؐ کی تربیت کا کیا مقام و درجہ ہوگا؟

ج: واقعی جیسے اولاد کی بدگوئی باپ کو دُکھ دیتی ہے اسی طرح صحابہؓ پر تنقید رسولِ خداؐ کی مجلس و تربیت پر اعتراض ہے، ہم آغوشِ نبوت میں تربیت کو بھی بڑا اونچا مقام دیتے ہیں۔ سب صحابہؓ نے آپؐ کی آغوش میں ہی تربیت پائی اور وہی روحانی اولاد تھی تو ان پر طعن گویا براہِ راست ذاتِ نبوت پر طعن ہے۔ جو شیعوں کا مشن ہے۔

س ۹۲۴: قرآن کی وہ آیت بتائیں کہ ہر صحابی سے نیک گمان ضروری ہے۔

ج: اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو یقیناً کچھ گمان گناہ ہیں۔ کسی کے خفیہ عیب تلاش نہ کرو اور پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو۔) پ ۲۶

ہم بتا چکے ہیں جب بدظنی ممنوع اور بدگوئی حرام ہے تو نہی کا خلاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تو صحابہؓ سے نیک گمان اور نیکیوں کا پرچار ضروری ہوا۔

س ۹۲۵: مخلصین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل سے کتابِ خدا بھری ہوئی ہے۔ احادیث میں ان کے مناقب درج ہیں ہم شیعوں کا عقیدہ ہے جو اصحابِ صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب کا انکار کرے۔ وہ موذی خدا و رسولؐ ہے مردود اور احسان فراموش ہے پھر ہم پر اصحاب دشمنی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟

ج: آپ کے والد مرحوم کو آفرین! اب ایک تو سچی اور مسلمانوں والی بات کہی، یہی کچھ ہم کہتے ہیں اور آپ سے کہلوانا چاہتے ہیں۔ اپنی بات کو مخلص مومن کی طرح سچ کر دکھائیے اور بدگوئی صحابہؓ میں سینکڑوں صفحات کا اپنا اور دیگر مؤلفین شیعہ کا لٹریچر دریا بُرد کرائیے۔ ورنہ یہ بات منافقت اور مکاری ہوگی آپ پر صحابہؓ دشمنی کا الزام اسی وجہ سے لگتا ہے کہ آپ لفظ مخلص کی آڑ میں صرف چار یا پانچ اصحابِ علیؓ کو بزعمِ خود اچھا جانتے، باقی سوا لاکھ سب اصحابِ رسولؐ کو بُرا بھلا کہتے اور لکھتے رہتے ہیں۔ جب ہم معلوم النفاق لوگوں کو صحابی مانتے ہی نہیں آپ کو بھی پورا پورا اختیار دیتے ہیں کہ دو سُنّی دو شیعہ معتبر مفسروں کی صراحت سے منافقوں کی فہرست الگ نکال لیں۔ باقی سب کو مخلص صحابہؓ مان کر مسلمانوں سے جنگ و جدال چھوڑ دیں مگر آپ ہماری معقول پیش کش کو ٹھکرا دیتے ہیں اور بدستور چند صحابہؓ کے علاوہ سب کی بدگوئی اور غیبت میں رطب اللسان رہتے ہیں تو ہم آپ پر صحابہؓ دشمنی کا الزام نہ لگائیں تو کیا کریں؟

س ۹۲۶: ہمارے خلاف الزام ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں ہے کہ سوائے تین چار اصحابؓ کے باقی سارے مُرتد ہو گئے۔ وہ تمام روایات شیعہ اصول کے مطابق صحیح ثابت کی جائیں؟

ج: اخبار آحاد میں یہ مطالبۂ صحت کیا جاتا ہے۔ متواترہ میں نہیں۔ ارتداد والی روایات کو آپ کے ثقہ ترین علماء نے متواتر (لفظاً و معناً) کہا ہے۔ علامہ مامقانی تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۱۶ میں کہتے ہیں:۔

علی ان اخبارنا قد تواترت بانہ ارتد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع الناس بنقض البیعۃ اِلا ثلثۃ او اربعۃ او خمسۃ (معاذاللہ)	علاوہ ازیں ہم شیعوں کی روایات اس بات پر متواتر ہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ صحابہؓ کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے۔ (معاذاللہ)

پھر آپ کا یہی عقیدہ بھی ہے کہ صرف چار صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت ناخوشی سے کی۔ یہ ارتداد سے بچ گئے اور باقی سب برضا و رغبت بیعت کرنے سے معاذاللہ مرتد ہو گئے

احتجاجِ طبرسی ص۸۴ ج۱ میں ہے:-

ما من الامۃ احد بایع مکرھا غیر علی و اربعتنا۔ — حضرت علیؓ اور ہمارے چار مخلص صحابیوں کے سوا ایک بھی نہیں جس نے ابوبکرؓ کی بیعت خوشی سے نہ کی ہو۔

کافی باب قلۃ المومنین، باب التقیہ، رجال کشی، حیات القلوب، حق الیقین، بحار الانوار وغیرھا سب کتابوں میں یہ روایات ہیں۔ علماء شیعہ نے ان کو کبھی ضعیف یا غیر معتبر نہیں کہا بلکہ صحیح کہا ہے تو ہم یہ الزام لگانے میں سچے ہیں کہ شیعہ تمام اصحابِ رسولؐ کے دشمن ہیں۔ جن کو وہ مومن کہتے ہیں وہ صحابی رسولؐ کی حیثیت سے نہیں بلکہ بعد ارتداد دوبارہ امامتِ علیؓ پر ایمان لانے کی وجہ سے ان کو مومن و مسلمان جانتے ہیں۔ اور علیؓ کا شاگرد مانتے ہیں۔

س ۹۲۷: کیا ان کا مطلب بطور محاورہ، قلّت کا اظہار نہ لیا جائے گا؟

ج: جب آپ کا عقیدہ ہی اس تعداد پر ہے تو محاورہ سے معنیٰ اخذ نہ ہوگا۔ لفظ اپنے لغوی معنی پر حقیقۃً دال ہوگا۔

س ۹۲۸: کیا شیعہ صحابہؓ سے بدگمانی ان کو محبوبِ رسولؐ اور دوستِ علیؓ سمجھ کر رکھتے ہیں یا نافرمانِ رسولؐ اور دشمنِ امیر جان کر؟

ج: نصوصِ قطعیہ کے مقابل یہ شیعوں کا گمان و اعتقاد حجت نہیں۔ دشمنِ اسلام و خدا ابوجہل بھی حضورؐ اور صحابہؓ سے دشمنی ان کو خدا اور دینِ ابراہیم کا دشمن سمجھ کر رکھتا تھا، اور اپنے عقیدہ کی حقانیت پر یقین کی وجہ سے ہی اس نے کعبہ شریف کا غلاف پکڑ کر آہ وزاری سے یہ دعا کی تھی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (پ ۹، ع ۱۸) — اے اللہ! اگر یہ پیغمبر تیری طرف سے سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب لے آ۔

نیز قرآن میں ایسے مخلص بداعتقادوں کو مردود کہا گیا ہے:-

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ (پ۱۶، ع ۳) — وہ لوگ جن کی کمائی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ دل سے سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

س ۹۲۹: کیا شیعوں نے رسولؐ و آلِ رسول کی محبّت معیارِ عقیدت بنا کر غلطی کی ہے؟

ج: حضرت رسولؐ سے شیعوں کی محبّت؟ اس سے بڑا دنیا میں کوئی جھوٹ نہیں۔ ورنہ ازواجِ مطہراتِ رسولؐ اور بناتِ طاہراتِ رسولؐ، خلفاء و اصحابِ رسولؐ کو یہ نام نہاد شیعانِ علی گالیاں نہ بکا کرتے۔ آلِ رسولؐ سے محبّت کا دعوٰی ضرور ہے مگر معیارِ عقیدت سمجھنے میں زبردست غلطی کی ہے۔ تمام اصحابِ رسولؐ کو تو آلِ رسول کا دشمن مان لیا۔ حالانکہ انھوں نے اہلِ بیتؓ کو گود میں پالا، وظائف دیے، ہر لحاظ سے ناز برداری کی، ان کے خلاف انگلی تک نہ ہلائی اور صحابہ کرامؓ کے دشمن ان مصری، کوفی، بصری سبائیوں کو اشتر نخعی جیسے ان کے لیڈروں کو محبِ آلِ رسول مان لیا جنھوں نے اہلِ بیتؓ کے خون سے بلا واسطہ یا بالواسطہ ہاتھ رنگے، مسلسل نافرمانی کی اور اہلِ بیتؓ کو بدنام کر کے چھوڑا۔ شیعوں کی تاریخ کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ انھوں نے اہلِ بیتؓ کشی اور صحابہؓ کی کردار کشی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

س ۹۳۰: ابوبکرؓ نے عاملِ صدقاتِ نبویؐ مالک بن نویرہ کے قتل کا قصاص نہ لیا اور مرتدوں کے خلاف جنگ کی، شیعہ پر اعتراض کیوں؟

ج: یہاں ابوبکرؓ دشمنی اور بددیانتی سے طعن کیا گیا ہے۔ ورنہ مالک بن نویرہ نے حضورؐ کی وفات پر خوشی منائی اور کہا اچھا ہوا اس سے جان چھوٹ گئی اور جمع کردہ زکوٰۃ و صدقات اپنے پاس رکھ لی۔ سجاح نامی مرتدہ کے ساتھ ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہونے لگا۔ پھر عورت سے تو الگ ہوگیا مگر حضرت خالد بن ولیدؓ سے مقابلہ ہوگیا۔ گرفتار ہوا تو بار بار یہ کہتا تھا تمہارے صاحب نے یوں کہا، پیغمبرؐ کی نسبت اپنی طرف نہیں کرتا تھا۔ حضرت خالدؓ کو غصّہ آیا کہ حضورؐ تمہارے کچھ نہیں لگتے؟ اسی دوران حضرت ضرار بن الازور نے ان کو قتل کر دیا۔ کیونکہ یہ سب علامات و قرائن ارتداد کی ہی تھیں مگر حضرت ابوقتادہؓ کو یہ قتل اس لیے ناپسند آیا کہ ان کے خیال میں مالک کی بستی سے اذان کی آواز آئی تھی جب کہ دیگر صحابہؓ نے اس کی نفی کی۔ جب حضرت ابوقتادہؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو جا کر شکایت کی تو آپ نے ڈانٹا کہ بلا اجازت امیر آ گئے اور وہ بھی ان کے خلاف

شکایت کرنے، بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تحقیق کی تو مالک کا ارتداد ثابت ہوگیا۔ تو خالدؓ سے قصاص نہ لیا۔ بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ کو حضرت خالدؓ نے قتل نہیں کرایا۔ بلکہ وہ تحقیق حال کے لیے ضرار بن ازورؓ کی حراست میں تھے کہ دھوکے سے رات کے وقت ضرارؓ کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ سب تفصیل تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ص۲۳۹ تا ص۲۴۲ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تحفہ اثنا عشریہ ص۵۴۶ اردو پر اسی طعن کے جواب میں ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سنی تھی تو مالک بن نویرہ کی عورتوں نے مہندی لگائی تھی اور دف نوازی کرکے لوازم فرحت و شادی ادا کیے تھے اور اہل اسلام پر ہنستے تھے۔ (یہ ارتداد کی نشانی تھی۔)

استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت خالدؓ کو ابوبکرؓ نے لشکروں پر امیر مقرر کیا سو ان کے ہاتھ پر اللہ نے یمامہ وغیرہ فتح کرائے اور اکثر مرتد ان کے ہاتھ پر قتل ہوئے جن میں مسیلمہ کذاب اور مالک بن نویرہ بھی تھے۔ الغرض حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی مسلمان کو قتل نہیں کیا بحکم قرآن صرف مرتدوں کو کیا۔ جب کہ شیعہ مرتدوں، کافروں کے طرف دار ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ و صحابہ کرامؓ کے ویری دشمن ہیں۔ وہ معافی کے قابل نہیں۔

س ۹۳۱: خالد بن ولیدؓ نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے کیا سلوک کیا اور حکومت نے اس کے خلاف کیا کارروائی کی؟

ج: مرتدہ تھی تو باندی بنالیا پھر مسلمان ہوئی تو شادی کرلی کیونکہ وہ خاوند سے مطلقہ تھی اور اسیر تھی تو ایک طہر کی عدت گزر چکی تھی اس سے نکاح حلال تھا۔ یہ مذہب تمام فقہائے اہل سنّت کا ہے تاریخوں میں شادی کے قصّہ کے ساتھ یہ ختم عدّت بھی لکھی ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۵۴۷)۔ بالفرض مالک کو مرتد نہ سمجھا جائے مگر امارات دیکھ کر خالدؓ نے تو مرتد سمجھا اور قصاص شبہ سے جاتا رہا اور حضرت ابوبکرؓ نے دیت بیت المال سے ادا کردی۔

مالک کے بھائی متمم بن نویرہ نے بھائی کے مرتد ہونے کی بار بار شہادت دی۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ اپنے دورِ حکومت میں خالدؓ سے قصاص لینے سے باز آگئے۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص۵۴۹)

س ۹۳۲: اگر شیعوں نے یہ کہا کہ صحابہؓ مرتد ہوگئے تو غزالیؒ نے سر العالمین میں یہ لکھا ہے۔

ج: پتہ چلا کہ آپ صحابہ کرامؓ کو مرتد مانتے ہیں۔ تبھی تو غزالیؒ کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں اور پہلی صفائی محض منافقت اور مکاری تھی۔ یہ رسالہ امام غزالیؒ کا نہیں ہے کسی رافضی نے تصنیف کرکے امام غزالیؒ کے نام لگا دیا ہے۔ تحفہ میں کید ۲۱ میں شاہ صاحبؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ص۷۶۔

س ۹۳۳: فقہ جعفریہ کو بغیر تائید حکومت کیوں برتری حاصل ہے کہ امام اعظمؒ نے کہا ہے میں نے امام جعفرؒ سے بہتر فقیہہ نہیں دیکھا۔

ج: آپ نے اقرار کرلیا کہ شیعہ فقہ جعفریہ پر کسی حکومت نے عمل نہیں کیا۔ نہ یہ کسی شیعہ ملک میں ابھی تک نافذ ہوئی۔ یہی اس کے بے قدر اور غیر مؤید ہونے کی دلیل ہے ہم تو اسے تعلیمات جعفری مانتے ہی نہیں، نہ شیعہ اس کی جزئیات امام جعفر صادقؒ سے روایت کرتے ہیں بلکہ یہ تو چھٹی، آٹھویں صدی کے فقہاء شیعہ کی دماغی کاوش ہے کہ انھوں نے کچھ ان روایات سے استنباط کی ہے جو حضرت جعفرؒ کی طرف شیعوں نے منسوب کی ہیں جیسے چاروں فقہاء اہل سنّت نے احادیث نبویہؐ میں غور و خوض کرکے اپنی اپنی فقہ مستنبط کی ہے گویا حضرت صادقؒ صاحب روایت و محدث تھے صاحب مذہب فقیہہ نہ تھے۔ ورنہ سب زندگی مدینہ منورہ رہے اہل مدینہ یا ایک گروہ مذہب جعفری کا قائل و پابند ہوتا۔ حضرت امام اعظمؒ نے آپ کی یہ تعریف ایک "سمجھ دار عالم" کہہ کر کی ہے اور معاصرین ایسی تعریفیں کرتے ہی ہیں۔ خود حضرت جعفر صادقؒ نے امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

س ۹۳۴، ۹۳۵: کیا اہل سنت نماز غیر عربی زبان میں پڑھنا جائز کہتے ہیں؟ اگر نہیں تو نکاح مسنون کے صیغے عربی میں ادا کرنے پر کیا ضد ہے؟

ج: نماز عبادت ہے۔ اس کی قرأت، دعائیں وغیرہ سب ماثورہ ہیں، عربی میں ادا کرنا ضروری ہیں جب کہ نکاح ایک عقد و معاہدہ ہے جیسے خرید و فروخت کا عقد ہوتا ہے اس میں الفاظ اپنی انشاء اور ایجاد فعل کے ہوتے ہیں۔ طرفین کا ان کو جاننا سمجھنا ضروری ہے۔ ہر کوئی عربی نہیں جانتا لہٰذا اپنی اپنی زبان میں ایجاب و قبول درست ہے۔ مرغی کی تکبیر بھی ماثور

ہے اس پر عقد کا قیاس نہ ہوگا۔

س ۹۳۶: جب دین میں جبر و اکراہ نہیں تو جبری طلاق کیوں ہو جاتی ہے؟

ج: سب اہلِ سنّت کا یہ مسئلہ نہیں صرف حنفیہ کے ہاں جبری طلاق ہو جاتی ہے۔ اگرچہ جابر گناہ گار اور قابلِ سزا ہے۔ امامِ اعظم ابو حنیفہؒ حتی الامکان مسلمان کی بات کو سچا قرار دیتے ہیں جب کسی پر دباؤ ڈالا گیا کہ یا بیوی کو طلاق دو ورنہ تمہارا مال غصب ہوگا یا بے عزتی ہوگی۔ ماریں گے وغیرہ۔ تو اس شخص کے لیے دو راستے ہیں وہ ایک اپنی مرضی سے اختیار کرے گا۔ اگر بیوی اختیار کرے گا تو غصبِ مال، بے عزتی اسے گوارا ہے۔ اگر اسے مال اور عزت پسند ہے اور اسے بچا کر بیوی چھوڑ دیتا ہے تو اپنی مرضی کی ہے طلاق واقع ہوگئی۔ کیونکہ اذا طلقتم النساء عام ہے۔ جبری صورت کا استثنا نہیں ہے۔

س ۹۳۷ بھی اس سے حل ہوگیا کہ شیعہ مذہب میں خواتین کی عزت کا تحفظ ہے ہی نہیں وہ بکاؤ مال ہے۔ کرایہ دار ہو کر متعہ کرائے۔ عقدِ عارضی میں گرفتار ہو۔ گواہ تو شرط نہیں۔ جو شخص چاہے کسی عورت پر قبضہ کر کے بیوی بنا لے اپنی موطوءہ (باندی) برائے جماع کسی کو دے دے یا اپنے پاس ہی رکھے مگر وطی کسی اور کو حلال کر دے۔ غرضیکہ عورت عصمت فروشی اور عیاشی و آشنائی کا بہترین ذریعہ ہے تبھی تو اوباش نوجوان اور عورتیں اس مذہب کو ترجیح دیتی ہیں۔

فقہ حنفیہ میں طلاق جبری کا فائدہ اس صورت میں نظر آتا ہے کہ بنصِ قرآنی عاقلہ بالغہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے کہ نکاح کرنے کی نسبت اس کی طرف ہے (حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ) بعض دفعہ عورت خاندان کی عزت کو بٹہ لگا کر فرار ہو جاتی ہے تو بغیر ولی نکاح کر لیتی ہے۔ اب اگر جبری طلاق کی شق نہ ہو تو عورت کا خاندان ہمیشہ کے لیے بدنام ہوگا اور عورت دشمنی کا ذریعہ بنی رہے گی۔ جبری طلاق سے خرابی دُور ہو جائے گی۔

س ۹۳۸: نکاح جیسا اہم معاہدہ صرف (تجھے) طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہنے سے کیسے ٹوٹ جاتا ہے عہدِ رسالتؐ و ابوبکرؓ میں یہ رواج ثابت کیجئے؟

ج: یہ معاہدہ زبانی اقرار، قَبِلْتُ وَتَزَوَّجْتُ (میں نے قبول کر لی) سے ہی بنا تھا۔ اب زبانی طلاق سے ہی ختم ہوگا۔ تمام معاہدات اسی زبان کے چلنے سے ہی بنتے بگڑتے ہیں۔ عہدِ

رسالتؐ میں بھی تین طلاقیں پڑ جاتی تھیں تفصیل سوال ۴۱۰، ۴۱۱ میں دیکھیں۔

س ۹۳۹: صحیح مسلم کی ابنِ عباسؓ والی روایت کا جواب وہیں ہو چکا ہے۔

س ۹۴۰: کا جواب بھی ہوگیا کہ عقلی تقاضا ہے کہ معاہدہ نکاح تین سیکنڈ میں قائم ہوا تھا۔ تو تین سیکنڈ میں طلاق کے ذریعے ختم ہو۔ کیونکہ تعمیر کی بہ نسبت تخریب جلدی ہوتی ہے۔ ہمارے دین نے اس کا تحفظ یوں کیا ہے کہ اسے ناپسندیدہ ترین کام کیا ہے اور بلاوجہ طلاق دینے والا مجرم ہے۔

شیعوں کا جلوس دیکھنے سے تو طلاق نہیں پڑتی ہاں جلوس و بازار کی رونق متعائی حسیناؤں کا نظارہ یہ دعوت ضرور دیتا ہے کہ چار دیواری میں پابند منکوحات کو چھوڑ کر آزاد ممتوں کے پاس آجاؤ یہ دونوں جہان کی جنت ہیں۔ عشرہ محرم ۱۴۰۶ھ کے تمام اخبارات نے ملک کی نامور اداکاروں ایکٹرسوں اور پیشہ ور مغنیہ طوائفوں کی رنگین تصاویر شائع کی ہیں جن میں وہ تعزیہ، علَم، ضریح اور دُلدل کی تعظیم اور پرستش کر رہی ہیں۔ واقعی شیعہ مذہب کی تبلیغ کا سب سے بڑا ہتھیار یہی عورتیں ہیں۔

س ۹۴۱: غزالیؒ نے حقوق الانسان ص ۱۷۲ میں لکھا ہے کہ جمہور فقہاء نے حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی پیروی کر کے اس طلاق کی صحت کا فتویٰ دیا ہے حالانکہ سنّتِ پیغمبرؐ اس کے خلاف تھی۔

ج: نبی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے عمرؓ نہ تھے۔ مگر سنّتِ پیغمبرؐ یہی تھی۔ بخاری باب من اجاز طلاق الثلاث کی احادیث پڑھ لیجئے۔ سیاق و سباق کے بغیر غزالیؒ کی عبارت قابلِ تاویل ہے۔

س ۹۴۲: جو اجتہاد حضورؐ کی سنّت کے خلاف ہوگا۔ کیا اسے مان کر بھی آپ اہلِ سنّت کہلائیں گے؟

ج: اجتہاد کی خاص شرائط ہیں جو اجتہاد شرائط کے اندر ہو بظاہر الفاظ کے خلاف ہو، مگر روحِ سنّت کے خلاف نہ ہو اہلِ سنّت کے ہاں وہ بھی درست ہوگا۔ مثلاً حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا تھا کہ فلاں قبطی غلام کو قتل کر دو کہ اس پر حرمِ پاک میں خیانت کا الزام ہے جب حضرت علیؓ قتل کرنے گئے وہ بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا اور ننگا ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اس کا مقطوع عضو دیکھ کر تلوار نیام میں کر لی کہ الزام جھوٹا ثابت ہوا۔ اب یہ اجتہاد ظاہر حکم کے خلاف تھا مگر

الامام صاحب ابی حنیفہؒ۔ ۲۲۔ محمد بن ادریس الامام الشافعی المتوفیٰ ۲۰۴ھ۔ ۲۳۔ الامام مالک بن انسؒ صاحب الموطا المتوفیٰ ۱۷۹ھ۔ ۲۴۔ الامام احمد بن حنبل بغدادیؒ المتوفیٰ ۲۴۰ھ۔ ۲۵۔ ابوجعفر محمد بن علی بن حسینؒ الباقر المدنی ثقہ امام المتوفیٰ ۱۱۴ھ رحمہم اللہ اجمعین۔

س ۹۴۸: صحاح ستہ کے علاوہ مزید ۴۰ کتابوں کی فہرست شائع فرمائیں جو حجت ہوں اور ۳۰۰ سال پہلے کی تحریر ہوں۔

ج: کتب احادیث: ۱۔ صحیح ابن حبان، ۲۔ موارد الظمآن، ۳۔ مستدرک حاکم مع تصحیح الذہبی تنہا حجت نہیں، ۴۔ مسند احمد متکلم فیہ احادیث کے سوا، ۵۔ مؤطا امام مالک، ۶۔ سنن رزین، ۷۔ شرح معانی الآثار للطحاوی، ۸۔ مشکوٰۃ المصابیح، ۹۔ جمع الفوائد، ۱۰۔ ریاض الصالحین، ۱۱۔ مجمع الزوائد مع تضعیف و توثیق رجال، ۱۲۔ زاد المعاد، ۱۳۔ اعلام الموقعین، ۱۴۔ جامع الاصول من احادیث الرسولؐ، ۱۵۔ فتح الباری لابن حجر، ۱۶۔ عمدۃ القاری للعینی، ۱۷۔ صحیح ابوعوانہ للاسفرائینی، ۱۸۔ مسند ابوداؤد طیالسی، ۱۹۔ سنن الکبریٰ بیہقی، ۲۰۔ شمائل ترمذی، ۲۱۔ تخریج الزیلعی علی احادیث الہدایہ یعنی نصب الرایہ، ان کے حجت ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر احادیث صحیح و حجت ہیں اگر بعض متکلم فیہ یا مجروح ہوں تو استدلال نہ ہوگا۔

کتب فقہ: ۲۲۔ امام محمدؒ کی کتب ظاہر الروایۃ، ۲۳۔ کتاب الام للشافعی، ۲۴۔ المدونۃ الکبریٰ علی فقہ الامام مالک، ۲۵۔ مغنی ابن قدامہ علی فقہ الامام احمد بن حنبلؒ، ۲۶۔ کتاب المبسوط للسرخسی، ۲۷۔ ہدایہ للمرغینانی، ۲۸۔ البدائع والصنائع، ۲۹۔ فتح القدیر لابن ہمام، ۳۰۔ فتاوٰی عالمگیری۔

کتب تفسیر: ۳۱۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۳۲۔ تفسیر ابن کثیرؒ، ۳۳۔ تفسیر مدارک، ۳۴۔ روح المعانی، ۳۵۔ تفسیر جلالین۔

کتب تاریخ و رجال: ۳۶۔ طبقات ابن سعد المتوفیٰ ۲۳۰ھ، ۳۷۔ کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم المتوفیٰ ۳۲۷ھ، ۳۸۔ تاریخ الامم والملوک للطبری المتوفیٰ ۳۱۰ھ یہ کچی پکی ہر قسم کی تاریخی روایات کی ڈکشنری ہے۔ راوی کذاب و وضاع بھی ہیں۔ صرف وہ واقعات و روایات صحیح ہیں جو قرآن و سنت اور اسلامی انقلاب کی روح کے مطابق ہیں۔ ۳۹۔ تاریخ

ابن خلدون، ۴۰۔ البدایہ والنہایہ لابن کثیر الدمشقی المتوفیٰ ۷۷۴ھ۔ رحمہ اللہ علیٰ مؤلفیہا۔

س ۹۴۹: عزاداری کو آپ ناجائز کہتے ہیں عقلی دلائل دیجئے۔

ج: آپ کا ہر لفظ الٹے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے گویا لغت سے لفظ اچھا تلاش کیا اور اس کا مفہوم و استعمال اغراضِ فاسدہ کے تحت انتہائی غلط چیزوں میں کیا۔ مثلاً ذاکر کا شرعی و لغوی معنیٰ خدا کا یاد کرنے والا ہے۔ آپ نے ایک فاسق گویّے تبرّا باز کا نام رکھ دیا۔ عزا اور تعزیہ، تعزی سے بنا ہے یعنی کسی غمزدہ کو تسلی دینا صبر کی تلقین کرنا۔ آپ نے خلاف شرع و صبر رونے پیٹنے اور بین و ماتم کی محفل کو مجلس عزا نام دے دیا۔ بطور یادگار پوجی جانے والی شکلِ قبر کو "تعزیہ" نام دے دیا۔ منافق اور دو غلے شخص کا نام "مومن" رکھ دیا۔ "شیعہ" تابعدار اور گروہ کو کہتے ہیں۔ آپ نے اس گروہ کا نام رکھ دیا جو علیؓ کا عملاً علانیہ مخالف ہو مگر آپ کی محبت میں غلو کرے باقی سب صحابہؓ و تابعینؒ اور امّتِ محمدیہ کو منافق یا کافر بتائے۔

ردّ عزاداری پر ہماری مستقل کتاب حرمتِ ماتم اور تعلیماتِ اہلِ بیتؓ ہے۔ اس کے مقدمہ میں ۱۵ عقلی وجوہ بالتفصیل مذکور ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن اور کتبِ سنّی و شیعہ سے ۱۵۰ دلائل مزید ہیں۔

س ۹۵۰: ہر قوم اپنے بزرگوں کی یادگاروں کی تعظیم و قدر کرتی ہے لیکن آپ اہلِ بیتؓ کی زیارات ناگوار سمجھتے ہیں کیا اہلِ بیتؓ برگزیدہ نہیں؟

ج: بزرگوں کی یادگار دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ۱۔ عقائد، افکار، رسوم و اعمال اور اخلاقی اقدار جو قوم اپنے بزرگوں کی ان چیزوں کی تعظیم و قدر کرے اور ان کو اپنائے معاشرہ میں پھیلائے وہ ایک زندہ اور بزرگوں کی صحیح جانشین سمجھی جاتی ہے۔ جیسے مسلمان قوم کہ اپنے پیغمبرؐ اور اصحابِؓ پیغمبرؐ کی ایک ایک سنت و ادار کو اپناتے اور پھیلاتے پھرتے ہیں۔ ان کا نام زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

۲۔ ان کی شکل و صورت، قبر، سواری، استعمال شدہ چیز کی تصویر و نقل اور مورتی بنا لینا، اس کی اصل کی طرح تعظیم و قدر کرنا، بت پرستوں اور عملاً مردہ اپنے اسلاف کی مخالف قوموں کا شعار ہے۔ اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی یادگار فرضی ہوتی ہے۔ خود ان بزرگوں کی یادگار نہیں ہوتی۔ اس میں غلو کرنا شرک و بدعت کا دروازہ کھولنا ہے جیسے عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ اپنے بزرگوں کی تعلیمات بھلا بیٹھے۔ اعمال ضائع کر دیئے اور یادگاریں بنا کر پوجنے لگے۔ شیعہ تعزیہ،

عَلَم وغیرہ یادگاروں کی تعظیم و پرستش میں بالکل کفار قوموں کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں۔ اسلام محمدی یا اعمال اہلِ بیتؓ سے ان کو ذرہ بھی تعلق نہیں۔ سنّی مسلمان اہل بیتؓ کو برگزیدہ پیشوامان کر ان کی تقلید و تابعداری کرتے ہیں کسی شیعہ کی جرأت نہیں کہ وہ اہلِ سنّت پر یہ اعتراض کرے کہ انکا فلاں عقیدہ و عمل اہلِ بیتؓ کے خلاف ہے۔

س ۹۵۱: اگر کالا لباس بُرا ہے تو غلافِ کعبہ اور حضورؐ کی کملی کیوں کالی تھی ؟

ج: مطلقاً بُرا نہیں۔ گناہِ ماتم کا شعار ہے تو بُرا ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی:

لاتلبسوا السواد فانه لباس فرعون۔ (من لایحضرہ الفقیہ)

کالا لباس نہ پہنو کیونکہ وہ فرعون کا لباس تھا۔

س ۹۵۲: ۱۔ صحابہؓ نے دُنیا کے کونے کونے میں اسلام پھیلایا۔ ۲۔ شیعوں نے اسلامی لٹریچر لکھا کون سی بات صحیح ہے ؟

ج: پہلی بات سچی ہے شکر ہے۔ آپ کے منہ سے بھی نکل گئی دوسری غلط ہے شیعوں نے تو اسلام محمدی قرآن اور جماعتِ رسُول کو دُنیا سے مٹانے کے لیے قلمی کاوشیں کیں۔

س ۹۵۳: آپ کو ناز ہے اگر ایک عمرؓ اور ہوتا تو ساری دنیا میں اسلام پھیل جاتا۔ زمانہ عمرؓ میں صرف نصف ایشیا میں مسلمانوں کی کثرت ثابت کیجئے ؟

ج: ناز بجا ہے کیونکہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل رقبۂ کفار آپ کے عہد میں فتح ہوا مولانا دوست محمد قریشیؒ کے جلاء الاذہان کے جواب میں آپ نے یہ لکھا ہے۔ یہ سارے علاقے حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ قادسیہ، جلولا، حلوان، تکریت، خوزستان، ایران، اصفہان، طبرستان، آذربائیجان، آرمینیہ، فارس، سیستان، مکران، خراسان، اردن، حمص، یرموک، بیت المقدس، سکندریہ، طرابلس۔ (ذکار الاذہان ص ۴۵۶)۔

یہ غرب تا شرق (ترکستان و حالیہ روس) ایشیا کا کثیر الآباد متمدن حصّہ ہے اور اکثریت مسلمان ہوئی۔ آج پندرہ صدیوں کے بعد بھی روسی مقبوضات کے سوا سب مسلم ممالک اور ان کی حکومتیں ہیں یہ آبادی نصف ایشیا سے کم نہیں ہے۔

س ۹۵۴: چلیئے دورِ حاضرہ میں ایشیا کے تمام ممالک کی آبادی اور مسلمانوں کا تناسب تحریر کر کے مسلمانوں کی کثرت ثابت کریں۔

ج: سوال کا تیور صاف بتاتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے دشمن اور کافروں کے نمائندہ ہیں اور ان کی تعداد کم دکھانے پر مُصر ہیں۔ ہم ڈائری "لیل و نہار" بابت ۱۹۸۳ء مطبوعہ لاہور سے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں:

نام ملک	مسلم آبادی	تناسب	نام ملک	مسلم آبادی	تناسب
افغانستان	ایک کروڑ بہتر لاکھ	۹۹ ٪	سوڈان	ایک کروڑ انتالیس لاکھ	۸۲ ٪
الجزائر	ایک کروڑ چوالیس لاکھ	۹۲ ٪	تنزانیہ	بیاسی لاکھ	۶۵ ٪
ایران	تین کروڑ نو لاکھ	۹۸ ٪	بحرین	دو لاکھ بائیس ہزار	۹۹ ٪
ایتھوپیا حبشہ	ایک کروڑ بہتر لاکھ	۶۵ ٪	قطر	ایک لاکھ اسّی ہزار	۹۹ ٪
بنگلہ دیش	آٹھ کروڑ	۸۷ ٪	کویت	نو لاکھ	〃
پاکستان	آٹھ کروڑ سینتیس لاکھ	۹۷ ٪	لیبیا	اکیس لاکھ	〃
انڈونیشیا	بارہ کروڑ اکتالیس لاکھ	۹۴ ٪	متحدہ عرب امارات	بارہ لاکھ ساٹھ ہزار	۱۰۰ ٪
انڈیا	اٹھارہ کروڑ	۳۰ ٪	یمن شمالی	ساٹھ لاکھ	۹۹ ٪
	یہ ذاتی معلومات کی بنا پر ہے۔		یمن جنوبی	سولہ لاکھ	۹۸ ٪
کشمیر	ساٹھ لاکھ	۹۰ ٪	مراکش	ایک کروڑ اکسٹھ لاکھ	۹۵ ٪
ترکی	تین کروڑ بہتر لاکھ	۹۸ ٪	صومالیہ	انتیس لاکھ	۹۸ ٪
تیونس	باون لاکھ	۹۳ ٪	لبنان	سترہ لاکھ	۵۷ ٪
سعودی عرب	اسّی لاکھ	۱۰۰ ٪	اومان مسقط	سات لاکھ چالیس ہزار	۹۹ ٪
شام	اٹھاون لاکھ	۸۷ ٪			
عراق	پچانوے لاکھ	۹۵ ٪	بالائی والٹا	تیس لاکھ	۵۵ ٪
			میزان:	سترسٹھ کروڑ اسی لاکھ بیاسی ہزار	۸۸ ٪

غیر مسلم ایشیائی ممالک میں مسلم آبادی کا تناسب یہ ہے:۔

نام ملک	مسلم آبادی	تناسب	نام ملک	مسلم آبادی	تناسب
قبرص	ایک لاکھ اکانوے ہزار چار سو	۲۳ ٪	جارجیا (؟)	آٹھ لاکھ چوبیس ہزار چار سو	۱۹ ٪

چین	پچھتر لاکھ چون ہزار	۱۲ ٪	فلپائن	انتیس لاکھ انتیس ہزار آٹھ سو	۱۰ ٪
آرمینہ روس	دو لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو ۴۸	۱۲ ٪			

س ۹۵۵ : اگر کتاب خدا اکیلی ہدایت کے لیے کافی ہے تو الٓمٓ کے معنی بتائیں ؟

ج : سوال سے قرآن دشمنی کی بدبو آتی ہے۔ گنتی کے حروف مقطعات اگر خدا کا راز ہوں اور ان کا معنیٰ خدا کسی کو نہ بتائے یا صرف اپنے پیغمبرؐ ہی کو بتائے تو باقی سب قرآن ہادی کیسے نہ رہے گا ؟ بطور تفہیم صحابہ کرامؓ سے یہ معنیٰ منقول ہے کہ الف سے اللہ، ل سے جبریلؑ اور م سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مُراد ہیں۔ یعنی قرآن بھیجنے والا، لانے والا، سنانے والے تینوں سچے ہیں۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ۔ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

س ۹۵۶ : جب پہلا سبق ہی نہیں آتا تو آگے اسباق کا کیا حال ہوگا ؟

ج : ہم نے تو پہلے سبق کو استاد کے کہنے کے مطابق پڑھ لیا اور مان لیا مگر تعجب ہے کہ شیعہ ہی اس پہلی بات کا انکار کر کے قرآن میں شک وشبہ کے قائل ہو گئے کہ یہ تو محرف شدہ بیاض عثمانیؓ ہے (معاذ اللہ) تو ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن والے قرآن سے کیا ہدایت پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے پاس جعلی روایات کا انبار تک تو ہے مگر قرآن کا ایک پاؤ بھی یقینی مرتب اور تحریف سے پاک نہیں ہے۔

س ۹۵۷ : اگر عقلاً کتاب ہدایت کے لیے کافی ہوتی تو پھر دنیا استاد کیوں بناتی ؟

ج : خدا نے پیغمبرؐ پر کتاب اتاری تو معلم بھی اسے بنایا وہ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ کے تحت کتاب وسنّت کی تعلیم دیتے رہے پھر ہزاروں اپنے جانشین استاد بنا کر چھوڑ گئے جنھوں نے سب دنیا کو کتاب وسنت کی تعلیم دی اور تا قیامت وہ رہے گی، مگر صد افسوس ایک شیعہ فرقہ ایسا بھی دنیا میں پیدا ہوا جس نے معلم کی تعلیم سنت کا انکار کر دیا کہ ("جب الانباع ثقلین" سے خارج کر دیا۔ تمام تربیت یافتہ تلامذہ نبوت کو گمراہ و مرتد مان لیا۔ صرف عرب علاقہ کے لیے ڈھائی صدیوں تک بارہ استاد مانے جنھوں نے صاحبِ کتاب پیغمبرؐ سے تعلیم پائی ہی نہیں نہ وہ محتاج تعلیم تھے کہ عالم لدنی تھے۔ پھر وہ بھی تقیہ میں روپوش ہو گئے آخری استاد

ـہ چین و روس کی یہ تعداد غلط ہے۔ روس میں ترکستان بخارا سمرقند کیرغیز مسلم علاقے ہیں مسلمان ۸ - ۱۰ کروڑ ہونگے چین کے صوبہ کاشغر کی آبادی تقریباً تین کروڑ سبھی مسلمان ہے۔ سب سے بڑے صوبے سنکیانگ کی ۲۴ ریاستیں (اضلاع) ہیں۔ ۱۴ مسلم اکثریت [illegible]

(مہدی)، غار میں چھپ گئے۔ آج کوئی شیعہ ان بارہ خیالی استادوں کے تین تین ثقہ، حلقہ تعلیم وتدریس والے، شاگرد بھی ہرگز نہیں بتا سکتا۔

س ۹۵۸ : اس صحابی کا نام بتائیں جس نے حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا کی ؟

ج : ترمذی شریف ص ۲۳۸/۲ ج میں ہے کہ "حضرت ابوبکر صدیقؓ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے (اور سب سے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔) حضرت علیؓ اسلام لائے تو آٹھ سال کے تھے۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ مسلمان ہوئیں۔ دوسری روایت میں حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت سے حضرت علیؓ کے اوّل اسلام لانے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کو یہ روایت بتائی گئی تو انھوں نے اسے انوکھا جانا اور کہا سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ مسلمان ہوئے تھے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

بعض تاریخی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؓ نے بھی پڑھی مگر اس وقت آپ آٹھ یا دس سال کے بچے تھے۔ بالغ کی نماز اور عمل ونصرت زیادہ وزنی ہے۔

س ۹۵۹ : یہ شرف کس صحابی کو حاصل ہے کہ جنگوں میں محافظِ عَلَمِ رسولؐ ہوا اور روزِ اُحد اپنے مقام پر ڈٹا رہا ؟

ج : متعدد صحابہ کرامؓ علم بردار ہوتے تھے۔ مصعب بن عمیرؓ جو اُحد میں عَلَم بردار تھے۔ (تاریخ اسلام نجیب آبادی ص ۱۴۲)، زبیر بن عوام، طلحہ، ابوعبیدہ، ابوبکر، عمر، علی، زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ، جعفر طیار، خالد بن ولید وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ روزِ اُحد حضرت علیؓ بھی درجن بھر خواص اور بیسیوں عوام کے ساتھ ثابت قدم رہے، بھاگے نہیں۔

س ۹۶۰ : کس بزرگ صحابیؓ نے حضورؐ کو غسل دے کر قبر میں اتارا ؟

ج : تاریخوں میں ہے: "غسل وغیرہ کی سعادت اعزّہ خاص حضرت علیؓ، فضل بن عباس، قثم بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے حصّہ میں آئی۔ حضرت ابوطلحہؓ نے قبر کھودی اور باری باری سے مسلمانوں نے بلا امام نمازِ جنازہ پڑھی۔ (تاریخ اسلام ندویؒ ص ۹۷)

س ۹۶۱ : روزِ قیامت لواء الحمد کس بزرگ کے ہاتھ میں ہوگی ؟

ج : خود حضور خاتم النبیینؐ کے ہاتھ میں۔ بروایت ابوسعید خدریؓ حضورؐ نے فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں گا، فخر نہیں کرتا، حضرت آدمؑ سمیت تمام انبیاء علیہم السلام میرے

جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ سب سے پہلے میں قبر سے اٹھوں گا، فخر نہیں کرتا۔" (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ ص۵۱۳، ۵۱۴)
مشکوٰۃ میں ایسی تین روایتیں اور بھی ہیں۔

س ۹۶۲: امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب نے شہادت کے بعد کیا ترکہ چھوڑا؟

ج: بہت کچھ چھوڑا۔ عہدِ نبوت میں گو آپ کی مالی حالت کمزور تھی مگر عہد خلفاءؓ میں وظائف پانے اور کاروبار کرنے سے کافی طاقت ور ہو گئی اور اپنے عہدِ خلافت میں تو اچھے بھلے صاحبِ جائیداد تھے۔

س ۹۶۳: کیا اہل بیتؓ سے محبت رکھنا باعثِ نجات نہیں؟

ج: دعوائے محبت کافی نہیں۔ سچی عقیدت اور اتباع یقیناً معین نجات ہے۔ جب تمام اہل بیتؓ بشمول ازواجِ مطہراتؓ، بنات پاکؓ اور آپؐ کے خسروںؓ، دامادوںؓ، مومن چچوںؓ سے بھی ہو۔ کہ یہ تمام شرعاً و عرفاً اہلِ بیتِ نبوتؐ اور خاندانِ رسالتؐ ہیں۔ باقی سب سے دشمنی رکھ کر صرف چار افراد سے شیعوں کی محبت نجات میں اسی طرح ناکافی ہے جیسے خارجی، حضرت نبیؐ، حضرت فاطمہؓ و حسنینؓ سے محبت کرتا ہے۔ مگر حضرت علیؓ کو داماد، غیر خونی رشتہ سمجھ کر محبوب نہیں رکھتا تو ناجی نہیں۔

س ۹۶۴: وہ کون سا رائج مذہب ہے جسے مذہب آلِ محمدؐ کہا جاتا ہے؟

ج: مذہبِ اہلِ سنّت ہے جو آلِ محمدؐ کا حُب دار ہی نہیں پیروکار بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من مات علیٰ حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعۃ۔ (جامع الاخبار للشیخ صدوق ص۱۴۴)	جو آلِ محمدؐ سے محبت پر فوت ہوگا وہ سنت و جماعت والے مذہب پر فوت ہوگا۔

جب سنّت و جماعت اور محبتِ اہل بیتؓ لازم و ملزوم ہیں۔ تو اہلِ سنت ہی مذہب آلِ محمدؐ کے پیرو ہوئے۔ شیعوں کو تو آلِ محمد کی پیروی کی ہوا بھی نہیں لگی۔

---

۵ ازواج کے اہلِ بیت نبی ہونے پر منجملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جب اللہ کسی قوم سے بھلائی کرنا چاہتا ہے تو انھیں ہدیہ بھیجتا ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا مہمان ہے جو اپنا رزق لے کر آتا ہے اور اہلِ بیتؓ کے گناہ لے جاتا ہے۔ (جامع الاخبار للشیخ الصدوق ص۱۳۰) اگر کھانا پکا کر کھلانے والی بیوی، گھر والی (اہل بیتؓ)، کے گناہ زائل نہ ہوں تو حدیث کا معنیٰ ہی کچھ نہیں۔

س ۹۶۵: حکمِ قرآن یہ ہے کہ ان لوگوں سے محبت نہ رکھو جن پر خدا کا غضب ہوا ہے۔ (ممتحنہ) کیا آپ اس حکم کو مانتے ہیں؟

ج: جی ہاں! یہ مہاجروں کے دشمنوں کے حق میں ہے۔ تبھی تو ہم شیعوں سے محبت نہیں رکھتے کہ وہ دشمن ہیں مہاجرین کے۔ اسی کتاب کے سوالات ۷۰۷ تا ۷۱۱ دشمنی پر دلیل کافی ہیں۔

س ۹۶۶: سورت اعراف پ۹ میں ہے کہ جنھوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ان پر اللہ کا غضب ہے۔ رسولِ کریمؐ نے حضرت علیؓ کو ہارونؑ کا مثیل قرار دیا کیا ان کی نافرمانی غضب خدا کا سبب ہو گا یا نہیں؟

ج: یقیناً ہو گا۔ تبھی تو حضرت علیؓ کو مشکل کشا، حاجت روا متصرف در کائنات خدائی صفتوں والا (رب والا) جن شیعوں نے مانا، ان کو خود حضرت علیؓ نے زندہ جلا دیا اور جو شیعہ بچھڑے کا بدل، گھوڑا اور تعزیہ بنا کر پوجتے ہیں۔ حالانکہ علیؓ منع کر چکے ہیں جس نے پھر نئی قبر بنائی یا قبر کی شبیہ و مثال تعزیہ بنائی وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ) ان پر بھی یقیناً خدا کا غضب ہو گا۔

س ۹۶۷: سورت نحل میں ہے کہ مجبور و مطمئن قلب کے علاوہ اگر کوئی کشادہ سینہ سے کفر کرے تو اس پر خدا کا غضب ہے جو لوگ بعد از ایمان بلا مجبوری مرتکب کفر ہوئے ان سے محبت رکھنا خدا کی حکم عدولی ہو گی یا نہیں؟

ج: ان سے محبت خدا کی حکم عدولی ہو گی تو جو شیعہ ابوبکر دشمنی کے جذبہ سے منکرین زکوٰۃ، مرتد کفار اور پیروانِ مسیلمہ کذاب، منافقین اشرار کی حمایت و صفائی کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر طعن کرتے ہیں وہ یقیناً مغضوب اور نافرمانِ خدا ہیں۔

س ۹۶۸: سورت طٰہٰ میں مضمون ہے کہ عہد شکنی پر اللہ کا غضب ہے۔ کیا جن لوگوں نے عہد غدیر توڑا یا بیعتِ رضوان توڑی ان سے محبت کرنا خلاف حکم خدا ہو گا یا نہیں؟

ج: طٰہٰ ع ۴ کا اصل مضمون یہ ہے: "پاکیزہ رزق کھاؤ اور سرکشی نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہو گا جس پر غضب اترے وہ گمراہ ہوتا ہے اور بے شک میں توبہ کرنے والوں، ایمان لا کر اعمالِ صالحہ کرنے والوں، ہدایت پر چلنے والوں کو یقیناً بہت بخشنے والا ہوں۔"
ہم بارہا بتلا چکے ہیں عہد غدیر کسی نے نہیں توڑا بدستور حضرت علیؓ کو محبوب بنائے رکھا۔ بیعتِ

رضوان بھی کسی نے نہیں توڑی، جو ہزیمت سے پلٹ آئے غفار نے یقیناً ان کو بخش دیا۔ ہاں انعامِ خداوندی حضرت عثمانؓ کے دور میں مال و دولت کی پاکیزہ نعمتیں کھا کھا کر جن بلوائیوں نے سرکشی کی بیعتِ رضوان کا تقاضا پس پشت ڈال کر عثمانؓ مظلوم کو شہید کیا۔ پھر یہی سرکش بلوائی طالبینِ قصاص سے جنگ کا باعث بنے وہ یقیناً مغضوب اور آیت بالا کا مصداق ہیں۔ ان سے محبت کرنے والے (شیعہ) یقیناً خدا کے مخالف ہیں۔

س ۹۶۹: سورت شوریٰ پ۲۵ میں ہے: "خدا کے بارے میں جھگڑنے والوں پر غضب ہو گا۔ ایسے مغضوب قابلِ نفرت ہیں یا لائق محبت؟

ج: خدا کے بارے میں جھگڑالو وہ گروہ ہے جو خدا کی صفات میں اوروں کو شریک بناتا ہے۔ حالانکہ خدا اسی سورت میں پہلے فرما چکا ہے:

"کیا لوگوں نے اللہ کے سوا اپنے کارساز و مشکل کشا و متصرف امور بنا لیے حالانکہ اللہ ہی ہر کسی کا ولی و مددگار کارساز ہے وہی مردے زندہ کرتا ہے وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (پ۲۵ ع ۲)

شیعہ گروہ یقیناً حضرت علیؓ کو اپنا ولی مشکل کشا و کارساز مان کر خدا کا شریک بناتا ہے تو ایسے لوگ مغضوب و قابلِ نفرت ہیں۔ لائق محبت اور سچے ہرگز نہیں۔

س ۹۷۰: سورت مجادلہ پ۲۸ میں ہے "کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو ان لوگوں سے محبت رکھتے ہیں جن پر خدا نے غضب ڈھایا تو اب وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں (نہ مسلمان ہیں نہ کافر بلکہ تقیہ باز منافق ہیں ہم) یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔"

کیا ایسے حضرات سے اور ان کے عقیدت مندوں سے دوستی خلافِ قرآن ہے یا نہیں؟

ج: یہ آیت عبداللہ بن اُبی اور اس کی منافق پارٹی کے متعلق ہے جو کہتے تھے: "صحابہ رسول پر مال خرچ نہ کرو حتیٰ کہ بکھر جائیں۔" نیز کہتے تھے اگر ہم مدینہ لوٹے تو زبردست (مقامی یہود و منافقین) لوگ ان ذلیلوں (مہاجرین مکہ اصحابِ رسولؐ) کو اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ (سورت منافقین پ۲۸ ع ۱) یہ پارٹی اصحابِ رسولؐ کی دشمن تھی۔ آج کے شیعہ بالکل ان کی طرح اصحابِ رسولؐ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ابن اُبی، اس کی پارٹی اور ابنِ سبا کے گروہ سے کبھی نفرت و عداوت نہیں رکھتے بلکہ دوستی رکھ کر قرآن کی مخالفت کرتے ہیں۔ لہٰذا آج کے شیعوں سے بھی دوستی خلافِ

قرآن اور غضبِ خُدا ہے۔

س ۹۷۱: خدا کی نشانیوں کا انکار بھی باعثِ غضبِ خُدا ہے (بقرہ) بتائیے جو لوگ "آیات اللہ" سے انکار کرتے ہیں مغضوب ہیں یا نہیں؟

ج: قرآن کی آیاتِ اللہ کے منکر یقیناً مغضوب ہیں کہ ان کے اقرار کے مطابق بھی مدحِ صحابہؓ کی آیات سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ مگر وہ صحابہؓ کی بزرگی جھٹلا کر ایک ایک آیت کا انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے ہاتھ پر عرب و عجم کی بے نظیر فتوحات بھی نصرتِ خداوندی کا اعلیٰ نمونہ اور یقیناً "آیات اللہ" ہیں۔ جو لوگ کفار مجوس و یہود کے نمائندہ بن کر ان فتوحاتِ الٰہیہ پر ناک بھوں چڑھائے ناراض بیٹھے ہیں اور خدا کی بشارات و پیش گوئیوں کے منکر ہیں یقیناً وہ آیاتِ اللہ کے منکر اور مغضوب ہیں۔

غور کیجئے (اگر آج ایک رسمی شیعہ عالم مثلاً خمینی "آیت اللہ" بن جاتا ہے تو براہِ راست مشکوٰۃ نبوت سے قرآن و سُنّت کا نور سیکھنے والے کیوں "آیات اللہ" نہیں۔ اور ان کو لعن طعن و تبرّے بکنے والا کیوں کر خدا و رسُول کا منکر اور مغضوب نہیں؟

س ۹۷۲: جن لوگوں کو خدا نے اپنی عنایت سے افضل فرمایا ہے۔ ان کے کفر کرنے والے بھی مغضوب ہیں (بقرہ) ایسے لوگوں سے محبت کس طرح جائز ہوگی؟

ج: قرآنِ پاک پر بہتان ہے۔ اس ترجمہ والی کوئی آیت سورت بقرہ میں نہیں ہے۔ اُلٹا ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے ابوبکر صدیقؓ کو صاحبِ فضل کہا (ولا یأتل اولوالفضل منکم۔ پ۱۸) شیعہ آپ کے منکر و کافر ہیں تو باقرار خود مغضوب ہوئے۔ بقرہ میں آیت تفضیل انبیاء ہے جو یہ ہے:

"ان پیغمبروں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے کچھ سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بڑھائے اور عیسیٰ بن مریمؑ کو ہم نے نشانیاں دیں اور روح القدس (جبریل) سے ان کی تائید کی۔" (پ۳ پہلی آیت)

اس سے پتہ چلا کہ انبیاءؑ و رسلؑ باہمی فرقِ مراتب کے باوجود سب مخلوق سے افضل ہیں۔ اب ان کو سب سے (اپنے اماموں سے بھی) افضل نہ ماننے والا گروہ (شیعہ) ان کا منکر اور مغضوب کیسے نہ ہوگا؟

س ۹۷۳: سورت اعراف آیت ۷۱ میں ہے "کہ جن لوگوں نے چند ناموں کے بارے میں جھگڑا پیدا کیا جو ان کے آباء و اجداد نے (بلا نص) خواہ مخواہ گھڑ لیے تھے ان پر اللہ کا غضب ہوا۔" فرمایئے بغیر نص کے افراد کے لیے جھگڑنا غضبِ خدا کو دعوت دینا ہے یا نہیں؟

ج: جن خلفاء و صحابہؓ کا ہم دفاع کرتے ہیں۔ قرآن و سنت سے صراحۃً یا دلالۃً ان کی بزرگی اور لیاقت پر باقاعدہ نص اور دلیل ملتی ہے۔ ملاحظہ ہو تحفہ امامیہ سوال ۱۳ (خلافتِ راشدہ قرآن و احادیث کی روشنی میں)۔ مگر شیعوں کے پاس اول ائمہ کے لیے تو کچھ ہے ہی نہیں حضرت علیؓ و حسنینؓ کے فضائل ضرور ہیں۔ مگر خلافت و امامت پر نص ایک آیت یا حدیث بھی نہیں۔ سوال ۲۰۷ میں تفصیل گزر چکی۔ نہ انھوں نے خود کو کبھی منصوص کہا۔ لیکن شیعوں نے صرف مفروضہ امامت اثنا عشریہ کا جھگڑا ہی نہیں ڈالا بلکہ خدا اور رسولؐ کی صفاتِ خاصہ اور حقوقِ واجبہ کو بھی چیلنج کر دیا اور مسلمانوں سے خدا کی توحید، احادیثِ رسولؐ اور اعجازِ قرآن پر بھی لڑ رہے ہیں تو وہ خود اس آیت کا سب سے بڑا مصداق ہیں کہ بلا نص و سند چند ناموں کے متعلق جھگڑا ڈال رکھا ہے۔"

س ۹۷۴: سورت نساء پ ۵ آیت ۹۲ میں ہے کہ جو شخص کسی مومن کو عمداً مار ڈالے، وہ ملعون و مغضوب ہے کیا قاتلانِ اہلِ بیتؓ ملعون و مغضوب ہیں یا نہیں؟

ج: قاتلانِ اہلِ بیتؓ، قاتلانِ طلحہؓ و زبیرؓ اور قاتلانِ عثمانؓ کا ہی گروہ تھا۔ ایسے سب قاتلانِ مومنین ملعون و مغضوب ہیں۔ اور وہ بھی جو ان کو "توابین" کہ کر اپنا مومن بھائی سمجھتے ہیں۔

س ۹۷۵: سورت فتح پ ۲۶ میں منافقین و مشرکین و ظانین تینوں پر لعنت و غضبِ خدا مرقوم ہے۔ یہ تینوں ملعون و مغضوب ہوئے یا نہیں؟

ج: یہ آیت ۱۵۰۰ ربیعتِ رضوان والے مومنین اور ان کے دشمنوں کے متعلق ہے پوری یہ ہے: "اللہ ہی نے تسلی مومنین کے دلوں پر اتاری تاکہ وہ اپنے ایمانوں کے ساتھ ایمان میں مزید بڑھ جائیں.... تاکہ اللہ مومنین اور مومنات کو ان جنّات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں مٹا ڈالے اور اللہ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے اور اللہ منافقوں اور منافقات کو عذاب کرے اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو بھی سزا دے جو اللہ سے بدگمانی کرنے والے ہیں ان پر برا چکر پڑے۔ اللہ ان پر غضب ناک ہوا اور

ان کو لعنت کی جہنم ان کے لیے تیار کی اور وہ بُری بازگشت ہے۔ (فتح آیت ۴، ۵، ۶)

سنّی و شیعہ کی متفقہ روایات یہ ہیں کہ یہ ۱۵۰۰ ر اصحاب شجرہ قطعی جنتی اور مغفور لہم ہیں۔ (تفسیر کاشانی)۔ قرآن کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ اب سائل کے اشارہ کردہ منافقین، مشرکین، بدگمانی کرنے والے تینوں گروہ وہی ہیں جو اس وقت ان بیعتِ رضوان والے صحابہؓ کے منکر اور دشمن تھے اور اب بھی ان تینوں کا مصداق اور ملعون و مغضوب وہ لوگ ہیں جو ان کے دشمن ہیں، بدگوئی کرتے، تبرّے بکتے اور ان کے فضائل کا انکار کرتے ہیں۔ ع عیاں را چہ بیاں

نوٹ: ہم سائل کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے منافقوں کے متعلق ۱۱ر آیاتِ قرآنیہ پیش کر کے ہمیں مذہبِ شیعہ پر قلم برداشتہ تبصرہ کا موقع دیا۔

س ۹۷۶: صراطِ مستقیم کن لوگوں کی راہ ہے؟

ج: جن پر اللہ کا دینی و دنیوی انعام ہُوا، نہ مغضوب بنے نہ گمراہ ہوئے۔ (فاتحہ)

س ۹۷۷، ۹۷۸: کیا آلِ محمدؐ صراطِ مستقیم پر تھے یا نہیں؟ ورنہ ایسی حدیث مرفوع کیوں آئی؟

ج: یقیناً تھے تبھی تو ان کے تابعدار ہم اہلِ سنّت کو اپنی قسمت پر ناز ہے اور ان کے مخالفِ مذہب تمام شیعوں کو ہم بُرا سمجھتے ہیں۔

س ۹۷۹: فضیلت کا ثبوت عقل یا نقل سے ہوتا ہے آپ خلفاء ثلاثہؓ کو کس لحاظ سے افضل مانتے ہیں؟

ج: دونوں لحاظ سے مانتے اور ثابت کرتے ہیں۔

س ۹۸۰، ۹۸۱: پھر عقلی طور پر علم و شجاعت کے معیار میں خلفاء ثلاثہؓ کو علیؓ سے افضل ثابت کیجیے اور نقلاً بھی افضلیت منصوص ثابت کیجیے؟

ج: عقلاً استدلال بھی ان نصوص سے ہوگا جو قرآن و حدیث اور تاریخ و سیرت میں منقول ہیں۔ یہ مستقل طویل موضوع ہے۔ ہم بحمد اللہ و عونہ اس پر سیر حاصل بحث تحفہ امامیہ سوال ۴ اور سوال ۲۰ کے تحت ۵۰ صفحات سے زائد پر کر چکے ہیں، مراجعت کیجیے۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ اگر وہ سب سے بڑے عالم نہ ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام افضل کو چھوڑ کر مفضول ابوبکرؓ کو امامِ نماز کیوں بناتے جب کہ باتفاق سنّی شیعہ امام نماز اعلم و افضل کو ہی بنایا جاتا ہے۔ (الفقیہ) اگر اعلم نہ ہوتے تو تمام صحابہ کرامؓ ان پر اتفاق کیوں کرتے؟ اگر وہ اعلم نہ ہوتے تو اپنے فیصلے اور فتوے کیسے نافذ کرتے؟

اور وہ لوگ بلاریب واختلاف کیسے تسلیم کرتے ؟ اگر وہ اعلم بالشریعۃ نہ ہوتے تو اتنا بڑا اسلامی نظام کیسے نافذ کر سکتے تھے ؟ اگر وہ اعلم بامور الامۃ نہ ہوتے تو اتنی بڑی جہادی سکیمیں کیسے کامیابی سے ہمکنار ہوتیں ؟ اگر وہ اعلم الاحادیث والآیات نہ ہوتے تو سقیفہ میں انصار کی مدح میں تمام آیات و احادیث کیسے برجستہ پڑھ ڈالتے اور وہ اپنا پروگرام کینسل کر کے ابوبکرؓ و عمرؓ کے تابعدار کیسے بن سکتے تھے ؟ اگر وہ اعلم القرآن وقرأۃ الکتاب نہ ہوتے تو تمام دنیا میں قرآن کی تعلیم وتدریس کا بندوبست کیسے کر سکتے تھے ؟ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو آنحضورؐ جنگوں میں ان کو شانہ بشانہ کیوں رکھتے ؟ اور ان کے مشوروں پر عمل پیرا کیوں ہوتے تھے ؟ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو مکی زندگی میں حضورؐ کا دفاع کیسے کرتے اور ظلم وستم سہتے رہتے تھے۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو کفار ان کے نام سے لرزہ براندام اور مرعوب کیوں ہوتے ؟ حتیٰ کہ ابوسفیانؓ نے اُحد میں حضورؐ کے ساتھ ان کی شہادت کی بھی غلط خبر سن کر اسلام کے ختم ہو جانے کا اعلان کیا تھا۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو صدیقؓ حضورؐ کے رفیقِ ہجرت نہ بنائے جاتے اور بدر کے عریش پر باقرارِ علیؓ حضورؐ کی پاسبانی کا خطرناک فریضہ تنہا سرانجام نہ دیتے اور فاروق اعظمؓ علانیہ ہجرت نہ کرتے اور بدر میں ماموں کو قتل نہ کرتے۔ اگر وہ بہادر نہ ہوتے تو فتنہ ارتداد کا کمال جرأت واستقلال سے کیسے خاتمہ کرتے ؟ اگر وہ جری وشجاع نہ ہوتے تو کافروں ومنافقوں کے فتنے ان کے عہد میں کیسے دبے رہتے۔ حضرت عثمانؓ اگر شجاع نہ ہوتے تو اپنی جان پر کھیل کر کیوں سفیر حدیبیہ بنتے ؟ مار کھا کر بھی تنہا طواف نہ کیا۔ جان دے کر بھی خلافت کا تقدس برقرار رکھا۔ جب کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی کئی آراء، تجاویز اور سکیمیں، جو علم کا شعبہ ہیں، تجربہ میں درست ثابت نہ ہوئیں۔ اور آخر میں مخالفوں سے صلح کر لی نصف سے زائد حصے کا ان کو خود مختار حکمران بنا دیا۔ (طبری وغیرہ)

س ۹۸۲ : حضرت عمرؓ نے مرفوع روایت کی ہے کہ کسی شخص نے علیؓ کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا وہ اپنے دوست کو ہدایت کرتا اور برائی سے پھیرتا ہے۔

ج : سند وصحت کا تو کچھ حال معلوم نہیں مفہوم پر ایمان ہے کہ حضرت علیؓ خوب نیکیاں کماتے اور ہدایت کرتے تھے۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ باقی سب فضل اور نیکی سے محروم تھے اور ہادی نہ تھے ؟ یہ مفہوم مخالف ہرگز مراد نہیں ہے۔ یہ تو حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک حدیث ہے جیسے دوسروں کے حق میں بھی ایسی احادیث ہیں۔ جیسے ابنِ ماجہ اور حاکم نے حضرت اُبی بن

کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا: "حق تعالیٰ سب سے پہلے عمرؓ سے مصافحہ کریں گے۔ سب سے پہلے ان کو سلام کہیں گے۔ سب سے پہلے ان کا ہاتھ پکڑیں گے اور داخلِ جنت کریں گے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۳)

جب کہ صحیحین کی یہ بھی مشہور حدیث ہے کہ (خواب میں) ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ آئے۔ کنویں سے پانی نکالنے لگے تو ڈول بہت بڑا مشکیزہ بن گیا۔ میں نے کسی طاقت ور پہلوان کو نہیں دیکھا کہ اتنی طاقت سے پانی نکالتا ہو حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور انھوں نے گھاٹ پر ڈیرے ڈال دیئے۔ علماء کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت مراد ہے اور زمانہ عمرؓ میں فتوحات کی کثرت اور غلبۂ اسلام کی پیشینگوئی ہے۔

جیسے اس حدیث سے حضرت ابوبکرؓ پر عمرؓ کو فضیلت کلی نہیں۔ اسی طرح بالا روایت سے حضرت علیؓ کو بھی کُلی فضیلت نہ دی جائے گی۔ ہاں عمرؓ کی علیؓ سے محبت ثابت ہوتی ہے۔

س ۹۸۳ : بجز علیؓ کے ثلاثہؓ میں سے کس نے کہا ہے۔ سلونی۔ (مجھ سے پوچھو جو چاہو)۔

ج : یہ ارشاد حضرت علیؓ نے خلفاء ثلاثہؓ کے دَور میں اکابرین کے مجمع میں نہیں فرمایا۔ تاکہ استدلال تام ہو۔ یہ کوفہ میں اپنی آخر عمر میں اپنے اصحابؓ وشاگردوں سے کہا۔ "مجھے گم کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو۔" ہر کامل استاد شاگردوں کو تنبیہہ کرتا اور مسائل واسباق پوچھنے کا حکم دیتا ہے تو اس سے خلفاء ثلاثہؓ کی کمیٔ علم پر استدلال درست نہ ہوگا کیونکہ ان کو علم دوست اصحاب میسر ہی تھے۔ ایسا کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی علمی افضلیت کا برملا اعلان کیا کرتے تھے۔ حوالہ جات ہم کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء وغیرہ) حضرت عثمانؓ میراث اور حج کے مسائل سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (تاریخ ندوی) حضرت عمرؓ نے اپنے افسروں کو لکھا ویرفعوا الی ما عمی علیھم۔ جن مسائل سے لوگ اندھے ہوں وہ میری طرف لکھ بھیجیں۔ (تاکہ جواب لکھ بھیجوں)۔

(مسند احمد ص ۱۵/۱۷۰)

س ۹۸۴ : کنز العمال میں مرفوع حدیث ہے "علیؓ میرے علم کا خزانہ ہے۔"

ج : سند کا تو کچھ پتہ نہیں۔ اہلِ سنّت کے اعتقاد میں حضرت علیؓ خزانہ علمِ نبوی تھے جبکہ دوسروں کو بھی ایسے خزانے ملے۔ پھر شیعہ تو حضرت علیؓ کو علم کتاب اللہ سمیت عالمِ لدنی مانتے ہیں۔ وہ کیسے حضورؐ کے علم کا خزانہ بن سکتے ہیں ؟ اور شیعہ تاریخ کا ایک ایک دن گواہ ہے کہ انھوں نے

اس خزانہ سے فیض نہیں پایا، ضائع ہی کیا۔ ورنہ دس۔ بیس شیعہ ہی ایسے ثقہ عالم بتائیں کہ ان سے حضرت علیؓ کا علمی خزانہ منقول ہوا ہو؟

س ۹۸۵: کتابِ خدا متقین کے لیے ہدایت ہے تو امام المتقین سے بڑھ کر ہادی کون تھا؟

ج: وہی عارف اور ہادی تھے جنھوں نے بعد از رسولؐ اس کتاب کو تحریراً جمع کیا گلے سے لگایا۔ ساری دُنیا میں پھیلایا۔ جامعینِ قرآن ہادی مشہور ہیں گو حضرت علیؓ بھی بڑے ہادیوں اور عالموں میں سے تھے۔

س ۹۸۶: حضورؐ نے بجز علیؓ کے ثلاثہ میں سے کس کو امام المتقین فرمایا؟

ج: ذرا بتائیں کہ یہ لقب اہلِ سنّت کی کون سی معتبر کتاب میں کن سنّی ثقہ راویوں سے مروی ہے۔ ہاں غیر مؤثق بعض روایات میں حضرت علیؓ کو فرمایا ہے مگر یہ حصر نہیں کہ دوسرے پرہیزگاروں کے امام نہ ہوں۔ پھر شیعہ گیارہ امام اور کیوں مانتے ہیں۔ کیا وہ متقین کے پیشوا نہ تھے۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہؓ اور عشرہ مبشرہ بھی یقیناً متقین کے پیشوا تھے۔ امام المتقین کہنے سے، امام المتقین عملاً بنا جانا زیادہ فضیلت کی بات ہے۔ صحابہؓ بنصِ قرآنی (اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ) متقین تھے۔ ان کا امام جب خود حضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بنا دیا اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی کا حکم سب کو دے دیا تو یہی ان کو متقین کا امام و پیشوا بنانا تھا۔ امام المتقین بنانے کی احادیث صحیحین کی ہیں۔ توثیق و تصحیح کی حاجت نہیں۔ مقتدا ر متقین بنانے کی حدیث ترمذی کی ہے جس کی توثیق ہم سوال ــــ میں کر چکے ہیں۔ س ۹۸۷ کا یہی جواب ہے۔

س ۹۸۸: "جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؓ ولی ہے جس کا میں امام ہوں اس کا علیؓ امام ہے۔" (مودۃ القربیٰ) کیا اصحاب حضورؐ کو ولی و امام مانتے تھے؟

ج: سیّد علی ہمدانی سنّی نہیں۔ ان کی کتاب مودۃ القربیٰ شیعہ عقائد و اخبار سے لبریز ہے اہلِ سنّت پر حجت نہیں۔ صحابہؓ حضورؐ کو اپنا محبوب و پیغمبرؐ مانتے تھے۔ ولی و امام کا درجہ کم ہے۔

س ۹۸۹: اگر مانتے تھے تو پھر علیؓ کو ولی اور امام کیوں تسلیم نہ کیا؟

ج: ولی بمعنیٰ مولیٰ اور دوست ہے جیسے غدیر کی اسی حدیث میں ہے "اے اللہ تو اس سے دوستی رکھ جو علیؓ سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔"

بایں معنیٰ صحابہؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا ولی اور دوست سمجھا۔ دشمن اور غیر محبوب نہیں سمجھا۔ خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں حضرت علیؓ کی معزز پوزیشن صحابہ کی محبت مرتضویؓ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حدیث میں ولی بمعنیٰ امام و حاکم مراد ہی نہیں۔ ورنہ حدیث جھوٹی ہو جاتی ہے کیونکہ حیاتِ پیغمبرؐ میں حضرت علیؓ مسلمانوں کے حاکم و امام نہ تھے۔

س ۹۹۰: اگر انھوں نے علیؓ کو ولی و امام مانا تو پھر شیعوں کا عقیدہ پورا ہو گیا۔

ج: شیعہ عقیدہ خود ساختہ ہے۔ اگر تلامذۂ نبوتؐ صحابہ کرامؓ کا ہوتا تو معاذ اللہ شیعہ ان کو کافر و مرتد کیوں کہتے؟ انھوں نے ولی بمعنیٰ حاکم و امام نہ مانا، نہ حدیث میں یہ مراد تھا۔

س ۹۹۱: معاویہؓ وغیرہ نے علیؓ کی بیعت نہ کر کے ولایتِ رسُولؐ کا انکار کیا کہ نہیں؟

ج: فرمانِ نبویؐ میں جب یہ مُراد ہی نہ تھا تو بیعت نہ کرنے سے ولایت (محبوبیتِ رسولؐ) کا انکار نہیں ہوا۔ حضرت علیؓ کی بیعتِ خلافت شورائی تھی جو قاتلینِ عثمانؓ کے جارحانہ تشدد آمیز رویّہ کی وجہ سے حضرت معاویہؓ کے ہاں ابھی ثابت نہ ہوئی تھی تو ابھی کرنے نہ کرنے میں اجتہادی گنجائش تھی۔ جیسے حضرت حسنؓ کی بیعت مصالحت اور سپردگی خلافت با معاویہ کو، شیعانِ حسنؓ نے قبول نہ کیا۔ (جلاء العیون) تو شیعہ ان کو اجتہاداً معذور مانتے ہیں گمراہی اور کفر کا فتویٰ نہیں لگاتے۔ اور معاویہؓ تو بیعت کرنے کو تیار تھے۔ صرف قصاص عثمانؓ کی شرط لگائی۔ (طبری) مگر قاتلین عثمانؓ نے سازش سے یہ موقع نہ آنے دیا۔ ملّا باقر علی مجلسی حق الیقین ص ۱۴۹ ج ۲ اردو میں لکھتا ہے: "بلکہ وہ معاویہؓ اسی پر قانع تھا کہ حضرت امیرؓ اس کی امارت برقرار رکھیں اور وہ حضرت (علیؓ) کی بیعت کر کے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے اور حضرت کے مناقب و فضائل مکرر اس کے سامنے ذکر کرتے تھے اور وہ ان کا انکار نہ کرتا تھا۔ بُرا نہ مناتا تھا۔

س ۹۹۲: حدیث قدسی ہے یحییٰ بن زکریاؑ کے بدلے ۷۰ ہزار آدمیوں کو میں نے مارا ہے۔ اور حسینؓ کے بدلے ستر ہزار افراد کو ہلاک کروں گا۔ اگر امام حسینؓ نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا تو حضورؐ نے مظلومیت کی بشارت کیوں سُنائی؟

ج: بے دردی سے مظلوم کے قتل پر تکوینی عذاب ایسا آتا ہے کہ بد کے ساتھ نیک بھی متاثر ہوتے ہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کے بدلے ۷۰ ہزار قتل ہوئے تو حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عوض اور

مسئلہ قصاص میں ۳، ہزار شہید ہوئے اور حادثہ کربلا کے ردِ عمل میں بھی اتنے افراد قتل ہوگئے۔ حسینؓ کے اقدام کو ہم عمداً خروج نہیں کہتے کیونکہ وہ واپسی کی اجازت لے کر یا تین مشہور مطالبات پیش کر کے اس سے بری الذمہ ہوگئے تھے۔ شہادت تو ابن زیاد کی پارٹی، شیعانِ کوفہ کی ضد اور حماقت سے "تنگ آمد بجنگ آمد" کے تحت مظلومانہ ہوئی۔

س ۹۹۳: ترمذی اور دیلمی میں مرفوع روایت ہے کہ جو مجھے حسنینؓ اور ان دونوں کے ماں باپ کو پیارا رکھے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ کیا محبتِ پنجتن کا درجہ بلند ہے یا ان کے مخالفین کی مودۃ کا؟

ج: حدیث ثابت ہو تو پنجتن بھی مسلمانوں کو پیارے ہیں اور دیگر سب صحابہ کرامؓ بھی کہ محبت رکھنے کی احادیثِ نبویؐ ان کے حق میں بھی آئی ہیں:۔

۱۔ قیامت کا وقت پوچھنے والے سے آپؐ نے کہا: تو نے کیا تیاری کر رکھی ہے کہنے لگا اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت۔ تو آپ نے فرمایا: آدمی اپنے محبوبوں کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد وہ اس فرمانِ رسولؐ سے بڑھ کر کسی چیز سے خوش نہ ہوئے۔
فانا احب اللّٰہ ورسولہ وابابکر وعمر۔ پس میں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور حضرت ابوبکر و عمرؓ سے محبت رکھتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ ان کے ساتھ ہوں گا۔ اگرچہ ان جیسے اعمال نہیں کر سکا۔
(مسلم شریف)

۲۔ قال من احب جمیع اصحابی وتولاھم واستغفر لھم جعلہ اللّٰہ یوم القیٰمۃ معھم فی الجنۃ۔ (ریاض النضرۃ ص۲۱) جس نے میرے تمام صحابہؓ سے محبت رکھی اور ان سے دوستی کی ان کے لیے استغفار کیا تو قیامت کے دن اللہ اسے ان کے ساتھ جگہ دے گا۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مغفل سے ترمذی کی وہ حدیث مشہور ہے جو ہم خطبوں میں پڑھتے ہیں "کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا میرے صحابہؓ کے بارے میں خدا سے ڈرنا، خدا سے ڈرنا! میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے میرے ساتھ اپنی دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی کی۔ توثیق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

۴۔ طبرانی نے بسند حسن مرفوع روایت کی ہے جس نے عمرؓ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی

رکھی اور جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۹۴)

س ۹۹۴: مسند احمد میں بروایت انسؓ مرفوع حدیث ہے کہ میرے اہل اور علیؓ کو پیار کرو جس نے میرے اہلِ بیتؓ میں سے کسی سے بھی بغض رکھا میری شفاعت اس پر حرام ہے۔

ج: اہلِ سنّت اسی کے مطابق عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ شیعہ ۳/۲ افراد کے سوا تمام اہلِ بیتِ رسولؐ اور آلِ علیؓ سے علانیہ دشمنی رکھتے ہیں۔

س ۹۹۵: ولھن الربع مما ترکتم الآیۃ قرآنی حکم کے مطابق ہم بیوی کو شوہر کے ترکہ سے وراثت دیتے ہیں۔ آپ شیعہ کے خلاف پروپیگنڈہ کیوں کرتے ہیں؟

ج: وہ غیر منقولہ ترکہ جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے۔ فقہ شیعہ کی نصابی معتبر کتاب توضیح المسائل ص۳۳۵ میں ہے "بیوی کو گھر، باغ اور کھیت کی زمین اور دوسری زمینوں سے اور ان کی قیمت سے کوئی حصّہ نہیں ملے گا اور گھر کی اس چیز سے بھی جو فضا میں قائم ہو جیسے عمارت اور درخت کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔"

قرآن پاک میں تو مِمّا ترکتم عام ہے پھر حکم قرآنی کے خلاف بیوی کو ترکہ جائیداد سے جو سب سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے کیوں محروم کیا گیا معلوم ہوا شیعہ مذہب صرف دُنیا پرستی اور جاگیرداری ہے۔

س ۹۹۶: جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ بے شک باطل بھاگنے ہی والا ہے۔ ہر دَور میں اہل باطل کثیر رہے اور اہلِ حق قلیل اس آیت کو کس زمانے پر تطبیق کیا جائے؟

ج: جب یہ آیت اُتری اور رسولِ خُدا نے مکہ کو فتح کیا اور کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے یہ آیت پڑھی۔ جب خلافتِ ثلاثہ راشدہؓ کی فتوحات نے کفار کو مار بھگایا، قیصر و کسریٰ ختم ہوگئے۔ جب عہدِ اموی و عباسی و عثمانی میں شوکت و غلبۂ اسلام تمام دُنیا پر جم گیا۔ تمام زمانوں پر آیت فٹ ہے۔ کفار کا کم ہونا مراد نہیں، مغلوب و مقہور ہو جانا مراد ہے۔

س ۹۹۷: ابلیس کو یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ تک مہلت ملی وہ دن کون سا ہوگا؟

ج: قیامت کا دن ہوگا؟

س ۹۹۸: روزِ قیامت یَوْمِ الدِّیْن، یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ میں کیا فرق ہے؟

ج: تینوں ایک طویل دن کے نام ہیں البتہ فرق اعتباری یوں ہے۔ کہ قیامت کا معنی کھڑا ہونا ہے۔ تو نفخہ اولیٰ سے کائنات ارض و سماء کی شکست و ریخت سے لے کر جنت و دوزخ میں داخلہ تک سارا زمانہ قیامت کہلاتا ہے۔ یوم الدین وہ خاص وقت جس میں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور یوم یبعثون نفخہ دوم کے وقت جب مردے قبروں سے اُٹھ کر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ شیطان کو مہلت نفخہ اولیٰ تک ہے۔

س ۹۹۹: اگر کوئی لادین شخص آپ پر سوال کرے کہ لفظِ دین کی تعریف بزبانِ خلفاء ثلاثہؓ بیان کریں تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ میں سے کسی صاحب کی بیان کردہ دین کی تشریح اپنی کسی صحیح کتاب سے مکمل حوالہ کے ساتھ نقل فرما دیجئے؟

ج: سب سے بڑے لادین تو آپ لوگ ہیں کہ یہ بے دینی کا سوال کر رہے ہیں۔ بندۂ خدا مسند احمد بن حنبلؒ کی پہلی جلد کا مطالعہ کریں کیا ان سے مروی سینکڑوں روایات میں مکمل باتشریح دین مروی ہے یا نہیں؟ مسلم شریف کتاب الایمان، بخاری، ترمذی وغیرہ میں "حدیثِ جبریل" کے عنوان سے جو حضرت عمرؓ بن خطاب کی طویل حدیث مروی ہے اس میں دینِ اسلام کے عقائد ایمانیات، فرائض وارکان، اخلاق و تصوف اور علم اشراط الساعہ سب آگیا ہے۔ اس کا ترجمہ ہم نے تازہ رسالہ "مسلمان کسے کہتے ہیں؟" کے ٹائیٹل صـ۲ پر "تعارف اسلام" کے نام سے لکھ دیا ہے اور آپ کو بھیجا ہے ملاحظہ کریں۔ ہوش سے سنیں؛ خلفاء ثلاثہؓ پیدائشی عالم لدنی ہونے کا دعویٰ کر کے پیغمبرؐ پر "تکبر" نہیں کرتے بلکہ وہ یعلمھم الکتٰب والحکمۃ والے پیغمبر عظیم کے محنتی شاگرد ہیں تمام عمر آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے علم دین سیکھا، پھر اس کی نشر و اشاعت کی اور اس دُنیا کے معلم بن گئے۔ کسی وجہ سے ناراض ہو کر قرآن بغل میں چھپائے نہ حجرہ نشین ہوئے نہ غار میں ٹھکانہ بنایا۔ بلکہ بلا تقیہ و خوف اور بغیر لومۃ لائم علانیہ دین خدا کی تبلیغ، تعلیم و تشریح کرتے رہے اور سب دُنیا ان کو دینِ اسلام کا پیشوا مانتی ہے۔ لفظ دین پر ضد کرنے اور اڑ جانے کا پروگرام ہے تو میں کہتا ہوں لفظ "نظام مصطفیٰؐ"، جو دین شریعت کا نام ہے کی تعریف بزبانِ بارہ ائمہ اپنی کسی کتاب سے مکمل نقل کریں۔ ماتم کرتے کرتے امام باڑہ کی دیوار سے اپنا سر تو پھوڑ دیں گے۔ مگر یہ تشریح نہ پائیں گے۔ دیدہ باید؟

خلفاء ثلاثہؓ کے ہاں دین کی تشریح وحقیقت سنتِ نبویؐ پر چلنا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: جو کام بھی رسول اللہؐ کرتے تھے میں وہ ضرور کروں گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے رسولؐ اللہ کے کاموں سے کوئی چھوڑ دیا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ (مسند احمد ص ۶ ج ۱)۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے انصارؓ کے افسروں پر خدا کو گواہ بنا کر کہا: "میں نے ان کو اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت کھول کر بیان کریں جن باتوں کو وہ نہ جانتے ہوں تو میری طرف لکھیں۔" اس سے مقولہ علیؓ سلونی؟ کا جواب بھی ہو گیا کہ حضرت عمرؓ بھی لوگوں کو اپنے سے پوچھنے کا حکم دیتے تھے۔ (مسند احمد ص ۱۵ ج ۱)

س ۱۰۰۰: مسند احمد بن حنبلؒ ص ۳۳۷ ج ۱ پر ہے:

عن ابن عباس قال تمتع النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقال عروۃ ابن زبیر نہٰی ابوبکر وعمر عن المتعۃ۔	ابن عباسؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع (حج) کیا تھا۔ حضرت عروہ بن زبیر نے کہا ابوبکرؓ و عمرؓ نے تو (عارضی طور پر) منع کیا تھا۔

اگر آپ متعہ کو زنا کہتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر ایسا الزام لگا کر توہین خلق عظیم کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟

ج: اس کی سند یوں ہے حدثنا عبد اللہ حدثنا ابی حدثنا حجاج حدثنا شریکؒ عن الاعمش عن الفضل عن عمرو قال اراہ عن سعید بن جبیر عن ابنِ عباس قال تمتع النبیؐ.... الخ

اس کے دو راوی کمزور ہیں ۱ حجاج۔ یا تو حجاج بن ارطاۃ ہیں۔ ان کو ابنِ حجر نے صدوق کثیر الخطاء والتدلیس لکھا ہے۔ یا حجاج بن محمد مصیصی ہیں جو اگرچہ ثقہ و ثبت تھے لیکن آخر عمر میں بغداد آنے کے بعد حافظہ بگڑ گیا تھا۔ (تقریب ص ۶۴، ص ۶۵)

۲: شریک: یہ ابنِ عبد اللہ نخعی کوفی ہیں جو صدوق کثیر الخطاء تھے کوفہ کے قاضی بنے تو حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یا شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر ہیں جو صدوق اور غلطیاں کرنے والا تھا۔ پانچویں طبقہ میں ۱۴۰ھ میں فوت ہوا۔ (تقریب ص ۱۴۵)

اس حدیث میں حج کا تمتع (ایک سفر میں حج و عمرہ دونوں عبادتیں بجالانا) مراد ہے اور

کتب احادیث میں اس کی صراحت ہے مگر آپ کی حبّ متعہ و زنا نے اسے بھی متعہ زنا بنا ڈالا اور عفیف ترین پیغمبر پاکؐ پر بھی گندگی پھینک دی (معاذاللہ ثم معاذاللہ)۔ ہر جھوٹا اور خائن آخر میں تو سچ کہہ ہی دیتا ہے مگر آپ جھوٹے مذہب شیعہ کے ایسے مبلغ ہیں کہ دس نمبری اور چار سو بیس نمبری دھوکہ بازی سے بڑھ کر ہزارویں نمبر پر بھی تقیہ اور فراڈ اور جھوٹ وخیانت اپنا کر رسولِ خدا کی عزت کو بھی مجروح کر دیا۔

متعہ حج مراد ہونے پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ابنِ عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هٰذهِ عمرة استمتعنا بها۔ (مسلم ص۴۰۴ ج۱) اس عمرہ سے ہم نے فائدہ اٹھایا

۲۔ حج وعمرہ کرنے والے شخص سے ابنِ عباسؓ نے کہا اللہ اکبر! اللہ اکبر!

هٰذهِ سنة ابی القاسم صلی اللہ علیه وسلم۔ (مسلم ص۴۰۴ ج۱ ومثلہ فی البخاری ص۲۱۳ ج۱) یہ حج تمتع ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سنت ہے۔

۳۔ ابنِ عباسؓ سے متعہ حج کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مہاجرینؓ، انصارؓ اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا احرام باندھا اور ہم نے بھی باندھا۔ جب مکہ آئے تو رسول اللہ نے فرمایا اپنے حج والے احرام کو عمرہ سے بدل دو۔ ہاں جو قربانی ساتھ لائے ہیں وہ نہ بدلیں۔ بخاری ص۲۱۳ ج۱

۴۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پھر ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم نے حج والا تمتع کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں۔ ابنِ عباسؓ کی حدیث حسن ہے صحابۂ رسول کی اہلِ علم جماعت نے متعہ عمرہ کو پسند کیا ہے۔ (ترمذی ص۱۳۲ ج۱)

۵۔ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو۔ یہ گناہوں اور افلاس کو دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کی گندگی دور کر دیتی ہے (نسائی ص۳ ج۲)

مسندِ احمد میں متعۃ النساء کا تو لفظ نہیں صرف تمتع رسول اللہ کا لفظ ہے۔ اس کی مراد وضاحت ہم نے ابنِ عباسؓ کی روایت سے ہی صحاح ستہ سے کر دی۔

باقی راوی بھی متعہ حج ہی مراد لیتے ہیں۔ دنیا کی کسی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متعہ بازنان مذکور نہیں ہے۔

عکرمہؒ کا بیان ہے میں نے ابنِ عباسؓ کو یہ فرماتے سنا کہ مجھ سے عمر بن خطابؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: "ایک آنے والا (جبریلؑ) میرے رب کی طرف سے میرے پاس وادی عقیق میں آیا اور کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھو۔ نیز کہا عمرة فی حجة کہ عمرہ حج کے ساتھ ادا ہوگا۔ (ابوداؤد ص۲۵ ج۱، ابن ماجہ ص۲۱۹)

اور عبداللہ بن عمرؓ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کیا اور قربانی کا جانور بھی ساتھ لیا۔ (ابوداؤد ص۲۵۱ ج۱)

رہی یہ بات کہ جب حج وعمرہ کو ملا کر تمتع کرنا سنّتِ نبوی ہے تو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے منع کیوں کیا تو جواب یہ ہے کہ اوّلاً وہ روایت کثیر الخطایا راویوں سے مروی ہونے کی وجہ سے قابلِ اعتبار نہیں ثانیاً قابلِ تاویل ہے کہ ان کی ممانعت کسی خاص گروہ کو خاص موقعہ و حالت پر ہوگی (جیسے مسافروں کے قافلہ میں چند روزہ داروں پر پابندی لگائی جائے تاکہ کھانا وغیرہ کی تیاری میں باقی قافلے پر بار نہ ہوں۔ ورنہ متعہ حج کے یہ تمام اکابر قائل تھے۔ ترمذی کی روایت میں حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے تمتع حج کرنے کی صراحت ہے اور ابوداؤد و ابنِ ماجہ کی بروایت عمرؓ مرفوع حدیث اسی بات پر دال ہے۔ هٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ ان ہزار سوالات کا جواب ۲۸ رمضان ۱۴۰۴ء بروز جمعرات بحالت اعتکاف ۲۸ جون ۱۹۸۴ء کو الحمدللہ ورطہ تحریر میں قلم بند اور اختتام پذیر ہوا۔

خادمِ اہلِ سنّت

مہر محمدؐ عفی عنہ القادر المنتصر

فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العٰلمین۔ والصّلوٰة والسّلام علیٰ حبیبه محمّد نبی المسلمین وعلیٰ اٰله واصحابه وخلفاءه الرّاشدین وازواجه واتباعه وجمیع امته الصّٰلحین اجمعین۔

⁘ ⁘ ⁘

مراجع و مصادر جن کے مطالعے سے کتاب تیار ہوئی

قرآن کریم
علم حدیث اور اسکے متعلقات
صحاح ستہ اہل سُنّت
موطا مالک
مشکوٰۃ
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
فتح الباری
مستدرک حاکم
نیل الاوطار شوکانی
مسند امام احمد
نووی شرح مسلم
صحیح ابوعوانہ
مصنف ابن ابی شیبہ
معانی الآثار طحاوی
زرقانی
معرفت علوم الحدیث
کنز العمال
مجمع الزوائد
سُنن بیہقی
مسوّٰی شرح موطا
موارد الظمآن

العلل المتناہیہ
تنزیہ الشریعہ
موضوعات کبیر
محلی ابن حزم
تہذیب التہذیب
تقریب التہذیب

کتب لغت

مصباح اللغات
فیروز اللغات
مفردات القرآن
لسان العرب

کتب مناقب صحابہؓ

مباحثہ بکیریاں
تطہیر الجنان
صواعق محرقہ
تحفہ اثناعشریہ
رحماء بینہم
کراماتِ صحابہؓ
ازالۃ الخفاء
حضرت معاویہؓ و تاریخی حقائق
بناتِ اربعہؓ

حدیث ثقلین

کتب تفسیر

تفسیر کبیر رازی
تفسیر محمد بن جریر طبری
تفسیر روح المعانی
دُر منثور
تفسیر آیاتِ قرآنی لکھنوی
معالم التنزیل

کتب علم کلام

الصارم المسلول
شفا شرح خفاجی
تعلیم الاسلام
شرح مواقف
عقائد الاسلام از مولانا کاندھلوی
تعلیم الاسلام مفتی کفایت اللہ
الملل والنحل

کتب فقہ

کتاب الخراج
ہدایہ
عالمگیری
قاضی خاں

دُرِ مختار
شامی
شرح نقایہ
مبسوط سرخسی
الجوہرۃ النیرہ

کتب سیرت و تاریخ

سیرت ابن ہشام
سیرت مصطفٰے
رسولِ رحمتؐ
تاریخ طبری
طبقاتِ ابن سعد
تاریخ کامل ابن اثیر
البدایہ والنہایہ
تاریخ اسلام نجیب آبادی
تاریخ اسلام معین الدین ندوی
سیرت النبیؐ شبلی
ریاض النضرہ
تاریخ الخلفاء سیوطی
ابوبکرؓ، علیؓ کی نظر میں
الفاروقؓ ۔ شبلیؒ
سیر اعلام النبلاء، ذہبی
الاصابہ
لسان المیزان

الاخبار الطوال
الاستیعاب
کفایہ خطیب بغدادی
فتح المغیث
مقدمہ ابن خلدونؒ

مؤلف کی اپنی حوالہ داد کتب

تحفہ امامیہ
عدالت حضرات صحابہ کرامؓ
ہم سُنّی کیوں ہیں؟
سُنّی مذہب سچا ہے۔
حرمتِ ماتم و تعلیمات اہل بیتؓ
تحفۃ الاخیار
شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات

متفرق کتب

ایرانی انقلاب از مولانا نعمانی
ڈائری لیل و نہار ۱۹۸۳ء

کتب شیعہ

اصولِ کافی
فروعِ کافی
روضہ کافی
الاستبصار
من لایحضرہ الفقیہ
تہذیب الاحکام

الاشعثیات مع
قرب الاسناد
اعتقادیہ شیخ صدوق
فہرست تنقیح
تنقیح المقال للمامقانی
رجال کشی
مجالس المومنین
جلاء العیون
رسالہ متعہ مجلسی
حیات القلوب مجلسی
نہج البلاغہ عربی
نہج البلاغہ اردو
ترجمہ مقبول
تفسیر مجمع البیان
تفسیر قمی
تفسیر حسن عسکری
احتجاج طبرسی
تحریر الوسیلہ ۔ خمینی
مختصر النافع
توضیح المسائل
فروع دین (جسکا جواب لکھا گیا)
ذکا الاذہان
شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
اعلام خصال صدوق ۔ کشف الغمہ

سُنّی وشیعہ تمام مسائل پر اچھوتے محققانہ انداز میں عصرِ حاضر کی بے نظیر تالیف

تحفۂ امامیہ

مُصنفہ: مولینا مہر محمد میانوالوی

جس میں قرآن کریم، فریقین کی معتبر احادیث، عقلِ سلیم اور تاریخ اہل بیتؓ کی روشنی میں حضرت علیؓ کے خلفاءِ ثلاثہ سے بہترین تعلقات، باغِ فدک، خلافت، حادثۂ جمل وصفین، تحریفِ قرآن، فضائل خلفاءِ راشدین، امامت اور ختم نبوت میں دلچسپ تقابلی مطالعہ، ۱۲ خلفاء کی بحث، مذہب شیعہ کی تصویر، کلمہ طیبہ اور دیگر متنازعہ فیہ مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ہر بات افراط و تفریط سے پاک اور دلکش تحریر کا آئینہ ہے۔

عکسی طباعت۔ سائز ۲۳×۱۸/۸ صفحات ۴۸۰ قیمت

ہم سُنّی کیوں ہیں؟

مولف مذکور کی مایۂ ناز عقلی، نقلی دلائل سے لبریز کتاب شیعہ سے سُنّیہ ۱۰۰ سوالوں کا مسکت جواب ہے جس میں سُنّی، شیعہ کے نام، توحید رسالت قرآن کریم کی صحت اور امامت اور دیگر بیسیوں کلامی فقہی تاریخی مسائل پر شاندار محققانہ مرہ کیا گیا ہے۔ تحفہ امامیہ اور کتاب ہذا کے مباحث جدا جدا ہیں۔ مرض رفض کیلیے نسخہ اکسیر ہے۔ عکسی طباعت، صفحات ۳۲۰، سائز ۲۲×۱۸/۸ قیمت

مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

محقق اہل سنت مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصانیف

	صفحات	ہدیہ
عدالت حضرات صحابہ کرامؓ (عظمت صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب)	۳۳۶	۱۵۰
سیف اسلام (یعنی ہزار سوال کا جواب)	۵۶۰	۲۲۰
تحفہ امامیہ (اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر لاجواب کتاب)	۴۸۰	۱۹۵
ہم سنی کیوں ہیں (۱۱۰ شیعہ سوالوں کا مدلل جواب)	۳۲۰	۱۳۰
حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیتؓ (ماتم اور سینہ کوبی کی تردید پر رسالہ)	۱۷۶	۴۰
سنی مذہب سچا ہے (صداقت اہل سنت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ)	۱۴۴	۴۰
مسلمان کسے کہتے ہیں (اسلام کے عقائد اعمال، اخلاق اور دعائیں)	۹۶	۲۷
شیعیت اور اسلام (یعنی مجموعہ رسائل) (عقائد شیعہ) (تاریخ شیعہ) (۱۰۰ سوالات وغیرہ)	۲۷۲	۱۲۰
معراج صحابیتؓ (رسالہ معیار صحابیت کا مفصل جواب)	۲۴۰	۹۰
مذہب حضرت علی المرتضیٰؓ (حضرت علیؓ کی تعلیم سے شرک وبدعت کا خاتمہ)		(زیر طبع)
مقام اہل بیت عظامؓ (عقیدہ اہلسنت اور شان اہلبیتؓ پر جامع کتاب)		(زیر طبع)
الکوفۃ وعلم الحدیث (صحابہ وتابعین کی محدثانہ خدمات)		(زیر طبع)
الامام الاعظم ابو حنیفہؒ (اکابر امت کی نظر میں امام اعظمؒ کا مقام)		(زیر طبع)
محرم میں امن کیسے ہو مع خصائص اہلسنت (خلفاء راشدینؓ)		۱۰

ہر قسم کی اسلامی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جیؒ ضلع میانوالی

مطالعہ کے بعد آپ کا فریضہ

○ اگر آپ علماء اور مذہبی اسکالرز ہیں تو اپنی مضبوط تنظیم بنا کر اصل کتب سے فوٹو اسٹیٹ حوالہ جات کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ سے قرآن و سنت اور نظام خلفاء راشدینؓ کی روشنی میں شرعی فتویٰ طلب فرمائیں۔

○ اگر آپ سرکاری ملازم اور انتظامی عہدیدار ہیں تو ہر فریق کی ہر قسم کی عبادت کو اس کی واحد عبادت گاہ۔ مسجد یا امام باڑہ میں محدود کرائیں۔ فرقہ وارانہ جلوس بند کرا دیں۔

○ اگر آپ حاکم اعلیٰ ہیں تو فرقہ شیعہ کی صحیح مردم شماری کرا کر سرکاری ملازمتوں کا کوٹہ دیں اہم کلیدی اسامیوں پر خلفاء راشدینؓ کے تابعدار سنی مسلمانوں کو فائز کریں۔

○ اگر آپ نمبردار با اثر چوہدری اور خاندان کے سربراہ ہیں تو اپنے لوگوں کو فتنہ رفض سے بچائیں اور ان کی شر انگیز رسم کو اپنی حدود میں پابند کرائیں باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا اسلامی جہاد ہے۔

○ اگر آپ سیاسی سربراہ ہیں تو پارٹی منشور میں نظام قرآن و سنت اور خلافت راشدہؓ کے پر امن عدل کو اولیت دیں اور کارکنوں کا انتخاب و تربیت اسی جذبے سے کریں۔

○ اگر آپ عام سنی مسلمان ہیں۔ تو نماز کی پابندی کریں۔ حرام کاموں اور روافض کی فرقہ وارانہ رسموں سے بچیں اپنی تنظیموں کو مضبوط کریں۔ ووٹ صرف اسلام و صحابہؓ پسند افراد کو دیں۔ خدا آپ کی امداد فرمائے۔

محققِ اہلِ سنت مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصانیف

فضائل صحابہ کرام	(عظمتِ صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب)	۳۳۶ صفحات
سیف اسلام	(یعنی ہزار سوال کا جواب)	۵۶۰ "
تحفہ امامیہ	(اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر لاجواب کتاب)	۲۸۰ "
ہم سُنّی کیوں ہیں	(۱۰ شیعہ سوالوں کا مدلّل جواب)	۳۲۰ "
حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیتؓ	(ماتم اور سینہ کوبی کی تردید پر رسالہ)	۱۷۶ "
سُنّی مذہب سچّا ہے	(صداقت اہل سُنّت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ)	۱۴۴ "
مسلمان کسے کہتے ہیں	(اسلام کے عقائد، اعمال، اخلاق اور دعائیں)	۹۶ "
شیعہ حضرات سے سو سوالات	(تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار)	۴۸ "
تحفۃ الاخیار	(شیعہ کے تمام اعتراضات کا مدلّل جواب)	۶۴ "
مذہب حضرت علی المرتضیٰؓ	(زیر طبع)	
مقام اہل بیت عظامؓ	(زیر طبع)	
الکوفۃ وعلم الحدیث	(زیر طبع)	
الامام الاعظم ابوحنیفہؒ	(زیر طبع)	

ہر قسم کی اسلامی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جی

ضلع میانوالی

محققِ اہلِ سنت مولانا مہر محمد میانوالوی مدظلہ العالی کی شہرۂ آفاق تصانیف

فضائل صحابہ کرام (عظمتِ صحابہ پر خاص علمی تحقیقی کتاب)	۳۳۶ صفحات
سیف اسلام (یعنی ہزار سوال کا جواب)	۵۶۰ "
تحفہ امامیہ (اسلام اور تشیع میں تمام اختلافی مسائل پر لاجواب کتاب)	۴۸۰ "
ہم سُنّی کیوں ہیں (۱۱۰ شیعہ سوالوں کا مدلّل جواب)	۳۲۰ "
حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیتؓ (ماتم اور سینہ کوبی کی تردید پر رسالہ)	۱۷۶ "
سُنّی مذہب سچّا ہے (صداقت اہل سُنّت پر ایک کامیاب تحریری مناظرہ)	۱۴۴ "
مسلمان کسے کہتے ہیں (اسلام کے عقائد اعمال، اخلاق اور دعائیں)	۹۶ "
شیعہ حضرات سے سو سوالات (تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار)	۴۸ "
تحفۃ الاخیار (شیعہ کے تمام اعتراضات کا مدلّل جواب)	۶۴ "
مذہب حضرت علی المرتضیٰؓ (زیر طبع)	
مقام اہل بیت عظامؓ (زیر طبع)	
الکوفۃ وعلم الحدیث (زیر طبع)	
الامام الاعظم ابو حنیفہؒ (زیر طبع)	

ہر قسم کی اسلامی کتابیں ملنے کا پتہ

مکتبہ عثمانیہ

بن حافظ جیؒ ضلع میانوالی